aanchal.com.pk

ماہنامہ
نئے افق
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

onlinemagazinepk.com/recipes

اپریل 2015ء کے شمارے کی ایک جھلک

قلندر ذات: یہ کہانی ایک ایسے مرد آہن کی ہے جو ذات کا قلندر تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا جو اپنے محض دنیا کو تسخیر کرنے کی دھن میں انسانیت کے دشمن بن گئے تھے۔

یا رب: عدم ادراک سے ادراک تک کی داستان۔ ایک مجرم کی روداد جسے اس کے احساس ندامت نے مجرم نہ رہنے دیا۔ کسی برگزیدہ ہستی کی نظر کا کرشمہ۔ ایک بے وفا کی بے وفائی کا فسانہ۔ کسی کی بے لوث چاہت کی کہانی۔ ایک عظیم ذی روح کی عظمت کا احوال جو موت کی اذیت بھلا کر اخبار کے گرد آلود سے پر ملال لکھتا رہا۔ ایک بلند حوصلہ باپ کی وفا جو اپنے بیٹے کی وصیت پر پابند رہا۔ سلاخوں کے پیچھے مقید قیدیوں کے لیے امید کی ایک کرن۔ آشفتہ دلوں کے لیے بطور خاص آنسوؤں کی روشنائی سے لکھا جانے والا ناول۔

فلسطین: بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول وہ شہر جہاں ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ وہ شہر جسے سیکڑوں نبیوں نے اپنی آخری آرام گاہ کے طور پر چنا۔ وہ شہر جو تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے لیے مقدس ترین ہے۔ اس تاریخی شہر کے پس منظر میں لکھا جانے والا ایک ایسا ناول جسے آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ الیاس ایم اے کے قلم سے تاریخی کہانیاں پسند کرنے والوں کے لیے بطور خاص۔

ہدف: انسان کی زندگی کی اہمیت اب ہمارے ہاں شاید سب سے کم رہ گئی ہے اور اس کی وجہ حکمران ہیں جو اپنی حکومت بچانے اور پیسہ بنانے کے لیے معصوم جانوں سے کھیل کر عوام کو اس طرف الجھا دیتے ہیں اور خود بہت خاموشی سے اپنی چال چل جاتے ہیں۔ مگر ان کی یہی حرکات کئی موضوعات کو جنم دے کر انہیں چھپا دیتے ہیں۔ نوشاد عادل نے معاشرے میں ہونے والی سرگرمیوں اور دہشت گردی پر بہت غور و فکر کے بعد قلم اٹھایا ہے۔ سیاسی جرائم کے لیے بطور خاص ایک چشم کشا تحریر جسے آپ نظر انداز نہیں کر سکیں گے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

مسلسل اشاعت کے 37 سال

مدیراعلیٰ ——— مشتاق احمد قریشی

مدیرہ ——— قیصر آرا

مدیر خصوصی ——— طاہر احمد قریشی

مدیرہ معاونین ——— جویریہ احمد
روبینہ احمد

جلد	37
شمارہ	01
اپریل	2015

ماہنامہ آنچل

اشتہارات برائے معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

f/women.magazine

/pkwomenmagazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی۔ پرنٹر: جمیل حسن۔ مطبع: ابن حسن پرنٹنگ پریس

ہاکی اسٹیڈیم، کراچی۔ دفتر: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ، کراچی۔ 74400

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبر: 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ای میل info@aanchal.com.pk

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ کسی دوسرے کے عیب کو دنیا میں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائیں گے۔" (مسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپریل ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

قارئین آنچل کو آنچل کی ۳۸ ویں سالگرہ مبارک ہو

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے یہ دن دیکھنا نصیب فرمایا آپ کے لیے ایک خوش خبری بھی منتظر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ کی دعائیں اور ہماری کوشش رنگ لائی آپ کے آنچل کی فیملی وہم جولی کے طور پر ایک نیا ماہنامہ جس کی ایک عرصے سے فرمائش کی جا رہی ہے ماہنامہ "حجاب" کی منظوری مل گئی ہے۔ ماہنامہ حجاب جلد ہی آپ کی آرا اور تجاویز کی روشنی میں ان شاء اللہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا یقیناً اس نئے ماہنامہ کو سجانے سنوارنے میں آپ سب بہنوں کا تعاون اور بھرپور معاونت درکار ہوگی۔

میں سمجھتی ہوں کہ ہم سب ایک فیملی کی مانند ہیں جس طرح تنکا تنکا جوڑ کر گھونسلہ بنتا ہے جیسے ہی قطرہ قطرہ جمع ہو کر پانی بھر دیتا ہے۔ "حجاب" کو سنوارنے سجانے کی ذمہ داری ہم سب کی ہے بطور ایک فیملی ممبر کے آپ سب کو ہی "حجاب" کے لیے اپنا حصہ ڈالنا ہوگا آپ کے تعاون ومدد کے بغیر ہم بھی ادھورے ہیں اور آنچل اور حجاب بھی ادھورا ہی رہے گا آپ کے بھرپور تعاون نے ہی آپ کے آنچل کو اشاعت کی بلندی پر پہنچایا ہے میں سمجھتی ہوں اگر آنچل کے ساتھ ساتھ آپ کا تعاون حجاب کو بھی مل جائے تو یقیناً وہ دن دور نہیں ہوگا جب حجاب بھی آپ کا مان بن جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تجاویز اور اپنی تحاریر حجاب کے لیے ارسال کرنا شروع کر دیں جو بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ یقیناً آپ کو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا کیونکہ نئے ماہنامہ حجاب کے لیے اس کے شایان شان انتظامات بھی تو کرنے ہیں۔ آئیں ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ حجاب کو بھی آنچل کی طرح مقبول عام کرے آمین۔

مئی کا شمارہ سالگرہ نمبر 2 اور اگست کا شمارہ عید نمبر ہوگا بہنیں نوٹ فرمالیں۔

اس بار بہن اقرأ صغیر احمد کا ناول "محبت ایسا نغمہ ہے" کا آخری حصہ چند ناگزیر وجوہات کے باعث شامل اشاعت نہ ہوسکا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں ان شاء اللہ آپ مئی کے شمارے پڑھ پائیں گی۔

اس ماہ کے ستارے

☆ چشم نم تو نہ چھلک — پہلی محبت کو بھول جانا آسان نہیں ہوتا مگر اس کا اقرار کیسی مشکلات لاتا ہے پڑھیں بہن اقبال بانو کے قلم سے۔

☆ کچھ کمی سی ہے — ہر چیز کی کثرت کے باوجود تشنگی کیونکر مقدر بن جاتی ہے آپ بھی جانیے بہن نگہت سیما کے قلم سے۔

☆ لال جوڑا — ہر اس لڑکی کی کہانی جو انتظار شادی کے جاں گسل لمحات سے گزر رہی ہے جانیے فاخرہ گل کی خوب صورت انداز سے۔

☆ آؤٹ — زندگی کی خوشیوں سے کھیلنے والے کھلاڑی کی کہانی عنیقہ محمد بیگ کی زبانی۔

☆ میرے بخت میں ہجر ہے — محبت کی شدت نے محبت کے نئے روپ کیسے کھلائے طلعت نظامی کے مخصوص انداز میں جانیں۔

☆ چاہت دھوپ چھاؤں سی — چاہت ومحبت کے حسین رنگوں کو سموئے صدف آصف کی خوب صورت تحریر۔

☆ تہی دست — زندگی کی بساط پر سب کچھ پانے کے باوجود بھی کوئی تہی دست کیونکر رہا نزہت جبیں ضیاء کا خوبصورت ناولٹ تحریر۔

☆ اڑان — سیمابنت عاصم کی تحریر جہاں خواہشوں اور خوابوں کی اڑان بہت اونچی نظر آتی ہے۔

☆ محبت سے مجبوری تک — مجبوری کے بندھن سے بندھی محبت جہاں قدم قدم پر امتحان تھا پڑھیں ام ثمامہ کی تحریر میں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

نشاں اسی کے ہیں سب اور بے نشاں وہ ہے
چراغ اور اندھیرے کے درمیاں وہ ہے
نمودِ لالہ و گل میں وہی ہے چہرہ نما
شجر شجر پہ لکھا حرفِ داستاں وہ ہے
جبینِ شمس و قمر اس کے نور سے تاباں
سنہری دھوپ ہے وہ حسنِ کہکشاں وہ ہے
اسی کی ذات کے ممنون خدوخالِ حیات
کہ اور کون ہے صورت گرِ جہاں وہ ہے
ہر اک افق پہ اسی کا دوام روشن ہے
جو شے ہے فانی ہے بس ایک جاوداں وہ ہے
اسی کی یاد لہو سے کلام کرتی ہے....
ہے جس کے ذکر سے آباد شہرِ جاں وہ ہے
سکوتِ نیم شبی میں پکارتا ہوں اسے
کہ میں ہوں درد کی دستک درِ اماں وہ ہے
زبانِ اشک سے مانگو دعائیں بخشش کی
بڑا رحیم نہایت ہی مہرباں وہ ہے
اسی کی مدح میں لو دے رہے ہیں لفظ صبیح
سخن کا نور ہے وہ لذتِ بیاں وہ ہے

صبیح رحمانی

نعت

اللہ اللہ پھر دل کی قسمت کھلی روح کو پھر سکوں کا پیام آ گیا
پھر مدینے کے دن یاد آنے لگے پھر تصور میں باب السلام آ گیا
جب ریاض الجناں میں جبیں جھک گئی اللہ اللہ کیا سر کو لذت ملی
عالمِ کیف سجدوں پہ طاری ہوا منزلِ وجد میں ہر قیام آ گیا
تجھ پہ قرباں مدینے یہ قلب و جگر اللہ اللہ یہ تیرے شام و سحر
اک عجب کیف میں وقتِ صبح آ گیا اک عجب کیف میں شام آ گیا
اے تصور یہ تیری کرم باریاں سامنے آ گئیں وہ حسیں جالیاں
جس جگہ سر تو سر روح جھکنے لگی وہ جگہ آ گئی وہ مقام آ گیا
بے خودی بے خودی اے ذرا صبر کر دست روضے کو بھی دے میرے قلب و جگر
کوئی پڑھنے لگا نعت خیر البشر ﷺ ان کا نام آ گیا ان کا نام آ گیا
ہاں اسی در سے ملتے ہیں دنیا و دیں ہاں اسی در سے ملتے ہیں علم و یقیں
دو جہاں میں جواب مدینہ نہیں جو بھی گریاں گیا شاد کام آ گیا
اب تو رہتا ہے لب پر درود و سلام اب نہیں کوئی مجھ کو زمانے سے کام
ان کے صدقے میں بہزؔ وہ منظر مجھے جو بھی آتا نہیں تھا وہ کام آ گیا

بہزؔ لکھنوی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

نگہت عبداللہ ..... کراچی

عزیزی بہن و قلم کار! خوش و خرم رہیں آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک ذات سے پرامید رہیں وہ ان شاء اللہ آپ کی والدہ کو جلد صحت کاملہ و شفاء کلی عطا فرمائیں گے اور ان کا سایۂ شفقت و محبت تادیر آپ کے سر پر صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے آمین۔ ہم سب آپ کی والدہ کی جلد صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں اور تمام قارئین کرام سے بھی ملتمس ہیں کہ وہ بھی آپ کی والدہ کی جلد صحت یابی کی دعا کریں۔

اقبال بانو..... بورے والہ

عزیزی بہن و قلم کار! شاد و آباد رہیں ایک طویل عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بے حد اچھی لگی بے اختیار لبوں پر آیا

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

بہرحال دیر آید درست آید اب یہ خوش گوار تعلقات بحال رکھیے گا۔ گرچہ آج کل فرصت کا وجود عنقا ہو چکا ہے لیکن پھر بھی اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ پل چرا کر آپ نے آنچل کے نام کیے اور سالگرہ کے موقع پر اپنے خوب صورت الفاظ کی صورت ایک قیمتی تحفہ ارسال کیا اس کے لیے بے حد مشکور ہیں۔ قارئین کے لیے بھی آپ کی شرکت باعث مسرت ہوگی آنچل کو پسند کرنے اور سراہنے کا بے حد شکریہ۔

نازیہ کنول نازی..... ہارون آباد

عزیزی سدا سکھی رہو آپ کی جانب سے یہ خوش کن خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کا نکاح ہو رہا ہے تو بے اختیار دل سے ڈھیروں ڈھیر دعائیں نکلیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کا نصیب بے حساب بلند کرے اور آپ کو اتنی خوشیاں نصیب فرمائے جن کا شمار کرنا بھی ممکن نہ ہو اور کوئی غم بھی آپ کو چھو کر نہ گزرے اور آپ کا یہ نیا سفر آپ کی امنگوں کے عین مطابق ہو اور آپ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے پیار محبت اعتماد و اعتبار کی بہت ہی اعلیٰ فضا کا قیام ہو آمین۔

سمیرا شریف طور ..... گوجرانوالہ

عزیزی سدا خوش رہو آپ کو منگنی کی بے حد مبارک باد باجی کی تیج پر ہمارے لیے تو نئی ہیں اور یہ سن کر بھی خوشی ہوئی آپ بھی جلد اپنے پیا کے آنگن میں اترنے والی ہے اس کی بھی بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔ ہم آپ کی زندگی کے اس نئے سفر کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو بے شمار خوشیاں راحتیں عطا فرمائے اور آپ دونوں کو اس سفر میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور دونوں گھرانوں کے لیے باعث رحمت ہو آمین۔

شہزادی شاھانہ..... نواب شاہ

پیاری شہزادی! امید ہے مزاج گرامی بھی شاہانہ ہوں گے موسم تو بدلتے ہی رہتے ہیں البتہ آپ ان موسموں کی طرح نہ بدلیں۔ اب بغور دیکھیں کہ آنچل میں آپ کا نام جگمگا رہا ہے۔ کوشش کریں گے کہ ہمارا آنچل میں بھی جلد آپ کو شریک کیا جا سکے۔ امید ہے شہزادی صاحبہ کی خفگی دور ہوگئی ہوگی۔

ارم کمال..... فیصل آباد

ڈیئر ارم! سدا سہاگن رہو آپ سے نصف ملاقات ہمیں بھی بے حد اچھی لگی ہے۔ تعارف بھیج دیجیے البتہ انتظار کی زحمت کے لیے بھی تیار رہیے گا کیونکہ سینکڑوں کی تعداد میں ہمارے پاس تعارف موجود ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کی نزہت کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آپ کا کہنا بجا ہے کہ بچوں کے امتحانات سے زیادہ وہاں محسوس ہوتا ہے کہ ماؤں کے امتحانات ہو رہے ہیں بہرحال اللہ سبحانہ و تعالیٰ دین و دنیا دونوں امتحانات میں تمام بچوں کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔

نورین شفیع ..... ملتان

ڈیئر نورین! شاد و آباد رہو آپ کا کہنا بجا ہے شادی اور بچوں کی مصروفیت میں اپنی ذات اور اپنے پسندیدہ مشاغل کے لیے وقت نکالنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مطالعہ اور کتب بینی کا بھلا شادی سے کیا تعلق یہ شوق تو انسان عمر کے کسی بھی حصے میں جاری رکھ سکتا ہے۔ بہرحال آپ نے آنچل کے لیے وقت نکالا اچھا لگا اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے بچے کو آپ کے لیے باعث فخر بنا دے آمین۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ..... سیالکوٹ

ڈیئر طیبہ! جگ جگ جیو آپ کو ہمارے جوابات سے تشفی ملی ہے تو یہ آپ کا حسن نظر ہے۔ آپ کی نگارشات ہمارے پاس محفوظ ہیں گاہے بگاہے شریک کرتے رہیں گے۔ تعارف موصول ہو گیا ہے اور آپ کی تجویز نوٹ کر لی ہے البتہ آپ کی غیر حاضری کی وجہ جاننے سے قاصر ہے۔

سحر انجم..... لاہور

ڈیئر سحر! جیتی رہو آپ کا افسانہ موصول ہوگیا ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے آئندہ شمارے میں آپ جوابات میں دیکھ لیجیے گا یا پھر نا قابل اشاعت میں آپ کو افسانے کے متعلق بتادیا جائے گا۔

سلمیٰ عنایت...... کھلا بٹ ٹائون شپ

ڈیئر سلمیٰ! جگ جگ جیو آنچل کو پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ناکامی کے خوف سے ہمت نہ کرنا اور اپنا افسانہ نہ بھیجنا تو حماقت ہے اگر آپ کا لکھا رد بھی ہوگیا تو کم از کم اصلاح اور اپنی غلطیوں سے آپ کو آگاہی تو ملے گی ہماری جانب سے آپ کو اجازت ہے آپ اپنا افسانہ ارسال کرسکتی ہیں۔

نیلم شرافت...... جتوئی

عزیزی نیلم! سدا مسکراؤ آپ کی نگارشات شائع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ایک ہی صفحے پر تمام سلسلے قلم بند کیے ہیں۔ اب اس خط کے ساتھ ہی آپ کا پیغام اشعار و غزل ہے تو آپ ہی بتایئے دیگر سلسلوں تک کیسے آپ کی نگارشات پہنچ سکتی ہیں۔ آپ ہر سلسلہ کے لیے الگ صفحہ اور اپنا نام بمعہ شہر کا نام لکھ کر ایک ہی لفافے میں ارسال کریں۔

پاکیزہ ایمان...... کھروڑپکا

ڈیئر پاکیزہ! سدا شاد رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید آنچل کو پسند کرنے اور سراہنے کا بے حد شکریہ۔ آنچل کے لیے لکھا آپ کا شعر بھی آپ کی چاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزین...... کراچی

ڈیئر فرزانہ! سدا مسکراتی رہو آپ کے قلمی سفر کے متعلق جان کر اچھا لگا آپ کی تحریر جلد پڑھ کر آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ نظمیں غزلیں اگر معیاری ہوئیں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

عذرا نواز...... حضرو

ڈیئر عذرا! سدا مسکراؤ رائٹر بننا آپ کا شوق ہے لیکن اس کے لیے بہت محنت اور وسیع مطالعے کی ضرورت ہے۔ بے شک آپ کے پاس بہت سے موضوعات ہیں لیکن انداز تحریر میں پختگی کا عنصر مفقود ہے۔ آپ کی دیگر کہانیوں کو پڑھنے کے بعد جلد ان کے متعلق آپ کو آگاہ کردیں گے۔

عائشہ عارف...... گوجرا کنجال

ڈیئر عائشہ! آباد رہو آپ کے قلمی سفر اور شاعری کے ذریعے آپ کے آغاز کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ بہرحال آپ ہمیں ناول سے پہلے افسانہ ارسال کردیتیں تو بہتر تھا بہرحال اب یہ ناول پڑھنے کے بعد ہی آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کرسکیں گے
فی الحال آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔

نجم انجم...... کورنگی، کراچی

ڈیئر نجم! سدا خوش رہو آپ کے پیغام کا جواب حاضر ہے وہ سب تو مذاق کی باتیں ہیں سلسلے میں شگفتگی پیدا کرنے کے لیے ایسا عنصر پیدا کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت میں کسی کے بھی دلی جذبات واحساسات آپ کے لیے ہرگز ایسے نہیں آپ کی اس گرانقدر محبت کا بے حد شکریہ۔

شگفتہ خان...... بھلوال

ڈیئر شگفتہ! جگ جگ جیو آپ کی ناساز طبیعت اب بہتر ہوگئی ہوگی آپ نے اس حالت میں بھی قلم اٹھایا اچھا لگا آپ کی چھوٹی بہن کو اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرنے پر ڈھیروں مبارک باد۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

ڈیئر تمنا! سدا مسکراتی رہو آپ کی دونوں کہانیاں ہمیں موصول ہوگئی ہیں اگر معیاری ہوئیں تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ روحانی مسائل میں آپ کو جواب مل جائے گا آپ ہر ماہ باقاعدگی سے چیک کرلیں دیگر خدشات دور کردیں آپ کے سوالات ضائع کردیں گے اور جواب شائع ہوجائے گا۔

شازیہ خان...... آزاد کشمیر

ڈیئر شازیہ! جگ جگ جیو 1987ء سے آپ کا اور آنچل کا ساتھ برقرار ہے جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ مزید یہ کہ آج آپ نے ہمیں نصف ملاقات کا شرف بخشا بہت اچھا لگا۔ آپ کی تحریر ہمارے پاس محفوظ ہے سالگرہ نمبر سے فراغت کے بعد بہت جلد آپ کو اس کے بارے میں آگاہ کردیں گے۔ بے شک آپ کی ہمت اور مستقل مزاجی قابل تحسین ہے۔

انعم خان...... KTS ہری پور

ڈیئر انعم! سدا سہاگن رہو ایک طویل عرصے کے بعد آپ سے اور تصاویر کی صورت آپ کے نونہالوں سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک ساتھ تین بچوں کی صورت میں آپ کو بہت عظیم خوشی سے نواز دیا۔ تینوں ہی بے ماشاءاللہ بے حد کیوٹ اور شرارتی لگ رہے ہیں اپریل میں آپ کے بچوں کی سالگرہ بھی آتی ہے بے حد مبارک باد۔ بے شک ایک بچہ سنبھالنا مشکل ہوتا کجا آپ تینوں کے فرائض بطریق احسن انجام دے رہی ہیں۔ ایک ساتھ تین جنتیں کمائی ہیں قابل تحسین خدمت وجذبات ہیں آپ کے۔ آپ کی تحریر منتخب ہوئی ہے اور آپ کے بچوں کی یہ تصاویر اب آنچل کے پاس محفوظ رہے گی۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

ڈیئر فائزہ! آباد رہو پھولوں کے شہر سے ارسال کردہ آپ کا خط نہایت تاخیر سے موصول ہوا اس پر اتنا ہی کہیں گے "دیر لگی آنے میں تم کو شکر ہے پھر بھی آئے تو" اسی لیے آپ کا تبصرہ شامل اشاعت نہ ہوسکا البتہ آپ کی نظم آئندہ کے لیے محفوظ کرلی ہے۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ

ڈیئر مسکان! سدا مسکراتی رہو آپ کے نٹ کھٹ انداز و القابات کو پڑھ کے بے ساختہ مسکراہٹ لبوں پر درآئی ویسے یہ آپ کی ہماری جانب سے غلط فہمی ہے لہٰذا دور کرلیجیے آپ کا خط بارہ تاریخ کو موصول ہوا جبکہ آپ کا تعارف ہم پہلے ہی اپریل کے لیے فائنل کرچکے تھے لیکن آپ کو یقین کیوں کر آئے؟ آپ کے اشعار اور پیغامات محفوظ ہیں کوشش کریں گے کہ مئی میں سب کو شامل کرسکیں اب تو انتظار کرنا سیکھ ہی جائیں۔

جویریہ راج تنہا...... غازی آباد' باغ

پیاری جویریہ! جگ جگ جیو پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ کی نگارشات جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

ضیاء احمد...... پتوکی

برادر محترم! آنچل میں اپنی کزن کے توسط سے آپ کی شرکت ہوسکتی ہے لیکن ابھی پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے آپ کا شعر آئندہ کے لیے محفوظ کرلیا ہے آپ کی کزن مسکان جو ہم قافیہ الفاظ ملاتی ہے، وہ بھی خوب ہیں آپ کا اسم گرامی آپ کی شخصیت کے لحاظ سے بتاتی ہوگی۔ پرچوں سے آپ کی دلچسپی اور اصلاحی کاوش کو سراہتا اچھی کاوش ہے۔

عائشہ اختر بٹ...... سرگودھا

عزیزی ہمشیرہ! شاد رہو آپ کے القابات جو ہمارے لیے مخصوص تھے پڑھ کر بے حد ہنسی آئی۔ اب وجہ تو یقیناً آپ خود ہی سمجھ جائیں گی۔ آپ کی اس قدر پرخلوص چاہت ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے آپ کی والدہ کی صحت کاملہ کے لیے دعاگو ہیں کہ وہ ان کی گود ڈھیروں خوشیوں سے بھردے ان کی تمام ہوئی مرادیں پوری فرمائے آمین۔ شاعری کے لیے ابھی جلدی مت کریں معیاری ہوئی تو ضرور آنچل میں چھپ جائے گی اس کے بعد ہی کتاب کی طباعت پر غور کیجیے گا۔

میمونہ ناز...... گوجرانوالہ

ڈیئر میمونہ! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "میرا نصیب" موصول ہوئی ہے آپ نے ابتدا ہی میں ناولٹ لکھا ہے کہانی واپس بھیجنے کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے اگر کہانی ناقابل اشاعت ہوئی تو اصلاح ضرور کریں گی البتہ واپسی کی امید مت رکھیں۔

نادیہ گل نادی...... مخدوم پور

پیاری نادیہ! شاد و آباد رہو کچھ گلی و بدگمانی سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا۔ کیا آپ صرف اپنی نظموں غزلوں کے لیے پرچہ خریدتی ہیں جو نہ دیکھ کر آپ کو انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ بہرحال ایک وجہ تو آپ کی ڈاک کا تاخیر سے موصول ہونا ہے آج بارہ تاریخ کو آپ کی غزل موصول ہوئی ہے جبکہ پرچہ اختتامی مراحل میں ہے۔ ہاں جواب دے کر آپ کی غلط فہمی دور کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ نازیہ سے سوالات کا سلسلہ بھی ختم ہوچکا ہے اس میں بھی آپ نے سوالات ارسال کرنے میں دیر کردی ہے۔

عائشہ نازی...... ہری پور

پیاری عائشہ! جیتی رہو آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ آپ نے ہمارے اصلاح کے اصل مقصد کو جان لیا ہے پڑھ کر اچھا لگا۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد ہی ہم آپ کی اصلاح کر پائیں گے کہ قابل اشاعت ہے یا نہیں اور نہیں تو کیونکر......

نعمانہ' سدرہ' غزیہ بتول...... غازی ڈھلہ جہلم

پیاری بچیوں! خوش رہو آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آپ نے جس خوب صورتی سے آنچل کو سالگرہ وش کی ہے اور برتھ ڈے کارڈ بنایا بے حد اچھوتا اور منفرد انداز ہے۔ جزاک اللہ۔

ماروی یاسمین...... 44ج

پیاری ماروی! خوش رہو آپ کے ننھے و شیر خوار بھتیجے کی جدائی کا سن کر بے حد افسوس ہوا۔ وہ ننھی کلی جو ابھی پوری طرح کھلی بھی نہ تھی خزاں کی نذر ہوگئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مصلحت کے آگے کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اور بچے کے والدین کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور ان کی گود خوشیوں سے بھردے آمین۔

نینا خان...... ہری پور

ڈیئر نینا! سدا ہنستی رہو بزم آنچل میں شریک نہ ہونے پر اتنی اداسی کہ آپ کے نینوں میں پانی آیا۔ آپ کی تحریر "دل کچھ یوں" ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آنچل کے معیار کے مطابق ہوئی تو سالگرہ نمبر 2 میں شامل کرنے کی پوری کوشش کریں گے امید ہے اب ناراضگی دور ہوگئی ہوگی۔

صبا الیاس...... گوجر خان

ڈیئر صبا! آباد رہو سب سے پہلے تو آپ کو منگنی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والی زندگی میں ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائیں' آمین۔ آپ کی غزل محفوظ

کرلی ہے آئندہ شامل کرلیں گے البتہ تحریروں کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

شگفتہ بی بی...... راولپنڈی

ڈیئر شگفتہ! جگ جگ جیو آپ اپنے والدین کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو سب سے اچھا کام تو آپ نے قرآن پاک حفظ کرکے اپنے اور اپنے والدین کے لیے کیا ہے۔ بہرحال آپ بھی اپنا مطالعہ وسیع کریں اس کے بعد افسانے پر قلم اٹھایئے گا۔

گڑیا..... راولپنڈی

پیاری گڑیا! سدا مسکراؤ آپ نے پہلی بار آنچل میں شرکت کی اور وہ بھی گمنام کی حیثیت سے ہمیں بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔ دوستی کے بندھن میں استوار ہوتے ہوئے کم از کم اسم گرامی تو معلوم ہونا ہی چاہیے تھا۔

اروی مختار...... میاں چنوں

ڈیئر اروی! شاد رہو اگر آپ نے امتحانات میں سے کچھ وقت نکال کر آنچل کے نام کیا تو آنچل نے بھی آپ کے نام کو اپنی جبیں پر سجالیا ہے۔ دیگر سلسلوں میں رخ روشن جھلملاتا دیکھ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں سرخروئی عطا فرمائے آمین۔

شبنم کنول ــــ پاپا نگری

پیاری شبنم! جیتی رہو آپ کا خط اس قدر تاخیر سے موصول ہوا ہے کہ بے اختیار کہنا پڑا "ہمیشہ دیر کردیتا ہوں" اس لیے آپ کی غزل اور سوالات آئندہ کے لیے محفوظ کرلیے ہیں۔ فی الحال معذرت خواہ ہیں پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے۔ آپ کے بھانجوں کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔

ثوبیہ نواز اعوان...... اسلام آباد

ڈیئر ثوبی! خوش رہو طویل عرصہ بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی اپنے معروف لمحوں میں سے چند پل نکال کر آنچل کی سالگرہ کے نام کیے مشکور ہیں۔

عروسہ رفیق...... کوٹ ادو

ڈیئر عروسہ! آباد رہو یہ جان کر بے حد خوشی اور حیرانی ہوئی کہ آپ 4th کلاس سے آنچل کی قاری ہیں اور آپ کے پاس آنچل کا ذخیرہ موجود ہے۔ عفت کی جس کہانی کا آپ نے ذکر کیا ہے آپ اس کے لیے مکتبہ القریش سے رجوع کریں وہاں یہ کتابی صورت میں موجود ہے۔ بصورت دیگر ہمارا ادارہ آپ کو اس کہانی کی فوٹو کاپی ارسال کرسکتا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو رابطہ کیجیے گا۔ بہرحال آپ کا ذوق و شوق تو داد کا مستحق ہے۔

بشریٰ افضل...... بہاولپور

پیاری بشریٰ! سدا مسکراؤ آپ نے عروج ناز کے انٹرویو کے چھاپنے کا ذکر کیا ہے وہ آنچل میں تو نہیں البتہ نئے پرچے میں لگا کر ضرور پوری کی جاسکتی ہے آپ کا ارسال کردہ یہ تحفہ ہمارے پاس محفوظ ہے دوسرے پرچے میں شامل کریں گے۔

نوٹ:۔

آنچل کی معروف ادیبہ طلعت نظامی کے بہنوئی اور ڈاکٹر درخشاں انجم کے شوہر رضائے الٰہی سے انتقال کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○ تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ناقابل اشاعت:۔

محبت کا ستارہ، بے بسی، نصیب کا کھیل، لڑکی بہائے فروخت نہیں، ہم تم اور محبت، عالم تنہائی، مجھے تم سے محبت ہے، اپنی صد بہتی، ہمیں ماتھے پہ بوسہ دو، چکر، قصوروار کون، وہ اک لمحہ زندگی، درد بے کراں، بھول، تھلیاں، بانسیات، بلاعنوان، دردِ محبت، نرمی اور پیار اور ملے کچھ اس طرح، میری محبت، محبت جان لیتی ہے، تیرے چہرے، محبت ہمسفر میری، بکھرنے سے ذرا پہلے، کوئی دیپ جلنے دو، یادیں، آنچل، آگہی کے عذاب، ہوگئے ارمانوں کے خون، نہتے ایمان، پچھتایا کر جاؤں کہاں، بے حس، ہوا میں رنگ، چراغ راہ، سپنے سہاجن کے، تم نے، خرلوش، آنا تھا، دیر کردی، بے مُروّت، اک نظر کی محبت، گفت سفر، مجرم، میرا آنچل، تقدیر کی ہمراہی، دل اس سے ملا۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

معروف محقق علامہ زمخشری نے اپنی کتاب کشاف میں جنت کے ناموں کو اس ترتیب سے لکھا ہے۔ دارالخلد۔ دارالمقام ۔ دارالسلام۔ جنت عدن۔ دارالقرار۔ جنت نعیم۔ جنت الماویٰ جنت فردوس۔ علامہ نے سورۃ الزاریات کی تفسیر میں ان جنتوں کے بارے میں لکھا ہے۔

(۱) **عدن**۔ اسے سبز زمرد سے بنایا گیا ہے۔ اس میں سخی عادل نمازی زاہد اور آئمہ مساجد رہیں گے۔

(۲) **جنت الماویٰ**۔ اسے نور سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ مقام شہید حقیقی خیرات کرنے والے غصہ برداشت کرنے والے تقصیروں کو معاف کرنے والوں کا ہے۔

(۳) **فردوس**۔ اس کی تعمیر جلال کبریائی کے نور سے ہوئی ہے۔ اس میں انبیاء علیہم السلام رہیں گے اس کے درمیان ایک غرفہ (کمرہ) نور رضا سے بنایا گیا ہے۔ اسے مقام محمود کہتے ہیں اس مقام خاص پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھیں گے۔

(۴) **نعیم**۔ اس کی تعمیر سبز زبرجد (زمرد) سے کی گئی ہے۔ اس میں شہید حکمی اور موذن رہیں گے۔

(۵) **دارالقرار**۔ اس کو مروارید روشن سے بنایا گیا ہے اس میں عام مومن رہیں گے۔

(۶) **دارالسلام**۔ اس کی تعمیر سرخ یاقوت سے کی گئی ہے اس میں فقیر صابر اس امت آخر کے رہیں گے۔

(۷) **دارالجلال**۔ اسے زر سرخ سے بنایا گیا ہے۔ اس کو دارالمقام بھی کہتے ہیں اس میں امت کے اغنیاء و شاکر رہیں گے۔

یہ لفظ جنت قرآن کریم میں مختلف صورتوں میں ایک سو انچاس مرتبہ آیا ہے بعض جگہ اضافتوں کے ساتھ بھی آیا ہے۔ قرآن حکیم میں جنت کے لئے فردوس روضہ دارالخلد دارالمقامہ اور دارالسلام بھی استعمال ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آخرت کے بعد نئی زندگی جو دائمی ہوگی جو کبھی ختم ہی نہیں ہوگی اس زندگی کے دائمی اور غیر فانی گھر کو جو ہر قسم کی پریشانیوں دکھوں تکلیفوں سے قطعی آزاد ہوگا کو جنت کہا ہے۔ جنت کی اہمیت وحیثیت کو واضح کرنے کے لئے ان لوازمات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن سے انسان اس مادی دنیا کی زندگی میں مانوس و آشنا ہے۔

مثلاً باغ مرغ زار آب رواں گل وثمر مشروبات ملبوسات وغیرہ تاکہ انسان اس کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہوکر اسے حاصل کرنے کی پوری کوشش کرسکے۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ان کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان آخروی چیزوں کو دنیاوی چیزوں اور الفاظ سے ادا کرنے کی خاص وجہ ہے کہ ان کی نسبت سے انسان ان کے بارے میں جان سکے کہ وہ کیا ہیں سکی ہیں جبکہ حقیقت تو ان الفاظ سے کہیں بلند تر اور زیادہ ہوں گی۔

جنت کا جو تعین علمائے کرام نے قرآنی آیات سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر بلند ترین آسمان کے اوپر اور عرش الٰہی کے نیچے ہے جنت کے مختلف طبقات و مقامات تک پہنچنے کے لئے آٹھ بڑے دروازے ہیں یہ طبقہ اپنی جگہ کئی کئی طبقوں میں منقسم ہے بلند ترین درجے کو جو ساتویں آسمان پر یا اس سے قریب کو عدن اور فردوس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جنت کے دروازے کھولنے کی چابی کے تین دندانے ہیں جو ایک حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ (۱) توحید کا اقرار (۲) اطاعت الٰہی (۳) تمام غیر شرعی کاموں سے احتراز۔

قرآن حکیم میں جنت کی منظر کشی رب رحیم و کریم نے اس طرح فرمائی ہے۔

ترجمہ:۔ یہ لوگ (اہل جنت) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔ ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے) رہیں گے آمدورفت کریں گے۔ آب خورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے لبریز ہوگے۔ جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے۔ اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں گے (جسے چاہیں چن لیں) اور پرندوں کا گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔ اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔ یہ صلہ ہے ان اعمال کا۔ نہ وہاں کوئی بے ہودہ بات یا گناہ کی بات سنیں گے۔ وہاں صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے۔ وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں۔ اور لمبے لمبے سایوں۔ اور بہتے ہوئے پانیوں۔ اور بکثرت پھلوں میں۔ جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔ ہم نے ان کی (بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے۔ اور ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ محبت والی اور ہم عمر ہیں۔ (الواقعہ۔ ۱۵تا۳۷)

تمام آیات خود ہی اپنی تفسیر ہیں۔ یہ جنت اور اہل جنت کی وہ منظر کشی ہے جو رب کائنات نے قرآن کریم میں فرمائی ہے ایسی ہی منظر کشی جنت کی اہل ایمان کو ترغیب و رغبت دلانے کے لئے سورۃ الدھر میں بھی کی گئی ہے ان آیات مبارکہ سے اہل ایمان بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کی بظاہر مشکلات آخرت کی ہمیشہ کی بہار اور پرآسائش زندگی کا باعث ہوں گی اور جنت کے عیش و آرام جو دائمی اور کبھی ختم نہیں ہوں گے دنیا کی چند روزہ زندگی کی مشکلات و پریشانی کے مقابلے میں نہ کچھ اہمیت رکھتی ہیں نہ کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔ سورۃ الدھر میں ارشاد ہو رہا ہے۔

ترجمہ:۔ اور ان کے صبر کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی سختی۔ جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہوگی اور اس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے۔ (جس طرح چاہیں انہیں توڑ لیں۔) ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کرائے جا رہے ہوں گے۔ شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے اور ان کو (منتظمین جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ ان کی خدمت کے لئے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم انہیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیئے گئے ہیں۔ وہاں

جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا۔ ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے۔ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (الدھر۔۱۲ تا ۲۱)

جنت کی اس الٰہی منظر کشی کے بعد مزید کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت محسوس نہیں ہونی چاہئے۔

جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے سردار الانبیاء اللہ کے محبوب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے ان کے بعد انبیاء کرام علیہ السلام۔ فرشتے نہایت ہی عمدہ اور سریلے نغموں سے اہلِ جنت کا استقبال کریں گے جنت میں داخل ہونے پر پہلے سب کی ضیافت ہوگی احادیث میں ایک ایک کھانے کا حال بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کھانے کے بعد ہر کوئی اپنے لئے مقرر کئے گئے ٹھکانوں کی طرف چلا جائے گا جو سب کے لئے حسب مراتب پہلے سے تیار ہوں گے۔ جنت میں ہی اہلِ جنت کو دیدارِ حق تعالیٰ نصیب ہوگا۔

ایک حدیث شریف حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہشت کے سو درجے ہیں اور ہر درجے کی مسافت ارض و سماء کی مسافت کے برابر ہے۔ بہشت کے درمیان سے چار نہریں جاری ہورہی ہیں۔ جب تم اللہ سے سوال کرو (دعا مانگو) تو فردوس کا سوال کرو اس لئے کہ یہ بہشت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

انسان اپنے مادہ تخلیق کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہے بلکہ اس کے اعمال و اوصاف ہی اسے جنت کا حق دار بناتے ہیں۔ اطاعتِ الٰہی احکام الٰہی کو تسلیم کرنا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تمام ہدایات و تعلیمات کو ویسے ہی تسلیم کرنا یا نہ کرنا ہی ہر انسان کو جنت یا دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ جنت کا حصول صرف اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کریم پر منحصر ہے۔ اس کی راہ بڑی آزمائشوں والی ضرور ہے لیکن وہی سلامتی کا گھر بھی ہے۔ سورۃ الزمر میں اہلِ جنت کو میدانِ حشر سے حساب کتاب ہوجانے کے بعد جب جنت کی طرف لے جایا جائے گا اس کیفیت کو اللہ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا' یہاں تک جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے تو وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم خوش حال رہو تم اس میں ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ۔ (الزمر۔۷۳)

آیتِ کریمہ میں اللہ جل شانہ نے جنت میں داخل ہونے کی منظر کشی فرمائی ہے۔ اہلِ ایمان' اہلِ تقویٰ کے گروہ در گروہ درجہ بدرجہ جو ہم مرتبہ لوگوں پر مشتمل ہوں گے جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ سب سے پہلے مقربین یعنی انبیاء علیہم السلام ان کے ساتھ صدیقین و ابرار اور شہدا اپنے ہم مرتبہ کے ساتھ داخل ہوں گے علما اپنے اقران کے ساتھ۔ یعنی ہر صنف اپنی ہی صنف یا اس سے مشاکل کے ساتھ ہوگی۔ (ابن کثیر)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں' ان میں سے ایک ریان ہے جس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

ہر دروازے کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہوگی اس کے باوجود وہ بھرے ہوئے

ہوں گے۔ (مسلم)

سب سے پہلے جنت کا دروازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھٹکھٹائیں گے۔ (مسلم)

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے اور دوسرے گروہ کے چہرے آسمان پر چمکتے ستاروں میں سے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے' جنت میں سب اہل جنت تھوک' بلغم' بول و براز سے قطعی پاک ہوں گے' ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی۔ پسینہ کی بو کستوری ہوگی اُن کی آنگیٹھیوں میں خوش بودار لکڑی ہوگی' ان کی بیویاں حورالعین ہوں گی' ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (بخاری)

صحیح بخاری ترمذی کی ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں ہر مومن اہل جنت کو دو بیویاں ملیں گی' ان کے حسن و جمال کا یہ حال ہوگا کہ ان کی پنڈلی کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔ (بخاری کتاب بدء الخلق) بعض نے کہا کہ یہ دو بیویاں حوروں کے علاوہ دنیا کی عورتوں میں سے ہوں گی' ہر جنتی کی کم از کم حور سمیت دو بیویاں ہوں گی اللہ جس کو چاہے زیادہ بھی ممکن ہوں۔ (فتح الباری)

دوزخ کی طرح جنت کے بھی سات طبقات ہیں ہر طبقے کی الگ الگ کیفیت اور درجے ہیں' ہر طبقے کے اہل لوگوں کو اس طبقے میں پہنچایا جائے گا اور ہر طبقے میں بھی حسب مراتب درجے ہوں گے جنت کے تمام طبقات کی کیفیات کو سمجھنے کے لئے قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱) **جنت عدن** کے معنی ہیں رہنے سہنے کے باغات' ایسی جنتیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں' جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام بتاتے ہیں۔ ابن مردویہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''عدن حق تعالیٰ کا بنایا ہوا گھر ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال آیا۔ اس میں انبیاء (علیہ السلام) صدیقین اور شہدا ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہنے پائے گا عدن کا ذکر قرآن حکیم میں تقریباً گیارہ بار ہوا ہے۔

ترجمہ:۔ ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں' جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی' وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے نرم و باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے' وہاں اونچی مسندوں پر تکئے لگائے ہوئے بیٹھیں گے۔ کیا بہترین اجر ہے اور کس قدر اعلیٰ درجے کی قیام گاہ ہے۔ (الکہف۔۳۱)

(جاری ہے)

[illegible] احمد

السلام علیکم! میرا پورا نام صدف مختار ہے 6 جون 1999ء کو بوسال مصور میں پیدا ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول گوجرہ میں نائنتھ کی طالبہ ہوں۔ ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ سب سے بڑی مریم مختار جو کہ بھلوال ڈگری کالج میں سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہے اور ماشاء اللہ فرسٹ ائیر میں 82% نمبر لیے ہیں۔ اس سے چھوٹا بھائی بشارت علی جو کہ فرسٹ ائیر کا اسٹوڈنٹ ہے۔ تیسرے نمبر پر میں ہوں (اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتی ہوں نا) آخر نمبر پر امبر نوشین ہے جو کہ تھری کلاس میں ہے۔ امی اور ابو بس یہی مختصر سا خاندان ہے میرا۔ میرے پیار کے اتنے نام ہیں جتنی پھول کی پتیاں یعنی بڑی مشکل سے گنے جاسکتے ہیں' سنئے ذرا... منی' مونا' مونو' منو' مونی' بے بی' طیبہ' صدو' لبو' طیبہ' چو چو' چم چم' ڈھیٹ (یہ لقب ہے ثریا کی طرف سے) چلئے باقی پھر کبھی بتاؤں گی کیونکہ یہاں یہ معاملہ ہے۔

کہاں تک سنو گے کہاں تک سناؤں

جی تو سب سے پہلے بات کرتے ہیں پڑھائی کے بارے میں' سب سے زیادہ نمبر 8th میں لیے یعنی کہ 500 میں سے 424 اور اب نائنتھ میں بھی بہت اچھے مارکس لیتے ہیں۔ میری ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگاسکتے ہیں کہ آج سے ایک سال پہلے میں نے اپنے لکھے گئے مضامین کی وجہ سے ڈویژن لیول تک مقابلے جیتے ہیں۔ تب بہت چھوٹی تھی شاید چوتھی کلاس میں جب میں نے سوچ لیا تھا کہ مجھے فوجی بننا ہے اور سب کو کہہ دیا ہے کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو میری قبر کے کتبے پر یہ شعر لکھوایئے گا۔

مٹی کی محبت میں ہم آشفتہ سروں نے
وہ قرض اتارے ہیں کہ واجب بھی نہیں تھے

مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے یہی وجہ ہے کہ مجھے لوگوں سے نہیں ڈرنا پڑتا۔ میں صاف گو ہوں' دل میں بدگمانی نہیں رکھتی۔ دنیا میں سب سے زیادہ پیار اپنی امی اور اس کے بعد پاکستان سے ہے۔ بے پروا ہوں اور میری بے پروائی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ چپس بنارہی تھی کہ قلب ہیوز کی خبر سننے کمرے میں گئی' تیزی سے پلاسٹک کا چمچ کڑاہی میں رکھ دیا۔ واپسی اس وقت ہوئی جب پلاسٹک کا چمچ گھی میں پگھل گیا اور گھی میں آگ لگ گئی لہٰذا میرے چپس جل کر زندگی کی بازی ہار گئے۔ ماشاء اللہ چار وقت کی نمازی ہوں (فجر قضا ہو جاتی ہے) لیکن اب آئندہ کوشش کروں گی۔ بولتی بہت زیادہ ہوں اور غصے میں بالکل چپ ہو جاتی ہوں۔ کوکنگ سے ایسے دور بھاگتی ہوں جیسے چوہا بلی سے (دیکھا میری مثال)۔ لکھنا میری بہت بری عادت ہے چاہے زمین ہو کاپی یا کتاب' کوئی لکھنے والی چیز ہاتھ آجائے تو بس خیر نہیں۔ رنگوں میں مجھے پیلا رنگ پسند ہے۔ چیزیں یا تو بہت گرم کھاتی ہوں یا پھر بہت ٹھنڈی' درمیانی چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔ رسالوں میں شعاع' خواتین' آنچل' کرن پھول اور نونہال بھی پڑھتی ہوں۔ مجھے اندھیرا بہت پسند ہے اور اندھیرے میں اکیلے رہنے کا بہت مزا آتا ہے۔ پھول بھی اچھے لگتے ہیں' مجھے گانے پسند ہیں لیکن آج کل کے تھرڈ کلاس اور بے ہودہ لفاظی والے گانے قطعاً پسند نہیں۔ رائٹرز میں نمرہ احمد' بانو قدسیہ' اشفاق احمد اور ممتاز مفتی زیادہ پسند ہیں۔ پسندیدہ ناول ''اور ے پیا' مقید خاک' پیر کامل' لبیک (سفر نامہ)' نیلی' راجپوتوں کی ملکہ' قراقرام کا تاج محل' مصحف' دیمک زدہ محبت'' اور ''جو چلے تو جاں سے گزر

گئے" زیادہ پسند ہیں۔ کھیل کرکٹ اور مصباح الحق اچھے کھلاڑی' شاعر کی دنیا میں ساغر صدیقی' پروین شاکر' محسن نقوی اور محمد امین ملک بیسٹ ہیں۔ پسندیدہ اشعار بہت سارے لیکن چند ایک لکھ رہی ہوں......

کبھی لوگ تو کبھی کبھی اچھے نہیں رہتے
کہ جن سے سچ سیکھا ہو وہ بھی سچے نہیں رہتے
ایسا کیوں ہے کہ اعتبار کی ٹوٹی دہلیز پر
جو بہت اپنے ہوں اپنے نہیں رہتے

یہ تو پسندیدہ ترین ہے اور بچوں میں "انس خالد" جیسا کوئی نہیں۔ ڈھیر ساری خالائیں ہیں یعنی زاہدہ خانم' ام کلثوم (کوئین آف ایلی گینٹس) سعدیہ اقبال اور نازیہ خانم لیکن مجھے سب سے زیادہ پیار اپنی خالہ اقراء خانم سے ہے۔ ٹیچرز میں مس عذرا بشیر صاحبہ جو کہ بچوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت بھی کرتی ہیں بلاشبہ ایک اچھی ٹیچر ہیں جنہوں نے بچوں کو کبھی ڈانٹا نہیں صرف پیار سے سمجھایا اور مس مقدس صاحبہ' فوزیہ صاحبہ' نصرت صاحبہ بھی پسندیدہ ہیں۔ کزنز سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے لیکن میرا پیارا بھائی ہاشم سکندر اور فاطمہ ریاض زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ دوستوں میں رمشاء عظمت' شیبا ضیاء اور قرۃ العین (خوب صورت آنکھوں والی بچی) پسند ہیں۔ ایک بھلکو باجو بھی ہے جو کہ مہا کنجوس ہے اور جتنی خوب صورت ہے اس سے زیادہ کنجوس ہے انہوں نے گھر میں فون رکھا ہوا ہے سننے کے لیے جناب! کرنے کے لیے نہیں یعنی کرانیلا خالد (کیا خیال ہے محترمہ باجو صاحبہ ٹھیک کہہ رہی ہوں نا) ویسے مجھے اپنی بہن مریم مختار اور بھائی فرحت عباس بھی بہت اچھے لگتے ہیں۔ اب میں مارچ کے بعد شرکت کروں گی کیونکہ پیپر کندھوں پر آچکے ہیں تو تیاری کرنی ہوگی۔ ہر چیز کا اعتبار کرلیں لیکن کبھی بھی زندگی کا اعتبار مت کیجیے گا کیونکہ یہ ہوا میں رکھا چراغ ہے پتا نہیں کب بجھ جائے۔ ویسے ایک اور نصیحت (پیارے بچو! میں آپ کی دادی اماں نہیں ہوں) نصیب پر خوش رہنا سیکھ لیں سب غم بھی اچھے لگیں گے' آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ کبھی کوئی صدف مختار شریک محفل تھی' اس شعر کے ساتھ اجازت' اللہ حافظ۔

روز و شب کے میلے میں غفلتوں کے مارے لوگ
شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جسے دفنایا ہے بس اسی کو مرنا تھا

السلام علیکم! تمام ریڈرز اینڈ رائٹرز کو خلوص دل سے سلام ہو' میں نے یکم اپریل کو اس دنیا میں اپنے گھر کو رونق بخشی' میری اور آنچل کی سالگرہ اکٹھی ہوتی ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں' میں اکلوتی اور اکثر موقعوں پر بہن کی کمی محسوس کرتی ہوں۔ میں میٹرک کی طالبہ ہوں' آنچل سے میرا رشتہ 2007 سے ہے۔ میرا اسٹار حمل ہے' مجھے سادہ لباس پسند ہیں۔ میرے فیورٹ کلرز پنک اینڈ وائٹ ہیں' مجھے پھولوں سے دلی لگاؤ ہے۔ میرے فیورٹ ایکٹر احسن خان' میری ہابی آنچل پڑھنا اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں ہر نئے لکھنے والے کو پذیرائی ملتی ہے۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی تب ہوتی ہے جب خود کو آنچل میں پاتی ہوں۔ میری پسندیدہ شخصیت میرے کزن افسر علی (مرحوم) تھے۔ مجھے غصہ بہت جلد آتا ہے' کرکٹ بہت پسند ہے' دنیا دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ جیولری میں رنگز اور نیکلس پسند ہے۔ آئس کریم' چاکلیٹس اور کوک بہت پسند ہے۔ تھوڑی سڑیل ہوں جلدی فرینک نہیں ہوتی۔ اگر میری غلطی ہو تو تسلیم کرتی ہوں' صاف گوئی کی عادت ہے پیٹھ پیچھے برائیاں نہیں کرتی۔ موسم بہار' دسمبر کی ٹھٹھرتی سنہری شامیں اور چاند کی چاندنی پسند ہے۔ ضدی بھی ہوں بقول میرے ماما' پاپا کے میں دوستوں کے ساتھ بہت مخلص ہوں۔ میرا حلقہ احباب وسیع ہے اس میں سب سے

پہلے میری بیسٹ فرینڈ فرواوڑائچ ہے پھر نائلہ ملک' ثناشا چوہدری' کبریٰ باجوہ' حرا باجوہ' فاطمہ چڑائچ' شاہ وڑائچ' تانیہ (ماہی) علینہ' اقراء جان اور کنزیٰ کنول میری بہت اچھی دوستیں ہیں۔ میری سب سے زیادہ انڈرسٹینڈنگ میرے چار سال کے کزن عثمان ملک سے ہے اس کے علاوہ مجھے اپنے بھانجے اسد ملک اور بھانجی میرب ملک سے بھی بہت محبت ہے۔ مطالعہ کی عادت میرے لاڈلے چاچو (اشفاق ملک) نے ڈالی۔ فیورٹ سنگرز میں عاطف اسلم' امرندر گل اور ہنی سنگھ ہیں۔ میرے پسندیدہ شاعر فراز احمد' محسن نقوی اور وصی شاہ ہیں۔ میرے فیورٹ رائٹرز کی لسٹ میں سمیرا شریف طور' ام مریم اور عمیرہ احمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو دنیا جہان کی خوشیاں عطا فرمائے اور آنچل کو دن بہ دن ترقی کی منازل طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تعارف کیسا لگا ضرور آگاہ کیجیے گا' آپ کی آراء کا انتظار رہے گا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اب اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

نورین مسکان

آہم ...... آہم ...... جی جی تشریف رکھیے' ہم آپ کی سراپائے شوق بنی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لیے تشریف فرما رہے ہیں۔ ارے آپ سب کدھر چل دیے۔ نونو..... اب تو ہم آپ کو ہرگز بھی نہیں جانے دیں گے۔ ماہدولت کو اس دنیا میں نورین مسکان سرور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ہم نے بہار کی آمد آمد میں یکم فروری کو اس دنیا کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے خوب صورت ملک پاکستان کے نامور شہر دوسرے لفظوں میں شہر شاعر (سیالکوٹ) کے گاؤں رام راتیاں کلاں کی کھلی فضاؤں میں قدم رنجا فرمائے۔ فیملی ماشاء اللہ سے کافی بڑی ہے اور اگر صرف دو چار کا ذکر کروں گی تو باقی رہ جانے والوں کے ہاتھوں درگت بنے گی سو معذرت کہ پھر بھی سہی۔ اسٹارز پر یقین نہیں رکھتی اور نہ ہی ہاتھ کی لکیروں پر کوئی اعتبار ہے۔ آیئے ذرا دستر خوان کی طرف تو ان نعمتوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انسان ناپسندیدگی ظاہر کرے۔ سبزیوں میں بھنڈی ازحد پسند ہے باقی سبزیاں بھی چل جاتی ہیں البتہ ٹنڈے سے ذرا ہم خود چلتے ہیں۔ گوشت کی کچھ خاص شوقین نہیں ہوں اور میٹھے میں سب کچھ ہی چل جاتا ہے۔ ڈریسز میں لانگ شرٹ ود ٹراؤزر ساتھ بڑا سا دوپٹہ اچھا لگتا ہے بے شک مجھ سے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے (چھوٹی سی ہوں نا)۔ لہنگے سے کم مگر ساڑھی سے دشمنی کی حد تک نفرت ہے۔ بات ہو جیولری کی تو ہمیں رنگ' ائیر رنگ' بریسلیٹ اور رسٹ واچ پسند ہے۔ دوست ماشاء اللہ سے ان گنت ہیں جن میں اینلا' اسلم' تانیہ جہاں' نادیہ تبسم' عفیفہ (سانیہ)' نشاء' گلناز جمیل' زنیرہ' سونیا نصرین' عریزہ عبد الروؤف' حافظہ زینب' اقراء شریف وڈال سندھواں' شبنم' اقصیٰ اور بھی بے شمار ہیں۔ رنگوں میں براؤن' اسکن' بلیو اینڈ وائٹ پسند ہے۔ پھلوں میں انگور اور سیب اچھے لگتے ہیں' پرندوں میں...... اُف کوئی بھی ہو بس مجھے پرندہ نظر آئے۔ بھینسوں خصوصاً گائیوں سے بہت ڈر لگتا ہے کیونکہ اکثر ہی یہ مجھ سے جنگ کرنے میدان میں اتر کھڑی ہوتی ہیں اور جیت جاتی ہیں۔ فطرت پسند ہے' آسمان کی نیگوں وسعتوں میں کھو کر بادلوں پر دوڑنا چاہتی ہوں اور پھر رات کے کسی پہر شبنم کے ساتھ قطرہ قطرہ زمین پر آنا میری خواہش ہے۔ دسمبر کا مہینہ میرے لیے سحر انگیز ہوتا ہے میں اس میں خود کو کہیں گنوا بیٹھتی ہوں' ہر طرف کہر اور برستی پھوار طمانیت بخش ہوتی ہے۔ رائٹرز میں نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' ام مریم' سائرہ رضا' عمیرہ احمد' ہاشم ندیم' ماہا ملک' اشفاق احمد'

ذوالفقار ارشد گیلانی اور باقی وہ سب جن کی کہانیاں اخلاقی ہوتی ہیں اور سبق آموز ہوں۔ ناولز میں "جو چلے تو جاں سے گزر گئے' خدا اور محبت (ذوالفقار ارشد گیلانی)' عبداللہ II' جمیل کنارہ کنکر' پیر کامل' میں نے خوابوں کا شجر دیکھا ہے' محبت داغ کی صورت' میرے قاتلوں کا گماں نہ ہو اور مرگ وفا از حد پسند ہے۔ پسندیدہ ہستیوں میں حضرت محمد مصطفی ﷺ' راشد منہاس' علامہ اقبال' والدین اور تمام اساتذہ شامل ہیں لیکن مجھے خونی رشتوں سے ڈر لگتا ہے۔ جی تو بات ہوجائے زرا خوبیوں کی تو جناب ہم اس صفت سے بالکل ہی تہی داماں ہیں اور خامیوں پر نظر کی جائے تو ماشاء اللہ سے ہم اس خصوصیت سے مالا مال ہیں۔ ہر قدم پر ہماری خامیاں آپ کی منتظر ہوں گی۔ میرے بارے میں کوئی جیسا بھی سوچے مجھے فرق نہیں پڑتا۔ ان قابل رحم لوگوں کے لیے میرا پیغام ہے جو مجھ سے جیلسی فیل کرتے ہیں کہ پلیز آپ اپنا خون ذرا کم ہی جلایا کریں کیونکہ مجھے ڈھیٹ پر فرق نہیں پڑتا۔" آخر میں سب کے لیے پیغام ہے کہ پلیز اپنے تمام رشتوں کو خلوص نیت کے سائے تلے نبھائیں تاکہ رگوں میں دوڑنے والے خون کی سرخی برقرار رہے اور آپ کے اپنے آپ سے خوفزدہ نہ ہوں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

بیہ رائے

السلام علیکم! میں ہوں بیہ رائے! بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ میں ایک دھماکہ خیز ہستی ہوں' ہوا کچھ یوں کہ ہماری دنیا میں آمد کے ساتھ ہی ہماری پیدائش کا دھماکہ وقوع پذیر ہوگیا۔ تاریخی اعتبار سے یہ واقعہ 28 مارچ 1995ء کو رونما ہوا میں بہت ہی اسمارٹ' بہت ہی حسین' بہت ہی ڈیشنگ' چارمنگ اور انتہائی معصوم و بے ضرری بچی ہوں جو انٹر کررہی ہے۔ ہم تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میری ایک بہت ہی کیوٹ اور سندری دوست عائشہ غفار ہے' آئی لو یو عائش جانو! کھانے میں اماں جان کی چپلیں' ڈنڈے جھاڑو' چمچ اور بیلن وغیرہ اتنا وافر مقدار میں ملتا ہے کہ باقی کسی ایسی خاص چیز کی گنجائش ہی نہیں بچتی کہ جس کا ذکر کروں یہ تو کھانے کی حد تھی اب ذرا پکانے کی حد کی طرف آجائیں۔ مابدولت کے پکے کھانوں کی تعریف میں اماں جان وہ زمین وآسمان کے قلابے ملاتی ہیں کہ شاید ہی کسی کی اماں نے ایسا کیا ہو میرا تو مانو سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے کسی سے شدید محبت ہوجائے۔ ارے مشرقی لڑکی ہوں سمجھا کریں ناں' شرم بھی کوئی چیز ہے اور مجھے تو ویسے بھی کچھ زیادہ ہی شرمانے کا شوق ہے۔ مجھے شعر وشاعری سے والہانہ لگاؤ ہے کچھ اوٹ پٹانگ خود بھی کرلیتی ہوں اگر کسی نے دیوان لکھوانا ہو تو فیس نو چارجز آل ٹائم سروس حاضر جناب' جلدی تشریف لائیں شرمانا کیا آخر اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔ بہت بور کرلیا آپ کو اب اجازت چاہوں گی اپنے تعارف کی آخری کڑی کے ساتھ جی ہاں' ایک چھوٹا سا پیغام دیتے ہوئے کہ خدارا اس کوے کی شکل نہ بنے جو ہنس کی چال سیکھنے کے شوق میں اپنی چال بھی بھول گیا۔ میں یہ بات ملکی لیول پہ کررہی ہوں نہ کہ اپنی ذات کی حد تک' آگے آپ خود سمجھ دار ہیں ویسے بھی عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے' شکریہ۔

سروے

ادارہ

جگنو میرے آنچل میں

حنا بخاری..... نیرہ اسماعیل خان

شروع اللہ پاک کے نام سے۔ سب تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہی کارساز ہے۔ زندگی واقعی ایک سفر بن چکی ہے کہ انسان سالہا سال حالت سفر میں ہی رہتا ہے۔ سفر جاری رہتا ہے اور منزلیں ملتی نہیں بلکہ بدل جاتی ہے۔ دنیا کی تیز رفتار ترقی نے انسان کی زندگی اور ترجیحات کو ناصرف بدلا ہے بلکہ یہ ہمہ وقت بدلتی رہتی ہیں۔ کامیاب وہی ہے جو اس سفر میں ثابت قدم ہے اور ہر بدلتے وقت کے ساتھ خود کو مضبوط رکھ کے منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ادارہ آنچل ڈائجسٹ بھی اپنی بہترین کاوش پر مبارکباد کا مستحق ہے۔ بچوں کی تفریح کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کے پہلو کو بھی ساتھ لے کر نئی منزلیں متعارف کراتا اور کامیابی کا سفر جاری رکھنا قابل تعریف ہے۔

سوالنامہ میرے ہاتھ میں ہے اور ذہن ہے کہ ماضی میں جھانکنے سے مکمل طور پر انکاری، بہرحال کوشش کروں گی کہ سب سوالوں کے جواب دے سکوں۔

۱) آنچل میں ایک ناول پڑھا تھا "پتھروں کی پلکوں پر" ابھی کی صرف چند اقساط پڑھی تھیں میں نے، مکمل نہیں کرپائی تھی مگر وہ چند صفحے بھی ذہن کے پردے پہ نقش رہے کافی عرصے تک۔

۲) جملہ کسی ناول یا افسانے سے نہیں بلکہ ایک ای میل کا جواب جس میں فرحت آپی نے لکھا تھا کہ "ہنر اور ٹیلنٹ ہر کسی میں چھپا ہوتا ہے اصل بات یہ کہ اس کی صلاحیت کو پہچانتا اور اس کی قدر کون کرتا ہے۔" یہ جملہ میں نے ڈائری میں لکھ لیا تھا اللہ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

۳) کئی کردار بلکہ کوئی نہ کوئی سبھی ہوتے ہیں مگر کوئی خاص یاد نہیں۔

۴) کہانی بنتی ہی مثبت اور منفی کرداروں کے بہترین توڑ جوڑ سے ہے لیکن مجھے بھی کہانیوں کے مثبت کردار ہی اچھے لگتے ہیں۔ منفی کوئی بھی نہیں۔

۵) زندگی تو ہے ہی مسکراہٹ، میرا ماننا ہے کہ ہماری زندگی میں دکھوں سے بھرے لمحے بے حد کم ہوتے ہیں بہ نسبت خوشیوں کے سو کئی لمحات ایسے ہیں مگر ایک بار جب بچپن میں کزنز کے ساتھ درخت پر چڑھی اور پھر اتر نہ سکی، سب کزنز کو جس پر سزا بھی ملی یہ واقعہ جب بھی یاد آتا ہے تو جس قسم کی بھی پوزیشن ہو مسکرا دیتی ہوں اور دوسرا یونیورسٹی میں انٹری ٹیسٹ، وہ دن وہ لمحات بھی آج تک دل میں سرور اور فخر بھر دیتے ہیں تشکر کے ساتھ۔

۶) سرورق کے لحاظ سے نومبر کے شمارے کا ٹائٹل اور عنوان میں "موہوم محبت"۔

۷) کسی بھی ڈائجسٹ میں اگر پرانے لکھاریوں کے خطوط و انٹرویز یا سفر نامے شامل کر دیے جائیں تو کیا ہی بات ہے خوشی ہوگی اگر ابتدا آنچل کرے۔

۸) کسی مصنفہ کا تو خیال نہیں مگر ہاں فرحت آپا (مرحومہ) سے ملنے کا بہت شوق تھا جو اب حسرت ہی رہے گا۔ ان کے بلند درجات کے لیے ہمیشہ دعا گو رہوں گی۔

سباس گل ..... رحیم یار خان

"جگنوؤں سے لفظوں سے
سجا سجایا آنچل ہے
چاہتوں اور رشتوں کا
خوش نما سا آنچل ہے
ہر سال کا سنگم آنچل ادارہ ہے اس سے
شعر و سخن اور کتھا سے سجایا آنچل ہے"

محترم اور پیارے ایڈیٹرز، رائٹرز اور ریڈرز کو آنچل کی 37 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ "آنچل" بلاشبہ ایک خوب صورت اور دلکش ڈائجسٹ ہے ہم "آنچل" سے "آنچل" کی دلی اور دلی محبتوں کے طفیل وابستہ ہیں یہ ادارے کے لیے خوشی اور اعزاز کی بات ہے اور آپ سب کی محبتیں اور عزت ہی ادارے کا اصل سرمایہ ہے اللہ پاک آپ سب کو صحت، عزت و مسرت کے ساتھ سلامت رکھے اور آنچل کی کامیابی اور ترقی میں مزید اضافہ کرے آمین۔ ایڈیٹر قارئین ابھی بات ہو جائے سروے کے سوالات اور ان کے جوابات کی۔

۱) ایسی تحریریں کم ہی ہوتی ہیں جو آپ کے ذہن پر نقش ہو جائیں اپنی محبت کے بیان کے سبب یا دکھ کے آنسوؤں میں بھیگے لفظوں کے سبب نومبر 2014 کے آنچل میں پیاری رائٹر نادیہ کنول نازی کا افسانہ چھپا ہی تھا جو حقیقت کا آئینہ تھا۔ دکھ، محرومی، غربت، بے بسی، بے چارگی اور آنسوؤں میں ڈوبا افسانہ، جو مجھے آج بھی یاد ہے۔

۲) ہم چونکہ شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں تو ہمیں شاعری میں ایک قطعہ بہت بھایا ایک دکھ کو بیان کرتا ہوا قطعہ جس کے شاعر ہیں راؤ تہذیب حسین تہذیب، پشاور آرمی پبلک سکول میں ہونے والے المناک سانحہ کے تناظر میں لکھا گیا یہ قطعہ آپ بھی پڑھیے۔

پشاور کے پھولوں کے نام
ہر تمنا حسرتوں میں ڈھل گئی
کچھ ارمان دلوں میں گھٹ گئے
کیا کہیں تہذیب اور کس سے کہیں؟
ہم بہر حال لٹ گئے

یہ قطعہ فروری 2015ء میں یادگار لمحے میں شائع ہوا تھا۔

۳) ایسے بہت سے کردار ہیں جو حقیقی زندگی میں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں ہاں جو کردار ہم نے خود دیکھا ان میں سے ایک کردار ہمارے ناول "یہ جو عشق ہے" میں بھی موجود ہیں، ناول کی ہیروئن "مروہ" کی والدہ اور ان کا کردار ہم نے حقیقت میں بھی دیکھا تو اس بات پر یقین آ گیا کہ رائٹرز کوئی ہوائی چیز نہیں لکھتے ان کے قلم سے تخلیق ہونے والے کردار اس معاشرے میں چلتے پھرتے سانس لیتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ اب ہر رشتہ غرض اور مطلب سے جڑ گیا ہے بےلوث محبتوں کے زمانے گزر گئے صد افسوس۔

۴) ابھی اس سلسلے میں تو ہم ٹھیک سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہر کہانی میں مثبت و منفی کردار ہوتے ہیں بس جو کردار آپ کے ذہن پر سوچ پر اچھا اور مثبت تاثر قائم کردے وہی پسند کے لائق ہوتا ہے۔

۵) 20 فروری 2014ء کا دن بہت مصروف اور تھکا دینے والا تھا کہ اچانک تین غیر متوقع خوشیاں ملیں۔ پہلی "آنچل" بذریعہ ڈاک موصول ہوا اور ہم نے حیرت و مسرت سے آنچل کھول کر دیکھا تو اس میں ہمارا ناول "محبت دل کا سجدہ ہے" پہلی قسط کے ساتھ جگمگا رہا تھا جس نے بہت خوشی بخشی پھر ہماری ایک عزیز از جان دوست جس سے گزشتہ تقریباً چار سال سے کوئی رابطہ نہیں ہو پا رہا تھا وہ اچانک دبئی سے لوٹ آئیں اور ان کے غیر متوقع میسج اور کال نے خوشی دو چند کردی اور کچھ دیر بعد ہماری بڑی بہن بچوں کے ساتھ

چھٹیاں گزارنے گھر آگئیں تو ہم تو خوشی سے بھر پور دن بن گیا۔ ساری تھکن دور ہوگئی۔ زبان سے بار بار ماشاءاللہ کے کلمات ادا ہوتے رہے۔

۶) فروری 2015ء اور مارچ 2015ء کے ٹائٹل بہت دیدہ زیب اور دلکش ہے۔

۷) صاحب تبدیلی تو بس یہ ہونی چاہیے کہ قارئین کو کوئی ایک موضوع دیا جائے اور اس پر قارئین اپنی آرا اور خیالات کا اظہار کریں کوئی ایسا سلسلہ شروع ہونا چاہیے۔ جس میں قارئین کی ملکی حالات و واقعات پر سوچ اور احساس کا رنگ سامنے آسکے ان کی تحریر کے ذریعے اور اس سلسلے کا نام ہو "دل کی بات" کیسا ہے؟

۸) رائٹرز تو کئی ہیں جن سے ملنے کی خواہش ہے مگر جن رائٹر سے ملنے کی چاہ ہے وہ ہیں ہماری پیاری اور پرخلوص دوست فاخرہ گل۔ کچھ لوگ انہیں ہماری بہن سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ بہنوں جیسی اچھی دوست ہیں ہم ان سے ملنا چاہیں گے اور پیاری آنٹی نزہت جبیں ضیا اور نگہت غفار آنٹی کو بھی اپنے شفیق انداز کی وجہ سے ہمیں پیاری ہیں ان سے ملنا بھی ہمارے لیے باعث افتخار ہوگا ان شاءاللہ۔

"محبت دل کا سجدہ ہے" پر آپ کی آرا کے منتظر رہیں گے خوش رکھیے اور خوش رہیے۔ فی امان اللہ۔

سمیرا غزل صدیقی ..... کراچی

ماہ و سال گزرتے ہیں اور یادیں چھوڑ جاتے ہیں وقت اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے کہ یقین نہیں ہوتا کہ ایک سال گزر گیا ہے اس سال سانحہ پشاور نے آنکھیں اشکبار کردیں تو کہیں ام مریم کا ساتھ چھوٹنے پر دل اداس ہوگیا۔ فرحت آرا ملک کی جدائی اردو ادب کا ایک عظیم سرمایہ چھین گئی۔ دل سے بس یہی دعا ہے کہ آنچل کا سفر آگے یونہی جاری رہے اور اس کے معیار میں دن بدن اضافہ ہو آمین۔ اب آتے ہیں سروے کے جوابات کی طرف۔

۱) سوال مشکل ہے کیونکہ ہر تحریر کا اپنا معیار ہوتا ہے ہر تحریر ہی کوئی نہ کوئی مثبت پیغام ذہن پر نقش کر جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ہم اسے ہمیشہ یاد رکھتے ہیں پھر بھی سابقہ سالگرہ نمبر میں نگہت عبداللہ کا مکمل ناول شائع ہوا تھا۔ "یہ رفاقتوں کے دیے" جسے میں کبھی نہیں بھول پاؤں گی۔

۲) فاخرہ گل کی تحریر "ہزاروں خواہشیں ایسی" کا ایک پیراگراف تھا جسے میں نے فوراً اپنی ڈائری میں نوٹ کیا تھا۔

"فقیر کیوں مانگتے ہیں محنت کیوں نہیں کرتے ہاتھ پھیلانے کا گناہ کیوں مول لیتے ہیں۔" "اس بات سے اسے قطعاً کوئی واسطہ نہ تھا خدا جانے اور ہاتھ پھیلانے والے جانیں اسے تو بس اوپر والا ہاتھ بن کر نیچے والا ہاتھ بننے سے بچنا تھا اور اسی لیے وہ ہزار بار شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی کہ اللہ نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ دے سکے۔"

۳) سعدیہ عبدل کاشف کا ایک سلسلہ وار ناول آنچل میں شائع ہوا تھا۔ "شہر جاناں" جس کا ایک کردار تھا "صبا" جسے میں نے اپنے گرد و پیش میں بھی دیکھا ہے اور اس کردار کو میں کبھی نہیں بھول سکی۔

۴) اس سال سب سے پسندیدہ کردار "تو ہوا سجدہ" کا مصطفیٰ ظہیر اور منفی کردار مجھے بے حکم حورانی کی ربیب ظہیری کی حرکتوں پر مجھے بہت غصہ آتا تھا۔

۵) جب پہلی دفعہ اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لیا تھا میں وہ لمحہ جب بھی یاد کرتی ہوں ہنس پڑتی ہوں۔

۶) نومبر کے ٹائٹل نے۔

۷) بہنوں کی عدالت میں تبدیلی چاہتی ہوں انٹرویو بہت طویل ہوتا ہے چار پانچ ماہ ایک ہی رائٹر کو لیکر اکتاہٹ ہونے لگتی ہے مختصر ہونا چاہیے۔

۸) سمیرا شریف طور سے ملنے کی خواہش ہے۔

سحرش فاطمہ ..... کراچی

۱) آنچل کی تقریباً سب ہی تحریریں اپنی جگہ اچھی ہوتی ہیں پر مجھے جو اچھی لگی "کروں سجدہ ایک خدا کو" یہ ایسا ناول تھا کہ پڑھتے ہوئے احساس جاگتا ہے کہ واقعی ہم کیا ہیں ہمارے فرائض میں بنیادی چیزوں کے علاوہ دینی کام بھی شامل ہیں خاص کر عورت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو عورت بھی تبلیغ کر سکتی ہے اس کے بھی کافی طریقے ہیں پر نجانے کیوں ہم نے اسلام کا اصل لوگوں پر سے ختم کر رکھا ہے حقوق و فرائض کو صحیح طور پر انجام نہیں دے رہے بلاشبہ یہ ایک بہترین ناول تھا۔

۲) اگر غور کریں گے تو مصائب اور مشکلات اتنی ہی شدید ہوتی ہیں جتنا آپ نے ان کو بنا دیا ہوتا ہے اور وہ ساری زندگی نہیں ہوتی۔ بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ساری کی ساری میری زندگی ہے اور وہ برباد ہوگئی تباہ ہوگئی ...... اشفاق احمد کی زاویہ سے یہ اقتباس ہے اور بہت ہی غور طلب ہے۔

۳) بلال بھی یہ حقیقت ہے کہ کہانیاں فسانے ہمارے ارد گرد سے ہی لئے جاتے ہیں اور ایسے کافی لوگ مجھے بھی ملے بات ساری آپ کے خوب پہ ہوتی ہے تصوراتی بھی جب لکھتا ہے تو وہ سب لوگوں کو حیران میں دھر کر رکھتا ہے۔

۴) مجھے زیادہ منفی کردار پسند ہوتے ہیں کہ کم از کم ان کو سزا بھی ملتی ہے پھر وہ سدھر بھی جاتے ہیں یا پھر ان کو انجام مل جاتا ہے تو کوئی خاص نام نہیں۔

۵) ٹی وی میں عمرے کا ذکر کروں گی جب بھی مجھ سے کوئی پوچھتا ہے حسین پل ہو یا گزرے سال میں ملی خوشی تو میں عمرے کا ہی ذکر کرتی ہوں جو پہلی دفعہ ادا کیا اور اس میں تھکاوٹ ذہنی اور جسمانی مشقت اور پھر اس کا نتیجہ ظاہر ہے یہ کسی بھی خوشی سے کم کی تو بات ہی نہیں ہے۔

۶) مجھے ٹائٹل پسند نہیں رہے۔

۷) آنچل نے لوگوں کو موقع فراہم کرتا ہے حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے میرے خیال میں کسی بھی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

۸) مجھے کسی ایک سے نہیں بلکہ کافی سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ جس میں فرح طاہر قریشی، صائمہ قریشی اور فاخرہ گل کا نام سب سے اوپر ہے۔

شبانہ امین راجپوت ..... گوٹ رادھا کشن

السلام علیکم سب سے پہلے آنچل اور آنچل سے منسلک پیارے لوگوں کو پیارے آنچل کی سالگرہ مبارک ہو اور آنچل کے لیے دعا۔

ہر موڑ پہ خوشیاں تیری جھولی میں آ گریں
اتنی ہوں خوشیاں کہ تم سے سمیٹی نہ جائیں

اب سوالوں کی طرف آتے ہیں جو پوچھے گئے ہیں۔

۱) تحریریں تو کافی ساری ہیں آنچل کی جو برسوں یا جگ حیات رہیں گی لیکن آپ نے ایک کا پوچھا ہے۔ تو 2014ء میں سویرا فلک کا افسانہ "دل کے شئے" شائع ہوا تھا مجھے نہیں بھولتا بہت سبق آموز اور شاندار تحریر تھی۔

۲) فاخرہ گل کے ناولٹ "وہی لمحہ زیست کا" یہ اقتباس بہت جاندار تھا میں نے ناولٹ پڑھتے پڑھتے ہی نوٹ کیا تھا "ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اکثر اوقات زندگی میں ہم جنہیں ملنا تو دور کنار دیکھنا اور ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے انہی کی موت پر دھاڑیں مار مار کر یوں روتے ہیں کہ جیسے وہ دیوار دل جائیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگے۔ بھلا زندگی میں جنہیں دیکھ کر منہ موڑ لیا جاتا

ہے جان کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کیوں؟ مرنے کے بعد ان کی قبروں پر تازہ پھولوں کی نرم پتیاں نچھاور کرنا کہاں کی محبت ہے؟ کوئی آپ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش میں دنیا سے چلا جائے تو آپ اس کے مرنے کے بعد اسے ایک نظر دیکھ لینے کو پہنچ جائیں یہ یہاں کا دستور ہے؟ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ زندہ لوگوں کی قدر کریں نہ معلوم کس وقت وقت انہیں زمین کے اوپر چلتے چلتے زمین کے نیچے سلا دے۔"

۳) افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا، لکھاری ہمارے معاشرے کی ہی عکاسی کرتے ہیں ہر کردار ہمارے آس پاس موجود ہوتا ہے لیکن میں آپ سے تفصیل سے تو نہیں مختصر الفاظ میں صائمہ باجی کا ذکر کروں گی یہ جانا اس وقت کی بات ہے جب میں چھٹی کلاس میں تھی اور صائمہ باجی ایف ایس سی کر رہی تھیں ہاں بتاتی چلوں آپ کو وہ عیسائی تھیں۔ کالج کی عمارت زیر تعمیر تھی اور کالج کی کلاسز ہمارے اسکول میں ہوتی تھیں۔ صائمہ باجی بہت پیار کرنے والی تھیں ہم بچے تو خاص طور پر ان کے دیوانے تھے وہ تھی بھی بہت اچھی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا فرا ایمن کی طرح اور وہ ہوسٹل میں رہتی تھیں ان کے والدین نے ان سے قطع تعلق کرلیا تھا جب وہ شدید بیمار تھیں تو پرنسپل صاحب انہیں علاج کے لیے ہوسٹل سے لے گئیں تھیں۔ لیکن وہ جانبر نہ ہوسکیں، اسلام قبول کرنے کے تقریباً چھ ماہ بعد وہ دماغ کی شریان پھٹنے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی تھیں۔

۴) کردار تو اچھے برے کئی لگے لیکن مجھے نازیہ جی کے ناول "برف کے آنسو" میں سندان کا کردار ہی برا لگا اور سندان کا ہی بے حد اچھا لگا کیونکہ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ویسے انسان کو توبہ کے دروازے بند ہونے سے پہلے توبہ کرلینی چاہیے کیونکہ وہ اللہ غفور الرحیم ہے۔

۵) زندگی میں خوشیوں کے لمحے تو اب خواب ہوگئے ہیں زندگی اس شعر کی تفسیر لگتی ہے۔

کس قدر دکھ ہیں زندگانی میں
جیسے گھل جائے زہر پانی میں
کتنی صدیوں کا وہ شامل ہے
اک انسان کی کہانی میں

لیکن پھر بھی یہ اعتراف کروں گی جب ہر ماہ آنچل آپی آپ سب کے ساتھ منتخب ہیں میری کوئی تحریر شائع ہوتی ہے تب تب خوب سے مسکرا لیتی ہے۔

۶) سال رواں یعنی 2015ء میں تو مدیجی کا ہی ٹائٹل متاثر کن ہے ویسے آنچل کو ٹائٹل کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔

۷) کافی حد تو کسی سلسلے میں تبدیلی نہیں چاہوں گی تقریباً سب پرفیکٹ ہے۔

۸) گر زندگی نے وفا کی اور کوئی ایسا موقع میسر آیا تو میں نازیہ جی سے ملنا چاہوں گی لیکن نازیہ جی نے ہجنوں کی عدالت میں اچھا نہیں کیا لیلیٰ بن کے مجنوں کی طرح صبر کا سبق زور دیا ہے ویسے نازیہ جی کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

ہر شخص کو منہ مانگی مرادیں نہیں ملتیں
ہر شخص مقدر کا سکندر نہیں ہوتا

گل ارم نور العقل..... کھڈیاں خاص

۱) کروں سجدہ ایک خدا کو

۲) "آپ چاہے تو اس مٹی کو گھوند دیں لیکن جو فرض اس مٹی نے تم پر چڑھایا ہے وہ ادا کر دیں تو آپ نے اس مٹی سے محبت کا قرض ادا کر دیا۔

۳) کہو کہتے ہیں نا لکھاری جھوٹ میں سچ ملا کر لکھتا ہے اور صحافی سچ میں جھوٹ ملا کر لکھتا ہے۔ اس طرح افسانوں میں سچ زیادہ چھپا ہے نازیہ کنول نازی کا افسانہ "بھوک" اس افسانے کے کردار آپ کو قریہ قریہ نظر آئیں گے کشکول اٹھائے صدا لگاتے ہوئے ہر جگہ بھیک مانگنے والے انسان میں نازیہ کنول نازی کے افسانے کا عکس نظر آئے گا۔

۴) کوئی چیز مثبت یا منفی نہیں ہوتی انسان کی سوچ چیز یا کردار کو مثبت یا منفی بنا دیتی ہے۔

۵) بے شمار ہیں۔ ہمیں تو ویسے بھی بلاوجہ مسکرانے کی عادت ہے اس لیے سب کہتے ہیں اسے ہنسنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔

۶) ہیروئن کی جس نے سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا۔

۷) مجھے نہیں لگتا آنچل کو کسی تبدیلی کی ضرورت ہے۔

۸) نازیہ کنول نازی

سونا شاہ قریشی..... کبیر والا

۱) بہت سی تحریریں ہیں مگر ایک تحریر جسے میں بھولنا چاہتی ہوں مگر بھول نہیں پائی وہ ہے "ذات شکست" سندس جبیں کی۔

۲) ذات شکست کا ایک اقتباس جو مجھے ہر مشکل میں یاد آتا ہے۔

"بیٹیاں شہزادیاں ہوتی ہیں اور شہزادیاں اپنے وقار میں رہتی ہیں اپنے وقار سے نیچے نہیں آتیں۔ خود کو ذلت کی دلدل میں مت گراؤ، تمہیں چڑیا بننا ہے جو گھر بسانے کے لیے گھونسلہ سنوارتی ہے۔ سانپ نہیں جو کسی کے بچے کھا جاتا ہے۔ میں تمہیں وہ مچھلی بھی نہیں بننے دوں گی جو تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے اور نہ ہی تم وہ ریسٹ ہاؤس ہو جسے کوئی اپنی وقتی تسکین کے لیے استعمال کرنے کے بعد ویران کر کے چلا جائے۔"

۳) ملاقات تو نہیں ہوئی ہاں البتہ "جمیل، کنارہ نگر" کے نہال اور میکال کو اپنے گرد و پیش میں دیکھا ہے۔

۴) مثبت کردار میں "ٹوٹا ہوا تارہ" سے مصطفیٰ اور "وہی ایک لمحہ زیست کا" میں سے منفی کا ابتدائی منفی کردار پسند آیا۔

۵) یہ ایسا حال ہے جسے پڑھ کر ہی بے ساختہ مسکراہٹ در آتی ہے۔ بڑی پرانی بات ہے ایک۔ اس وقت میں آٹھویں جماعت کی طالبہ ہوا کرتی تھی تقریباً ۲-۳ سال پہلے ہمارے اسکول میں نیا نیا پینٹ ہوا تھا اور وہ پینٹ کالی کیا تھا دیوار کے سہارے کھڑے ہوں تو سفید وہ پیچھے پر لگ جاتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اگر اسے ہونٹوں پر لگا لیا جائے تو لپ اسٹک کا شبہ آئے گا کیونکہ وہ لپ اسٹک بھی براؤن ریڈ کلر کا تھا بس پھر کیا تھا ہم تینوں دوستوں نازیہ، فاریہ اور میں وہاں گئے اور ایک دوسرے کے ہونٹوں پر گویا لپ اسٹک لگائی اور گھومنے لگے کلاس فیلوز نے ہمیں کہ یہ کیا لگایا ہوا ہے اور ہم مسکرا مسکرا کر بتاتیں کہ دیوار کا پینٹ ہے یہ کیسی بے وقوفی ہے جو مجھے جب بھی یاد آتی ہے میں روتے میں بھی ہنس پڑتی ہوں۔ بچپن اتنا ہی نادان ہوا کرتا تھا فکروں سے آزاد۔

۶) سال رواں کا یہ مدیج کا ٹائٹل خاصا غریش ہے کوئی اتنا خوب صورت بھی نہیں مگر پرکشش ہے۔

۷) آنچل میں تبدیلی تو ہرگز نہیں ہونی چاہیے ہاں اگر اضافے کی بات ہو تو آپ کی شخصیت سلسلہ دوبارہ چلے تو کیا بات ہے۔

۸) ہائے کیا سوال کر ڈالا، بڑی منہ زور خواہشات خواب ہیں اور خواب عذاب ہے میں اپنی زندگی کا ایک تو ہر دلعزیز تمام رائٹرز کے ساتھ ہلکی پھلکی گزارنا چاہتی ہوں ان سے ملنا چاہتی ہوں مگر تنہا چاند کی شاعرہ نازیہ کنول نازی،

بھی آپ سے ملنے کی خواہش جو ہے اسے میں حسرت نہیں بننے دوں گی۔ آپ سے ان شاء اللہ ضرور بالشافہ ملاقات ہوگی۔ شرط زندگی ملی ان شاء اللہ۔

فنا عرب سنی..... تونسہ شریف صوابی

سب سے پہلے آنچل کی سالگرہ آنچل کے تمام اسٹاف کو بہت مبارک ہو کہ انہوں نے اتنا زبردست ڈائجسٹ دیا اور اس طرح رواں رکھا کہ یہ ہمیں فیملی کا حصہ لگنے لگا اور اب یہ ایک بیسٹ فرینڈ کے طور پر میرے ساتھ رہتا ہے۔ میری طرف سے ایک چھوٹی سی نظم آنچل کی سالگرہ کے لیے۔

سنو.....
اگر تم پوچھتے ہو
ہماری بزم آنچل
ہمیشہ روشن رہے
تو جاناں
پھر آؤ مل کے دعا کریں
یہ جو بزم آنچل کی شمعیں ہیں
خدا کرے
صدا روشن رہیں
(آمین)

اب آتے ہیں سوالات کی طرف۔

۱) سالگرہ نمبر سے آج تک شائع ہونے والے مکمل ناول تو تمام ہی بیسٹ تھے۔ ایچ ٹی نازیہ آپی کا "برف کے آنسو" مگر موضوع کے چناؤ کے لحاظ سے مجھے جولائی 2014ء میں شائع ہونے والا سباس گل کا مکمل ناول "یہ جو عشق ہے" بہت بھایا کہ اس میں لڑکیوں کی بے جا کیئر پر جس انداز سے چوٹ کی گئی تھی مجھے بہت اچھا لگا اگر ہم خود ہی بے باک بن کر بے پردہ گھومیں گی تو مرد حضرات کی ہوس زدہ نظروں کا سامنا تو ہوگا اور پھر الزام معاشرے کو دیا جاتا ہے تو بھئی اگر خود ہم پردے میں رہ کر کام کریں گی تو کسی کی کیا مجال کہ ہمیں کچھ کہہ سکے۔ اسی حوالے سے بات کی گئی تھی اس میں اور یہی بات مجھے پسند آئی اور اسی بات پر یہ ناول شاید مجھے برسوں یاد رہے گا۔

۲) میری ڈائری کی زینت بننے والا ایک جملہ۔

"محبت جھلسی ہوئی ساعتوں میں سائے کی مانند ہوتی ہے جو کھلی دھوپ میں ہاتھ پکڑ میں آئی ہے بس محسوس ہوتی ہے۔" (ذات شکست، سندس جبیں)

۳) یہ سچ ہے کہ افسانوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے پڑھتے پڑھتے کوئی کردار ایسا آ جاتا ہے کہ ہمیں لگتا ہے یہ بھی کسی کردار سے ہم ملے ہیں ہم نے دیکھا ہوا اگر میں کہوں کہ ام مریم کا ناول جو کہ سلسلہ وار تھا اب "ختم ہو گیا" مجھے ہے حکم اذاں" میں سکندر کی تائی اماں جس کی بیٹی صالحہ ہے اور ایسا ہی کردار میں نے دیکھا ہے تو شاید پڑھنے والی بہنیں یقین نہ کریں مگر سچ یہی ہے اور یقین مانیں ایسی ہی وہ عورت ہے جس نے دوسری بیٹی کا گھر برباد کر کے اپنی بیٹی کا گھر بسایا مگر مجھے نہیں لگتا کہ اس کی بیٹی خوش رہ سکے گی دوسروں کی خوشیاں کو مسمار کر کے اس پر اپنی خوشیوں کی عمارت تعمیر کرنا تو کیا آہوں اور سسکیوں پر بنی یہ عمارت زیادہ دیر تک قائم رہ سکے گی کبھی بھی نہیں۔

۴) اس سال کا میرا مثبت پسندیدہ کردار برف کے آنسو میں معید کا تھا شاید حقیقی دنیا میں کوئی ایسا ملے اور منفی کردار اسی ناول میں مریان کا جو کہ بعد میں سیدھی راہ پر آ گیا مگر شروع سے وہ بہت لوز کریکٹر تھا اور اسی وجہ سے وہ منفی کردار بن گیا۔

۵) ایک دن بہت تھکی ہوئی اسکول سے گھر آئی تو گھر میں خوش خبری میری منتظر تھی۔ ایک بہت ہی بیسٹ فرینڈ بنانے سے بہت بڑی کامیابی ملی اور میں تھکن کے باوجود بہت خوش تھی اور میری تھکن ایک لمحے میں اڑن چھو ہو گئی۔ میری زندگی کا یادگار لمحہ جب مجھے ایک دن میں وہ سب مجھ ملا جس کی بہت دعائیں کی تھیں اور اس لمحے کو کبھی نہیں بھول پاؤں گی جب علیشہ زمان میری پیاری دوست میری بہن بن گئی اور مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ ہر خوشی اس کے مقابلے میں ہیچ تھی۔ اللہ تمہیں خوش رکھے پیاری سسٹر۔

۶) ٹائٹل تو آنچل کا ہر بار بیسٹ ہی ہوتا ہے مگر ستمبر 2014ء کا ٹائٹل بہت متاثر کن تھا میرے لیے شاید اس کی وجہ سے میری پسندیدہ ہیروئن ہے کہ نیلم منیر میری پسندیدہ ہیروئن میں سے ہے اور ستمبر میں اسی کا ٹائٹل تھا ڈارک گرین میں بہت خوب صورت لگ رہی تھی جچ رہی تھی۔

۷) آنچل کا ہر سلسلہ اپنی جگہ پرفیکٹ ہے میں نہیں چاہوں گی۔ کہ اس میں کوئی تبدیلی لائی جائے سوائے اس کے کہ کسی نہ کسی سلسلے میں میرا نام بھی شامل ہو ہاہاہا ویسے میری یہ خواہش تو قیصر آرا آپی پوری کر چکی ہے تھینک یو۔

۸) آہ۔ یہ کیا سوال پوچھ لیا یار بہت سی رائٹرز ایسی ہیں جن سے ملنے کی خواہش ہے مگر وہ غالب ہی کہتے ہیں نا۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

میری تو نازیہ آپی کو دیکھنے کی آرزو ہے اللہ کرے یہ آرزو پوری ہو ویسے تو اور بھی کئی نام ہیں جیسا کہ سباس گل، ام مریم، میرا شریف طور، نمرہ احمد، عمیرہ احمد مگر سرفہرست تو ہماری نازیہ کنول نازی کی ہے۔ نازیہ آپی ان سے ملنے کی شدید ترین خواہش ہے۔

آخر میں تمام قارئین کو آنچل کی سالگرہ کی مبارک باد دینا چاہوں گی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ارم کمال..... فیصل آباد

۱) ویسے تو بے شمار تحریریں ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے مدتوں یاد رہیں گی لیکن "وہی ایک لمحہ زیست کا" فاخرہ گل نے معاشرے کی تلخ سچائیاں جس چابک دستی سے بے نقاب کیں اس کی نظیر نہیں ملتی، ساتھ ہی تحریر کا حسن اور توازن بھی قائم رکھا عام ڈگر سے ہٹ کر یہ تحریر مدتوں میرے ذہن پر نقش رہے گی۔

۲) پیرا گراف میرا پسندیدہ ہے کہانی کا نام یاد نہیں معذرت کے ساتھ "دعا ایک ایسی چیز ہے جو قسمت کو بدل دیتی ہے تو پھر یہ عین طاقت کا خزانہ ہی ہوگی جو کہ قسمت جیسی چیز کو بھی بدل دیتی ہے اللہ پھر کیسے اس مانگی جانے والی دعا کو رد کر سکتا ہے جس میں اتنی پاور ہو اور چاہے دعا کا قبول کیا ہے جانے پا ہو تا ہے دعا اگر نزول کرتی ہے تو اسے قبول چاہیے اور یہ قبول ہوتا ہے آپ کا یقین جتنا یقین زیادہ ہوگا دعا اتنی ہی تیزی سے نزول کرے گی اور پھر اتنی ہی جلدی قبول ہو جائے گی عام انسانوں کی قسمت یا تقدیر کا فیصلہ تب سے ہو چکا ہے جب سے یہ دنیا اللہ نے بنائی جو کچھ ہو گیا ہے اور جو ہونا ہے اسے بدلنے کے لیے کوئی پھر یہ طاقت جیسی چیزیں ہونی چاہیے جو کہ ازل سے طے کیے ہوئے فیصلے کو بدل دے اور وہ دعا کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے دعا کی قبولیت اس بات پر منحصر ہے کہ آپ کی دعا میں کتنی طاقت ہے۔"

۳) بلاشبہ افسانوں میں سب جھوٹ نہیں ہوتا یہ میں مانتی ہوں بلکہ افسانے زندگی سے ہی کشید کیے جاتے ہیں کئی ایسے افراد ہمیں دیکھنے آس پاس

اردگرد نظر آتے ہیں۔ اقرا صغیر احمد کی تحریر "بھیگی پلکوں پر" کی پری ہمارے ملنے والوں میں مجھے نظر آئی ویسی ہی کھلی اور نکھری لڑکی۔

۴) اس سال ناولوں میں منفی کردار "ٹوٹا ہوا تارا" سے علاوہ ہی کیونکہ اس میں تمام شیطانی اوصاف کوٹ کوٹ کر بھرے تھے اور مثبت کردار "مجھے ہے حکم اذاں" کی فاطمہ (تنزیلہ) رہی جس نے صبر، برداشت اور خدا پر کامل یقین کی بدولت اپنی تمام خوشیاں پالیں۔

۵) اللہ تعالیٰ نے زندگی میں کئی خوب صورت اور انمول لمحے عطا کیے جن میں سرفہرست وہ لمحہ جب جنت میرے پاؤں تلے تعمیر ہوئی جس کی بنا پر ماں بننے کا خوب صورت اور پرمشقت لمحہ جو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ کے باوجود تن من میں پھول کھلا گیا اور اپنے رب کی اس عطا پر سجدے میں گر گیا۔

۶) اتفاق دیکھیں سال رواں میں مجھے مارچ کے آنچل نے بہت متاثر کیا۔ ماڈل کا خوب صورت انداز گر کیشن میرا فیورٹ اور ماڈل کا مسکرانا اسٹائل دل کو لے اڑا۔

۷) یوں تو ہمارے آنچل میں سب کچھ بیسٹ ہے جیسے ایک گلدستہ۔ البتہ آپ کی صحت کے سلسلے میں ایک چھوٹی سی تبدیلی چاہتی ہوں کہ جو وہ بیماریاں آج کل ہو رہی ہیں ان کے بارے میں مکمل معلومات دیں کیسے ہوتی ہیں کیسے بچا جائے اور حفاظتی تدابیر وغیرہ۔

۸) انہیں نمبر اشریف طور سے ملنا ہے بہت بڑا اعزاز سمجھوں گی۔

شمع مسکان... جام پور

۱) سال رواں کی گردش میں بہت سی تحریریں اپنے بہترین جملوں اور اچھوتے موضوع کی بنا پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں گزشتہ اپریل سے اس اپریل تک پورے سال کئی رائٹرز جنہوں نے اپنے قلم کا بھرپور انداز میں جادو جگایا مگر میں ذکر کروں گی جن میں کنول ناز کی تحریر "برف کے آنسو" بہت یونیک آئیڈیا کو صفحہ قرطاس پر بکھیرا لفظوں کے جادو اور خوب صورت جملوں نے اسٹوری کے لاسٹ تک ہمیں اپنے ساتھ باندھے رکھا۔ دوسری ام مریم کی "مجھے ہے حکم اذاں" بہت بیسٹ تحریر تھی۔ دین اسلام کے ظاہر اور پوشیدہ پہلو بیان کرتی ایک منفرد شاہکار تھی۔ آنچل کی فاطمہ، سعید اور فراز موسٹ فیورٹ کریکٹر تھے۔ یہ اسٹوریز ذہن کی اسکرین پر نقش ہو کر رہ گئی ہیں۔

۲) بہت سے جملے بے شمار پیرا گراف متاثر کرتے ہیں۔ میری ایک عادت ہے کہ میں جملے یا پیرا گراف بہت مرتبہ ڈائری کی زینت بناتی ہوں۔ البتہ شاعری جو مجھے انریکٹ کرے وہ ڈائری کے کشادہ سینے پر رچ جاتی ہے میں چند جملے تحریر کرتی ہوں جو عشنا کوثر سردار کی تحریر "ہمی گردش ماہ و سال میں" سے لیے ہیں اور بہت اچھے لگے مجھے۔ "تم راستوں کو بانٹنے کی ٹھان تو بھی دلوں کو نہیں بانٹ پاؤ گی آئینہ مرتمیں تم تھک جاؤ گی ہار جاؤ گی کیونکہ تم راستے وہیں پلٹ آئیں گے جہاں سے شروع ہوئے تھے اور تمہیں ماننا پڑے گا کہ منزلوں کو چن لینا یا چھوڑ دینا تمہارے اختیار میں نہیں۔

محبت پرسکون کیفیت کا نام ہے؟ وہ حیران ہوئی تو پھر اس کے اندر میں بے چینی کیوں تھی؟ محبت میں بے چینی اس وقت اسی صورت میں ہوتی ہے جب آپ غیر محفوظ ہوں۔ اسی صورت آپ کے قدموں سے بے چینی لپٹنے لگتی ہے محبت کا یقین اور اللہ پر بھروسہ ہی محبت کی کیفیت کو ایک ٹھہراؤ کا منتہا ہوتا ہے۔ تب آپ کو کوئی خوف نہیں رہتا اور ابتدا ہوتا ہے جب آپ کو کوئی خوف نہیں رہتا تب آپ کے اندر وہ سکون والی کیفیت جنم لینے لگتی ہے۔

۳) افسانے حقیقت سے قریب تر ہوتے ہیں ہمارے اردگرد سے ہی کہانیاں جنم لیتی ہیں ہمارے معاشرے سے ہی کردار کا چناؤ ہوتا ہے۔ بعض اوقات صرف کہانیوں کے کردار ہی کیا پورے کہانی اپنی ذاتی ہی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے مصنفہ نے میری ذات کو لے کر ہی تحریر کیا ہے یہ کہانیوں سے مثبت اور منفی دونوں طرح کے کریکٹر میرے اردگرد موجود ہیں جن سے میری ملاقات بھی بیشتر اوقات ہوتی رہتی ہیں۔ میرے پاس ایمان جیسی مخلص بہن اور دوست بھی ہے۔ فراز جیسا اچھا دوست بھی۔ تانی لال جیسے حاسد بھی بس ہم لکھنے سے قاصر ہیں بس ایک ذرہ محبت ہے ہاتھوں میں اسے ہی بکھیر دیتے ہیں اور کچھ سمجھا دیتے ہیں۔

۴) اس سال مثبت کریکٹر عشنا کوثر سردار "ہمی گردش ماہ و سال میں" میکال شاہ مجھے تھمزادیں کا سکندر اور سمیرا گل کی تحریر جو عشق سے کا احسن دیا ہے۔ منفی کریکٹرز میں مجھے ہے تھمزادیں کا عباس اور برف کے آنسو کا سعدان حسن اچھے لگے۔

۵) بہت اچھا وقت بہت دلفریب لمحہ جب دل چاہا کہ اس ایک پل میں پوری زندگی جی لوں وقت ٹھہر جائے بس یہی زندگی ہو "فرینڈ کے ساتھ چائے پی" وہ پل وہ لمحہ بے چینی و اضطرابی کیفیت ذہن کی اسکرین پر ابھر جائے تو مسرت کا دل کیف جھونکا قلب و روح کو خوشگوار کر دیتا ہے اور ہونٹ بے اختیار خوب صورت مسکان سجا لیتے ہیں۔

۶) ٹائٹل پر خاص تو جب نہیں دی مگر جنوری 2015ء کے آنچل کے سرورق پر موجود ماڈل کی مہندی اور میک اپ نے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔ لائٹ سا میک اپ چھا گیا۔

۷) آنچل از آغاز تا اختتام ڈائجسٹ تبدیلی نہیں چاہیے بس ایک گزارش ہے کہ "ہم سے پوچھیے" میں شامل کیا لیں مجھے بھی تھوڑی سی جگہ سے عطا کریں اور مزید وضاحتیں۔ ہمیں اپنا آنچل ایسی ہی سجا سنورا اور نکھرا نکھرا سا اچھا لگتا ہے۔

۸) کیا سوال کر دیا۔ بے تابی بڑھا دی آپ نے تو میری خواہش اور شوق کو ہوا دے دی میں نمبر اشریف طور سے ملنا چاہوں گی ام مریم سے بھی ان سے پوچھوں گی کہ نگہت کیوں چھوڑ رہی ہیں۔ نازیہ کنول نازی اور عشنا کوثر سردار سے کہ وہ اپنے الفاظ بھول جاتی ہیں۔ حجیبوں کی عدالت میں حضن آپی میں نے آپ سے عوثیت ہی کی کہ آپ بھول گئیں خیر...!

گل مینا خان... مفتیجبو

لوٹی بچی کو دو بھگانے ہمارا آنچل والوں کو بھائے

اڑتے اڑتے بادل آئے ہنستا مسکراتا آنچل لائے

۱) نازیہ راجا جہانگیر کی تحریر "لکھ ہوؤں کے سنگ" اور صبا مظفر کی "ہائے زود پشیماں" ایسی تحریریں ہیں جنہیں میں آج بھی یاد کرتی ہوں۔

۲) "بہتر زندگی وہ ہے جو انسان اپنے لیے جیتا ہے اور بہترین زندگی وہ ہے جو انسان دوسروں کے لیے جیتا ہے۔" یہ ایسا جملہ ہے جو ہر وقت میری زبان پر رہتا ہے۔

۳) "مجھے ہے حکم اذاں" میں عباس حیدر کا کردار میرے بھائی سے بہت ملتا ہے اسی طرح خوب صورت اور اسی طرح مغرور اسی وجہ سے ابھی تک کنوارے ہیں۔

۴) کوئی نہیں۔

۵) خوب صورت لمحے تو زندگی میں بہت ہیں لیکن آپ کو آج کی بات بتاؤں ابھی میں آنچل میں خط لکھ رہی تھی میں نے اپنی کزن سے کہا جاؤ دکان سے خط کا لفافہ لے کر آؤ وہ سبزی والی دکان سے پلاسٹک کا تھیلا لے کر آئی میں

نے لیے کہا کہ پلاسٹک کے تھیلے گھر میں تھوڑے ہیں، جو تم دکان سے بھی لے کر آ گئی ہو۔

۶) نومبر کے "ٹائٹل" نے مجھے بہت متاثر کیا۔

۷) سالگرہ نمبر میں چاہتی ہوں نئی لکھاریوں کے تعارف ہونے چاہیے۔

۸) ملنے کی خواہش کروں تو وہ میں سباس گل سے ملنا چاہتی ہوں کیونکہ کرنوں میں مجھے اپنا عکس نظر آتا ہے۔

فریحہ شبیر...... شاہ کوٹ

سب سے پہلے تو آنچل اسٹاف، ریڈرز، رائٹرز اور سب دوستوں کو پیار بھرا سلام اور خلوص بھری دعا۔ میری طرف سے سالگرہ کی دلی مبارک باد۔ آنچل کی 37 ویں سالگرہ طرف سے میری دعا ہے کہ تیرا ہر دن خوشیوں سے بھرا رہے، تیری ہر رات آکاش کے ستاروں کی طرح جگمگاتی رہے اور تو کامیابی کی راہ پر چلتا رہے تو سب سے بلند و بالا رہے اور سب سے بڑھ کر سب کے دلوں پر راج کرتا رہے آمین۔

سب سے پہلے تو آنچل اسٹاف کا شکریہ ادا کروں گی جنہوں نے ہمیں ایک تفریحی و اصلاحی ادب مہیا کیا۔ جو ہر پل، ہر لحہ کچھ نیا سبق سکھاتا ہے۔ اس کے ساتھ تمام رائٹرز کا شکریہ ادا کروں گی جن کی تحریریں ہمیں سیکھنے کا موقع دیتی ہیں چاہے وہ ناول ہو یا افسانہ اور سب بڑھ کر ان پیاری پیاری دوستوں کا جو اپنا ہونے کا احساس دلاتی ہیں اور یہ سب "آنچل" ہی کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ شکریہ آنچل۔ بہت سی دعائیں اور نیک تمنائیں آنچل، اسٹاف اور قارئین کے نام۔ اب آتی ہوں سوالات کی طرف تو۔

۱) مجھے کبھی کوئی تحریر ناپسند یا بری نہیں لگی۔ ہر تحریر کوئی نہ کوئی سبق دیتی ہے اور سوچ کے نئے در وا کرتی ہے۔ مگر میں چند ایک تحریر کا ذکر کروں گی جو ناقابل فراموش کہلائی جا سکتی ہیں اور ان کے رائٹرز کو خراج تحسین بھی پیش کرنا چاہوں گی اتنا اچھا لکھنے پر۔ سب سے پہلی تحریر جو پسند کے لحاظ سے ذہن میں ہے وہ ہے "کرن جو ایک خدا تو" سمیرا غزل کی شاہکار تحریر جو رب تعالیٰ پر یقین کو مضبوط کرتی ہے اور ہر حال میں اس پر یقین اور اعتبار رکھنے کا اس کا ہر لمحہ شکر بجا لانے کا سبق دیتی ہے اور دوسرے نمبر پر جس تحریر کا ذکر کرنا چاہوں گی ہو سکتا ہے بہت سی قارئین کو وہ پسند نا آئی ہو مگر میں اس تحریر کو کبھی فراموش کر نہیں سکتی وہ تحریر جس کے لفظ لفظ پر آنکھ سے اشکوں کی بارش ہوئی وہ تحریر ہے فاخرہ گل آپی کی "وہی ایک لمحہ زیست کا" اس کی تعریف کرنا میرے بس میں نہیں۔ اپنے پیغام کو حسن و خوب صورتی سے قارئین تک پہنچایا وہ کی حقدار ہیں آپی۔ بعد کے "نسیم ناز یہ آپی اور کنیز نبوی" اور سمیرا آپی دونوں بہنوں نے کئی روز تک قارئین کو اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ تھیم، کہانی، کرداروں کی بدولت سنجیدگی کے لحاظ سے سرفہرست ہے ہر کردار نے اپنے آپ کو بہتر سے بہترین منوایا۔

افسانوں کی بات کروں تو "کوا کا قد" کہ منب حنزہ "جوک" نازیہ آپی، "ناہونی میں" نگہت عبداللہ، "دورا عہد" صدف آصف، "دوسری ماں" حنیفہ بیگ، "ستارہ سحر" سمیرا غزل نے بہت متاثر کیا۔ مجھے افسانے یاد نہیں رہتے مگر یہ سب یادگار رہیں گے اس کے علاوہ سباس گل آپی، حیا بخاری اور میرا شریف آپی کی ہر تحریر دل سے پسند ہے۔

۲) 12 رسالوں (پورے سال کے) میں سے اپنی پسند کے جملے نکالنے لگوں تو پورا ایک "آنچل" ہی بن جائے کیونکہ ہر کہانی میں نہ جانے کتنا ایسا ہوتا ہے جو ضرور ایسی ہوتی ہے جو دل و دماغ پر نقش چھوڑ جاتی ہے۔ "کانچ کا مسافر" سے ایک خوب صورت پیراگراف "اس دنیا میں صرف بد نصیب ہی نہیں ہیں اگر کوئی صرف

بگاڑنے پر کمر بستہ ہو جائے تو دنیا بہت جلد ختم ہو جائے۔ مگر ایسا نہیں اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں ایک توازن ہے جو بگاڑ پیدا ہوتے ہیں تو انہیں سدھارنے والے بھی کہیں نہ کہیں لازمی موجود ہوتے ہیں۔ ہر انسان خود سے بہتری کی طرف قدم بڑھانے کی ابتدا کرے تو آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے۔"

"ہزاروں خواہشیں ایسی" فاخرہ گل "بعض اوقات رب ذوالجلال اپنے پیارے بندوں کو معمولی پریشانی دے کر کسی بڑی مصیبت سے بچا لیتا ہے۔"

"زمین پر چاند اترا" صدف آصف "قدرت کے رنگ نرالے زندگی کو برتنے اور سمجھنے کے لیے ہر انسان کے ہاتھ میں جیسا ایک امتحانی پرچہ تھما دیا گیا ہے جسے وہ اپنی سمجھ بوجھ کے حساب سے تا عمر بھرتا چلا جاتا ہے کوئی اولاد کے لیے ترستا ہے تو کوئی اولاد کی وجہ سے آزمائش اٹھاتا ہے پر رب اپنے بندوں سے غافل نہیں ہوتا۔"

۳) ابھی تک ایسا اتفاق نہیں ہوا ہاں ملنے کا شوق اور جنون بہت ہے اتنا کہ راہ چلتے بھی ملنے والوں کو غور سے دیکھتی اور سنتی ہوں کہ ہو سکتا ہے انہی میں سے کوئی کردار ہو جو کسی تحریر کا حصہ بنا یا پھر آگے کسی تحریر کا حصہ بن جائے۔ کیونکہ سب تحریریں انہی کرداروں کو لے کر ذہن میں گردش کرتی ہیں۔

۴) پسندیدہ کردار تو بہت ہیں چاہے وہ مثبت ہوں یا منفی کچھ نہ کچھ سکھا کر ضرور جاتے ہیں ویسے تو ہر کردار میں کوئی نہ کوئی مثبت پہلو ڈھونڈ ہی لیتی ہوں کہ منفی سوچ یا کسی بھی کردار کا ہر ایک پہلو دیکھنے کی عادت نہیں ہے اور سنجیدہ کرداروں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ جن میں سر فہرست سکندر، مصطفیٰ، ولید فراز، بیرو وغیرہ سب خاص طور ان سب شاہ کار ہیں بہت سے ہیں فہرست کافی ہیں۔

۵) بہت سے لمحے ہیں جو ذہن کو تازگی دیتے ہیں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں خوش رہنے کے لیے خوشیاں ڈھونڈنی نہیں پڑتی میں دوسروں کو خوش دیکھ کر بھی خوش ہوتی ہوں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوشیاں حاصل کرنے والوں میں سے ہوں، مایوسی اور ناامیدی اللہ پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے اور مجھے تو اپنے پروردگار پر آخری حد تک یقین ہے اگر آپ خوش رہنا چاہتے ہیں تو دوسروں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھیں پھر دیکھیے گا کہ خوشی کیسے بھاگ کر آتی ہے۔ یہ فارمولا میں اپنی ذات پر لاگو ہوں شاید یہی وجہ ہے کہ اداسی بہت کم آتی ہے۔

۶) ٹائٹل تو سب ہی اچھے تھے مگر بیسٹ ٹائٹل کا عہدہ میں دوں گی اپریل (سالگرہ نمبر) اور اکتوبر (عید نمبر) دونوں ہی ٹائٹل زبردست تھے اور 2015ء میں دونوں ہی ٹائٹل بہت پیارے ہیں خاص طور پر فروری کا ٹائٹل بہت پسند آیا۔

۷) کسی میں بھی نہیں سب ہی سلسلے بہت اچھے ہیں ہاں بس اتنا چاہتی ہوں کہ ہمیں کی عدالت میں تمام پرانی رائٹرز کو پہلے شامل کیا جائے۔

۸) آنچل رائٹرز میں پرانی نئی سب ہی رائٹرز سے ملنا چاہوں گی اور ڈھیر ساری گپ شپ لگانا چاہوں گی۔ آخر میں ایک دفعہ پھر سے سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔ والسلام۔

سنیں زندگی، تھمنی زندگی ...... جھوڑو

۱) السلام علیکم سب سے پہلے تو ہماری طرف سے آنچل کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ مجھے ہے حکم اذاں ایک ایسی کہانی ہے جسے ہر سال پڑھا جا سکتا ہے۔

۲) بہت خوانا ہے اس پاک ذات نے مجھ کو بے شک
اگر میری عبادت کے برابر ہوتا تو کچھ نہیں ہوتا

۳) مجھے ہے حکم اذاں میں لاریب کا کردار ایسا ہے جو مجھے میری کرن

اقرا میں دکھتا ہے۔

۴) مثبت کردار شہوار اور منفی کردار عاطکا ہے۔

۵) جب ہم سارے فیملی اکٹھی ہوتے ہیں چاہے جسمانی تھکاوٹ جتنی بھی ہو سب بھول بھال جاتے ہیں سب کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔

۶) ہمیں تو ابتدا ہی سے آنچل کی باتیں تک سارا آنچل ہی پسند ہے۔

۷) جنوری کا ٹائٹل بہت ہی پیارا تھا خصوصاً اس کی مہندی۔

۸) نازیہ کنول نازی سے ملنا چاہتے ہیں کیا واقعی میں ایسا ممکن ہے کہ ہم ان سے مل سکیں؟

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

۱) آنچل ہمیشہ ہمارے لیے بہت ہی اچھی اور سبق آموز کہانیاں لے کر آتا ہے۔ میری سب رائٹرز بہنیں مبارک باد کی مستحق ہیں۔ لیکن "سیدہ غزل زیدی" نے جو اسٹوری لکھی ہے "کروں سجدہ ایک خدا کو" یہ دل میں اتر جانے والی تحریر جو ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ کہانی کا موضوع بے حد پیارا اور پر اثر تھا روح میں سمانے والی تحریر تھی۔ اسی طرح لکھتی رہیے غزل جی۔

۲) بہت سارے جملے اور پیراگراف ہوتے ہیں جو سیدھا جا کر دل کو ہٹ کرتے ہیں لیکن جب میں نے یہ پڑھا کہ "انسان کو چاہیے کہ دوسرے لوگوں کے تجربات سے سیکھے ورنہ اپنا تجربہ صرف سکھاتا ہی نہیں رلاتا بھی ہے" جب میں نے پڑھا تو بے ساختہ لکھ دیا میں اس بات کو کبھی نہیں بھولتی اکثر دہراتی رہتی ہوں۔

۳) میں تو کہتی ہوں افسانوں کی دنیا میں کم از کم پچاس فیصد سچ ہوتا ہے۔ کوئی ایک کردار تو نہیں ہمارے گھروں میں اور ہمارے اردگرد بے شمار کردار ہیں جو افسانوں میں ہمیں نظر آتے ہیں لیکن میں ان دو کرداروں کا ذکر کرنا چاہوں گی ساس اور بہو یہ دونوں کردار ایسے ہیں جو دونوں ایک دوسرے کو کسی حال میں خوش نہیں دیکھ سکتے یہ ہر دوسرے گھر کی اسٹوری ہے لیکن میں کہتی ہوں کہ ساس کو سوچنا چاہیے کہ یہ میری بیٹی جیسی ہے میں اس سے اچھا سلوک کروں گی تو میری بیٹی کے ساتھ بھی اچھا سلوک ہوگا اس کے سسرال میں اور بہو کو سوچنا چاہیے کہ ساس اپنی ماں کو اس سمجھوں تو کل کو میری آنے والی بہو بھی میری ماں کو ماں سمجھے گی ہر رشتے کو نبھانے کے لیے اچھی نیت اور محبت، اعتماد کی ضرورت ہوتی ہیں انہی چیز سے رشتے چل سکتے ہیں اور کیپرومائز کر ہو گا تو یہ سونے پر سہاگہ والا کام ہو جائے گا اگر میری سب بہنیں میرے ساس سوال کو سمجھیں اور اس طرح اپنی زندگی گزاریں تو زندگی بے حد خوشگوار گزرے گی۔

۴) میرا پسندیدہ کردار "کروں سجدہ ایک خدا کو" کی عمیر ہے اور جان جس نے اسلام قبول کیا بہت جاندار کردار تھا دونوں کا اور منفی کردار کی بات ہو جائے تو مجھے حمنہ کا کردار منفی لگا جس نے عمیر کی قدر نہیں کی۔

۵) میں کبھی بھی ناامید نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرتی ہوں بے شک میں پریشان ہوں یا خوش میں کبھی مایوس نہیں ہوتی اگر برا وقت چل رہا ہے اچھا وقت لانے والی بھی ذات خدا کی ہے تو میں کہتی ہوں کوئی بات نہیں اگر اب پریشانی ہے تو کل کو اچھا وقت بھی آئے گا اس لیے میں یہ سوچ کر خوش رہتی ہوں کہ وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا ویسے ایک خوب صورت لمحے کا انتظار ہے کہ بھائی جو کہ سعودی عرب میں ہے جلدی سے آ جائے اور ان کی شادی انجوائے کریں۔ اس لمحے کا سوچ کر خوش ہو جاتی ہوں اور بڑے پلان وغیرہ بناتی ہوں۔

۶) مجھے فروری کا آنچل اس کا ٹائٹل بے حد پسند آیا۔

۷) ہم کسی بھی سلسلے میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتے لیکن وقتاً فوقتاً اگر آنچل میں جگہ ملتی رہے تو کیا ہی بات ہے (ویسے آنچل مجھے سات آٹھ ماہ سے آ تو رہا ہے (پڑھنے والے کہتے ہیں لکھنا چھوڑ تو نہیں دیا اب کیا بتاؤں آپ مجھے شامل ہی نہیں کرتے۔

۸) ویسے تو سب سے ملنے کو دل کرتا ہے تو آپ نے ایک کا پوچھا ہے تو میں نام لوں گی (نازیہ کنول نازی کا)

صائمہ ملک پرویز...... بھیرہ خانپور ہزارہ

سب سے پہلے میری جانب سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے میرے پیارے آنچل کو اس کی 37 سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آنچل تاقیامت اور رہتی دنیا تک یونہی چمکتا دمکتا رہے اور آنچل کے دامن میں ہمیشہ جگنو یونہی جگمگ کرتے رہیں آمین۔

۱) اب آتے ہیں جوابات کی جانب تو جناب آپ نے پوچھا ایسی تحریر ۲۰۱۴ء کی جسے میں برسوں یاد رکھوں گی تو میں بتا دوں میرا آنچل میگزین ہے جس کی ہر تحریر، ہر سلسلہ حتیٰ کہ ہر لفظ ناقابل فراموش ہے میرے لیے کیونکہ آنچل میرا بیسٹ فرینڈ ہے مجھے زندگی گزارنے کا ڈھنگ، سنگی ہونا میں تمیز، اچھے اور برے کی پہچان، شعور آگہی کا درس اور آگے بڑھنے کی لگن آنچل نے ہی سب سکھایا لیکن جہاں ایک تحریر کا پوچھا تو "کروں سجدہ ایک خدا کو" مجھے لگتا ہے کہ بہت زبردست پراثر اور تصوف پر مبنی ناول تھا۔ جس نے اسلامی معلومات کی کرنوں سے ہمارے قلب اور نظر کو منور کر دیا۔

۲) آنچل میں لکھی جانے والی ہر تحریر کا ہر لفظ ایسے ہے جیسے دست دراز فلک پر چمکتے ستارے۔ بے حد روشن، بے حد خوب صورت اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ ساتھ میرے پاس سارے آنچل محفوظ ہیں جب دل چاہے شیلف سے نکال کر مطالعہ کرتی ہوں اور روشن کی ڈائری میں لکھ لیتی ہوں۔

۳) افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا لیکن میں کہتی ہوں کہ کچھ بھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ ہر افسانے کا کردار ہمارے معاشرے میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے۔ کئی کردار ایسے ہیں جن سے روزمرہ زندگی میں ملاقات ہوتی رہتی ہے کوئی سادگی اور خلوص کا پیکر اور کوئی اپنی غیر منصفانہ طبیعت اور منفی کردار کی مکمل جزئیات سمیت من و عن ہمارے درمیان موجود ہوتے ہیں۔

۴) اس سال میرا پسندیدہ اور مثبت کردار مصطفیٰ تھا کیرنگ لونگ اسٹرونگ کریکٹر ینڈ ڈیشنگ اور منفی کردار میں بہت سے تھے جیسے کاشفہ، عادل، عینی اور منتظمہ کے تایا ابا۔ جو کہ حقیقی معنوں میں اپنے اندر منافقانہ خصوصیات لیے ہوئے تھے۔

۵) میری زندگی کا خوب صورت لمحہ جو تھکاوٹ میں بھی ذہنی و جسمانی آسودگی عطا کرتا ہے وہ لمحہ ہے میرے پیاروں کا میرے ساتھ ہونا میرے امی بابا شاہ، بہن اور بھائی جب جب میں ان کے ساتھ ہوتی ہوں مجھے سکون ملتا ہے اور میں ان لمحوں کے امر ہو جانے کی دعا کرتی ہوں۔

۶) سال رواں میں مجھے جو ٹائٹل سب سے زیادہ پسند آیا وہ ماہ اپریل کا آنچل ہے جس میں خوب صورت ماڈل اپنے خوب صورت ملبوسات کے سنگ مہر سنگھار کیے آرائش و زیبائش سے مزین آنچل کے ٹائٹل کی صورت جلوہ گر تھیں۔

۷) آنچل کے بھی سلسلے اپنی مثال آپ ہیں، ہر پہلو روز روشن کی طرح عیاں کل معلومات کا مخزن اور علم و شعور کے ستاروں سے دمکتا آنچل کا افق۔ ویسے تو رنگی حوالے سے کوئی سلسلہ شروع کیا کریں۔

۸) اف...... اف...... کیا پوچھ لیا آپ نے کوئی ایک مصنفہ جی نہیں

ایک نہیں مجھے ساری آنچل رائٹرز سے ملنا ہے ان کی کمی لگتی ہیں ان کے ناولز چھانے ہیں ان کا سارے کا سارا ذخیرہ کتب اپنی یادداشت کے نہاں خانوں میں محفوظ کرنا ہے اور ان سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں اور... اور جی مت پوچھیں جی...

آخر میں آنچل کے نام

خدا کرے تیرے آنچل پر یونہی چمکتے رہیں جگنو
جیسے فلک پر ان گنت تاروں کی بارات

فہمیدہ بٹ ..... لاہور

سب سے پہلے آنچل کو سالگرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ رب العزت سے دلی دعا ہے کہ آنچل کی یہ بہاریں، یہ رونقیں تاحیات قائم رہیں اور ان رونقوں کی جان آنچل کی تمام رائٹرز اسٹاف ممبرز اور پیارے پیارے قارئین ہمیشہ اس بزم کی شان بڑھاتے رہیں آمین۔

۱) ایک نہیں، سلو نہیں کئی تحریریں ہیں جو دل کو چھو گئیں جو دل کے بہت قریب رہیں اور کئی تو ایسی بھی تھیں جو دل کی گہرائیوں میں بس گئیں ارے ابھی دور کیوں جائیں ابھی دو ہی شمارے میں صبا جاوید کی "شب گزیدہ سحر" دل کے اندر تک اتر چکی ہے اور شاید کبھی نہ بھولے۔

۲) جناب بہت سے ہیں اور پیراگراف بھی بے شمار ہیں۔ لکھنے بیٹھوں تو شاید کئی صفحات کم پڑ جائیں اور یہاں جواب چاہیے مختصر اور ویسے بھی ہماری مصنفین کے قلم سے ایسے ایسے موتی بکھرتے ہیں ماشاءاللہ کہ واقعی مدتوں یاد رہتے ہیں اور کیوں نہ ہوں، وہ ہوتے ہی اس قابل ہیں۔ نازیہ کنول نازی، صدف آصف، سمیرا شریف طور، صباء گل، سمیرا حمید، نمرہ احمد، مصباح نوشین، اقرا صغیر، راحت وفا، صبا جاوید اور بے شمار ہیں ماشاءاللہ اور دعا ہے کہ اللہ سب کے قلم کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی بخشے زور قلم اور بھی زیادہ سے زیادہ ہوتا جائے آمین۔

۳) یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا افسانوں کی دنیا میں واقعی سب جھوٹ نہیں ہوتا کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہوتی ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں ہر افسانہ ہر کہانی ہم اپنے اردگرد چلتے پھرتے زندہ کرداروں سے ہی لیتے ہیں میرے نزدیک تو ہر انسان ایک کردار ہے اور ہر کردار سے جڑی کہانیاں علیحدہ علیحدہ۔

۴) اوہو، بہت مشکل میں ڈال دیا آپ نے۔ بات تو گھوم پھر کر پھر وہیں آجاتی ہے کہ ہر کردار ہی کچھ نہ کچھ سکھا رہا ہوتا ہے کچھ بتا رہا ہوتا ہے۔ زندگی کو عمدہ ڈھنگ سے جینے کی راہ دکھا رہا ہوتا ہے تو اب ایسے میں کسے فیورٹ کہوں اور کسے نان فیورٹ۔ بہت مشکل ہے بھئی۔

۵) زندگی تو بذات خود بہت خوب صورت ہے دلفریب، حسین اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی دی ہوئی امانت بھی ہے مختصر پرائے لوہا بھی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے زندگی کسی کے لیے بھی ہمیشہ پھولوں کی سیج نہیں ہو سکتی نہ ہی پھوی کی پوری کانٹوں کا بستر۔ ہر کسی کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں۔ میری زندگی بھی اسی طرح گزر رہی ہے کوئی چھوٹی سی خوشی ملتی ہے تو ہم بہت خوش ہو لیتے ہیں اور بعض اوقات بڑے سے بڑے غم کو اس طرح جھیل جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ بہرحال میری زندگی میں کئی ایسے لمحات آتے رہتے ہیں جن کی یاد بے ساختہ خوشی کا احساس دیتی ہے غم کے بوجھ کو ہلکا کرتی ہے اور اسی کے اندھیروں میں امید کے جگنو بن کر چمک جاتی ہے۔ جیسے آنچل میں پہلی تحریر "کشتی میں تھی زندگی" چھپنے کی خوشی۔ اس پر سب قارئین، بہنوں کے اچھے اچھے ریمارکس اس خوب صورت محفل کے حصہ بننے کی خوشی اب بھی دل کو شاد کرتی ہے۔ پھر اس قلم قبیلے میں اپنی تھوڑی بہت جگہ اور پہچان بنانے کی خوشی اپنے بچوں کی کامیابیوں کی خوشی اور بھی بہت سے لمحات ایسے ہی میری یادداشتوں میں جن کی یاد بے ساختہ مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

۶) دیکھنے میں تو سب ہی اچھے تھے بس زیادہ بولنا اور شوخ شوخ میک اپ والے آنکھوں کو چبھتے ہیں زرا اور تو کچھ نہیں۔

۷) نہیں، کوئی تبدیلی نہیں چاہیے جی سب ہی سلسلے بہت زبردست ہیں ماشاءاللہ اور انداز بھی سب کا ہی بہت اچھا ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ آنچل کو اسی طرح آنا چاہیے۔

۸) صرف ایک پہ تو زیادتی ہے بھئی جب دل سب سے ملنے کو سب کو دیکھنے اور ڈھیروں ڈھیر باتیں کرنے کو بےتاب ہو آپ صرف ایک سے ملنے کی بات کریں تو نہیں بھئی نہیں، ہمیں اپنی سب پیاری پیاری رائٹرز سے ملنا ہے۔

لیں جناب سروے تو ہو گیا پورا آپ کو میرے جواب کیسے لگے یقیناً اچھے ہی لگے ہوں گے (ہائے میری خوش فہمیاں) چلیں اب ہمیں مت اجازت دیں ان شاءاللہ پھر ملاقات ہو گی بشرط زندگی۔

صبیحہ گل ..... فیصل آباد

۱) نازیہ کنول نازی کا ناول "برف کے آنسو" کبھی نہیں بھول سکتی۔

۲) برف کے آنسو ناول کا ایک جملہ جو میری ڈائری کی زینت بنا بھی نہیں ذہن سے نکلتا۔ "جو عورت چوہدراہٹ اور چوہدری کی عظمت کو نہیں سمجھتی مرد اسے لازماً گالیاں دیتے ہیں کسی سر عام تو کبھی تنہائی میں۔" بہت بڑی بات کہی گئی ہے یہ میری ناقص رائے۔

۳) آنچل میں شائع ہونے والی ایک کہانی جو کہ ایک پولیس والے کی تھی نمان شاہ اور ہیروئن ملیحہ جو کہ فیس بک پر ملتے ہیں پھر ملیحہ کو محبت ہو جاتی ہے زمان شاہ سے یہ کردار یہ کہانی میری آپ بیتی ہے مجھے پڑھتے ہوئے لگ رہا تھا جیسے کسی نے یہ میرے پارٹنر سے پوچھ کے لکھی ہے ایک ایک لفظ وہی تھا۔

۴) پسندیدہ کردار مجھے ہے عمر نوازش کا سکندر حیات کردار تو ناہید عمر کی عادات اور اخلاق۔

۵) میری ایک ٹیچر ہیں بہت زیادہ قابل احترام پرنسپل امن فاطمہ جب میں ان سے ملی تو ان کی ایک نگاہ ایسی اٹھی تھی ایسے حسین انداز سے انہوں نے میری طرف دیکھا تھا جسے میں آج تک نہیں بھول پائی جب بھی سوچتی ہوں ہونٹ خودبخود مسکرا دیتے ہیں۔

۶) کسی بھی ناول نے متاثر نہیں کیا کیونکہ کسی بھی ناول کے سر پہ آنچل موجود نہیں تھا جبکہ یہ سب کا تاج آنچل ہے۔

۷) میرے خیال سے آنچل بہت گڈ چل رہا ہے کسی تبدیلی کی فی الحال ضرورت نہیں۔

۸) نازیہ کنول نازی سے ملنے کی شدید خواہش ہے۔

طیبہ شہزادی، تسلیم شہزادی، سلطانہ کرن.....

اسلام پورہ کھٹیہ

۱) "سرد مہری کا کمرہ ایک خدا کو ایک لڑکی کی تحریر ہے جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔

۲) "رشتوں کے بندھن جو لوگ بناتے ہیں وہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں مگر جو رشتے خدا عطا کرتا ہے وہ ہماری سانسوں کی ڈوری سے بندھے ہوتے ہیں۔"

۳) "بھیگی پلکوں پر" ناول کا کردار شہریار عرف شیری وہ کردار ہے جس سے میری ملاقات ہوئی۔

۴) مثبت کردار مصطفیٰ اور منفی کردار روبی (بابر)

۵) ماہم مرزا سے پہلی ملاقات تا آخری ملاقات وہ لمحات ہیں جو مجھے ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں بھی شگفتگی و مسکراہٹ عطا کرتے ہیں۔
۶) "کروں سجدہ ایک خدا کو"
۷) "بہنوں کی عدالت" میں رائٹر کے علاوہ ایکٹرز ایکٹریسز کو بھی پیش کیا جائے بمعہ تصویر۔
۸) نازیہ کنول نازی۔

صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

۱) میری فیورٹ تحریر "کروں سجدہ ایک خدا کو، مجھے ہے حکم اذاں، آزادی یا انقلاب اور دوسرا اجنبی" تھیں۔
۲) "لڑکیاں سمندر کی ریت کی طرح ہوتی ہیں عیاں پڑی ریت، اگر ساحل پر ہوں تو قدموں تلے روندی جاتی ہیں اور اگر سمندر کی تہہ میں ہوں تو کیچڑ بن جاتی ہیں لیکن وہ ذرہ جو خود کو ایک مضبوط سیپ میں ڈھک لے وہ موتی بن جاتا ہے جو ہری اس ایک موتی کے لیے کتنے سیپ چنتا ہے اور پھر اس موتی کو مخملیں ڈبوں میں بند کرکے محفوظ تجوریوں میں رکھتا ہے۔ یہی مثال عورت کی ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردوں میں ڈھکی ہوئی چیز بنایا ہے وہ اپنے آپ کو عیاں کرکے خود اپنے جسم کی آگ کا ایندھن بنا لیتی ہے۔ (مجھے ہے حکم اذاں)
۳) کئی کردار ایسے ہیں کسی ایک کا نام نہیں لے سکتی۔
۴) فیورٹ کردار "تو تا ہوا تارا" کا ولید ضیا اور شفی "کروں سجدہ ایک خدا" کی چینی۔
۵) مجھے ہر اس لمحے بہت خوشی ہوتی ہے جب میں کسی کے کام آؤں اور جب میری کوئی تحریر آنچل میں چھپتی ہے۔
۶) بہی اچھے تھے تقریباً۔
۷) آنچل ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے میرے خیال میں۔
۸) ایک کا نام نہیں لے سکتی دونوں میرے لیے ایک جیسی ہیں مطلب دونوں کا میرے دل میں خاص مقام ہے وہ میرا شریف انجم اور نازیہ کنول ہیں۔

میزاب.... ضلع قصور

تمہارا ساتھ ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں
وگرنہ بے مزہ ہیں پھول، خوشبو اور برساتیں

۱) "مجھے ہے حکم اذاں" جو اس سال مکمل ہوئی ہے یہ تحریر میں ہمیشہ یاد رکھوں گی خاص طور پر اس ناول کا عشق مجازی کا عشق حقیقی تک کا سفر اتنا خوب صورت تھا کہ دل خوش ہو گیا اور ہر وہ ناول، افسانہ اور تحریر جس میں انسانیت کی بھلائی کے لیے ایک حرف یا ایک جملہ بھی آ جائے یاد رہنے والا ہے۔
۲) ایک ایسا جملہ جو کہ میری ڈائری کے ایک نہیں دس صفحوں پر لکھا ہوا ہے "تم جس سے محبت کرتے ہوئے آزاد چھوڑ دو اگر وہ لوٹ کر آئے تو سمجھو کہ وہ کبھی تمہارا تھا اور اگر واپس نہ آئے تو اس کی پرستش کرو۔" (خلیل جبران)
۳) افسانوں کی دنیا میں ستاتی ہوتا ہے پتہ میں اس وقت ہی بتا سکتی ہوں جب میری زندگی میں افسانوں کی طرح کچھ اچھا موڑ آئے گا۔ پھر ہی لگے گا کہ افسانوں کہانیوں میں سب جھوٹ نہیں ہوتا۔
۴) "تو تا ہوا تارا" اس ناول کا مثبت کردار مصطفیٰ میرا بہت فیورٹ کردار ہے اور اسی ناول کی کاشف، عاطف اور ایاز ان سے زیادہ کوئی منفی کردار ہو ہی نہیں سکتا۔
۵) کسی بھی طرح اگر میرا موڈ خراب ہو تو ایک ایسی یاد جو میرے چہرے پر مسکراہٹ لے آتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک دفعہ اسکول کے دور میں ساری فرینڈز اور مانیٹر کلاس فیلو گانے گانے کا مقابلہ کر رہی تھیں اور مجھے انہوں نے کلاس کے باہر نگرانی پر کھڑا کیا ہوا تھا کہ ٹیچر آئے تو بتانا مجھے شرارت سوجھی تو میں خود ٹیچر کو بلا کر لے آئی اور انہیں باہر کھڑا کر کے سب سنایا پھر تو ٹیچر نے سب کی کلاس لگائی وہ تو ایک طرف بعد میں جو سب نے میری پٹائی لگائی اسے یاد کر کے ہنسی آ جاتی ہے۔
۶) ارے کس ٹائٹل نے متاثر کیا تھا! آنچل گھر آتے ساتھ ہی جتنا بھی اپنی جان سے لگا کر رکھوں پھر بھی ہمارے گھر کے بچے اس پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں آنچل بھی میرے پاس پڑے ہیں ان پر کوئی ٹائٹل ہو تو بتاؤں کہ کون سا اچھا ہے۔
۷) بیوٹی گائیڈ میں میں یہ تبدیلی چاہتی ہوں کہ بیوٹی ٹپس بیوٹی گائیڈ میں ہر بار لسٹ ڈاکٹر بلقیس کے بھی ہونے چاہیے۔
۸) نازیہ کنول نازی ۱۸ سال سے میں آنچل پڑھ رہی ہوں تب سے لے کر آج تک یہی خواہش ہے۔

کشف فاطمہ، حسنات فاطمہ ... سرگودھا

آنچل بے شک خوب صورت پرچہ ہے اللہ پاک آنچل کا سفر یونہی کامیابی و کامرانی سے جاری رکھے ہماری طرف سے آپ سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔
۱) آنچل کی تمام تحریریں بہترین ہوتی ہیں لیکن "برف کے آنسو" نازیہ کنول نازی کی تحریر اور "کروں سجدہ ایک خدا کو" سیدہ غزل زیدی کی تحریر ہمیشہ یاد رہے گی۔
۲) "کروں سجدہ ایک خدا کو" کا یہ پیراگراف "انسان کو ہمیشہ زندگی میں مشکل فیصلے لینے پڑتے ہیں مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا مگر آج سمجھ گیا ہوں حقیقتاً کوئی فیصلہ مشکل نہیں ہوتا ہے بلکہ ہمیں اپنی زندگی اور اپنے پیاروں کی خوشیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے اور ہم ہمیشہ اپنے پیاروں کی خوشیاں مقدم رکھتے ہیں اپنی زندگی پر۔"
۳) ام مریم کے ناول "مجھے ہے حکم اذاں" کے کردار "ابراہیم" جیسے میرے شفیق اور پیار کرنے والے ماموں جو ہمیں دسمبر 2014ء میں چھوڑ کر چلے گئے "مس یو ماموں"
۴) "برف کے آنسو" کا معید "ٹوٹا ہوا تارا" کا مصطفیٰ مثبت کردار پسندیدہ رہے منفی کوئی نہیں۔
۵) ہم سب بہنوں کے لیے ہر لمحہ ہی خوب صورت ہوتا ہے جو ہم اپنے امی ابو اور بھائی کے ساتھ گزارتی ہیں۔
۶) دسمبر کے ٹائٹل نے متاثر کیا کیونکہ نیلم منیر ہماری فیورٹ ہیں۔
۷) کسی بھی سلسلے میں نہیں لیکن "بہنوں کی عدالت" کا سلسلہ یونہی چلتا رہنا چاہیے۔ باقی سارا آنچل بیسٹ ہے۔
۸) نازیہ کنول نازی اور نمرہ احمد سے ملنا چاہیں گے۔

عنزہ یونس..... حافظ آباد

۱) اس سال کی سب سے اچھی اسٹوری "کروں سجدہ ایک خدا کو" سیدہ غزل زیدی کی۔
۲) سیدہ غزل زیدی کا ناول "کروں سجدہ ایک خدا کو" کا ایک جملہ "ہم عالم کہلاتے ہیں عالم بنتے نہیں۔" اس جملے نے میرے دل کی دنیا بدل دی۔
۳) یوں تو آنچل میں ایسے بہت سے کردار پڑھنے کو ملے جو میں نے اپنے اردگرد بہت قریب سے دیکھے ہیں مگر کاظم اور صالحہ جیسے کردار میں نے حقیقی زندگی میں زیادہ دیکھے۔
۴) میرا مثبت پسندیدہ کردار عبیرہ عباد اور آشیر علوی رہا جب کہ منفی

کرداروں میں جنتی اور دعا اس شاہ کا۔

۵) ویسے تو کافی لمحے میری زندگی میں خوشگوار آئے لیکن وہ لمحہ جب میری سسٹر کی شادی ہوئی اور میرے گھر والے مجھے پارلر میں چھوڑ گئے اور میرج ہال میں جا کر مجھے بھول گئے میں 12 بجے سے پارلر میں گئی اور مجھے 3 بجے پارلر سے لیں کر میرے گھر والے میرج ہال گئے۔ وہ لمحہ جب بھی میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے میرے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔

۶) خوب صورت ٹائٹل اگست 2014 کا تھا۔

۷) یوں تو آنچل بہت ہی بیسٹ ڈائجسٹ ہے لیکن اگر قسط وار کہانیاں کم کر دی جائیں اور زیادہ سے زیادہ سوشل ایشوز پر لکھا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

۸) ہائے شدید قسم سے یقین مانے میرا دل کرتا ہے میں آنچل کی تمام رائٹرز سے ملوں مگر پرسنلی طور پر مجھے نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور سے ملنے کا بہت شوق ہے۔

مصباح عبداللہ ..... رسول پور

۱) "کروں سجدہ ایک خدا کو"

۲) سیدہ غزل زیدی کا ناول "کروں سجدہ ایک خدا کو" کا جملہ عالم کو مانتے ہیں عالم کی نہیں مانتے۔

۳) بہت سے کردار میں نے ایسے پڑھے جو مجھے اپنی حقیقی زندگی میں ملے لیکن صدف کا کردار میں نے زیادہ دیکھا اپنی زندگی میں۔

۴) اس سال میرا پسندیدہ مثبت کردار عمیرہ عباس اور اذان احمد کا رہا اور منفی کردار تو بہت سے تھے مگر کاشف اور لیزا کا منفی کردار اچھا رہا۔

۵) یوں تو بہت سے لمحے میری زندگی خوشگواریت کا باعث بنے لیکن وہ لمحے جب میں نے اور میری فرینڈ عروہ نے رمضان بھر کے مالٹے چرائے اور پھر خوب پٹائی بھی کروائی رمضان سے جب بھی لمحہ میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو میرے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آجاتی ہے۔

۶) سب سے خوب صورت ٹائٹل رمضان المبارک میں شائع ہوا جناب والا (جولائی 2014 کا شمارہ)

۷) یوں تو آنچل سارا ہی اچھا ہے لیکن اگر قسط وار کہانیاں کم کر دی جائیں اور اسلامی کہانیاں زیادہ شائع کی جائیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

۸) میں ساری ہی رائٹرز سے ملنا چاہتی ہوں لیکن سب سے زیادہ شوق مجھے سیدہ غزل زیدی سے ملنے کا ہے اللہ میری خواہش پوری کرے آمین۔

دعا ہاشمی ..... فیصل آباد

السلام علیکم سب سے پہلے تو آنچل اسٹاف وقارئین اور تمام بہنوں کو آنچل کی 37 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ خدا کرے آنچل ہمیشہ یونہی ترقی کرتا رہے آمین۔

۱) بہت سی ایسی تحاریر ہیں جنہیں میں برسوں یاد رکھوں گی جیسے جیسل کنارہ کنکر، کروں سجدہ ایک خدا کو، بھیگی پلکوں پر، ٹوٹا ہوا تارا، اور کچھ خواب، نیکلس کا پھول اور بہت سی۔

۲) مارچ کے شمارے میں نازیہ کنول نازی نے ایک خوب صورت جملہ موتی علی کھاریاں کے لیے لکھا جو مجھے بے حد پسند آیا۔ "کوشش کریں کہ آپ کو زندگی میں وہ انسان ہمیشہ ہنستا ہوا ملے جسے آپ روزانہ آئینہ میں دیکھتے ہیں۔" اور "کبھی خود کو بکھرنے مت دینا کیوں کہ بکھرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی لوگ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔" اور "محبت کے اظہار کے لیے ہونٹوں کا احسان لینا ضروری ہے کیا" اور بھی بہت سے ہیں سب لکھنے بیٹھ گئی تو آنچل میں کمی ہو

کے لیے جگہ نہیں بچے گی۔

۳) دلچسپ سوال ہے جیسل کنارہ کنکری حور عین کو پڑھتے ہوئے ایک پل کو تو یوں لگا کہ میں حرف حرف خود کو پڑھ رہی ہوں اور کبھی نہال میں میرا عکس جھلکتا محسوس ہوتا۔ زندگی گلزار ہے کی کشف کو پڑھتے ہوئے اکثر محسوس ہوا جیسے میں مل چکی ہوں اس سے اور بھی بہت سے کردار ہیں جو مجھے کبھی اجنبی محسوس نہیں ہوتے جیسے "بھیگی پلکوں پر" کی پارس، "ٹوٹا ہوا تارا" کی اناء "مجھے ہے حکم اذاں" کا عباس حیدر سکندر۔

۴) میرا نہیں خیال کہ منفی کردار کسی کو بھی پسند ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ ان کے بغیر کہانی بھی مکمل نہیں ہوتی۔ مگر میں مثبت کردار کی ہی بات کروں گی۔ مجھے ہے حکم اذاں کا ابراہیم احمد اور زینب میرے پسندیدہ کردار ٹھہرے۔

۵) یہ کیا پوچھ لیا کوئی آسان سوال پوچھتیں تو۔

خدا گواہ کہ خوشیاں بہت ملیں مجھ کو
میں کیا کروں جو اداسی ہی دل کے اندر ہو

بہت سوچنے کے بعد کچھ یاد آئے گا شاید 18 اکتوبر 2014 کا دن جب میں اپنی سالگرہ کا کیک کاٹنے ہی والی تھی اور ساتھ ہی گجرات فون کیا تھا آپی سے بات کر رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اسامہ (بھائی) نے کہا دعا بھی مت کاٹنا میں دیکھتا ہوں کون ہے اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ ایک بک سائز کا لفافہ تھا اور وہ اس پر لکھا نام اونچی آواز میں پڑھ رہا تھا "محترمہ دعا ہاشمی صاحبہ" یعنی دل میں میرے شعر کو فرسٹ پرائز ملا تھا اور جب میں نے تاثر تھی کہ شہباز جو اس وقت سائن پر تھا بولا "دعا تم یوں بھی ہنس سکتی ہو پلیز یوں ہی ہنسا کرو" یا پھر شاید 14 فروری 2013 کا دن جب مما نے میرے لیے سرپرائز گفٹ پلان کیا تھا مجھے ریڈ ڈریس، جیولری، بیگ، شوز پرفیوم گفٹ کیا اور گھر میں وہی پہن کر ہنستی رہی تھی۔

۶) میرے خیال میں آنچل کے ٹائٹل امپروو کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ مارچ کے شمارے میں ماڈل گرل کی لپ اسٹک مجھے بے حد پسند آئی مگر آئی میک اپ بالکل پسند نہیں آیا۔

۷) بہنوں کی عدالت میں شاعروں کو بھی لایا جائے اور ساتھ میں تصاویر بھی شائع ہوں تو کیا ہی بات ہے۔ "آپ کی پسند" دوبارہ شروع کر دیا جائے اور صفحات تھوڑے بڑھا دیے جائیں۔

۸) کسی ایک رائٹر کا نام لینا تو زیادتی ہوگی میں تو نئی پرانی ہر رائٹر سے ملنے کی خواہش رکھتی ہوں جیسے میں اپنے پسندیدہ شاعروں کی ہر کتاب اپنے پاس اپنی بک شیلف پر دیکھنا چاہتی ہوں پھر بھی اقرا صغیر احمد، نمرہ احمد، عمیرہ احمد، نازیہ کنول نازی، مہ پارس گل، سمیرا شریف طور، عفت کوثر سردار سرفہرست ہیں۔

نیلم خان ..... ہری پور

السلام علیکم! سب سے پہلے میری طرف سے سب کو بہت بہت سویٹ سے بھی زیادہ میٹھی سی سالگرہ مبارک ہو۔ وقت تیز رفتاری سے گزرتا جا رہا ہے اور آنچل ماشاء اللہ سے بہار سے بھی زیادہ کھل رہا ہے اور ہم پر بھی اپنی خوشبوئیں بکھیر رہا ہے

۱) میرے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ سالگرہ نمبر کے دوران شائع ہونے والی تحریر "ڈیڑھ تولہ سونا" جو میرے ذہن میں نقش ہوئی ہے رشتوں کو دولت کے ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔ رشتے محبت خلوص اور دل سے بنائے جاتے ہیں سونے یا دولت سے خریدے نہیں جاتے۔ دولت تو ہاتھوں کی میل ہوتی ہے جو آج ایک کے پاس تو کل دوسرے کے پاس ہوتی ہے۔

۲) ایک پیراگراف جو میرے ذہن پر ثبت ہو گیا وہ ہے "چائے" جو شفیق الرحمان کی تحریر تھی جسے میں نے جلدی سے اپنی ڈائری کی زینت بنا ڈالا ان دنوں میں چائے بہت پیتی تھی اور یہ تحریر مجھے بہت پسند آئی اور بھی بہت سی تحریریں اچھی لگیں جو مختلف ناولوں سے لی گئی تھیں یاد رہ گئیں۔

۳) "میرے خواب مٹی کے گھر تھے" اس کہانی میں حنا کا کردار میں نے گرو وپیش میں دیکھا جبکہ اس طرح کی لڑکیاں اپنی اور اپنے والدین کی عزت کو داغدار کرتی ہیں جو کبھی خوش نہیں رہ سکتی۔

۴) اس سال منفی کردار "برف کے آنسو" میں سعید کا پسند آیا اور منفی کردار "کئی گرہیں" میں رمشا کا جس نے اپنی بہن جیسی مخلص اور پیار کرنے والی دوست کو دھوکا دیا۔

۵) میری زندگی کا وہ خوب صورت لمحہ آج بھی مجھے مسکرانے پر مجبور کرتا ہے جب ہمارے گھر پہلا موبائل فون آیا تو مجھے بات کرنا مشکل لگتا تھا اور میری دوست کا فون آیا تو میں سب کے سامنے بات کرنے کے بجائے اندھیرے کمرے کی طرف بھاگ گئی وہاں پر میں نے بات کی اور میرے گھر والے سب مجھ پر ہنسے اور اب میں خود بھی یہ سوچ کر مسکرا لیتی ہوں۔

۶) سال رواں میں سے مجھے فروری کے ٹائٹل نے متاثر کیا۔

۷) میں آنچل میں یہ تبدیلی چاہتی ہوں کہ لڑکیاں خود سے شعر لکھ کر بھیجیں جو معیاری ہوں وہ شامل کیے جائیں۔

۸) آنچل رائٹرز میں سے مجھے سب سے زیادہ نادیہ آپا سے ملنے کی شدید خواہش ہے۔

عزیزہ چیمہ، میرپور ۔ نیشنل

سب سے پہلے تو آنچل کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو دعا ہے اللہ اس کو اور زیادہ کامیابی نصیب کرے آمین۔

۱) برسوں یاد رہ جانے والی تحریریں بہت کم ہوتی ہیں جو ہمارے ذہن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی ہیں اور ایسی ہی ایک تحریر تھی "کرول مجید ایک خدا کو" جو سمیرا غزل زیدی کی تحریر تھی۔ میں رائٹرز کے نام بہت کم دیکھتی ہوں اور اگر دیکھوں تو بھی رائٹرز اور ناولز کے نام مجھے زیادہ دیر یاد نہیں رہتے اس لیے مجھے نہیں پتا کہ سمیرا غزل زیدی نے اس سے پہلے کون سے ناول لکھے یا لکھے بھی یا نہیں پر اب میں ان کا نام کبھی نہیں بھولوں گی کیونکہ اس ناول سے وہ میری فیورٹ رائٹر بن گئی ہیں ایسا ناول کہ جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے بہت ہی اچھا لکھا آپ کی یہ تحریر میں کبھی نہیں بھول سکتی آپ ہمیشہ ایسے ہی اچھے ناولز لکھتی رہیں اور ہم پڑھتے رہیں (میں اس ناول کے بارے میں آئینہ میں لکھنا چاہتی تھی پر لکھ نہیں پائی اس لیے اس سروے میں شامل ہو رہی ہوں)

۲) میں ڈائری میں جملے وغیرہ نہیں لکھتی بلکہ شاعری لکھتی ہوں باقی جملے تو بہت ہیں جو ذہن پر ثبت ہو جاتے ہیں "کرول مجید ایک خدا کو" اس کے بہت سے جملے ہیں کوئی ایک نہیں ہے اور "ٹوٹا ہوا تارا" کے بہت سے جملے جو ذہن پر ثبت ہو گئے ہیں اور میں نے ان کو ڈائری میں نہیں لکھا پر ان ناولز کے بہت سے اقتباس کے فیڈز بنا کر فیس بک پر پوسٹ کیے ہیں۔

۳) ایسا نہیں ہوا ابھی تک۔

۴) نادیہ مصطفیٰ، شہوار اور امیرہ کے کردار بہت اچھے لگے اور منفی کردار بھی پسند آتے ہیں کیونکہ کم سے کم مجھے وہ اچھے نہیں لگتے بس غصہ آتا ہے۔

۵) میری زندگی کا خوب صورت لمحہ وہ ہے جب میری بہنوں کے پیارے پیارے بچے آتے ہیں اور ان سے کھیلنا اور شرارتیں کرنا بہت اچھا لگتا ہے میری بہنوں کے بچوں میں میری جان ہے۔

۶) جب آنچل آتا ہے اسی وقت ٹائٹل دیکھتی ہوں اور اگر اچھا لگتا ہے تو کبھی ہوں بھی جب اگر اچھا نہیں لگتا تو بھی کہتی ہوں اچھا نہیں ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں رہتا کیونکہ میری بہنوں کے بچوں کے ہاتھوں بے چارا شہید ہو گیا ہوتا ہے۔

۷) کسی سلسلے میں نہیں بس یہ کہوں گی کہ افسانے کم شائع کیا کریں اور مکمل ناولز اور ناولٹ زیادہ شائع کیا کریں اور عمیرہ احمد اور مریم عزیز سے بھی آنچل کے لیے ناول لکھوائیں۔

۸) سمیرا شریف طور سے ملنے کی بہت خواہش ہے وہ میری فیورٹ رائٹر اور میری بہت اچھی دوست ہیں۔ میں نے سمیرا کو پچر میں دیکھا ہے آواز سنی ہے پر میں نے فیس ٹو فیس کبھی نہیں دیکھا کیونکہ وہ گوجرانوالہ میں رہتی ہیں اور میں قصور میں بہت دور ہیں ہم ایک دوسرے سے پر ہاں پاکستان میں ہی تو ہیں ان شاء اللہ کبھی نہ کبھی ملنے کی سمیرا۔ جہاں بھی رہو ہمیشہ خوش رہو اللہ آپ کو بہت سی کامیابیاں اور خوشیاں نصیب کرے آمین۔

صبا خان ۔ بہاولپور

السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں آنچل کے پورے اسٹاف کو کامیابی کا ایک اور سفر طے کرنے پر بہت بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ سچ میں یہ ایک ایسا خواتین کا ماہنامہ ہے جس میں بہت پراثر اور شاندار تحریریں پڑھنے کو ملتی ہیں جو ہماری زندگی میں مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں۔

۱) مجھے اس لحاظ سے کئی تحریریں یاد ہیں مگر سب سے زیادہ دسمبر 2014ء کے آنچل میں "آسمان تیری لحد پر" میرے لیے یادگار ہے جس میں مرحومہ فرحانہ ناز ملک کے انتقال پر تعزیت کے پیغامات نے دل پر بہت اثر کیا میں وہ جملے کبھی نہیں بھول سکتی۔

۲) اس طرح کے تو بہت سارے پیراگراف ہیں جو میری ڈائری کے زینت ہے جس میں آنچل میں لکھنے والی تمام رائٹرز کی تحریریں شامل ہیں۔ کچھ پڑھی مسعود جیسی کی طرح انسانی قلب کی دسعتوں تک پرواز کرتی ہیں۔

۳) ایسے تو بہت سارے کردار ہیں ویسے بھی ہماری رائٹرز جس طرح سچائی کی عکاسی کرتی ہیں اس لحاظ سے صدف آصف کے افسانے "دوسرا جنم" کی خلد زبت کو پڑھ کر مجھے اپنی ایک خالہ کی یاد آ گئی انہوں نے بھی زندگی دوسروں کی مدد کرتے ہی گزاری۔ اسی طرح نزہت وفا کے ناول "موہنی محبت" کی شرمین۔ سمیرا شریف طور کا "ٹوٹا ہوا تارا" کا ایزد اور صدف آصف کے ناول "زمین پر چاند اترا" کا کمال زد۔

۵) ایسے بہت سارے لمحے ہیں خاص طور پر جب میں اپنی امی کی گود میں سر رکھ کر لیٹتی ہوں۔

۶) نومبر 2014ء کے ٹائٹل کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔

۷) آنچل پڑھتے ہوئے مجھے بہت طویل وقت نہیں گزرا مگر اس کے ناول سارے سب اچھے ہیں۔ ابھی اچھی رائٹرز کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں۔ افسانے بہت اچھے لگتے ہیں خاص طور پر سمیرا شریف طور نازیہ کنول نازی حیا بخاری صدف آصف اور سباس گل جیسی اچھی رائٹرز کو پڑھنا چاہتی ہوں۔

۸) مجھے حیا بخاری اور صدف آصف بہت بہت پسند ہیں اور ان سے ملنے کی شدید خواہش ہے۔

میری دعا ہے کہ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے اور میں اپنے پیارے رائٹرز کو ایسے ہی پڑھتی رہوں آمین۔

فاخرہ گل
لال جوڑا

ریشم جیسی اس کی باتیں، ہوش اڑائے رکھتی ہیں
اس کی چاہت جون کے جیسی تپنے کو دل کرتا ہے
اس کے ساتھ چلوں تو من میں خواب سے جگنے لگتے ہیں
گجرے، پائل، چوڑیاں، مہندی رچنے کو دل کرتا ہے

کمرے سے اماں اور خالہ بی کی آوازیں ای سی جی پر موجود دل کی رفتار کی طرح کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی جارہی تھیں۔ سارقہ آپی کے جسم کا درجہ حرارت زندہ کبوتر کے پوٹے کی طرح گرم مگر دل دسمبر کی اوائل ہواؤں سا سرد ہو رہا تھا۔ ٹرے میں موجود بسکٹوں کی پلیٹ کے ساتھ رکھے دو خالی کپ چائے کی آمد کے منتظر تھے کہ چائے کے ہونے سے یقینی طور پر ان کی قدر و قیمت اور اہمیت میں اضافہ ہو جاتا اور تب چائے کے ابال آنے کے انتظار میں کھڑی سارقہ آپی نے جانے کیوں چائے کے ان خالی کپوں کو ہمارے معاشرے میں موجود لڑکیوں کی ذات سے تعبیر کرلیا کہ جب تک وہ اکیلی ہوں ان کے ساتھ کوئی بھی کسی بھی طرح کا رویہ اختیار کرتا ہے لیکن جس طرح کپ میں چائے ڈالتے ہی اس کی حفاظت، احتیاط اور اہمیت بڑھ جاتی ہے اسی طرح اگر ایک تنہا لڑکی کو بھی کسی کا ساتھ میسر ہو تو معاشرے کی نظر میں بھی اس کا مقام بڑھ جاتا ہے اور چائے سے بھرے کپ کی طرح اس کے ساتھ بھی محتاط رویہ اپنایا جاتا ہے۔

سارقہ آپی شاید مزید کچھ دیر تک اپنی ذات کا موازنہ دوسری مختلف چیزوں کے ساتھ بھی کرتیں مگر چائے کی خوش نما رنگت اور روایتی خوشبو کے باعث انہوں نے چولہا بند کیا، صافی سے دیگچی اٹھا کر چائے سامنے رکھے دونوں کپوں میں انڈیلی اور کپ دوبارہ ٹرے میں رکھ کر ساتھ والے کمرے میں اماں اور خالہ بی کے سامنے پیش کردی۔

"سلام خالہ!" چائے کا کپ خالہ بی کی طرف بڑھاتے ہوئے سارقہ آپی مسکرائیں تو خالہ بی نے اپنی نظروں سے امنڈتا رحم ترس اور بے چارگی ہونٹوں پر آئی مسکراہٹ تلے چھپالی۔

"وعلیکم السلام خالہ کی جان، کیا حال ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے، سب ٹھیک ہے۔" سارقہ آپی نے ایک کپ اماں کو دیا اور مسکرائیں۔

"کہاں سب ٹھیک ہے؟" اماں نے اسی لمحے سارقہ آپی کے لفظوں کی تردید کی۔

"پتہ نہیں کیا بات ہے، بہن وزن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے، رنگت صاف ہے تو یہ حلقے ایک دم نظر آتے ہیں۔ میں تو پوچھ پوچھ کر تھک گئی کہ آخر پریشانی کیا ہے، جو یہ اندر ہی اندر گھلتی جارہی ہے مگر وہی کچھ نہیں۔"

"کیا بات ہے بیٹا، مجھے بتاؤ۔"

"ارے نہیں خالہ، ایسی کوئی بات نہیں، اماں تو بس ویسے ہی پریشان ہو جاتی ہیں، ورنہ میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس کی آسودہ سی دھیمی مسکراہٹ کے پیچھے جانے کیوں خالہ کو بھی عاشورہ کی فضا پھیلی محسوس ہوتی تھی۔

"کیوں رخسانہ، بتاؤ پھر کیا جواب دوں لڑکے والوں کو؟" سارقہ آپی کے جانے کے بعد چائے کا گھونٹ لے کر خالہ اب پوری طرح اماں کی طرف متوجہ تھیں۔

"جواب کیا دینا ہے بہن...... لڑکا تو اچھا ہے، نوکری بھی اچھی ہے لیکن......"

"لیکن اور کیا چاہیے تمہیں؟" خالہ حیران ہوئی تھیں، کیونکہ یہ رشتہ ان کی دانست میں سارقہ آپی کے لیے ہر لحاظ

سے بہترین تھا۔

"ہماری ذات برادری کا نہیں ہے......اور تمہیں تو پتہ ہے کہ ہم باہر رشتہ نہیں کرتے' بیٹا ہوتو چلو پھر بھی گنجائش نکل آتی ہے' کر بھی دیں تو کوئی مسئلہ نہیں' لیکن آج تک ہمارے خاندان میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے اپنی بہن بیٹی کو برادری یا ذات سے باہر بیاہ ہو۔" اماں نے دونوں ہاتھوں میں کپ تھام کر اس کی حدت محسوس کی۔

"ارے واہ یہ کیا منطق ہوئی بھلا؟ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور تم......"

"دنیا سے مجھے کیا مطلب' بہن' لیکن ہمارے خاندان کی ریت نہیں ہے یہ۔" اماں نے بے چارگی ظاہر کی۔

"دنیا سے مطلب کیسے نہیں؟ اسی دنیا میں رہنا ہے ناں' تو یہ دیکھو کہ دنیا میں کیا کچھ ہورہا ہے۔ اب تو لوگ بغیر دیکھے ٹیلی فون پر نکاح پڑھوا دیتے ہیں اور بعض اوقات تو بیرون ملک تک بھجوا دیتے ہیں اور تم ہو کہ......"

"تمہاری سب باتیں ٹھیک ہوں' لیکن یہ بھی تو سوچو کہ طعنے تشنے بھی تو اسی دنیا کے لوگ دیتے ہیں ناں پھر بعد میں۔"

"سوچ لو رخسانہ....." خالہ نے کپ خالی کرکے واپس میز پہ رکھا۔

"تمہاری دونوں بیٹیاں ماشاء اللہ گوری چٹی ہیں' خوب صورت اور سلیقے والی ہیں۔ آج لوگ تمہاری بیٹیوں کو ایک نظر دیکھ کر رشتہ بھیج دیتے ہیں' دو چار سال مزید گزر گئے ناں تو کوئی ایک نظر بھی نہیں ڈالے گا ان پر۔" خالہ نے بغیر کسی لگی لپٹی کے ایک تلخ حقیقت بیان کرتے ہوئے کہا کہ شاید اماں پر ان لفظوں کا کچھ اثر ہو جو مستقبل قریب کی ایک بھیانک تصویر کی ہلکی سی جھلک دکھا رہے تھے مگر اماں نے شاید کچھ بھی نہ سمجھ لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

"چھوڑو بہن! یوں کہو کہ تمہارے پاس اب اچھے رشتوں کی کمی ہوگئی ہے۔ ہاں اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک اپنے فائز کو ہی بیاہ لیتیں۔"

"چلو بھئی جو تم سمجھو میرا تو فرض تھا تمہیں سمجھانا۔" خالہ کو اماں کی بات ناگوار گزری۔

"معاف کرنا خالہ' لیکن ہمارے گھر میں جہیز کو پھپھوندی تھوڑی لگ رہی ہے جو جلد بازی میں بیٹیاں رخصت کردوں ارے چار سال بھی لگ جائیں تو خیر ہے۔ ہمیں کوئی جلدی نہیں۔"

"جو تمہاری مرضی۔" خالہ نے ہلکے سبز رنگ کی بڑی سی چادر سر پر ٹھیک طریقے سے جمائی۔

"آج کے دور میں اگر بیٹیوں کو جلد از جلد عزت و آبرو کے ساتھ نیک رشتے مل جائیں ناں تو سمجھو کہ آدھی جنت والدین کو اسی دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔"

"بس دعا کرنا تم بھی کہ میری بیٹیوں کو بھی ایسے اچھے رشتے ملیں جو ہماری ہی ذات برادری سے ہوں' تو میں بھی سمجھوں گی کہ مجھے بھی آدھی جنت نصیب ہوگئی۔" تاسف سے گردن ہلاتے ہوئے خالہ نے محسوس کیا کہ اماں پر ان کی کہی گئی کسی بھی بات کا کوئی اثر نہیں ہورہا تو خاموش ہوگئیں گو کہ انہوں نے فائز کو تاکید کرکے کہا تھا کہ انہیں لے جائے مگر اب مزید اماں کے پاس بیٹھنا ان کے لیے ممکن نہ تھا سو چپ چاپ اٹھ کر ان کے گھر سے نکل آئیں۔

O......●O●......O

مشعل ابھی تک کالج سے واپس نہیں آئی تھی اور اس کے آنے سے پہلے تک اگر کھانا تیار نہ ہوتا تو پھر سارا محلہ اس کے بھوکے ہونے کے بارے میں جان جاتا۔ اسی لیے سارقہ آپی ہمیشہ اس کے آنے تک کھانا تیار کرکے رکھتیں' روٹی البتہ اس کے آنے پر گرما گرم ہی پکائی جاتی۔ آج بھی خالہ جی کو چائے دینے کے فوراً بعد وہ دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف ہوگئی تھی۔ ارادہ تھا کہ کچھ دیر بعد جاکر خالہ کے پاس بیٹھے گی مگر ابھی اس نے فریج سے گاجریں اور بینگن نکال کر رکھی ہی تھیں کہ اماں چائے کی ٹرے لیے خود ہی کچن میں آگئیں۔

"اماں! میں لے لیتی برتن آپ کیوں اٹھا کر آئیں؟" سارقہ آپی نے برتن ان کے ہاتھ سے لے کر سنک میں رکھے اور پلیٹ میں موجود بسکٹ ایئر ٹائٹ جار میں ڈال

کرا سے واپس کیبنٹ میں رکھ کر اماں کی طرف دیکھا۔
"میں بھی تو وہاں اکیلی ہی بیٹھی تھی ناں' سوچا تمہارے پاس جاکر بیٹھوں۔" موڑھا کھسکا کر وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔
"اکیلی لیکن خالہ کہاں گئیں؟" سارقہ آپی کی حیرت بجاتھی کیونکہ وہ جانتی تھی آج فائزہ نے انہیں لینے آنا تھا اور خاص طور پر فائزہ ہی کے لیے وہ جلدی جلدی گاجر کا حلوہ بنانا چاہتی تھی کیونکہ مشعل کے لیے تو آج بینگن کا بھرتہ ہی بہت تھا۔ اس کو آگ پر سینکے ہوئے آلوؤں کے ساتھ بینگن کا بھرتہ اتنا پسند تھا کہ پھر کسی اور چیز کی طرف نظر نہیں اٹھاتی' سوچا تھا کہ کھانا پکا ہوگا تو اس بہانے خالہ کو بھی کچھ دیر روک لے گی اور فائزہ کو بھی گھڑی دو گھڑی دیکھ لیتی کہ دل کو قرار ملتا۔
"چلی گئیں..... جب تک اس محلے میں رہی اپنی سگی بہنوں کی طرح سمجھا' چاہا اور برتا لیکن جانتی بھی ہے کہ ہماری برادری میں آج تک کسی نے بیٹیوں کا باہر رشتہ نہیں کیا' ایسے ایسے مشورے دیتی ہے کہ سب خاندان والے میرے منہ پر تھوتھو کریں۔" اپنی ہی رو میں تفصیلات بتاتے ہوئے اماں نے گاجریں چھیلنا شروع کیں۔
"لیکن ایسا کیا کہہ دیا انہوں نے۔" دھیمے لہجے میں سارقہ آپی نے انہیں گاجریں چھیلتا دیکھ کر پوچھا۔
"کہنا کیا تھا..... ارے غیروں کے رشتے دکھاتی رہتی ہے اور کیا۔"
"اماں ..... وہ کوئی رشتے کروانے والی بوا تو نہیں ہیں ناں' بس آپ کی ہمدردی میں ہی....."
"نہیں چاہیے اسکی ہمدردی....." اماں نے نخوت سے کہا اور بدستور بڑی بے دردی سے گاجریں چھیلتی رہیں۔ جانے کیوں سارقہ آپی کو لگ رہا تھا جیسے گاجروں کی جگہ ان کے ہاتھ میں سارقہ آپی کا دل ہے..... چپ چاپ کھلائی آنکھوں میں آنسوؤں کا ہلکا سا تیرا پھیلنے لگا' لیکن آنسو نہیں بلکہ وہ آنسو جنہیں بہاؤ کا راستہ نہ ملے تو بڑی شدت سے حلق میں اترا کرتے ہیں سو ان کا مسکن آنکھوں سے ہوکر رخسار نہیں بلکہ حلق سے ہوکر دل تھا اور ویسے بھی آنسوؤں کا بے شک کوئی وزن نہیں ہوتا لیکن اگر یہ بہہ نکلیں تو دل ہلکا پھلکا ہوجاتا ہے' بصورت دیگر دل پر ایک بوجھ کی صورت اٹھتے بیٹھتے اپنے ہونے کا احساس دلائے رکھتے ہیں۔
"خود اپنی بیٹیوں کی تو کسی کی سندھی سے شادی کردی تو کسی کی پٹھان سے' ذرا لاج نہ آئی کہ لوگ کیا کہیں گے..... لیکن نہیں بھئی وہ تو اٹھتے بیٹھتے دامادوں اور سمدھیوں کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی اسے بھلا کسی کی کیا پروا۔" اماں نے بات کرتے ہوئے سارقہ آپی کو دیکھا جو ان کی طرف پشت کیے چائے کے برتن دھو رہی تھیں۔ اماں کا خیال تھا کہ شاید وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کچھ کہیں گی لیکن ایسا نہ ہوا۔ اسی دوران باہر کا دروازہ ہلکا سا بجا اور پڑوس سے دس سالہ بلال سیدھا کچن میں آپہنچا۔
"آنٹی امی کہہ رہی ہیں سندس آپی کا رشتہ دیکھنے جانا ہے آپ کو یاد ہے ناں؟"
"ارے کہاں....." اماں نے ماتھے پہ ہاتھ مارا اور عجلت میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"اچھا ہوا یاد دلا دیا' بس میں آدھے گھنٹے میں آرہی ہوں۔"
"جی اچھا۔" بلال گردن ہلا کر واپس پلٹا تو اماں نے گاجریں اور چھری پرے رکھی اور کچن سے نکلتے ہوئے ایک بار پھر مڑیں۔
"آج بینگن پکا رہی ہو یا گاجر؟"
"بینگن آلو پکاؤں گی امی' گاجریں کاٹ کر فریج میں رکھنی ہیں کل جلدی سالن پک جائے گا۔" گاجر کے حلوے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے سارقہ آپی نے بتایا تو اماں گردن ہلاتی کچن سے نکل گئیں۔

O......●O●......O

فروری کی خوب صورت اور چمک دار دھوپ میں بس کے انتظار میں کھڑا ہونا مشعل کو ہرگز برا معلوم نہیں ہو رہا تھا اور ویسے بھی یہ کوئی پہلی مرتبہ نہیں تھا کہ اسے بس کے انتظار

میں گھنٹہ بھر انتظار کرنا پڑا ہو۔ جب بھی وہ موج مستی میں آ کر دوستوں کے ساتھ گپ بازی کرتے ہوئے ذرا تاخیر سے کالج سے نکلتی بس جا چکی ہوتی اور نتیجتاً اسے گپ شپ کا خمیازہ دیر تک اسٹاپ پر کھڑے ہونے کی صورت میں بھگتنا پڑتا۔ آج بھی وہ پچھلے پندرہ منٹ سے بس کے انتظار میں کھڑی تھی جب ایک موٹر سائیکل عین اس کے سامنے سے گزر کر پھر پلٹ کر اس کے سامنے آ رکی۔

"کیا بات ہے! بس نہیں آئی ابھی تک؟"

"ارے فائز بھائی آپ؟" ایک خوش گوار حیرت نے لمحہ بھر میں مشعل کے اردگرد ہالہ بنا دیا۔

"میں بھی تمہارے ہی گھر جا رہا ہوں امی کو لینے۔" اردگرد کھڑے لوگوں کے تجسس اور سوالیہ نظروں سے بچنے کی خاطر وہ فوراً ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور موٹر سائیکل سڑک کو اپنے دونوں پہیوں تلے روندنے لگی۔

"کیا خالہ آج ہمارے گھر آئی ہوئی ہیں؟" تیز ہوا کے ساتھ اڑتے دوپٹے کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے مشعل نے پوچھا۔

"ہاں کہہ رہی تھیں کہ کوئی کام ہے میں نے پوچھا تو ٹال دیا۔ بس اتنا کہنے لگیں کہ دوپہر کو آفس سے جاتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لے لینا۔ تمہارے آنے تک میں وہیں ہوں گی۔" فائز نے مکمل تفصیل سے جواب دیا تو مشعل سوچنے لگی کہ ایسا کون سا کام ہوسکتا ہے جس کے لیے آج خالہ پھر آئی ہوئی ہیں کیونکہ پچھلی مرتبہ جب وہ سارقہ آپی کے لیے ایک رشتہ لائی تھیں تو اماں اور ان میں اچھی خاصی جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔

"یعنی آپ صرف خالہ کو لینے گھر جا رہے ہیں اگر وہ نہ آئیں تو آپ تو برسوں تک ہمیں چہرہ ہی نہ دکھائیں۔" مشعل نے یونہی ایک سرسری سی بات کی تھی مگر اس کی معمولی سی بے معنی بات نے فائز کے دل میں تو جیسے بھنور پیدا کر دیے تھے اور وہ اسے کیا بتاتا کہ وہ تو بس سارقہ کو ایک نظر دیکھ لینے کی خواہش دل میں لیے وہاں چلا جا رہا تھا ورنہ وہ صاف لفظوں میں امی کو منع کر دیتا لیکن وہ تو خود

منتظر رہتا تھا کہ کب کوئی ایسا وسیلہ ملے جس کے ذریعے وہ چند لمحے سارقہ کو جاگتی آنکھوں سے دیکھ سکتا ایک بے ضرر اور سادہ لڑکی جو شاید نہیں جانتی تھی کہ وہ ایک وقت میں دو زندگیاں جی رہی تھی۔ ایک وہ جو ظاہری طور پر دنیا والوں کے سامنے وقت گزار رہی ہے اور دوسری وہ جو ہر لحظہ اس کے دل کے اندر اس کی سنگت میں جی رہی ہے۔

اور تب فائز کا دل چاہا کہ بس فوراً ہی سارقہ کو اپنے سامنے بٹھا کر دل کی ہر وہ بات کہہ دے جو وہ تنہائی میں کتنی ہی مرتبہ اسے کہہ چکا تھا۔ وہ یہ بھی محسوس کر چکا تھا کہ یہ آگ یک طرفہ نہیں ہے باوجود اس کے کہ وہ محلہ، گلیاں اور گھر سب اب ایک خواب بن کر رہ گیا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہاں کی گلیاں، گھر تو ایک طرف فائز کو تو وہاں کے در و دیوار سے بھی عشق ہو گیا تھا۔ وہ گلیاں جہاں سے سارقہ کا گزر ہوتا ہوگا، وہ گھر جہاں وہ سارا دن رہتی ہے اور باتیں جو یقیناً وہ مشعل سے کرتی ہوگی، یہ سب اسے یوں اپنی محبت بھری گرفت میں جکڑیں گی اس بات کا اندازہ فائز کو اپنا محلہ بدلنے تک ہرگز نہیں تھا ورنہ شاید وہ ڈٹ جاتا اور کبھی ان در و دیوار سے دور نہ ہوتا جن میں سارقہ کے ہونے کا احساس اور اس کی خوش بو رچی بسی تھی۔

O......●O●......O

اماں اپنی دوست کی بیٹی کا رشتہ دیکھنے گئیں تو کھانا پکا کر سارقہ آپی صحن میں پھیلی خوب صورت دھوپ میں چارپائی بچھا کر چہرے پر ہلکا سا دوپٹہ لیے لیٹ گئی۔ مشعل کے گھر آنے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا سو خاموشی سے لیٹتے ہی ان کے ذہن میں فائز کی مسکراتی آنکھیں بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے ہونے کا احساس دلانے لگیں، گھبرا کر انہوں نے چہرے سے دوپٹہ ہٹایا اور کروٹ لی۔

فائز خالہ بی کا اکلوتا بیٹا تھا جو ان کی تین بیٹیوں کے بعد پیدا ہوا۔ اماں اور خالہ بی کا شروع سے ہی بہناپا تھا اسی وجہ سے دونوں گھروں میں سارا دن آمد و رفت لگی رہتی، کبھی کھانوں کے تبادلے ہوئے تو کبھی چائے بنا کر مدعو کر لیا جاتا۔ اکٹھے بیٹھ کر ڈرامے دیکھا کرتے اور دیر تک اخبارات میں لکھے کالموں پر اپنی اپنی رائے کا اظہار بھی کیا جاتا۔ خالہ بی کی تینوں بیٹیاں بڑی تھیں۔ البتہ فائز، سارقہ آپی کا ہم عمر اور مشعل دونوں گھرانوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ اس کے باوجود جب سب ساتھ بیٹھا کرتے تو بڑے چھوٹے کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتا۔ ایک ہی محلے میں ہوتے ہوئے دوسرے کو چاہنے لگے کچھ پتہ ہی نہ چلا، سوچنے پر ایسا معلوم ہوتا کہ گویا پہلے روز سے خواہ وہ بچپن کا ہی زمانہ کیوں نہ ہو دونوں کے درمیان محبت کا ایک خوب صورت سا تعلق تھا۔ ادھر ذرا دنیا والوں کی نظر پڑی ادھر وہ دھڑا دھڑ رشتے آنا شروع ہوئے کہ اماں کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ یوں بھی اکیلی تھیں شوہر کا ساتھ تو تھا نہیں کہ اچھا برا اصلاح مشورہ ہی کرتیں، سو بڑی سہولت سے ایک ایک کر کے سب کو لوٹاتی رہیں۔ ان کے اس عمل سے فائز اور سارقہ آپی دونوں کے دلوں میں ڈھارس بندھ گئی تھی۔ خود خالہ بی کا خیال تھا کہ سارقہ ان کے علاوہ اور کسی کی بہو نہیں بنے گی اور گمان یہی تھا کہ تمام رشتوں کو انکار کرنا شاید اسی وجہ سے ہی تھا کہ خود اماں بھی فائز کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کر چکی تھیں۔

عقدہ کھلا تو تب کہ جب خالہ بی نے اپنی تینوں بیٹیوں کی شادیاں کیے بعد دیگرے مختلف قسم کی قومیتوں میں بغیر ذات برادری رنگ نسل کے فرق کے صرف اور صرف ان کے برسر روزگار ہونے اور اچھے کردار کے حامل ہونے کی بنا پر کر دیں۔ یہ بات اماں کے لیے بے حد ناگوار تھی اور اس کا اظہار بھی انہوں نے واشگاف الفاظ میں کیا تھا۔

"ارے کچھ تو انسان کو اپنی شناخت رکھنی چاہیے کسی خوشی غمی میں تمہاری بیٹیاں اپنے سسرال والوں کے ساتھ آئیں گی تو تمہارا گھر، گھر نہیں ریلوے اسٹیشن لگا کرے گا جہاں پر دو تین لوگ بیٹھ کر اپنی ہی زبان بول رہے ہوں گے۔"

"کیا مسلمان ہونے کے علاوہ بھی کسی شناخت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے تمہاری نظر میں؟ میں تو سچ کہہ رہی ہوں رخسانہ اگر میری بیٹیوں کے لیے ملک کے کسی بھی کونے سے نیک اور برسر روزگار رشتہ آتا تو میں بھی

منع نہ کرتی۔"

"اور تمہارے خاندان والے ان کے طعنے کیسے سہو گی تم؟" اماں نے جذباتی وار کیا مگر خالہ بی ان کی تمام باتوں کے لیے پہلے سے تیار تھیں یا شاید وہ اماں کی ذہنیت جانتی تھیں ورنہ انہیں اندازہ تھا کہ وہ یہ سب کچھ ضرور کہیں گی۔

"میں ایسے خاندان کو نہیں مانتی جو دکھ درد میں سہارا دینے کے لیے تو غائب ہو اور طعنے دینے کے لیے سب سے آگے نظر آئے...... اس وقت کہاں تھے یہی خاندان والے جب فائز کے ابا کے بعد میں نے کپڑے سلائی کر کے اپنے بچوں کو پالا اور اس وقت میری کیا مدد کریں گے یہی خاندان والے جب ان کے طعنوں کے خوف سے میں اپنی بیٹیوں کے لیے آنے والے ہر اچھے رشتے کو صرف اور صرف ان کو راضی رکھنے کے لیے انکار کردوں اور جب میری بیٹیوں کے سر میں چاندی چمکنے لگے گی ناں تو یہی خاندان والے اس وقت بھی طعنے دیں گے۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن۔" اماں نے انہیں سمجھانا چاہا مگر وہ اس وقت کچھ بھی سننا نہیں چاہتی تھیں۔

"اور بالفرض اگر میں انہی خاندان والوں کے معیار کے رشتوں کے انتظار میں خود اس دنیا سے چلی جاؤں تو میں حلف اٹھا سکتی ہوں کہ پھر بھی میری بچیوں کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ آتے جاتے میرے نام کے طعنے ضرور سنا دیں گے کہ آخر میں نے آج تک جوان بچیوں کا کچھ بھی کیوں نہ سوچا۔"

"کچھ بھی ہو خاندان برادری سے کٹ کر بھی تو زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے ناں۔" اماں کے ذہن میں خاندان برادری کی جو عظمت موجود تھی اس سے وہ قطعی طور پر پیچھے ہٹنا نہیں چاہ رہی تھیں بلکہ ارادہ یہ ہی تھا کہ خالہ کو بھی قائل کرلیں مگر اس محاذ پر ان کی ناکامی صاف نظر آرہی تھی کہ خالہ کی نظر میں اچھے رشتے کا معیار ذات برادری کے بجائے شرافت اور باوقار روزگار تھا۔

"تم جانتی تو ہو کہ میں تو ان کے ساتھ بھی بنانے کی کوشش کرتی ہوں جو مجھ سے دور بھاگنا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے بے فکر رہو میں اپنے خاندان سے کبھی الگ نہیں ہوں گی۔ مہینہ باتیں کریں گے دو مہینہ تک کرلیں گے زیادہ سے زیادہ سال بھر موضوع گفتگو رکھیں گے پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ انہیں کوئی اور موضوع مل جائے گا اور سب اس کی طرف متوجہ ہوجائیں گے لیکن اگر یہ رشتے اللہ کی مدد سے اچھے رہے تو ایک دو مہینہ یا سال بھر نہیں ساری زندگی خوش رہیں گی میری بچیاں۔"

اور تب چار و ناچار اماں کو خاموش ہونا ہی پڑا تھا باوجود اس کے کہ وہ ان کی منطق سے بالکل بھی متفق نہ تھیں اور بے شک اب خالہ کی بیٹیاں اپنے سسرال میں میاں اور بچوں کے ساتھ ایک کامیاب زندگی گزار رہی تھیں مگر جب بھی اماں کو موقع ملتا بات کرنے سے نہ چوکتیں۔ ابھی سارقہ آپی انہی پرانی باتوں میں کھوئی ہوئی دروازے کی طرف رخ کیے تپتی دھوپ کا بخشا گیا سرور سمیٹ رہی تھیں انہیں محسوس ہی نہیں ہوا کہ کب فائز نے دستک دی اور کھلے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی سامنے سارقہ کو لیٹا دیکھ کر وہیں ٹھٹک کر رک گیا۔

فائز کو محسوس ہوا تھا کہ فروری کی دھوپ کس قدر سحر انگیز اور جذبات میں شور مچا دینے والی ہوتی ہے اور خاص کر وہاں دھوپ سینکتی ایک سارقہ بھی ہو..... گو کہ سارقہ آپی کی آنکھیں بند تھیں لیکن فائز کو لگا کہ اگر ان کے علم میں لائے بغیر وہ ایک قدم بھی ان کی جانب بڑھا تو یہ کہیں بے ادبی کے زمرے میں نہ آجائے فائز کی زندگی سارقہ سے پہلے کسی بھی قسم کے عشق کے تجربے سے خالی تھی اور شاید یہی وجہ تھی یا سارقہ کی کم گو فطرت کا رعب کہ فائز اظہار محبت کرنے سے بھی قاصر تھا۔ پہلی محبت تو یوں بھی کانچ کے خوب صورت اور قیمتی برتن کی طرح سینت سینت کر رکھی جاتی ہے سو فائز کا رویہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

کبھی دل چاہتا کہ یونہی ٹکٹکی باندھے بس دیکھتا ہی رہے اور کبھی سوچتا کہ محبت کا وہ طوفان جو سپر سونک اسپیڈ کے ساتھ اس کے دل میں امڈ رہا ہے اس سے سارقہ کو بھی آگاہ کیا جائے۔

فائز اس وقت حدود میں قید آزاد فضاؤں کا متلاشی وہ پرندہ تھا جو محبت کے پنجرے میں قید تھا اور آزاد فضاؤں کی چاہ دل میں لیے بڑی حسرت سے ان پر ٹکٹکی جمائے ہوئے تھا۔ اسی دوران باہر گلی میں کسی سے گپ شپ کرتی مشعل بھی اندر آ گئی اور فائز کو اب تک وہیں دروازے کے پاس کھڑے دیکھ کر چونک گئی۔

"ارے فائز بھائی آپ ابھی تک یہیں کیوں کھڑے ہیں؟" مشعل کی آواز پر سارقہ نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور یوں ایک دم خلاف توقع فائز کو سامنے دیکھ کر بوکھلا گئی۔ کیونکہ خالہ بی کے چلے جانے کے بعد اب تو ی خیال یہی تھا کہ فائز بھی نہیں آئے گا۔

"وہ دراصل میں سمجھا سارقہ سو رہی ہے اس لیے جگانا مناسب خیال نہیں کیا۔" کاش سارقہ بتا سکتی کہ وہ تو اسی کے خیالات میں آنکھیں بند کیے ہوئے تھی لیکن کچھ بھی کہنے کے بجائے اپنا دوپٹہ سنبھالتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ کبھی کبھار تو وہ سوچا کرتی کہ شاید فائز کے لیے ان کے جذبات یک طرفہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج تک فائز نے کبھی بھی اس جذبے کو لفظوں کا پیراہن نہیں بخشا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے فائز کی بولتی آنکھیں بڑی خاموشی سے وہ سب پیغام پہنچا جاتیں جن کے خواب سارقہ نے بہت پہلے سے دیکھ رکھے تھے۔

"میں تو جاگ رہی تھی...... بس ویسے ہی دھوپ میں لیٹ گئی۔" سارقہ نے دوپٹہ اپنے گرد لپیٹا اور بات ختم کر کے کچن میں چلی آئی۔

"آپ آپی کے پاس بیٹھیں میں کپڑے چینج کر کے ابھی آئی۔" مشعل نے کہا تو فائز گردن ہلا کر کچن کی طرف بڑھ گیا جہاں سارقہ آٹا نکال کر چولہا جلا رہی تھی۔ فائز کو اندر آتے دیکھا تو موسم کے سرد ہونے کا احساس یکبارگی بڑھ گیا۔ خود فائز نے بھی یوں سارقہ کو چونکتا اور اپنے میں سمٹتا محسوس کیا تو وضاحت دیتے ہوئے بولا۔

"دراصل مشعل نے کہا کہ میں اس کے آنے تک یہاں بیٹھوں۔" کرسی کھینچ کر وہ اب بڑے سکون سے ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

"خالہ تو جلدی چلی گئی تھیں اور اماں بھی کہیں کام سے گئی ہوئی ہیں۔" بظاہر خود کو مصروف ظاہر کرتی سارقہ کا مکمل دھیان پیچھے بیٹھے فائز کی طرف تھا اور یہ بھی اچھا تھا کہ اس وقت روٹی پکانی تھی ورنہ جذبات کو چہرے پر آنے سے روکنا بھلا سارقہ کے لیے کیسے ممکن ہوتا جبکہ ان کی خوب صورت سفید رنگت اس وقت سرخی مائل ہو چکی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ امی آج صرف آدھ پون گھنٹہ ہی بیٹھی تھیں اور تم اس وقت گھر پر اکیلی ہو۔"

"سارقہ......" فائز نے دھیرے سے کہا تو سارقہ کا روٹی بیلتا ہوا ہاتھ وہیں رک کر رہ گیا۔ کسی ایسے شخص کے منہ سے اپنا نام سننا جسے ہمارے دل و دماغ نے دنیا والوں سے الگ کوئی بہت ہی اونچا درجہ دے رکھا ہو اس قدر انوکھا اور خوب صورت احساس ہوتا ہے یہ سارقہ کو آج محسوس ہوا تھا اور بے اختیار دل چاہا کہ وہ اسی طرح محبت بھرے انداز میں انہیں پکارتا رہے اور ان کی سماعتیں اس درجہ سکون سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔

"جی......" وہی مختصر سا مخصوص انداز نہ استفسار نہ ایجاب نہ پسندیدگی کا عنصر نہ ہی تجسس۔ فائز نے سارقہ کا ہاتھ ایک دم رکتا محسوس کیا تھا۔ چند لمحے پہلے دونوں کلائیوں میں موجود آدھی آدھی درجن چوڑیوں کی ہلکی پھلکی کھنک جو بیلن کی متوازی رفتار سے فضا میں بکھر رہی تھی اب ایک دم خاموش ہو گئی تھی گھر میں پہنے جانے والی سیاہ چپل میں خوب صورت دودھیا پاؤں نظر آ رہے تھے۔

"اگر میں کہوں کہ میں امی کو لینے یا خالہ سے ملنے نہیں بلکہ......" فائز نے لمحہ بھر رک کر جملہ مکمل کرنے نہ کرنے کے متعلق سوچا تو کچن میں اس قدر خاموشی ہو گئی کہ دونوں کے سانس لینے کی آواز تک بخوبی محسوس کی جا سکتی تھی۔ اور بس وہی لمحہ فیصلے کا تھا۔

"صرف اور صرف تمہیں دیکھنے اور تمہاری آواز سننے کے لیے آیا ہوں تو......" خلاف توقع سارقہ نے انہی پیروں پر گھوم کر فائز کو دیکھا۔ خوب صورت اجلی

آنکھیں...... اداس ہوتے ہوئے بھی ہلکا ہلکا مسکرا دینے والی آنکھیں فائز کو لگا جیسے سارقہ کی آنکھیں اس کے چہرے پر چسپاں ہوگئیں نتیجتاً ان کا دل ان آنکھوں کو قریب سے دیکھنے کی ایسی شدید تمنا کرنے لگا کہ وہ میکانکی انداز میں بس بولتا چلا گیا۔

"یہ سچ ہے سارقہ...... اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بھی میرا انتظار کرتی ہو مجھے دیکھنے کے لیے لمحے گنا کرتی ہو کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر میں تمہیں اس قدر سچے دل سے چاہتا ہوں تو اس کی وجہ ہم دونوں کے دلوں کا آپس میں رابطہ ہونا بھی ہے۔" سارقہ نے کب پلکیں جھکائیں پتا ہی نہ چلا سانس بھی لے رہی تھی کہ نہیں انہیں یاد ہی کب تھا احساس تھا تو اتنا کہ وہ جذبے جسے وہ تنہائی میں خود سے بھی مخفی رکھنے کی کوشش کرتی تھیں وہ کسی طرح سارے بند توڑ کر فائز کے دل تک جا پہنچا تھا...... گوکہ دونوں میں لامحدود فاصلے تھے اور خود فائز کے منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکلی تھی جس سے سارقہ کے دل میں کوئی امید جاگتی اور فائز کی حالت ایسی ہی تھی کہ کوئی ناتجربہ کار بندوق کی لبلبی پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہو اور بندوق داغنے کی ہمت نہ ہو... مگر آج آخرکار بندوق کی لبلبی پر خود بخود بوجھ پڑ گیا تھا اور اب درمیان میں لفظوں کا کوئی حجاب باقی نہ رہا تھا۔ فائز کی جانب سے شدت کا اقرار تھا تو سارقہ کی طرف سے شدت کا انکسار... !

فائز کی خواہش تھی کہ وہ بھی ایسے تمام الفاظ اپنے کانوں سے سنے جو اس کی آنکھوں نے سارقہ کے چہرے پر بکھرتے دیکھے لیکن فی الحال شاید ایسا کچھ ممکن نظر نہ آتا تھا اسی دوران مشعل نے کچن میں قدم رکھا تو سارقہ کے چہرے پر بکھرے قوس قزح کے سارے رنگ دیکھ کر کچھ بجھی اور کچھ الجھی کیفیت میں فائز کے سامنے آ بیٹھی۔

سارقہ اب ایک بار پھر رخ موڑے روٹی پکا رہی تھی اور کمرے میں ان کی چوڑیاں کچھ دیر پہلے ہونے والی کہانی بیان کر رہی تھیں۔

فائز کے چہرے پر اترتا سکون اور آنکھوں کی شگفتگی اس قدر بھلی معلوم ہو رہی تھی کہ مشعل نے جتنی مرتبہ بھی کچھ کہنے کا ارادہ کیا اسے اپنے الفاظ بے معنی اور فضول لگنے لگے اور یہ پہلا موقع تھا کہ ان تینوں نے اکا دکا رسمی جملوں کے علاوہ اتنی خاموشی سے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھایا آنکھوں کی آنکھوں سے ہوتی گفتگو اس قدر معنی خیز اور دلچسپ تھی کہ مشعل کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی۔

○......●○●......○

اماں شام کی رخصت ہوتی دھوپ کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تھیں مشعل اور سارقہ دونوں ہی فوراً ان کے پاس آ بیٹھیں تھیں۔ وہ عجیب بجھی بجھی اور اداس لگ رہی تھیں۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد جانے دماغ میں کیا آئی کہ سلائی مشین کے ڈبے میں رکھی چابی نکال کر بڑے سے صندوق کا تالا کھولنے لگیں۔ مشعل کو ان کی اس بات سے بے حد حیرت تھی اور کچھ وہ بولنے میں بھی سارقہ کے برعکس کافی تیز تھی جو منہ میں آتا کہہ ڈالتی تھی۔ سو بیڈ پر رکھے لحاف کو کھولتے ہوئے تکیے سے ٹیک لگائی اور لحاف کھینچ کر کندھوں تک اوڑھ لیا۔

"کیوں اماں خیر تو ہے ناں آج اس صندوق سے کیا کام پڑ گیا؟" اور اس سے پہلے کہ اماں کوئی جواب دیتیں پڑوس کا بابل ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپر لیے کمرے میں ہی چلا آیا۔ رات کا کھانا تیار کرتی سارقہ نے کچن سے ہی باہر کا دروازہ کھول کر اسے اندر بھیجا تھا۔ وہ جیسے خاموشی سے آیا تھا ویسے ہی شاپر پکڑا کر واپس چلا گیا تو اماں کی آنکھوں میں ابھرتی چمک خود مشعل نے بھی محسوس کی۔

"ادھر آ...... میرے پاس دیکھ سارقہ کے بیاہ کے لیے کیسا بہترین جوڑا لائی ہوں۔" اماں کے انداز میں فخر نمایاں تھا لگتا تھا جانے کیا کارنامہ تھا جو آج وہ اس جوڑے کو خرید کر انجام دے آئی ہوں۔ ان کا انداز ایسا ہی تھا جس نے مشعل کو گرم لحاف چھوڑنے پر اکسایا اور وہ ان کے پاس آ بیٹھی۔ شال اپنے گرد لپیٹے مشعل کے انداز میں وہ خوب صورت اور نفیس کام والا جوڑا دیکھنے کے بعد ستائش بھی تھی اور حسرت بھی۔

"سندس کے لیے جو رشتہ دیکھنے گئے تھے ناں وہ تو سمجھو پکا ہے اور وہ لوگ ہتھیلی پہ سرسوں جماتے ہوئے جلد از جلد شادی کا کہہ رہے تھے۔ اسی لیے وہاں سے انہوں نے اس کے لیے خریداری کی تو میں بھی اپنی سارقہ کے لیے یہ خرید لائی۔"

"کاش اماں سارقہ آپی کو جلد از جلد یہ جوڑا پہننا بھی نصیب ہو۔"

"ہاں دعا ہی کیا کرو میری بچی.....بس اس کی قسمت ہی ذرا سست ہے ناں کوئی رشتہ ہی نہیں آتا۔" اماں کے لہجے کی اس قدر مایوسی نے مشعل کو چونکا دیا تھا اور وہ بولے بغیر رہ نہیں پائی۔

"رشتہ نہیں آتا؟ اماں کتنے ہی رشتوں کو تو خود آپ نے انکار کیا ہے ورنہ جتنے رشتے سارقہ آپی کے آئے ہیں اور جس قدر منت سماجت لوگوں نے آپ کی کی ہے میں نہیں سمجھتی کسی کی بھی کی ہو۔"

"ارے تو کسی بھی ایرے غیرے کے ساتھ کیسے بیاہ دوں اسے؟ باقی تو چلو جیسے تیسے مگر کم از کم ذات برادری تو اپنی ہوناں۔" وہی انوکھی ضد۔

"بس اماں آپ کی اسی ضد کی وجہ سے تو آج اس صندوق میں پڑے کتنے جوڑوں کی کڑھائی کالی پڑ چکی ہے۔ سارقہ آپی آہستہ آہستہ باتیں کرنا بھولتی جارہی ہیں کم گو ہوگئی ہیں ان کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کی مسکراہٹ مدھم پڑ نا تو آپ نے دیکھا لیکن کیسی ماں ہیں آپ کہ کبھی اس کی وجہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"بس بس زیادہ بھاشن دینے کی ضرورت نہیں ہے میرے سامنے۔" غصے میں آکر انہوں نے اورنج رنگ کے خوب صورت شلوار سوٹ کو تہہ کرنا شروع کیا۔ شلوار کے پائنچوں پر بہت باریک سی اورنج رنگ کے دبکے کا کام بنا ہوا تھا اور بالکل اسی طرح اورنج رنگ کی شرٹ پر وائٹ کام اسے بہت ہی خوب صورت بنائے دے رہا تھا۔ دوپٹے کے پلوؤں پر اماں نے پکو کروائی تھی جس سے پورے سوٹ کی سج دھج ہی الگ لگنے لگی تھی۔

"اری ماں ہوں اس کی.....نہیں چاہتی کہ الا بلا لوگوں میں رخصت کر کے خود بہن بھائیوں کی باتیں سنتی رہوں اور سب رشتے دار کیا کہیں گے کہ انہیں اپنی برادری میں کسی نے نہ پوچھا جو غیروں کی طرف دیکھنا پڑا۔" شاپر میں سوٹ ڈال کر انہوں نے وہ بھی صندوق میں رکھا۔

"ہاں تو برادری اور آپ کے بہن بھائیوں میں سے آج تک کسی نے پوچھا ہے کیا آپ سے ہونہہ۔" بدمزہ ہوکر مشعل ایک بار پھر لحاف میں جا گھسی تھی۔

"تم نہیں سمجھتی ان باتوں کو منی.....میں نہیں چاہتی کہ کل کو تم لوگ اگلے گھر جا کر کسی غیر برادری سے ہونے کے طعنے سنو۔"

"شادی کے بعد غیر برادری کے طعنے کیوں اماں...... ہم تو اپنی ہی برادری کے بین سنیں گے بس ایک دوسرے کے مرنے پر اسی میں خوش ہیں آپ۔"

"دفع ہوجاؤ یہاں سے کم بخت......جس ماں نے بولنا سکھایا اسی کے سامنے اپنی زبان کی تیزی دکھا رہی ہو۔" اماں کو مشعل کی باتوں نے بہت دکھ پہنچایا تھا لیکن مشعل بھی کیا کرتی کہ آخر یہی سب کچھ اسے تلخ محسوس ہوتا تھا۔

اور پھر اس کے سامنے کی بات تھی کہ سارقہ آپی کے رشتے کی خواہش میں کتنے لوگوں نے اماں سے رسم و راہ بڑھائی لیکن اماں کی بس ایک ہی ضد تھی کہ لوگ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں چونکہ آج تک ایسا ہوا نہیں کہ ان کے خاندان میں کسی نے بیٹی باہر بیاہی ہو اس لیے وہ بھی اپنی روایات کی پابند رہیں گی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ایک کر کے سبھی لوگ اماں سے دور ہوتے چلے گئے۔

چھوٹے موٹے تہواروں پر بہانے بہانے سے مختلف گھروں سے سارقہ آپی کے لیے خاص طور پر چھوٹے موٹے تحائف بھی آیا کرتے جنہیں اماں بخوشی قبول کیا کرتیں سارقہ آپی کو بھی تحائف میں آئی ہوئی چیزیں استعمال کرنے کو دیتیں اور تب ان کی آنکھوں میں ابھرتی چمک مشعل کو آج بھی یاد آتی تو دل کرتا ان تمام فرسودہ روایات کی زنجیریں توڑ پھینکے لیکن افسوس اس بات کا تھا کہ

ان ہی زنجیروں میں زندہ رہنے یا انہیں توڑ پھینکنے کا مکمل اختیار اماں کے پاس تھا اور وہ فی الحال انہی زنجیروں کے ساتھ نباہ کرنے میں راضی تھی۔

○......●○●......○

مشعل لحاف میں دبک کر کوئی کتاب پڑھنے میں معروف تھی' ساتھ والے کمرے سے اماں کی خراٹے لینے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جس کا مطلب تھا کہ سارقہ آپی اماں کی ٹانگیں اور کمر دبانے کے بعد اب کچن میں رات کے برتن سمیٹ رہی ہیں کافی عرصے سے سارقہ آپی کا یہی معمول تھا' اماں کو رات کا کھانا اور دوا دینے کے بعد آدھے گھنٹے تک بیٹھی ان کی ٹانگیں دباتیں اسی دوران وہ سو جاتیں تو اٹھ کر کچن صاف کرنے لگتیں۔ تب تک مشعل دوسرے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی ہوتی اور پھر سارقہ آپی کے آنے کے بعد دونوں کچھ دیر باتیں کرتیں اور پھر سو جاتیں باتوں کا دورانیہ جو پہلے دو تین گھنٹوں پر بھی محیط ہوا کرتا آج بہت کم رہ گیا تھا۔

"یہ لو مشی پہلے دودھ پی لو ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔" مشعل نے دودھ کا گلاس ایک طرف رکھ کر کتابیں سمیٹیں اور سامنے موجود سراپا محبت کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگی اور اس کا یوں غور سے دیکھنا سارقہ نے بھی محسوس کیا تھا اس لیے پوچھے بنا رہ نہیں سکی۔

"کیا بات ہے مشی..... اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی ہو؟"

"بس آپی سوچ رہی ہوں' جتنی پیاری میری بہن ہے کاش کہ اس کا نصیب بھی اتنا ہی پیارا ہو۔" اور شاید اب کی بار غور سے دیکھنے کی باری سارقہ کی تھی اور ان کی نظروں میں ایسا کیا تھا کہ مشعل کو بے چین کر گیا تھا باوجود اس کے کہ وہ دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرائی بھی تھیں لیکن ان کی مسکراہٹ میں نہ تو سچائی تھی اور نہ ہی تازگی' بلکہ مشعل کو تو ان کی مسکراہٹ کسی گاڑی کی جلتی ان لائٹوں جیسی لگی تھی جو گہری دھند کے اس پار موجود ہو اور دھند کے بگولے اس روشنی کی اہمیت ختم کر دیں۔

"ایک بات پوچھوں آپی لیکن سچ سچ بتانا۔" مشعل نے گہری دھند کے اس پار موجود روشنی کو کھوجا۔ سارقہ آپی نے مشعل کے ساتھ والے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے تکیہ دیوار کے ساتھ رکھا اور اس کے ساتھ ٹیک لگا کر مشعل کو دیکھا۔

"کبھی دل چاہتا ہے ناں کہ زندگی میں کوئی تو ایسا ہاتھ ہو جسے بندہ جب چاہے بنا اجازت تھام لے کوئی محبت بھرا دل جو ہر درد سمیٹ لے کوئی ایسی آنکھیں جو ہمیں اندر تک پڑھ لینے کا ہنر جانتی ہوں' دل چاہتا ہے ناں کبھی کبھی؟" مشعل دھیرے دھیرے بڑے خوابیدہ انداز میں اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

"بتائیں ناں آپی' چاہتا ہے ناں دل؟" براہ راست کیے گئے سوال پر سارقہ نے گہری سانس لی۔

"ارے پاگل' دل تو بہت کچھ چاہتا ہے..... مگر ویسا ہو تب ناں۔ ہمیشہ وہی کچھ کب ہوتا ہے جو یہ دل خواہش کرتا ہے۔"

"آپی ادھر دیکھیں میری طرف۔" مشعل کے کہنے پر سارقہ آپی نے ہتھیلی پر الجھتی نظریں اس کے چہرے پر ٹکائیں۔

"آپ کو فائز بھائی اچھے لگتے ہیں ناں؟" اس قدر براہ راست سوال اور سوال بھی ایسا کہ جس میں سوال سے زیادہ جواب نمایاں تھا۔ مشعل کی بات پر جیسے ان کا وجود اس بوند کی مانند ٹھہرا ہوا تھا جو موسلا دھار بارش کے بعد پتے کے آخری سرے پر ٹکی رہ گئی ہو اور ایک دم سے نرم لطیف ہوا کے جھونکے سے آن کی آن میں نیچے آ گرے۔

"میں سوچتی ہوں آپی کہ میں تو سارا دن کالج میں ہوتی ہوں ہر اچھی بری بات دوستوں سے کرتی رہتی ہوں' اماں ہمسائیوں کی سنتی اور ان سے اپنی باتیں کرتی ہیں اور آپ..... آپ کی تو کوئی دوست کوئی سہیلی بھی نہیں رہی اب سب کی شادیاں بھی ہو گئیں اور پھر بچے بھی' تو آپ اپنے دل کی ساری باتیں کس سے کرتی ہوں گی؟ وہ سب جو آپ محسوس کرتی اور سوچتی ہیں ان خیالات کا نکاس کس طرح ہوتا ہوگا۔" گلاس کو پلنگ کے ساتھ ہی رکھے موجود

صندوق پر رکھ کر وہ مکمل رخ موڑ کر سارقہ کی طرف بیٹھ گئی تھی اور اس کی بات پر ایک مرتبہ سارقہ کی آنکھوں کی اجازت اور رضامندی کے بغیر صرف ہونٹوں سے ہی ہلکا سا مسکرائیں۔

"جن کے دل کی بات اس دنیا میں سننے والا کوئی نہیں ہوتا ان کی سب کہی ان کہی باتیں اس دل کا مکین سنتا ہے' بڑے غور دھیان اور پورے خلوص کے ساتھ اور پتہ ہے میرا رب جس دل میں رہتا ہے اسے دنیا والوں سے بات کرنے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔"

"وہ سب باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن جس طرح گھر کی کھڑکیاں دروازے نہ کھولے جائیں تو در و دیوار سے جالے لپٹ جاتے ہیں اسی طرح اگر گاہے بگاہے سوچ کو لفظوں کی شکل نہ دی جائے تو شخصیت پر تنہائی کے جالے لگنے لگتے ہیں اور میرے ہوتے ہوئے میں آپ کو یوں تنہا نہیں دیکھنا چاہتی۔" سارقہ آپی نے دونوں ہونٹوں کو اوپر تلے دبایا اور موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"آپی..... آپ مجھ سے شیئر کیا کریں پلیز' جو کچھ بھی ذہن میں ہو مجھ سے بات کیا کریں' مجھے اماں پر بہت غصہ آتا ہے' اور پھر بہت رونا بھی آتا ہے۔" بات کرتے کرتے وہ اٹھ کر سارقہ آپی کے پلنگ پر آ گئی اور بے اختیار رونے بھی لگی۔

"ارے رو کیوں رہی ہو؟ چپ کرو۔" سارقہ آپی نے اسے اپنے لحاف میں جگہ دیتے ہوئے اس کے بال سمیٹے۔

"تم سے ہی تو کرتی ہوں ساری باتیں..... خود سوچو کبھی کوئی بات چھپائی ہے میں نے تم سے۔" مشعل نے آنکھیں مسلتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی۔

"تو پھر تم نے ایسا کیوں سوچا؟"

"مجھے یہ تو بہت پہلے سے معلوم تھا کہ فائز بھائی آپ کو بے حد پسند کرتے ہیں تب سے جب وہ بھی اسی محلے میں تھے لیکن میں نے پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ آپ کے دل میں بھی یقیناً ان کے لیے کوئی نرم گوشہ ہے..... ہے ناں؟"

"میرے اور فائز کے درمیان موجود یہ رشتہ شاید آگ اور پانی کے ملاپ سا ہے مشی نہ کبھی پوری طرح آگ بجھتی ہے اور نہ ہی مکمل طور پر سطح پر تیرتا ہے..... یا یوں کہہ لو کہ یہ احساس جو ہم دونوں کے درمیان ہے ہر قسم کے تجزیے سے ماورا ہے..... میں نے اب تک کبھی بھی دانستہ طور پر فائز کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ وہ ہماری ذات برادری تو دور ہم زبان بھی نہیں اور جس سفر کی منزل یقینی طور پر گمشدہ ہو اس سارے سفر میں بھلا خود کو تھکانے سے کیا فائدہ۔" گہری سانس لے کر انہوں نے بات مکمل کی۔

"اس ذات برادری کا جھنجھنا سن سن کر میرے تو کان پک گئے ہیں اور مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں اپنی اماں سمیت ان تمام بڑوں کو کیسے سمجھاؤں کہ ان کی خود ساختہ رسم و رواج کی زنجیروں میں قید لڑکیاں جو بالوں میں ٹیکا لگانے کے خواب دیکھتے دیکھتے انہی بالوں میں خضاب لگانے لگتی ہیں انہیں ہر اس لمحے کا حساب دینا ہوگا جس لمحے میں ان کی وجہ سے ان لڑکیوں کی آنکھیں بھیگی ہوں یا انہوں نے اپنے دل پر بے پایاں بوجھ محسوس کیا ہو۔" مشعل بات کرتے ہوئے بے حد جذباتی ہو گئی تھی۔

"پریشان نہ ہوا کرو مشی' تم صرف اور صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ نے ہر جاندار کا جوڑا پیدا کیا ہے' جو جلد یا بدیر مل ہی جاتا ہے۔" سارقہ نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"اور آپی وہ..... جو ہماری طرح برادریوں' خاندان یا معیار کے پیچھے ہی ساری زندگی بھاگتے بھاگتے پاؤں شل کر لیتے ہیں اس قدر کہ پھر ان کے لیے کہیں بھی کوئی بھی جوڑ نہیں ملتا؟"

"ان کی مثال تو پھر ندی کنارے مچھلیاں پکڑنے کے لیے بیٹھے رہنے والے اس گروہ جیسی ہے جو بیش قیمت اور وزنی مچھلی کی آس میں جال میں پھنسی چھوٹی بڑی تمام مچھلیوں کو حوالہ آب کرتا جائے اور غروب آفتاب کے وقت اپنی قسمت کو کوستا اور دعاؤں کے پورا نہ ہونے پر خدا سے

شکوہ کرتا مایوسی سے خالی جال جھاڑتا واپسی کی راہ لے۔“

”میں ان شاءاللہ اماں سے فائز بھائی کے متعلق بات کروں گی اور انہیں بتاؤں گی کہ وہ آپ کو کس قدر چاہتے ہیں۔“ مشعل سارقہ آپی کی خاموش آنکھوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن سارقہ آپی نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے مسکرا کر اسے منع کردیا۔

”تم ایسا کچھ نہیں کہو گی' سمجھیں؟“ مشعل نے فرماں برداری سے سر ہلایا۔

سارقہ آپی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ ہنس دی۔

○......●○●......○

ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ خالہ ایک بار پھر اپنی چادر سنبھالے آن موجود ہوئیں۔ سارقہ آپی موتیا کی رنگت لیے پودوں کی صفائی کررہی تھیں۔ اماں نے کچن سے انہیں اندر آتا دیکھا تو ڈبوں میں مصالحہ ڈالنا چھوڑ کر صحن کو لپکیں کہ دل پر موجود ایک نیا اور غیر متوقع بوجھ بانٹ سکیں۔

”ارے آؤ آؤ کیا حال چال ہے؟“ اماں اور خالہ کی بھی عادت تھی دو چار دن سے زیادہ ایک دوسرے سے خفا نہ رہ پاتیں۔ اسی لیے خالہ پچھلی تلخ کلامی بھلا کر آئیں تو اماں بھی ان سے خوش دلی سے ملیں۔

”میں تو ٹھیک ہوں' تم سناؤ...... بھلا بندہ فون ہی کرلیتا ہے۔“ خالہ نے سارقہ کی پیشانی چومتے ہوئے اماں سے شکایت کی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اماں کی ذات کے ساتھ ہی انا کا خودرو پودا بھی ہے جو ہمیشہ انہیں بدمزگی کے بعد پہل کرنے سے روکتا ہے۔

”بس کیا بتاؤں سارا دن پریشانی میں کٹ جاتا ہے۔ رات کو آنکھ کھل جائے تو کروٹیں بدل بدل کر نیند ہی نہیں آتی۔“ اماں نے اپنے دل کے بوجھ کی گٹھڑی خالہ کے ذہن پر منتقل کی۔

”کیوں خیر تو ہے...... کیا ہوگیا ان چند دنوں میں؟“ اندر جانے کے بجائے صحن میں ہی نیم گرم دھوپ تلے موجود تخت پر بستر سیدھا کرتے ہوئے دونوں وہیں ٹک گئی تھیں۔ جبکہ سارقہ نے کیاریوں کے سامنے لگے واش بیسن پر ہاتھ دھوئے اور چائے بنانے کے لیے کچن میں چلی آئی۔

”ہونا کیا ہے...... شمسہ نے میری بیٹیوں کا حق مارا ہے۔“

”شمسہ نے؟“ خالہ نے حیران ہوکر اماں کی نند کا نام لیا تو انہوں نے گردن ہلا کر تصدیق کردی۔

”کوئی اور بندہ ایسا کام کرتا تو شاید میرا دل نہ دکھتا لیکن یقین کرو مجھے شمسہ سے بہت امیدیں تھیں' بڑی توقعات تھیں اس سے لیکن دیکھو اس نے تو اپنے مرحوم بھائی تک کا لحاظ نہ کیا۔“

”ارے ہوا کیا ہے؟ کچھ بتاؤ تو سہی ناں۔“ خالہ الجھ کر رہ گئی تھیں' چہرے پر فکر نمودار ہوئی خود سارقہ نے کچن کی کھڑکی سے دیکھا۔ فائز کے ساتھ دلی وابستگی ہونے کی وجہ سے سارقہ کے دل میں خالہ کی خصوصی طور پر عزت بھی تھی اور محبت بھی اور اسے ان کا یوں پریشان ہونا بھی اچھا لگ رہا تھا۔

”ہونا کیا ہے' بہن' شمسہ نے اپنے بیٹے کی شادی پر بلایا ہے اور پتہ ہے لڑکی بھی کوئی اپنے ساتھ ہی دفتر میں کام کرنے والی پسند کی ہے۔ خاندان کی بن بیاہی بیٹیوں کے منہ پر تو طمانچہ ہی ہوا ناں۔“ اماں کی آواز سے محسوس ہوتا تھا کہ انہیں اس شادی نے کتنا دکھ دیا اور یہ حقیقت تھی کہ وہ تو دل ہی دل میں ہمیشہ اپنی نند کو سمدھن کے روپ میں دیکھتی آئی تھیں۔

”مجھے لگتا تھا کہ وہ سارقہ کا رشتہ مانگنے گی لیکن......“ اماں یک دم چپ ہوگئیں تھیں۔

”چھوڑو درخسانہ کیا برادری اور کیا غیر...... میں تو خود ہمیشہ تمہیں یہی بات سمجھتی آئی ہوں کہ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم پر ذات پات کی پابندی نہیں لگائی تو پھر تم کیوں اپنی بیٹیوں کی مجرم بن رہی ہو؟ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔“

"میں جو بھی کر رہی ہوں صرف اور صرف ان کے محفوظ مستقبل کے لیے ورنہ جانتی ہو ان کے جہیز کے لیے جمع کی گئی ایک ایک چیز کو دیکھ کر کیسا غبار سا اٹھتا ہے میرے دل میں۔" اماں کے لہجے میں جنگی قیدیوں جیسی بے بسی تھی۔

"ذرا سے پیسے ہاتھ آئیں تو فوراً کچھ نہ کچھ خرید کر ان کے جہیز کے لیے رکھ دیتی ہوں۔"

"وہ سب تو ٹھیک ہے اور میں جانتی بھی ہوں..... لیکن یہ بھی تو سوچو ناں کہ جس طرح تم روز بروز ان کے جہیز میں اضافہ کر رہی ہو اسی طرح ان کی عمروں میں بھی تو اضافہ ہو رہا ہے۔ آج کل لوگ بیس سالہ لڑکی کے خواب دیکھتے ہیں۔" خالہ بی نے پرسوچ نظروں سے صحن کی طرف کھلتی کچن کی کھڑکی سے سارقہ کو چائے کے لیے برتن نکالتے ہوئے ایک دم رکتے دیکھا۔ دونوں ہاتھوں میں موجود برتنوں کے ارتعاش کی آواز صحن تک اماں کو بھی محسوس ہوئی تھی۔

"بس بہن..... بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو ان کی عمر بڑھتے بھلا کیا دیر لگتی ہے..... جیسے جسامت کو پر لگ جاتے ہیں اسی رفتار سے برس ہا برس بیت جاتے ہیں..... کسے پتہ چلتا ہے۔" اماں نے دوپٹے کے پلو سے اپنی نم پلکیں پونچھیں۔

"اس دفعہ میں نے رشتے والی بوا کو پورے دس ہزار روپے دیے ہیں کہہ رہی تھی کہ جلد ہی کوئی اچھا رشتہ دکھائے گی..... اگر تمہاری نظر میں کوئی اچھا لڑکا ہو تو بتانا۔"

کچن سے چائے کی ٹرے لاکر ان دونوں کے درمیان رکھتے سارقہ کو خالہ بی نے بے حد غور سے دیکھا تو انہیں آج کی سارقہ میں اور پانچ چھ سال پہلے کی سارقہ میں بے حد فرق محسوس ہوا۔

یہ وہی سارقہ تھی جو اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں دو دو گھنٹے گزار دیتی تھی اور ان کی تمام سہیلیوں میں ان کی کھنک دار اور خوب صورت ہنسی سب ہی سے منفرد تھی۔ گھر میں سارقہ کی موجودگی اور ہنسی قہقہوں کی آوازوں کا نہ آنا دونوں بے حد متضاد باتیں تھیں۔ انہی سہیلوں کی شادیوں میں سب رسمیں نبھاتی' مہندی پر رت جگا کرنے میں سب سے آگے آگے نظر آنے والی سارقہ جن کے ہر سہیلی کی شادی کے بعد رشتے آنا لازم تھے۔ لوگ رسموں میں اس خوش مزاج اور خوب صورت چہرے والی لڑکی کو دیکھ کر وہیں اماں سے سلام دعا کا پہلا مرحلہ نبٹا لیا کرتے تھے۔

"تم فکر نہ کرو رخسانہ میں آج ہی کہیں رشتہ دیکھتی ہوں۔ بس تم ذہن پر بوجھ نہ لینا۔" اور پھر خالہ بی تو کافی دیر بیٹھ کر انہیں نصیحتیں کر کے سمجھاتی رہیں لیکن ان کے جانے کے بعد اماں پھر گم سم سی ہو کر یہاں وہاں گھر کے کاموں میں الجھانے والی سارقہ آپی کو دیکھنے لگیں۔ جن کو گمان تھا کہ شاید آج بھی فائز لینے آئے گا تو لمحہ بھر کے لیے دیکھ کر ہی ان آنکھوں کو قرار ملتا مگر خلاف توقع خالہ بی نے بتایا کہ آج وہ اپنی بڑی بہن والعہ کو اس کے سسرال سے لینے گیا ہے اس لیے انہیں خود ہی رکشہ کر کے جانا پڑے گا اور فائز کو دیکھ لینے کی آس جو خالہ کے آتے ہی دل میں پیدا ہوئی تھی وہ یوں ٹوٹی کہ خود سارقہ کو اپنے دل پر عجیب سا بوجھ محسوس ہونے لگا اور ایک دم ہی اپنی زندگی بے کار سی لگنے لگی یعنی امید کیا ٹوٹی دل ہی ٹوٹ گیا۔

خوب صورت چہرے پر دو شمع رو آنکھیں گویا قطرہ قطرہ کیسے پگھلنے لگیں تھیں خود انہیں بھی احساس نہ ہوا' ستواں ناک ضبط کی کوشش میں بے حد تپتی سی نظر آنے لگی..... صرف ایک نظر دیکھنے کی خواہش..... صرف ایک نظر.....اور چند لمحے!

شاید انہیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ فائز بھی انہیں دیکھنے اور ان سے ملنے کے بہانے ڈھونڈا کرتا ہے مگر آج نجانے کیوں انہیں لگ رہا تھا کہ یک طرفہ محبت کی آگ میں بڑے نامحسوس طریقے سے وہ سلگ رہی ہیں اور اسی محبت نے انہیں اس قدر خوش فہم بنا دیا ہے کہ وہ فائز کے دل میں بھی وہی جذبات خیال کرتی ہیں جو ان کے ہیں باوجود اس کے کہ فائز اظہار محبت بھی کر چکا تھا۔ ابھی مشغل کے کالج

سے واپسی میں کچھ وقت تھا۔ سارقہ یوں بھی اب کم گو ہو چکی تھی سو اماں وہیں ہلکی ہلکی دھوپ میں لیٹ گئیں تو سارقہ کو ہمیشہ کی طرح کچن کسی ہمدرد دوست کی طرح بانہیں پھیلائے ہوئے محسوس ہوا۔ دونوں ہاتھ کچن کی سلیب پر رکھے سر جھکائے اس پر مایوسی کا عجب سا دورہ پڑ گیا تھا۔

اپنی اس کیفیت سے خود سارقہ ڈرتی تھیں انہیں لگتا تھا کہ اگر وہ کبھی اس کیفیت کے مکمل شکنجے میں آ گئی تو شاید ان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دے تو بیاہتا بیوہ کی طرح وہ اس دنیا سے مکمل نفرت کرنے لگیں اسی لیے وہ ڈیپریشن کے ایسے کسی بھی لمحے میں خود کو مکمل طور پر بیدار رکھتیں، مگر آج شاید اعصاب جواب دے رہے تھے اور ذہن و دل کے اندر شکست و ریخت کا جو طوفان موجزن تھا وہ سب کچھ بہالے جانے پر تیار تھا اور شاید وہ سب ہی کچھ بہالے جاتا لیکن اوون پر رکھا موبائل ایک دم بجنے لگا۔

اسکرین پر فائز کا نام نظر آ رہا تھا جسے سارقہ نے یوں حیرت سے دیکھا جیسے کوئی بچہ ہتھیلی پر ٹارچ جلا کر پرشوق اور حیران آنکھوں سے اپنی انگلیوں کی نارنجی روشنی دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہو کہ آیا کہ یہ روشنی اسی کی انگلیوں سے نکل رہی ہے یا ٹارچ کی مرہون منت ہے۔ انہیں بھی لگا کہ شاید فائز کا نام ان کی نظر کا دھوکا ہے، لیکن فون پر ہوتی مسلسل بیل نے اس دھوکے کو یقین میں بدل دیا انہوں نے ایک نظر اماں کو دیکھا جو یقیناً سو گئی تھیں۔

"سارقہ میں ہوں فائز....." فون ریسیو ہوتے ہی فائز نے سکھ کی گہری سانس لی۔

"بتانے کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی فون پر نمبر کے ساتھ نام بھی آ گیا تھا۔" سابقہ کیفیت پر قابو پاتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"کیا امی ابھی وہیں ہیں؟"

"نہیں، خالہ تو تقریباً آدھا گھنٹہ ہوا چلی گئیں۔" کیسا امید بھرا سوال تھا اور کیسا مایوس کن جواب۔

"اوہ نو..... میں واسعہ باجی کے گھر بیٹھا بھی نہیں کہ جلدی سے واپس جا کر امی کو لینا ہے مگر وہ......" فائز کے لہجے میں لفظوں کی پوشاک پہنے گویا ہائی سلتھ نامی یونانی نوجوان بولنے لگا تھا جو دیوتا اپالو کی چند روزہ دوستی اور پھر عین محبت کے عالم شباب میں اس سے دوری برداشت نہ کرتے ہوئے اپنا آپ ہار بیٹھا تھا۔

"کوئی بات نہیں وہ رکشے میں بھی آرام سے گھر چلی جائیں گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں صرف امی کو لینے کے لیے واسعہ باجی کے گھر سے صرف سلام دعا کر کے ہی چلا آیا تھا۔"

"تو اس کے علاوہ بھلا اور کیا جواز ہو سکتا ہے؟" سارقہ ان لوگوں میں سے ہرگز نہیں تھی جو ساری عمر پائیدان بن کر زندگی گزارنے میں ہی لطف سمجھتے ہیں بلکہ وہ تو گھر کی چھت کا مقام جانتی تھی۔ جس کے ہونے نہ ہونے سے کسی کو احساس تو ہو۔

"تم..... تم ہو جواز میرے وہاں آنے کا صرف تم۔" فائز نے دوٹوک الفاظ میں سارا معاملہ اس کے سامنے بیان کر دیا مگر اب سارقہ کے منہ سے کوئی لفظ ادا ہوتا دکھائی نہ دیا۔

"اور آج یا ابھی سے نہیں سارقہ، مجھے نہیں پتہ کہ تم مجھے کب سے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئی ہو۔ شاید تب سے جب تم عمر میں بڑی واسعہ باجی کو اپنی سہیلی مان کر میری سب بہنوں کی مشترکہ سہیلی کے روپ میں کئی کئی گھنٹے ہمارے گھر میں یوں گزارا کرتیں کہ لگتا گھر تمہارا ہے اور ہم سب مہمان ہیں، شاید پہلی مرتبہ مجھے نویں کلاس میں ہی تم سے عشق ہو گیا تھا۔" فائز کے بولنے کے انداز سے لگتا تھا سردیوں کی یخ ہواؤں کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی پھوار پڑنا شروع ہو گئی ہو اور سارقہ آٹو میکانکی انداز میں ساکت اور جامد اس پھوار تلے خود کو بھگوتے ہوئے انجانی خوشی محسوس کر رہی تھیں۔

"جب تم اپنے سیاہ بالوں کی دو موٹی چٹیاں بنائے اپنی اماں کے ہاتھ کی بنی کڑھی ہمارے گھر دینے آتی تھیں،

تمہارے سرخ وسفید چہرے پر دونوں اطراف سیاہ چوٹیاں مجھے اب تک یاد ہیں۔ دروازہ میں ہی تو کھولا کرتا تھا ناں اور تمہیں دیکھ کر مجھے لگتا جیسے مون سون بارش کا ریلا میرا سب کچھ بہا کر لے گیا ہو۔" سارقہ کو فائز کی پسندیدگی کا تو بخوبی احساس تھا لیکن اس قدر مستقل مزاجی اور شدت کا اندازہ آج ہی ہوا تھا۔

"تمہارے اب تک کتنے ہی رشتے آئے لیکن ہمیشہ ہی کسی نہ کسی وجہ سے خالی ہاتھ لوٹتے رہے' پتہ ہے کیوں؟" فائز کچھ دیر رکا یقیناً وہ چاہتا تھا کہ فون کے دوسری طرف سے سوال کیا جائے لیکن ایسا نہ ہوا دوسری جانب سرد کالی راتوں جیسی خاموشی تھی' جو فائز کو توڑنی پڑی۔

"صرف اس لیے کہ میں ہمیشہ چپکے چپکے دل ہی دل میں دعائیں مانگا کرتا تھا کہ تم پر میرے علاوہ کسی کا سایہ بھی نہ پڑے' تم صرف اور صرف میری ہو سارقہ...... ہو ناں؟" وہی خاموشی اور سانس لینے کی بے ربط سی آواز۔

"بتاؤ ناں سارقہ..... کچھ تو بولو..... کچھ تو ایسا کہو کہ میرے دل کو بھی سکون ملے مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ تم میرے ساتھ ہو اور ہمیشہ ساتھ رہنا چاہتی ہو...... پلیز..... پلیز سارقہ۔"

"اب تک کتنے ہی رشتے آئے لیکن ان کو واپس لوٹانے کا جواز اور دلیل کیا تھے..... پتہ ہے ناں۔" سارقہ بولیں تو بجائے اس کے کہ خوابوں کی دنیا میں فائز کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑتیں ایک تلخ حقیقت کا آئینہ انہوں نے بڑی آہستگی سے فائز کے سامنے رکھ دیا۔

"جانتا ہوں۔" فائز نے گہری سانس لی۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تمہاری اماں کو منالوں گا اور یہی وجہ تھی کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے تک تمہارے سامنے بھی اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ اب الحمدللہ میں ایک بہترین جاب کر رہا ہوں اور تم سمیت گھر والوں کے بھی اخراجات بخوبی اٹھا سکتا ہوں' صرف ذات برادری پر اعتراض نہ ہو تو اماں کو یقیناً میرے انتخاب میں کوئی چیز رکاوٹ محسوس نہیں ہوگی۔" یقین کے جگنو فائز کے لہجے میں بے تحاشا روشنی بکھیر رہے تھے۔

"صرف ذات برادری؟" سارقہ کو حیرت ہوئی تھی وہ چیز جو ان کی زندگی کو گھن کی طرح کھا رہی تھی وہ ظاہری طور پر کس قدر معمولی بات لگتی تھی لیکن حقیقتاً اس معمولی بات کا کرب وہی لوگ اور خاص طور پر وہی لڑکیاں جانتی ہیں جن کی زندگی اپنی ہی ذات برادری میں سے کسی نوجوان برسر روزگار قبول صورت انسان کے نمودار ہونے کے انتظار میں ایسے تابوت میں بند کر دی جاتی ہیں جس میں آکسیجن کی فراہمی تک کے لیے کوئی دراڑ یا سوراخ تک نہیں ہوتا۔

"یہ اماں کے نزدیک اتنی معمولی بات نہیں ہے فائز۔"

"میں تمہیں کسی کہانی کے شہزادے کی طرح ان تمام فرسودہ رسم ورواج اور خیالات سے نکال کر اپنے پاس لے آؤں گا سارقہ..... بس اگر تمہارا ساتھ ہو۔" سارقہ کی نظروں کے سامنے جاذب نظر' دراز قد اور صاف رنگت والے فائز کا مکمل ہیولا آن کھڑا ہوا تھا جس کے جذبات اور لفظوں کی سچائی اس کی آنکھوں میں صاف دیکھی جاسکتی تھی' اکہرے بدن اور خوب صورت لباس پہننے والا فائز جس کے الفاظ ہمیشہ سے سادے لیکن مسکراہٹوں سے پر ہوا کرتے تھے آج جس سنجیدگی سے اس نے اپنے دل کی ایک ایک بات کہی تھی وہ سب باتیں سارقہ آپی کی ٹھنڈی میٹھی طبیعت میں بارش کی بوندوں کی طرح جذب ہوتی جارہی تھیں۔

"بولو..... میرا ساتھ دوگی ناں؟"

"اگر اماں قائل ہوجائیں تو اس سے بڑھ کر بھلا میری خوش قسمتی کیا ہوگی کہ جس کے ساتھ کی یہ دل خواہش کرتا ہو' بند آنکھوں سے جسے اپنے قریب محسوس کرتا ہو وہ حقیقت میں بھی صرف اور صرف میرا ہو کر رہے۔" سارقہ آپی نے محسوس کیا کہ فائز کی باتوں نے ان کے اندر کی اس سارقہ کو جگا دیا تھا جو برجستہ جملوں کے لیے سہیلیوں میں مشہور تھی' نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبا کر شرمگیں مسکراہٹ اور چمکتی آنکھوں نے جو بات کہہ دی تھی فائز کا بس نہیں چل رہا تھا

کہ وہ ان الفاظ کو ریکارڈ کر لیتا اور چلتے پھرتے آتے جاتے سنتا رہتا۔

"لو یو سارقہ..... لو یو سو مچ' میں آج ہی امی سے بات کرتا ہوں۔" فائز کے لیے اپنی خوشی سنبھالنا اس معصوم بچے کی طرح ناممکن ہو رہا تھا جو حبس اور گرمی سے بے حال ہو اور یک دم گھٹا چھانے کے بعد موسلا دھار بارش برسنے لگے جس کی بوندوں کو اپنی دونوں ننھی ہتھیلیاں ملانے کے بعد بھی وہ سنبھال پانے پر قادر نہ ہو۔

فون بند کرنے کے بعد سارقہ آپی نے بڑی زور سے آنکھیں بند کی تھیں' اپنا آپ بے حد ہلکا پھلکا لگنے لگا تھا اور چند لمحے پہلے ڈپریشن کے جو گھنے بادل ذہن ودل پر چھائے محسوس ہوتے تھے وہ فائز کی امید بھری باتوں کی کرنوں سے یوں غائب ہوئے کہ سب کچھ نکھرا نکھرا سا لگنے لگا۔

○......●○●......○

فائز گھر میں داخل ہوا تو مختلف قسم کے کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوؤں نے اس کا استقبال کیا۔ کچھ دیر پہلے وہ واسعہ باجی کو لے کر آیا تھا تب تو اس طرح کی کوئی خوش بو اس گھر میں موجود نہ تھی' اب یقینی طور پر یہ سب کچھ پکانا باجی نے ہی شروع کیا ہوگا' کیونکہ امی کے ہاتھ سے بنے کھانوں کا ذائقہ تو دور کی بات خوش بو بھی سب سے منفرد ہوتی۔ ابھی وہ اسی بات کا اندازہ کر رہا تھا کہ امی نے روم سے فروٹ کی ٹوکری لے کر کچن میں جاتے ہوئے اسے دیکھا تو اس کے پاس چلی آئیں۔

"السلام علیکم امی۔"

"جیتے رہو بیٹا' دیر ہوگئی' کیا مجھے لینے رخسانہ کی طرف چلے گئے تھے؟" اس کے کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

"نہیں امی میں نے فون پر سارقہ سے پوچھ لیا تھا پتہ چلا کہ آپ گھر آچکی ہیں تو میں بھی چلا آیا۔" جیب سے موبائل نکال کر اس نے چارجر پر لگایا اور ان کے ساتھ ہی کچن میں چلا آیا جہاں واسعہ باجی مختلف روایتی کھانوں سے پرانی یادیں تازہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

"ہاں بس میں اب زیادہ دیر بیٹھ ہی نہیں پائی اس کے پاس' عجیب گھبراہٹ ہونے لگتی ہے اس کی باتیں سن کر۔" اماں نے فروٹ کی ٹوکری ڈائننگ ٹیبل کے ایک کونے میں رکھ دی کہ باقی جگہ پر واسعہ باجی نے مختلف سالن والے ڈونگے رکھے ہوئے تھے۔ فائز نے بھی ہاتھ منہ دھویا اور کچن کا دروازہ بھیڑ دیا تاکہ چولہے کی گرمائش سے گرم کچن مزید کچھ دیر گرم ہی رہے۔

"رخسانہ خالہ کی باتوں سے گھبراہٹ لیکن کیوں؟" واسعہ باجی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پانی کی بوتل اور گلاس میز پر رکھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا' امی اور فائز بھی اپنی اپنی نشست پر موجود تھے اور فائز کا مکمل دھیان امی کے جواب کی طرف تھا۔

"بہت پریشان ہے بے چاری اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے۔ شمسہ کی طرف سے امید لگائے بیٹھی تھی اس نے بھی مرے بھائی کا لحاظ نہ کیا اور اب بیٹے کی شادی کسی اور سے کر رہی ہے۔" کھانا شروع کرنے کے بجائے امی دونوں ہاتھوں کی پشت ملائے ان پر اپنا چہرہ ٹکا کر بات کر رہی تھیں۔

"سارقہ کی عمر بھی اب بڑھ رہی ہے خود تو صورت ماشاء اللہ اتنی پیاری ہے ورنہ مزید دو چار سال میں تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں.... مشعل کو بھی اسکول کے بعد پانچ چھ سال گھر بٹھا کر کالج میں داخلہ دلوایا کہ لوگ کم عمر سمجھیں ورنہ تو آج کل کلاسوں اور ڈگریوں کو دیکھ کر ہی لوگ عمر کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔"

"بات تو امی آپ کی بالکل ٹھیک ہے اور سوچیں اپنی ہی ہم عمر لڑکیوں کی شادیاں' بچے اور بچوں کے اسکول جانے پر کیسا محسوس ہوتا ہوگا سارقہ کو۔"

"میں تو کہتی ہوں کہ وہ تو اللہ کا شکر ہے لڑکیاں مضبوط کردار کی ہیں' ورنہ جتنی وہ خوش شکل ہیں کیا کسی نے کوشش نہ کی ہوگی کہ انہیں خواب دکھائے' سچ جھوٹ کا قصہ بعد کا ہے۔"

"وہ لوگ حالات سے فرسٹڈ ضرور ہیں لیکن ان کے کردار کی گواہی تو یہ ہے کہ میں خود ان دونوں بہنوں پر خود اپنی ذات سے بڑھ کر اعتماد کرسکتی ہوں۔" واسعہ باجی نے بڑے پرجوش انداز میں گواہی دی تو امی دھیرے سے مسکرادیں۔

"بچیاں تو نیک اور شریف ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن رخسانہ اپنی خوامخواہ کی ضد کی وجہ سے ان دونوں کو ذہنی مریض بنادے گی اور سوچا آج وہ ان کے سر پر ہے کل کلاں کو اگر اسے کچھ ہوگیا تو...... معاشرے کا آسان ترین ہدف ہوتی ہیں ایسی لڑکیاں۔" بات کرتے ہوئے ان کے چہرے پر دکھ کی ایسی تحریر ابھر آئی جیسے وہ ان کی اپنی بیٹیاں ہوں۔

"آپ انہیں سمجھائیں امی کہ ایک بے جا مطالبے کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کے جذبات ان کی زندگی اور مستقبل سے نہ کھیلیں' ورنہ ایسا نہ ہو کہ وہ خود کوئی قدم اٹھالیں..... کوئی ایسا قدم کہ پھر ان کی ذات باقی رہے نہ مطالبات۔" سارقہ کا بادام کے شگوفے سا معطر خیال واسعہ باجی کے ذہن میں آیا تو رخسانہ خالہ کے خلاف لہجے میں تلخی بھر گئی' ان کی ضد ہی خالہ کو بھی اپنی خواہش کے اظہار سے روک رہی تھی۔

"تم کسی کو کہو اپنے سسرال وغیرہ میں کسی سے پوچھو اگر......"

"امی اتنی پیاری لڑکی کے لیے رشتہ لانا مشکل نہیں ہے لیکن یہ جوان کی ذات والی ڈیمانڈ ہے ناں سارا مسئلہ اس کا ہے۔" واسعہ باجی نے امی کی بات کاٹتے ہوئے بلاآخر سالن ڈالنے کا چمچہ اٹھاتے ہوئے ڈونگے کا ڈھکن اٹھایا تو فائز جو اتنی دیر سے بالکل خاموش رہ کر ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا آخر گہری سانس لے کر شامل گفتگو ہوا۔

"امی ایک بات بتاؤں آج آپ کو سچ سچ۔"

"ہاں بیٹا بولو۔" امی اور واسعہ باجی کی استفہامیہ نظریں اس کے چہرے پر آرکیں تھیں۔

"آپ سب نے اب تک مجھے کتنی مرتبہ شادی کرنے کا کہا' اکثر لڑکی والوں کو میرے جاب نہ ہونے پر بھی اعتراض نہ تھا' لڑکیاں بھی سبھی اچھی تھیں لیکن میں نے معذرت کرلی......" وہ سانس لینے کو رکا تو جیسے امی اس کی بات کے مفہوم تک کو بجھ گئیں۔

"صرف اس لیے کہ میں شروع سے سارقہ کو پسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں اس کے سوا کوئی اور نہ آئے۔" واسعہ باجی نے چونک کر امی کو دیکھا جن کے چہرے پر صرف سکون تحریر تھا' ایسا سکون جو کسی آنے والے غم کے خوف سے طاری ہونے لگے۔

"میری آنکھوں میں جب سے اس کے چہرے کا عکس نقش ہوا ہے کائنات کی ہر چیز دیکھنے سے پہلے آنکھ کے پردے پر وہی چہرہ نمودار ہوجاتا ہے اور...... اور اب میں اس کے علاوہ کسی کو بھی یہ جگہ نہیں دے پاؤں گا۔" بات ختم کرکے فائز نے ایسے سر جھکایا تھا جیسے اعتراف جرم کیا ہو۔

"تم جانتے ہو فائز کہ ابھی کچھ دیر پہلے ہم رخسانہ خالہ کی کون سی ضد کا رونا رو رہے تھے؟" واسعہ باجی نے پوچھا تو فائز نے جھکا ہوا سر اثبات میں ہلایا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ان کے معیار پر پورا اترتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہماری اور ان کی ذات الگ ہے...... پھر تم نے ایسا کیوں سوچا؟ کیوں ارادہ کیا ایک ایسا خواب دیکھنے کا جس کی تعبیر یقینی طور پر تمہارے حق میں نہیں اور کیا تم یہ ضد کرکے ہم سب بہنوں کے وہ ارمان روندڈالنا چاہتے ہو جو ہم نے اپنے اکلوتے بھائی کی شادی اور اس کی شادی شدہ زندگی کے لیے اپنے دل میں سجائے ہوئے ہیں۔" واسعہ باجی رخسانہ خالہ کی ضدی طبیعت سے واقف تھیں اسی لیے انہیں فائز کی اس خواہش سے بہت دکھ پہنچا تھا۔

امی نے فائز کو دیکھا جو جواب میں خاموشی اختیار کیے ہوئے تھا...... نہ بحث نہ اصرار اور نہ ہی اپنی بات پر قائل کرنے کے لیے دلائل اور جذبات کا سہارا..... امی کو لگا جیسے اگر وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی یہ خواہش پوری

نہ کر پائیں تو جیسے اس سمیت خود ان کی اپنی زندگی بے معنی ہو جائے گی۔

فائز کا جھکا ہوا سر ای کے کندھے جھکا رہا تھا۔ یک دم واسعہ باجی کو لگا کہ جانے کہاں سے رخسانہ خالہ ان تینوں کے بیچوں بیچ آ بیٹھی ہوں اور ان کی حالت پر بے تحاشا ہنس رہی ہوں اتنا کہ ہنستے ہنستے ان کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو بہہ نکلے ہوں لیکن یہ آنسو کن جذبات کے ترجمان تھے یہ عقدہ ان پر نہ کھلا تھا۔

O......●O●......O

''بنو تیرے ابا کی اونچی حویلی...... بنو میں ڈھونڈتا چلا آیا۔''

''یہ کیا بھئی اکیسویں صدی میں بھی تم لوگ پچھلی صدی کے گانے گاؤ گی۔'' ڈھولک بجانے والی کا ہاتھ پکڑ کر ایک شوخ سی لڑکی نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے ہوئے سب کو کہا۔

''ہاں تو...... یہ گانے تو اگلی بیس صدیوں کی شادیوں میں بھی چلیں گے پرانے تھوڑی ہوتے ہیں ایسے گانے۔'' گانا گانے والی نے شرمندہ ہوئے بغیر اپنے گانے کا دفاع کیا۔

''کیوں نہیں ہوتے بھلا...... یہ پچھلے دور کی بات ہے جب اسے حویلی ڈھونڈنے میں مسئلہ ہوا ہوگا آج کل تو گاڑی میں نیویگیٹر لگاؤ اس میں ایڈریس ایڈ کرو اور بنو کی حویلی کے عین گیٹ کے سامنے جا کر آپ کو سسٹم خود بخود رکنے کا اشارہ دے دے گا۔''

''آپ شاید یورپ کی اثر پذیر ہیں' حقیقت پر مبنی جواب سن کر جہاں باقی لوگ بے ساختہ ہنسنے پر مجبور ہو گئے تھے وہیں اعتراض کرنے والی اپنا منہ لے کر رہ گئی اور کھسیا کر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتی اماں' سارقہ اور مشعل کے کمرے میں داخل ہونے پر سب کی توجہ اب ان کی جانب مبذول ہو گئی۔

''ارے بھئی سارقہ آ گئی' کچھ بھی ہو اب آج تو سارقہ کو گائے بغیر نہیں چھوڑوں گی۔'' سارقہ کی ہم عمر سعدیہ نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو گود میں سلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ہلکے رنگ کے گلابی کپڑوں میں میک اپ کے نام پر کاجل لگائے سارقہ آپی کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر ایک کونے میں بیٹھی واسعہ باجی نے بڑی حسرت سے پہلے انہیں اور پھر ساتھ بیٹھی اپنی امی کو دیکھا۔ دونوں نے بڑے بھاری دل سے گہری سانس لی۔

اماں کا موڈ البتہ دیکھنے میں ہی خفا معلوم ہو رہا تھا سو جیسے ہی انہوں نے کونے میں بیٹھی خالہ کو دیکھا لپک کر ان کے پاس چلی آئیں۔

''چلو بھئی سارقہ تم گانا شروع کرو پھر مقابلے پر ادھر والی لڑکی گائے گی۔'' سلام دعا کے بعد جب ان کے گھر کی کام والی موسم کی مناسبت سے تین کپ چائے لے کر آئی تو حماد بھائی کی بڑی بہن نے لہجے میں محبت گھول کر کہا' یوں بھی اماں غیر متوقع طور پر شادی میں شریک ہوئیں تھیں ورنہ جس طرح انہوں نے سارقہ کو نظر انداز کیا تھا خیال واثق تھا کہ وہ نہ آئیں مگر ان کا نہ صرف آنا بلکہ دونوں بیٹیوں کو بھی ساتھ لانا سب کو ان کے بڑے دل اور اعلیٰ ظرف ہونے کا یقین دلا گیا تھا۔ شوخ رنگوں کا جدید تراش خراش کا لباس پہنے موقعے کی مناسبت سے میک اپ کیے مشعل بھی ملنے ملانے کے بعد ڈھولک کے گرد بنے دائرے میں شامل ہو چکی تھی اور اب سب منتظر تھے کہ سارقہ کوئی گانا شروع کریں۔

''چلو ناں سارقہ...... اپنے بھائی کی مبارک بادی کے لیے کوئی گانا گا دو۔''

پھپھو بھی ابھی کچن سے آ کر بیٹھی تھیں اور سب کا اصرار سن کر خود بھی فرمائش کر دی۔ ان کے منہ سے بھائی کا لفظ سن کر اماں نے بڑی دلدوز نظروں سے انہیں دیکھا تھا مگر ان کے بیٹے کی شادی تھی وہ بھلا کیوں پروا کرتیں اور جب اصرار بڑھنے لگا تو بالآخر سارقہ نے ہار مان لی۔

''مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری...... سدا خوش رہو تم دعا ہے ہماری۔''

اپنی خوبصورت آواز میں انہوں نے گانا شروع کیا تو ڈھولک کی سر کے مطابق پڑتی تھاپ نے تو جیسے کھچا کھچ بھرے ہال میں سماں ہی باندھ دیا۔ واسعہ باجی نے بغور ان کا چہرہ دیکھ کر کوشش تو کی کہ کوئی ملال' ادھورا پن' یا ٹھکرائے جانے کا احساس ان کے چہرے پر نظر آئے لیکن ایسا ممکن ہی نہ ہوا۔ وہ تو بڑی ہی دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ گانا گانے میں مصروف تھیں اور چہرے پر ایسا سکون اور اطمینان رقصاں تھا گویا سومنات کا مندر فتح کر کے آئی ہو۔

"تو نے ماری انٹریاں رے دل میں بجی گھنٹیاں رے ٹن ٹن ٹن۔" سارقہ آپی نے جیسے ہی گانے کے شروع کے چند بول گائے' دوسری لڑکی نے سب کو ٹن ٹن کرنے پر لگا دیا۔

دونوں اطراف بالکل متضاد مزاج موجود تھے' سارقہ دھیمے سروں والے گیت گاتی تو دوسری طرف سے تیز میوزک میں پروان چڑھے گانے سننے کو ملتے۔

"تیرے لیے ہی تو سگنل توڑ تاڑ کے
آیا دلی والی گرل فرینڈ چھوڑ چھاڑ کے"

"ارے کمال ہو گیا یہ بھلا شادی کے گانے ہیں کیا' ہٹو پرے۔" حمیدہ بوا تخت پر بیٹھی تھیں پان دان بند کر کے سروتے کی مدد سے کچی چھالیہ کا ٹکڑا چھوٹا کر کے منہ میں رکھا اور بولیں۔

"ساس گالی دیوے' دیور سمجھا لیوے' سسرال گیندا پھول
چھوڑ بابل کا انگنا' بھاوے پیا کا ڈیرا ہو۔"

"ایسے ہوتے ہیں شادی بیاہ کے گیت' ارے وہ جو تم گا رہی ہو وہ تو گلی کی نکڑ پر کھڑے فارغ لڑکوں کے مزاج کے تھے۔" آج کے دور کے گانوں کی سپورٹر کو ان کی بات بری تو لگی مگر خاموش رہی۔

اسی دوران سارقہ نے واسعہ باجی کو دیکھا ورنہ اس سے پہلے ان کے علم میں نہیں تھا کہ خالہ اور وہ بھی وہیں موجود ہیں' اسی لیے فوری طور پر اٹھیں اور ان کے پاس پہنچ گئیں۔

اماں اور خالہ پہلے ہی محفل کو نظر انداز کیے دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں مصروف تھیں۔

"ویسے سچ کہوں رخسانہ' تم نے بڑے ظرف کا مظاہرہ کیا یہاں آ کر۔" خالہ نے ان کو سراہا کہ وہ دل میں ناراضگی رکھنے کے بجائے اپنی نند کے گھر بیٹیوں سمیت چلی آئیں۔

"اسے تم میرا ظرف کہہ دو یا مجبوری' غرض کا نام دو یا لالچ کا' آنا تو میں نے تھا ہی اور وہ بھی دونوں بیٹیوں سمیت۔" چائے کا خالی کپ اماں نے اپنے طرف پشت کر کے بیٹھی لڑکی کا کندھا ہلا کر پکڑایا اور آگے دینے کا اشارہ کیا۔

"مجبوری...... بھلا ایسی بھی کیا مجبوری تھی؟ میں سمجھی نہیں۔"

"میں نے سوچا سارے خاندان کی عورتیں جمع ہوں گی ان کے رشتے دار بھی ہوں گے تو ہو سکتا ہے کوئی سارقہ کو دیکھ کر اس کا رشتہ مانگ لے ورنہ تو اتنے سارے لوگ بھلا کہاں ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں۔" اماں کی منطق پر خالہ بی کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

"پچھلے ہفتے نصیر کے سسر کے چالیسویں پر بھی اسی لیے سارقہ کو ساتھ لے کر گئی تھیں لیکن اس کی قسمت ہی ست ہے۔" اسی دوران مووی والا اندر چلا آیا تو سب لڑکیوں میں ہلچل سی مچ گئی۔ اماں نے ایک نظر اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھی سارقہ کو واسعہ سے باتیں کرتے دیکھا اور پھر بولیں۔

"اب دیکھ لو...... میں گھر سے کہہ کر بھی آئی تھی کہ جب مووی بنے تو اس میں نمایاں ہونے کی کوشش کرنا' تا کہ صحیح سے چہرہ نظر آئے' جہاں کہیں مووی دیکھی جائے گی ہو سکتا ہے کوئی پوچھ ہی لے لیکن یہ یہاں آ کر بیٹھی ہوئی ہے۔" اماں نے کف افسوس ملتے ہوئے ان لڑکیوں کو دیکھا' جو اب شوخ و چنچل گانے' گانے اور ادائیں دکھانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش میں تھیں۔

"خدا کا واسطہ ہے رخسانہ یہ ذات برادری کی زنجیر اتار پھینکو کیوں اپنی اور اپنی بیٹیوں کی زندگی خراب کررہی ہو.....اور تمہیں تو آخرت میں بھی حساب دینا پڑے گا۔"

"کیسے اتار پھینکوں وہ..... وہ دیکھو.....وہ بھی ابھی تک رشتے کے لیے بیٹھی ہوئی ہے وہ جانی بندوں والی کی بھی ابھی شادی نہیں ہوئی وہ جو کھڑی پانی پی رہی ہے اس کا بھی ابھی کوئی رشتہ نہیں آیا.....تم نہیں جانتیں بہن ہمارے خاندان میں یہ رواج ہی نہیں ہے اور میں بھلا یہ روایت توڑ کر کیوں سب کے طعنے سہوں۔"

"یعنی رشتہ کتنا ہی مناسب کیوں نہ ہو تم کبھی باہر بیاہ نہیں کروگی اپنی بچیوں کا؟" پس پردہ خالہ بی سن گن لے رہی تھیں کہ ان کے ارادے کس حد تک مضبوط ہیں۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہ جو سامنے بیٹھی ہیں دیکھ لو کتنی عمر ہوگئی ہے ان کی چہرے سے ہی پتہ چل رہا ہے لیکن پھر بھی اپنے اماں ابا کے گھر بیٹھی ہیں تو میری بیٹیوں کو بھی کوئی آگ نہیں لگی ہوئی شادی رچانے کی۔" اور تب جانے خالہ بی کے جی میں کیا آئی کہ سوچا ابھی ہی اپنے بیٹے کی خوشیوں کی طرف پہلا قدم اٹھالیا جائے تبھی اشارتاً اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ اس معاملے میں صبر کرنا ان کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

"رخسانہ..... جب سے تم شادی ہوکر ہمارے محلے میں آئیں تب سے عمر میں بے شک میں تم سے بڑی تھی لیکن ہماری ایسی دوستی ہوئی کہ آج تک لوگ مثال دیتے ہیں۔"

"ہاں بہن.....اور اس میں بلاشبہ سارا کمال تمہارا ہے کہ میری الٹی سیدھی باتیں بھی برداشت کرلیتی ہو اور نہ صرف تم بلکہ تمہارے بچوں نے بھی تم سے بڑھ کر مجھے عزت اور محبت دی۔ میرا بیٹا چار سال کا ہو کے دنیا سے چلا گیا مگر فائزہ نے مجھے کبھی اس کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ جیتا رہے سدا خوش رہے۔"

"اگر اب تک تمہیں کوئی کمی محسوس نہیں ہونے دی ہے تو یقین کرو آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔" خالہ بی نے محتاط لفظوں میں اشارہ دیا تو ان کے انداز پر اماں چونک گئیں۔

"اور اگر تم اسے داماد کے روپ میں....."

"بہن..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم....." اماں نے بات پوری ہونے سے پہلے کاٹ دی۔

"سب کچھ جاننے کے باوجود بھی۔"

"ہاں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی۔" خالہ بی کا انداز حتمی تھا۔

"تم اچھی طرح سوچ لو..... میں ایک دو دن کے بعد آؤں گی تو تمہارے گھر بیٹھ کر تفصیل سے بات کریں گے۔"

"سارقہ.....ادھر آؤ تمہیں سلطان بھائی کی بیٹی سے ملواؤں۔" اماں کوئی جواب دینے سے پہلے ہی گانوں کے شور میں چیختی ایک آواز کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

"پھپو کی بہو جو آئی ساری عورتوں کو پھلانگ کر سارقہ کے پاس پہنچنے کے بجائے دور سے ہی آواز دے کر بلا رہی تھی۔ اماں نے سارقہ کو دیکھا جو ولسعہ باجی کی کہی ہوئی جانے کون سی بات پر شرم سے گلابی ہوگئی تھی اور اب انہیں جلدی لوٹنے کا کہہ کر آنے والی آواز کی طرف چل دی۔

اس وسیع ہال میں گانے گاتی والی لڑکیوں کی آوازوں' ڈھولک کی تھاپ اور قہقہوں کا ملا جلا شور تھا۔ کچھ آپس میں سر جوڑے باتوں میں مصروف تھیں مگر اماں کے ذہن میں لگتا جیسے ایک دم سناٹا سا چھا گیا ہو..... ایک ہی آواز کی بازگشت تھی جو بس انہیں اپنے کانوں میں محسوس ہو رہی تھی اور ایک ہی منظر تھا جو شاید ان کی آنکھوں میں نقش ہوگیا تھا۔

خالہ کا اشارتاً سارقہ کا رشتہ مانگنا اور سارقہ کا کسی بات پر شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ ولسعہ باجی کے سامنے سر جھکانا.....اور پھر دفعتاً انہیں محسوس ہوا کہ قہقہوں کا سیلاب ان کی طرف امڈ رہا ہے ڈھولک کی تھاپ ان کے دماغ پر ضربیں لگا رہی ہوں ہال میں' گانوں کی نہیں شاید بین کی آوازیں ہوں جو ان کے خاندان کی عزت دوسرے خاندانوں اور غیروں میں بانٹنے کی وجہ سے بلند ہو رہی

ہوں اور سر جوڑے ہونے والی کھسر پھسر ان کے اور ان کی بیٹیوں کے متعلق ہو۔

انہیں لگا جیسے سارقہ کی مسکراہٹ میں آنسوؤں کی ملاوٹ ہو اور خالہ کی امید بھری باتوں کے پیچھے رواجوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی تاکید۔

O......●O●......O

پھپو کے بے حد اصرار کے باوجود بھی اماں رات بھر وہاں قیام کے لیے راضی نہ ہوئیں اور خود مشعل اور سارقہ کو بھی ان کے یوں اصرار کرنے پر حیرت تھی' کیونکہ آج سے پہلے تو کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ انہوں نے کبھی اس طرح ضد کی ہو یا شاید اب ان کا بیٹا شادی کرنے والا تھا بلکہ اس کی شادی ہو رہی تھی تو انہیں اس قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہ تھا جبھی پیار لٹا رہا تھا اور وہ اظہار کرنے میں بھی بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرنے پر مصر تھیں' جو کچھ بھی تھا مگر خود سارقہ اور مشعل نے بھی گھر جانے کو ترجیح دی تو پھپو کچھ دیر کے لیے اماں کو اپنے ساتھ کچن میں لے گئیں' واپسی پر رات کا کھانا بھی ڈبوں میں ڈال دیا اور تاکید بھی کر ڈالی کہ میرا کام یاد رکھنا۔

اب کام کون سا تھا اس طرف سوائے اماں کے اور کسی کا دھیان نہ تھا اور ان کے تو گمان میں بھی نہیں تھا کہ کام کس نوعیت کا ہوگا' جبھی گھر آنے کے بعد سارقہ نے کھانے کے ڈبے فریج میں رکھے اور مشعل کے ساتھ کمرے میں چلی آئیں۔

اماں دو گھڑی پڑوسن کے پاس گلی میں ہی رک گئی تھیں' مشعل فریش ہونے کے لیے باتھ روم میں گئی ہی تھی کہ فون کی بیل بجی دوسری طرف فائز تھا۔

"واسعہ باجی' تمہاری تعریفیں کر کر کے مجھے جلا رہی ہیں۔" کوئی رسمی تمہید یا سلام دعا کے بغیر ہی فائز نے خوش گوار لہجے میں کہا تو سارقہ کو موسم کے سرد ہونے کا احساس ہوا۔

"یہ تو سخت ناانصافی ہے کہ تم اتنی پیاری لگ رہی ہو اور میں تمہیں دیکھ نہ سکوں۔" سارقہ نے خاموشی سے اپنی مسکراہٹ کو قہقہہ بننے سے روکا۔

"باجی بتا رہی ہیں کہ وہ اتنی دیر تمہارے ساتھ بیٹھی رہیں اور تم ان کا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر صرف اور صرف میرے متعلق پوچھتی رہیں۔ یقین کرو تب سے باجی کا وہ ہاتھ پکڑ کر بیٹھا ہوا ہوں جو تم نے پکڑا تھا۔"

"غلط..... بالکل غلط میں نے ان سے ایک بات بھی نہیں پوچھی وہ تو خود بتا رہی تھیں سب کچھ تمہارے بارے میں اور......" سارقہ نے یوں گھبرا کر بات کاٹی تھی کہ فائز بے اختیار ہنسنے لگا اور تب سارقہ کو اندازہ ہوا کہ یہ سب شرارت تھی۔

"ہاں ہاں' بولو ناں خاموش کیوں ہوگئیں۔" جواباً ایک بار پھر خاموشی تھی۔ چشم تصور میں فائز کا مسکراتا چہرہ اور بولتی آنکھیں دیکھنے کے بعد بھلا وہ کچھ کہتی بھی تو کیسے۔

"ویسے وہ میرے کہنے پر جو تمہاری تصویریں اپنے موبائل میں اتار کر لائی ہیں ناں' یقین کرو ان پر سے میری نظریں ہٹانے کو تو دل ہی نہیں چاہ رہا۔ میرا بس چلے تو انہیں فریم کروا کر اپنے کمرے میں لگا لوں' لیکن پھر سوچتا ہوں تھوڑے دنوں بعد تو ویسے ہی میرے کمرے میں ہم دونوں کی تصویریں ہوں گی..... تب تک موبائل میں ہی رہیں تو بہتر ہے۔"

سارقہ کے ذہن میں ایک عجیب سی الجھن یہ بھی تھی کہ انہوں نے تو آج کوئی تصاویر نہیں بنوائیں پھر یہ فائز کن تصویروں کی بات کر رہا ہے' لیکن یہ گتھی بھی فائز کی اگلی بات نے سلجھا دی۔

"میں نے تو کہا کہ ڈھولک کے پاس تصویریں بنائیں تو بھلا تمہاری میٹھی سی آواز کی ویڈیو بھی بنا لاتیں کم از کم سن سن کر دل تو بہلتا۔"

"جو کچھ تم سوچ رہے ہو..... یہ سب اتنا آسان نہیں ہے فائز۔" سارقہ نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

"کچھ بھی ہو کسی بھی طرح ہو یہ مجھے نہیں پتہ' لیکن بس اب مجھے تمہیں خود سے دور نہیں رہنے دینا۔ کسی بھی قیمت پر بھی نہیں۔" فائز کے لہجے کی مضبوطی بتا رہی تھی کہ وہ

اپنے ارادوں میں پختہ اور الفاظ میں کس قدر سچا ہے پھر ایک دم ہی اس نے اپنا موڈ بدلا اور بولا۔

"اچھا وہ جو تم سارا وقت واسعہ باجی کا ہاتھ پکڑے بیٹھی تھیں وہ انہی کا ہاتھ سمجھ کر پکڑا تھا ناں یا خیالوں میں......"

"فائز تم بہت برے ہو...... اچھا۔" سارقہ کے اچانک ردعمل پر وہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ تبھی مشعل چہرے اور ہاتھوں پر کولڈ کریم لگاتی کمرے میں داخل ہوئی تو انہوں نے فون بند کردیا۔ مگر چہرے پر اڑتی رنگ برنگی تتلیاں مشعل کی آنکھوں سے چھپ نہیں پائی تھیں۔

O......●O●......O

کچھ تو دو دن کی تھکن ابھی پوری طرح نہیں اتری تھی اور کچھ مشعل نے دوستوں کے ساتھ مل کر آج چھٹی کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا جبھی بڑے آرام سکون سے ہاتھ منہ دھو کر کمرے سے نکلی صحن میں بکھری دھوپ پیغام دے رہی تھی کہ بس اب سرما کے ناز نخرے بہت اٹھالیے اور اب یہ سب چند روزہ کی ہے اس کے بعد وہی گرمیوں کی دوپہریں ہوں گی اور وہی شامیں۔

اب بھی ہلکی ہلکی ٹھنڈ جسم کو چھو کر اپنے ہونے کا احساس دلانے کی مکمل کوشش کررہی تھی وہ دونوں بازو لپیٹے کچن میں داخل ہوئی تو محسوس ہوا کہ صرف وہی نہیں آج اماں اور سارقہ آپی بھی معمول کے وقت سے کچھ تاخیر سے جاگی ہیں اس لیے ابھی ناشتہ کیا جارہا ہے البتہ دونوں کے چہرے کے تاثرات سے مشعل کو یہ سمجھنے میں قطعاً مشکل نہ ہوئی کہ کوئی سنجیدہ بات زیر بحث تھی۔

"مشی تمہیں یاد ہے وہ تمہارے ابا کے ماموں کا بیٹا سلطان؟" سارقہ نے اس کے لیے تازہ چائے بنانے کے لیے کیتلی چڑھائی اور ساتھ ہی بریڈ پر ہلکا سا مکھن لگا کر گرم کرنے لگیں تو اماں نے مشعل کو مخاطب کیا جس پر وہ ہنس دی۔

"اماں کہہ تو ایسے رہی ہیں آپ جیسے کوئی بیس بائیس سال نوجوان ہے آپ کا سلطان۔"

"ارے میرا کیوں ہونے لگا سلطان۔ ذرا شرم لحاظ رکھ کے بات کیا کرو۔" اماں نے سادی روٹی کے ساتھ آملیٹ کا نوالہ بنا کر منہ میں رکھتے ہوئے اسے گھورا اور ساتھ ہی ایک گھونٹ چائے کی لیا۔ سارقہ آپی البتہ مکمل لاتعلقی کا اظہار کیے چولہے کی طرف متوجہ تھیں۔

"جو منہ میں آتا ہے بس بولتی چلی جاتی ہو۔" اماں نے بات مکمل کی۔

"اچھا اچھا معافی...... ہاں یاد ہیں ابھی کل ہی تو ان کی بیٹی دیکھی ہے میں نے فقیہہ کلاس میں ہے مگر لگتا نہیں۔ کیا پٹر پٹر باتیں کررہی تھی ناں وہ آپی۔" اپنے لیے ابلا ہوا انڈہ چھیلتے ہوئے اس نے سارقہ آپی کو بھی شامل گفتگو کرنا چاہا مگر وہ خاموشی سے اس کے لیے گرم کی گئی بریڈ پلیٹ میں رکھ کر اس کے سامنے رکھنے کے بعد اب چائے انڈیلنے لگیں۔

"اور فیشن دیکھا تھا اماں اس کا...... تو یہ سب کو مات دے رہی تھی۔"

"بس بیٹا...... ماں سر پر نہ ہو تو بیٹیوں کا یہی حال ہوتا ہے نہ کوئی سمجھانے والا نہ بتانے والا۔"

"ہاں یہ تو ہے بے چاری بچیاں...... ایک تو اس سے چھوٹی بھی ہے ناں؟"

"ہاں ایک اور بیٹی ہے اور دو سالہ بیٹا بھی ہے۔" سارقہ اس کے لیے چائے لاکر اب قریب ہی بیٹھ گئی تھی۔ چند لمحے سب نے خاموشی سے ناشتہ کیا پھر اماں بولیں۔

"سلطان اپنی سارقہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو کیا اسی مہینے کی کوئی تاریخ دے دوں؟" ہچکچاہٹ کے ساتھ بات شروع کرتے ہوئے اماں نے پہلے مشعل کو دیکھا اور پھر سارقہ سے رائے چاہی۔ تو جن نظروں سے سارقہ نے انہیں دیکھا جانے کیوں اماں زیادہ دیر انہیں دیکھ نہیں پائیں۔

"اچھا تو کچن میں جا کر آپ سے یہ کھسر پھسر ہورہی تھی اس وقت؟" مشعل نے تفتیشی نظروں سے اماں کو دیکھا جو ایک مجرم ہی وضاحتیں دینے کی کوشش میں تھیں۔

"ہاں تو حرج ہی کیا ہے...... اپنا گھر ہے کاروبار ہے

اور سب سے بڑھ کر اپنا خاندان ہے کسی کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوگا۔"

"لیکن اماں مجھے اعتراض ہے۔" مشعل نے چڑ کر خاموش بیٹھی سارقہ آپی کو دیکھا۔

"وہ جوان کے تین تین بچے ہیں اور بن بیاہی دو بہنیں ہیں وہ نظر نہیں آتیں آپ کو؟"

"مشی......" اماں نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا لیکن وہ مشی تھی اسے اماں کے گھورنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

"ابھی چند مہینے پہلے تک وہ آپا کو بیٹا بیٹا بلاتے تھے' عمر میں ہمارے چچا کے برابر لیکن رشتے کی وجہ سے آپی انہیں بھائی کہا کرتی تھیں اب آپ انہی کے ساتھ انہیں بیاہنے پر تیار ہیں۔" مشعل نے انتہائی حیرت اور صدمے سے اماں کو دیکھا۔

"تم خاموش ہو جاؤ اب... ہر خاندان میں اسی طرح ہوتا ہے' کزنز کو بھائی ہی بلایا جاتا ہے' مگر رشتہ ہونے سے پہلے تک۔"

"لیکن..." مشعل اس تجویز کے سخت خلاف تھی مگر اماں بھی ڈٹ گئی تھیں۔

"تم کبھی اس کا گھر نہ بسنے دینا... اگر کبھی کوئی رشتہ آ ہی گیا ہے تو تم اس میں کیڑے نکالنے لگ جاؤ۔ ارے تم تو چاہتی ہی نہیں ہو کہ اس کا گھر آباد ہو۔" مشی نے یوں غصے میں کپ پٹخا کہ چائے کے چند چھینٹے میز پوش پر بھی جا گرے۔ اماں کی برداشت بھی جواب دے گئی۔

"بکواس بند کرواپنی' کیسی زبان چلتی ہے' ارے اتنی ہی ہمدرد ہو بہن کی تو ڈھونڈ لاؤ ناں جا کر اس کے لیے کوئی رشتہ... اتنی لمبی زبان لے کر میرے ہی گھر پیدا ہونا تھا تم نے۔" طیش میں آ کر اماں کا دل تو چاہا کہ اس کے تھپڑ رسید کر دیتیں لیکن خود پر ضبط کیے رکھا۔

"سارقہ آپی کی فرماں برداری کا ناجائز فائدہ مت اٹھائیں اماں اور خدا کا خوف کریں۔"

"میں کہتی ہوں زبان بند کرو مشی ورنہ آج میں جوتا اٹھالوں گی۔" اماں نے برتن پرے کیے تو سارقہ نے ان کے دونوں ہاتھ آگے بڑھ کر پکڑ لیے مبادا اماں وہ کچھ کر گزریں جس کا خدشہ تھا مگر اس سے پہلے ہی مشعل ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"رشتہ ڈھونڈنا ماں باپ کا کام ہوتا ہے اماں' بیٹیوں کا نہیں اور یہ آپ جیسی ہی مائیں ہوتی ہیں جو آخر کار لڑکیوں کو غیروں پر بھروسہ کر کے گھروں سے بھاگنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔" سارقہ آپی نے محسوس کیا کہ مشعل کی اس بات سے اماں کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

"ہونہہ... لیکن ہمارے بارے میں مطمئن رہیے اماں' لال جوڑا نہ سہی کفن ہم اسی برادری کے ہاتھوں کا پہنیں گے اور ہاں اس پر ہماری ذات ذرا واضح الفاظ میں لکھوا لیجیے گا تاکہ غیر برادری اور دوسری ذات کے لوگ دور سے ہی دیکھ کر گزر جائیں۔" کڑواہٹ بھرے تلخ جملے کہہ کر وہ کچن سے باہر نکل گئی تھی۔ اماں کے نزدیک سارقہ نے اس کے نازنخرے اٹھا کر اسے باغی بنا دیا تھا' کچھ دیر تو اماں اور سارقہ خاموش سی بیٹھی رہیں پھر جیسے ہی اماں کے پاس پڑوس کی کوئی خاتون آئیں' سارقہ لپک کر مشعل کے پاس جا پہنچی جو حسب توقع منہ پھلا کر لیٹی ہوئی تھی انہیں دیکھا تو اٹھ بیٹھی۔

"پریشان ہو مشی؟" بیڈ پر اس کے سامنے بیٹھتے ہی انہوں نے سوال کیا تو وہ بغور سارقہ آپی کا چہرہ پڑھنے لگی۔

"آپی کیا ہمارا اس دنیا میں بس اتنا ہی حصہ ہے؟"

"اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے ناں اور لکھے پر بھلا کس کا زور چلتا ہے۔"

"دنیا سے اپنا حصہ ہمیں خود لینا پڑے گا۔ اپنے حصے کے جگنو ہمیں خود تلاش کرنے پڑیں گے۔ زندگی تبھی روشن ہوگی ورنہ اماں کو تو ہمارا بوڑھا ہو کر مرنا پسند ہے' بجائے اس کے کہ..."

"بری بات ہے مشی... وہ ہماری ماں ہیں ناں اور ان کی دل سے عزت کرنا بھی ہم پر لازم ہے۔" وہ مشعل کی سابقہ گفتگو سے سہم سی گئی تھیں اور نہیں چاہتی تھیں کہ اس

کے اور اماں کے درمیان کسی قسم کا کھچاؤ باقی رہے۔

"ایسی مائیں جو محض ذات پات اور مطالبات کی وجہ سے اپنی اولاد کی زندگیوں کو زنگ آلود کردیں ان کی عزت کرنا تو ٹھیک ہے لیکن سوری آپی...... دل سے عزت پل صراط پر چلنے کے برابر لگتا ہے۔" سارقہ نے اس کی باتوں کے جواب میں گہری سانس لے کر ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر افسردگی سے سر جھکالیا۔

"ویسے آپی ایک بات کہوں؟" سارقہ نے سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیا خیال ہے اماں' فائز بھائی کے ساتھ آپ کی شادی کے لیے راضی ہوجائیں گی؟" اتنا غیر متوقع اور براہ راست سوال' سارقہ آپی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ مشعل ان کے اور فائز کے درمیان پنپتے اس نئے جذبے سے اس حد تک آگاہ ہے۔

"پتہ نہیں مشی..... کیا کہہ سکتی ہوں۔" اب جبکہ مشعل کو سب باتوں کا اندازہ تھا سو انہوں نے بھی تردید کرنے یا وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ البتہ لفظوں میں جو تھکن تھی وہ بہت سارے خدشات کا پتہ دے رہی تھی اور ان کا یہی شکست خوردہ انداز مشعل کو مزید ترش کرگیا۔

"میں جانتی ہوں اماں' کو وہ کبھی راضی نہیں ہوں گی' باوجود اس کے کہ وہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے سے خالہ کو جانتی ہیں' لیکن ہاں اگر ہمارے خاندان میں سے ہی کوئی تمغۂ ذات لیے اسی سالہ بڈھا بھی نمودار ہوجائے ناں تو قسم کھا کے کہتی ہوں' اماں جہیز میں اس کی بتیسی تک خرید لیں گی۔"

"ہونہہ...... میرے ساتھ کی لڑکیوں کے تو اب بچے بھی اسکول جانے لگے ہیں مشی...... اور...... اور میں نے تو ان سے ملنا تک چھوڑ دیا ہے صرف اس لیے کہ مجھ سے ان کے ترحم آمیز الفاظ سے بنے ترس میں بھیگے جملے اور چبھتی آنکھیں برداشت نہیں ہوتیں۔" یہ پہلا موقع تھا کہ سارقہ آپی نے اس طرح کی کوئی بات اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے سے کی تھی اور یہ وہ اظہار تھا جسے سن کر مشعل کو اماں پر سخت غصہ اور ان پر بے حد ترس آیا تھا جبھی منٹوں میں اس کے ذہن نے جانے کیا ترکیب بنائی شروع کی کہ آنکھوں میں چمک آگئی۔

"اگر اماں نے فائز کے رشتے پر رضامندی ظاہر کردی تو ٹھیک ورنہ میں اس سارے واقعات کو قسمت کا لکھا تصور کرلوں گی۔"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' اور بس اب اماں کے صندوق سے جہیز کے کپڑوں کو ہوا لگوانی شروع کر کے اپنا لال جوڑا تیار رکھیں۔ ان ہاتھوں پر مہندی لگے گی تو فائز بھائی کے نام کی ورنہ..... اور ورنہ کا کوئی تصور نہیں' کیونکہ مہندی لگنی ہی ہے اب۔" مسکراتے ہوئے مشعل نے سارقہ آپی کے ہاتھ چوم لیے تھے جبکہ وہ اس کے ارادے کی مضبوطی پر حیران تھیں۔

"مہندی لگے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات
جا کے تم ساجن کے پاس
بھول نہ جانا یہ دن رات
تم کو لیں پیا کا بھائے
تیرا پیا تیرے گن گائے
آئے خوشیوں کی بارات
بھول نہ جانا یہ دن رات"

مشعل نے بڑے جوش سے لہک لہک کر انہیں گانا سناتے ہوئے اپنا سابقہ موڈ تو تبدیل کیا ہی تھا مگر سارقہ کو بھی بے حد حیران کیا تھا کیونکہ مشعل کے انداز سے تو لگتا کہ بس بات پکی ہوچکی ہے اور تبھی صحن سے آتی مختلف آوازوں اور ہنسی قہقہوں سے وہ دونوں چونک سی گئیں لگتا تھا کچھ مہمان آئے ہیں' جن کے قدم ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ رہے تھے۔

○.. ●○●.. ○

"بس سلطان' لگتا ہے کہ میری سارقہ کا نصیب تمہارے ساتھ ہی بندھا تھا' جبھی تو مانو کتنے ہی رشتوں کو

میں نے انکار کیا' خود آپا گواہ ہیں۔" اماں نے پھپھو سے گواہی چاہی جو لوازمات کی ترسیل کو دیکھ کر اندازہ کر رہی تھیں کہ یہ سب یقیناً پڑوس کے بچے کو بھیج کر بازار سے منگوایا ہے' اس کے برعکس اماں کی خوشی دیدنی تھی جو ان کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی۔

"اور پھر یہ بھی تو سارقہ کی خوش نصیبی ہے ناں کہ اتنے اچھے گھر بیاہی جائے گی' میں تو کہتی ہوں دیا آید درست آید والا محاورہ بنتا ہے یہاں۔" پھپھو نے سموسہ پلیٹ میں رکھ کر اس پر چٹنی ڈالی۔

"حالانکہ اپنے گھر شادی ہے لیکن سلطان نے جب سے سارقہ کو اتنے برسوں بعد دیکھا پیچھے ہی پڑ گیا' کہتا ہے جتنی جلدی ہو سکے رخصتی کروا دو۔"

"رخصتی......؟" اماں کو اپنے ہاتھ پاؤں پھولتے محسوس ہوئے۔ البتہ سلطان کی جگہ سارے معاملات شاید پھپھو کو ہی طے کرنے کا اختیار دیا گیا تھا جبھی باقی مہمانوں میں سے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔

"چاچی آپ کو تو پتہ ہے کہ اللہ نے مجھے ہر چیز سے نواز رکھا ہے' جہیز کے نام پر مجھے سارقہ کے دو جوڑے کپڑے کی بھی ضرورت نہیں ہے' اسی لیے میں چاہ رہا تھا کہ اگر حماد کی شادی کے ساتھ ہی آپ بھی اپنا فرض ادا کر دیتیں تو......" سلطان نے ایک ہفتے بعد حماد کی شادی کے ساتھ ہی نکاح کی بات کر کے گویا ہتھیلی پر سرسوں جمائی تھی۔ اماں کی بوکھلاہٹ دیدنی تھی' کبھی سلطان کو دیکھتیں کبھی ساتھ بیٹھی پھپھو کو۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی......"

"ارے لیکن ویکن کیا رخسانہ...... خدا کا شکر کرو ایسا رشتہ ملا ہے' میری مانو تو ایک پل کی تاخیر کیے بغیر ہاں کر دو تاریخ فائنل کر کے۔" پھپھو نے چکن پیٹیز ختم کر کے ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کیے اور سموسے والی خالی پلیٹ کے اندر ہی ٹشو پیپر رکھ دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے چاچی' اگلے ہفتے میں نکاح خواں کے ساتھ دو چار بندے لے آؤں گا' تاکہ سادگی سے نکاح ہو جائے۔" سلطان نے خود ہی فیصلہ سنایا۔

"ہاں اچھا ہے تاکہ تمہارا بھی خرچہ نہیں ہوگا۔" پھپھو نے ہونق بنی بیٹھی اماں کو جتایا۔

"جو بھی اہتمام کرنا ہوگا ولیمے پر ہو جائے گا بلکہ سلطان میں تو کہتی ہوں رخسانہ' سارقہ اور مشعل کو لے کر ہماری طرف ہی آ جائے وہیں' جس وقت حماد کا نکاح ہوگا یہ بھی کام ساتھ ہی سرانجام پا جائے گا۔" پاس ہی بیٹھی اماں کو پھپھو نے یکسر نظر انداز کر دیا تھا اور یہی حاکمیت بھرا انداز ان کا خاصہ تھا' ان کا خیال تھا تمام تر فیصلوں کی کنجی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"بھائی تو میرا اب اس دنیا میں ہے نہیں' آخر کو میں نے ہی تو سوچنا ہے ناں اس کی اولاد کا بھی۔" سلطان نے تائید میں سر ہلایا۔

"اور رخسانہ پہلی بیوی کی زندگی ہی اتنی تھی ورنہ بڑے لاڈ سے رکھا تھا اس نے۔" اماں نے مسکینی انداز میں سر ہلایا۔

"تو پھر تم تیاری رکھنا اور اگلے ہفتے صبح ہی آ جانا بچیوں کو لے کر۔" پھپھو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی میں کچھ بھی حتمی طور پر نہیں کہہ سکتی۔ ابھی تو میں نے سارقہ اور مشعل سے بات بھی نہیں کی۔" ان کی جلد بازی اماں کو کھٹک رہی تھی اسی لیے بہانہ گھڑا۔

"لو بھلا...... تم نے انہیں اتنا سر پر کب سے چڑھا لیا کہ ان سے پوچھ کر فیصلے کرو گی۔" پرس بغل میں دباتے ہوئے پھپھو نے منہ بنایا۔

"کہاں ہیں دونوں......؟ میں خود بات کر لیتی ہوں ان سے۔"

"ارے نہیں نہیں...... میں کر لوں گی ناں بات اور آج شام ہی آپ کو فون کر دوں گی۔" کہاں کتنی ہی تیز اور تند مزاج تھیں لیکن پھپھو سمیت اپنے سسرالی رشتے داروں کے آگے بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ شوہر زندہ تھے تو انہوں نے کبھی انہیں اپنے گھر والوں کی کسی بھی بات سے اختلاف نہیں کرنے دیا اور نہ ہی انہیں اجازت ہوتی کہ وہ

ان سے بحث کریں' سوان کے جانے کے بعد بھی اماں کا وہی طریقہ تھا۔

"چلو ٹھیک ہے بات وات کرتی رہنا تم آرام سے..... اچھا سنو ناپ تو سارقہ اور مدیحہ کا ایک ہی ہے ناں؟" پھپھو نے اپنی بڑی بیٹی کا نام لیا۔

"تم صرف اور صرف شادی کا جوڑا تیار کرلو باقی سب میں بنالوں گی سلطان کے ساتھ مل کر۔" ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے پھپھو نے ایک اور عنایت کی تھی اور اسی دوران بیل ہونے پر مشتعل جو احتجاجاً خود ڈرائنگ روم میں گئی تھی اور نہ ہی سارقہ آپی کو جانے دیا تھا دروازہ کھولنے کے لیے کمرے سے نکلنے ہی لگی تھی کہ اماں کے آنکھ کے اشارے نے کمرے میں ہی رکنے پر مجبور کردیا۔

"ہائیں...... یہ کمرے میں تھی...... اتنا نہ ہوا کہ آ کر سلام دعا ہی کر جاتی۔" پھپھو نے گلہ کیا مگر اس سے پہلے کہ اماں کچھ جواب دیتیں واسعہ باجی اور خالہ دونوں ہاتھوں میں شاپرز اٹھائے لدی پھندی اندر داخل ہوئیں اور جس جوش وخروش اور محبت کا مظاہرہ کیا وہ پھپھو کو چونکا گیا۔ اسی دوران خالہ کی ان پر نظر پڑی تو سلام دعا کرلی۔

"اچھا ہوا آپ سے ملاقات ہوگئی' ہم سارقہ کے نکاح کی تاریخ پکی کرنے آئے تھے۔" پھپھو نے ابرو چڑھاتے ہوئے بات کی تو خالہ کا چہرہ اتر گیا ہاتھوں میں تھامے مختلف لفافے گرفت ڈھیلی ہونے پر وہیں فرش بوس ہوگئے۔

"اگلے ہفتے حماد کی شادی کے ساتھ ہی سلطان اور سارقہ کا نکاح ہے ان کی طرف سے تو آپ آئیں گی ہی میری طرف یعنی سلطان کی طرف سے بھی بلوا سمجھیں۔" پھپھو نے ایک نظر سلطان کو دیکھ کر کہا۔ اماں کو ایک بار پھر انہوں نے یکسر نظر انداز کردیا تھا۔

"اب چلتی ہوں' دوہری شادیوں کی ذمہ داری نبھانا آسان تھوڑا ہی ہوتا ہے۔" ایک اچٹتی سی نظر سب پر ڈال کر وہ لوگ چلے گئے تھے۔

اماں' خالہ اور واسعہ باجی سے نظریں چراتی بغیر کچھ کہے ڈرائنگ روم میں چلی گئیں تھیں' خالہ اور واسعہ باجی بھی بے یقینی کی کیفیت میں ان کے پیچھے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں جہاں ٹیبل مختلف لوازمات سے بھری ہوئی تھی جس کا یقینی مطلب تھا کہ وہ باقاعدہ تیار ہو کر اور منصوبہ بندی کے تحت آئے تھے۔

"رخسانہ...... یہ کیا کیا تم نے؟" اماں اپنے اکلوتے بیٹے کی خوشیوں کے ادھورا رہ جانے پر جہاں صدمے کا شکار تھیں وہاں سارقہ جیسی خوب سیرت لڑکی کے لیے سلطان جیسے شخص کے چناؤ پر حیران بھی۔

"جانتی بھی ہو کہ سلطان کس فطرت کا انسان ہے' مال ودولت گھر بار نہ دیکھو اپنی بچی کا مستقبل دیکھو رخسانہ' تم کیا کرنے جارہی ہو۔"

"بہن تم یہ سب اس لیے کہہ رہی ہو ناں کہ میں نے سلطان کو فائز پر ترجیح دی؟"

"یہ بھی ایک وجہ ضرور ہے' لیکن مجھے سلطان اچھا انسان معلوم نہیں ہوتا' اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی کہانی محسوس ہوتی ہے مجھے۔" خالہ نے سچائی سے کہا۔

"ہم تو آج فائز کا رشتہ لے کر آئے تھے آپ کے پاس لیکن...." واسعہ باجی نے مایوسی سے کہا۔

"مجھے فائز کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں بیٹا' لیکن میں سارقہ کی شادی خاندان سے باہر کرکے سب کے سوالوں کے کیسے جواب دیتی کیا منہ دکھاتی انہیں۔"

"آپ نے سارقہ کی مرضی تو معلوم کی ہوتی۔" واسعہ باجی نے تاسف سے کہا۔ وہ تو آج بڑی دلیلوں کے ساتھ آئی تھیں مگر یہاں آ کر پتہ چلا کہ وہ تو مقدمہ لڑنے سے پہلے ہی ہار گئی ہیں۔ رہ رہ کر فائز کا خیال آرہا تھا کہ اسے جا کر کیا جواب دیں گی کہ وہ اس کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ اس کے حق میں نہیں کرواسکیں۔

"مجھے اپنی تربیت پر بھروسہ ہے' سارقہ کبھی بھی کچھ ایسا کام نہیں کرسکتی جو میری مرضی کے خلاف ہو اور بہن اب تو نکاح کی تاریخ بھی رکھ دی گئی ہے' وہ لوگ آج سے

تیاریاں شروع کردیں گے۔"

"جیسے والدین اپنی اولاد پر بھروسہ کرتے ہیں' بالکل اسی طرح اولاد بھی اپنے والدین پر بھروسہ کرتی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو ان کی مرضی کے خلاف ہو لیکن خود سوچو کہ کیا بحیثیت والدین اولاد کے مستقبل کا فیصلہ کرتے ہوئے ہم اس بھروسے کو ذہن میں رکھتے ہیں؟ ان کی پسند ناپسند کا سوچتے ہیں؟ شادیاں کرتے وقت ہم اپنی اولاد سے زیادہ دنیا والوں کی فکر میں گھل رہے ہوتے ہیں اور پھر بعد میں یہ بھی امید کرتے ہیں کہ شادی کے بعد ہمارے بچے کسی بھی طرح نباہ کریں' سمجھوتے کے کڑوے اور تلخ گھونٹ پئیں' اس لیے نہیں کہ ان کی زندگی بہتر ہو بلکہ اس لیے کہ اگر یہ شادی نہ چل سکی تو دنیا والے کیا کہیں گے؟" خالہ جس امید اور مان سے آج فائزہ کو یقین دلا کر گھر سے نکلی تھیں اور سوچا تھا کہ اگر رخسانہ کے پاؤں بھی پڑنا پڑا تو وہ ان کے پاؤں کو ہاتھ لگا کر بھی اپنے بیٹے کی خوشیوں کی بھیک مانگیں گی وہ یوں تو مولود بچے کی نیند کی طرح ٹوٹا تھا کہ اب وہ بول رہی تھیں اور اماں کے پاس سننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"یہ دنیا والے کون ہیں رخسانہ؟ ہم ہیں تم ہو' ہم ہی نے سوچ بدلنی ہے' دوسروں کی پروا کرنا چھوڑ دو' بس اپنے بچوں کی بہتری سوچو...... یہ دنیا والے بھلا کون ہوتے ہیں ہماری تمہاری زندگی کے فیصلے اپنی مرضی سے کروانے والے؟ اور یہ جو تم اپنے خاندان میں سارقہ کی شادی کررہی ہو تو بتاؤ خدانخواستہ کل کو کچھ کمی بیشی ہوئی تو کیا دنیا والے اور تمہارے خاندان والے آ کر کریں گے اس کا ازالہ؟ وہ خاندان والے جو بیٹوں کو تو باہر بیاہنے میں عار محسوس نہیں کرتے اور بیٹیوں کی قسمت کو تالا لگا کر چابی گہرے کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔" خالہ سانس لینے کو رکیں۔

"اور پھر جب خدا اور اس کے محبوب نے کوئی شرط نہیں لگائی' دو عالم کے آقا ﷺ نے خود نکاح کرکے مختلف مثالیں ہمارے جیسے کم علم لوگوں کو روشنی دکھانے کے لیے قائم کیں تو کیا پھر بھی ہم آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھے' کان ہوتے ہوئے بھی بہرے بنے رہیں گے؟ رب کائنات نے خود قرآن کریم میں دلوں پر تالے لگنے کے بارے میں جو آیت نازل فرمائی تو صرف ان کے لیے نہیں جو ایمان نہیں لاتے بلکہ مجھ کم عقل کا محدود علم کہتا ہے کہ یہاں لوگوں کے بارے میں بھی اشارہ ہے جو ایمان لانے مسلمان ہونے کے باوجود اپنے دلوں میں اپنی مرضی کے خلاف حق کی بات داخل نہیں ہونے دیتے' جن کی زبان سے ادا ہونے والا کلمہ طیبہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا' ان کے دل میں داخل نہیں ہوتا...... کیونکہ قسم لے لو رخسانہ میرا ایمان ہے کہ جس کا پڑھا گیا کلمہ اس کی زبان اور حلق سے ہوتا ہوا دل میں اتر گیا ناں تو اس کے لیے یہ دنیا اور دنیا والوں کی باتیں صرف اور صرف چلتے وقت جوتے کے نیچے لگ جانے والی گرد سے بڑھ کر اہمیت نہیں رکھتی۔"

"امی...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ پانی پئیں پلیز۔" واسعہ باجی نے گلاس میں دو گھونٹ پانی ڈالا مگر امی نے ہاتھ سے پرے ہٹادیا۔

اماں کے دل پر بھی ان کی باتیں اثر کررہی تھیں لیکن کیا کرتیں دنیا والوں کا تصور ایک پہرے دار کی طرح ان پر حاوی تھا سو سر جھکا کر بیٹھی رہیں۔

"نہیں بیٹا مجھے پانی وانی' بس آج آخری ملاقات ہے میری اس سے...... اس لیے دل کی بھڑاس نکال رہی ہوں' آج کے بعد نہ میں اس کو دیکھوں گی اور نہ میں چاہوں گی کہ یہ میرا ماہوامنہ بھی دیکھے۔"

"بہن...... ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔" اماں نے تڑپ کر دیکھا۔

"چلو اٹھو واسعہ' میں دیکھوں گی کل کلاں کو جب یہ خود دنیا میں نہ رہی تو یہی ذات برادری اور خاندان والے اس کی بیٹیوں کو آ کے جھولا جھلائیں گے؟ اور اس سلطان کی تو مجھے نیت ہی اچھی نہیں لگتی...... ہونہہ بدنیتی سے رشتہ کرنے والے بھی بھولے بیٹھے ہوتے ہیں کہ جس کی عمارت کی بنیاد چوری کی اینٹ پر ہو وہ کبھی نہ کبھی ضرور گرتی ہے۔ ان

پر نہ کبھی ان کے بہت اپنوں پر بھی۔" بات کرتے ہوئے خالہ نے ڈرائنگ روم سے باہر قدم نکالا۔

واسعہ باجی اور اماں بھی بے چارگی کے عالم میں ان کے پیچھے تھیں سو خالہ نے آگے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آنکھوں سے لڑھکتے آنسوؤں کو تو مسل دیا مگر گلوگیر لہجہ نہ چھپا سکیں۔

"میں تو کہتی ہوں کہ اگر نیتوں کا اثر چہروں پر نظر آنے لگتا تو آج معاشرے کا ہر تیسرا بندہ نقاب کرنے پر مجبور ہو جاتا۔" رندھے ہوئے لہجے سے کہتے ہوئے وہ تھکے تھکے قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف جا پہنچی تھیں ایک نظر اس کمرے کو دیکھا جہاں اس وقت مشعل اور سارقہ یقینی طور پر اپنے پکارے جانے کے انتظار میں تھیں۔

"نہ جاؤ بہن..... ایسے ناراض ہو کر مت جاؤ۔" اماں نے التجا کی جو خالہ نے نظر انداز کرتے ہوئے واسعہ کو مخاطب کیا۔

"اسے کہہ دو کہ فائز سے سارقہ کو نہیں بیاہنا نہ بیاہے مگر بیٹیوں کو ہمیشہ اپنے برابر کی حیثیت کے لوگوں میں رخصت کرنا چاہیے اپنے سے بہت اوپر کے لوگوں میں یا تو بیٹیاں ڈھکے چھپے انداز میں طعنے سن کر دو پٹے بھگوتی ہیں احساس کمتری کا شکار ہونے لگتی ہیں یا پھر مختلف تہواروں پر والدین کو اپنی اور بیٹی کی عزت رکھنے کی خاطر خود اپنی خواہشات قربان کرنا پڑتی ہیں لوگ ایسے ہوں کہ گھر والے فرش پر بیٹھے ہوں تو وہ بھی ساتھ فرش پر ہی بیٹھ جائیں۔" رندھی ہوئی آواز میں بمشکل بات ختم کر کے وہ رکیں اور نہ پلٹ کر دیکھا بمشکل تمام خود کو اس گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا جس میں آج وہ ایک انوکھے اور منفرد احساس کے ساتھ داخل ہوئی تھیں۔ بند شاپروں میں فروٹ مٹھائی اور پھول ویسے کے ویسے پڑے اپنی بےقدری کا رونا رو رہے تھے۔

○....●○●.....○

"مجھے پتہ نہیں کیوں یقین ہے کہ اماں خالہ کو انکار نہیں کر سکیں گی۔" مشعل نے پرجوش انداز میں آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال بناتی سارقہ کو کہا تو وہ مسکرا دیں۔

"اماں ہم دونوں کو سلطان کے متعلق بتا چکی ہیں پھر بھی اتنا یقین۔"

"بس..... پتہ نہیں کیوں میں نے جو چمک آپ کی آنکھوں میں پچھلے کچھ دنوں سے دیکھی ہے ناں وہ بتاتی ہے کہ یہ پیار سچا ہے اور رات کو فائز بھائی نے فون پر جس طرح مجھ سے بات کی تھی مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آپ کے ساتھ کتنے مخلص ہیں۔ اب اللہ کرے ہماری اماں کو رحم آ جائے۔" سارقہ نے بالوں کو ڈھیلی ڈھالی چٹیا کی شکل دے کر آخر میں کچھ بال چھوڑتے ہوئے گہری مسکراہٹ کے ساتھ مشعل کو دیکھا۔

"ویسے فرض کیا کہ اماں اپنی عزیز از جان بہن جنہیں وہ اپنا واحد اور سچا ہمدرد سمجھتی ہیں کو انکار کر دیں تو؟"

"مجھے نہیں لگتا کہ اماں انکار کریں گی مشی۔" ہیئر برش کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے انہوں نے مشعل کی طرف رخ موڑا۔

"بلکہ شاید وہ خوش اور مطمئن ہوں گی کیونکہ خالہ سمیت ان سب کو اماں اول روز سے جانتی ہیں اس لیے مجھے یقین ہے کہ وہ اب سے کچھ دیر پہلے بیٹھی ہماری اتفاقاً پھپھو کی باتوں پر کان نہیں دھریں گی۔"

"اتفاقاً پھپھو؟" یہ نئی اصطلاح مشعل کے لیے منفرد تھی۔

"یہ ایک اتفاق ہی ہے ناں مشی کہ وہ خاتون ابا کی بہن کے طور پر پیدا ہوئیں اور ہماری پھپھو کہلانے لگیں ورنہ اپنے کسی بھی فعل سے انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی کہ وہ ہماری اتفاقاً پھپھو نہیں بلکہ عملاً پھپھو ہیں۔"

"واقعی آپی! اگر ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو والدین کے علاوہ اکثر لوگ ہمارے اتفاقاً رشتے دار ہوتے ہیں اتفاقاً چچا اتفاقاً خالہ اتفاقاً پھپھو بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے افعال سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ ہمارے رشتے دار صرف اس لیے نہیں ہیں کہ اتفاقیہ طور پر وہ

ہمارے والدین کے بہن بھائی کے طور پر دنیا میں آئے بلکہ وہ اپنے حسن سلوک سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ وہ ہم سے اس قدر محبت اس لیے کرتے ہیں کہ ہمارے حقیقی اور عملاً رشتے دار ہیں۔“ مشعل نے سارقہ کی بات کی مکمل تائید کی۔

”اور خالہ ہماری اتفاقیہ رشتے دار نہ ہونے کے باوجود سب سے حقیقی اور عملی خالہ ہیں۔“

”پتہ ہے مشی...... کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر اماں نے پھپو کی باتوں میں آ کر خالہ کو انکار کر دیا ناں تو میں شاید ہمیشہ کے لیے شادی کا خیال اپنے دل سے نکال دوں۔“

”اوئے ہوئے...... جناب اتنا کچھ سوچ بیٹھی ہیں اکیلے اکیلے۔“ مشعل نے شوخی سے ان کی چٹیا جھلاتے ہوئے کہا۔ درحقیقت اسے بے حد خوشی تھی کہ سارقہ آپی اس کے ساتھ اپنے دل کی بات شیئر کر رہی تھیں۔

”تو اور کیا مشی...... اس دل کا مکین بدلنا کوئی آسان کام ہوتا ہے کیا؟“ ایک شرمیلی ہنسی کے ساتھ سارقہ نے اعتراف کیا تو مشی نے ان کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے دل میں ان کی مسکراہٹ قائم رہنے کی دعا کی اور خود بھی مسکرادی۔

”ناں بھئی ناں، یہ مکین تو اب نہیں جانے کا کیونکہ یہ مکین اس دل میں رہنے کا کنٹریکٹ اماں سے لکھوا کر لا رہا ہے۔“ مشعل نے سامنے رکھی لپ اسٹک اٹھا کر سارقہ آپی کو لگانا چاہی مگر انہوں نے بڑے پیار سے وہ لپ اسٹک لے کر واپس رکھ دی۔

”ابھی نہیں مشی...... بس کچھ دن اور۔“ سارقہ آپی کی آنکھوں میں جلتے جگنوؤں کو چاہنے کے باوجود مشی نظر بھر کر نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ چہرے کی رنگت بھی سرخی مائل ہو رہی تھی اور شرم سے ان کی پلکیں کبھی گرتیں، کبھی مشعل کو دیکھنے کا ارادہ کرنے کو اوپر اٹھتیں مگر نظر نہ ملتی اور ادھر ادھر دیکھنے لگتیں۔

”واہ جی ہماری بی بنو تو ابھی سے شرمانے لگیں۔“ مشعل نے ان کی ٹھوڑی پکڑ کر چھیڑا۔

”چھوڑو ناں...... چلو اب ہٹو بھی۔“ سارقہ نے اپنی شرمیلی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش میں اسے پرے ہٹایا اور خود ڈریس نکالنے لگیں کیونکہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی فائزہ نے میسج کر کے خالہ اور واسعہ باجی کے آنے کی اطلاع دی تھی اور وہ دونوں جو اماں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں پھپو اور سلطان کے بیٹھا ہونے پر پریشان اور جزبز تھیں کسی حد تک مطمئن ہو گئیں کہ اب خالہ آ کر نہ صرف پھپو کو اماں کے ذریعے انکار کروائیں گی بلکہ جب وہ اپنی خصوصی آمد کا مدعا بیان کریں گی تو یقیناً اماں کا منہ کھلا کا کھلا رہ جائے گا اور پھر جس طرح کی محبت اور مثالی بہناپا دونوں میں تھا مکمل قیاس تھا کہ اس کے سامنے اماں کی ضد دم توڑ دیتی۔

اسی وقت جب وہ دونوں بہنیں محبتیں بانٹ رہی تھیں اماں دروازہ کھول کر اندر آئیں اور انہیں یوں ہنستا کھلکھلاتا دیکھ کر زبان پر آئے الفاظ وہیں روک دیئے۔

”کیا ہوا اماں...... خالہ اور واسعہ باجی آ گئی ہیں کیا؟“ مشعل ایک جست لگا کر نیچے اتری۔

”اپنی پھپو کے آنے پر تو میرے بتانے کے باوجود کمرے سے نہیں نکلی تھیں اور خالہ کا بغیر بتائے کیسے پتہ چل گیا۔“ اماں نے تفتیشی نظروں سے مشعل کے چہرے کو جانچا اور پھر سارقہ کو دیکھا جو نفاست سے بال بنائے کپڑے تبدیل کیے خوامخواہ خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش میں سوئی دھاگے کا ڈبہ کھولے کھڑی تھی۔

”کمرے سے کیسے نہیں نکلی، میں آئی تو تھی باہر۔“ مشعل نے صفائی پیش کی۔

”اور خالہ اور واسعہ باجی کی آوازیں آ رہی تھیں ناں اس لیے پوچھا۔“

”سارقہ ادھر آؤ میرے پاس۔“ مشعل کی دی گئی وضاحت نظرانداز کرتے ہوئے اماں نے سارقہ کو بلایا تو وہ ڈبہ وہیں کھلا چھوڑ کر اماں کے پاس چلی آئیں۔

”میں تمہاری ماں ہوں ناں اور والدین کبھی بھی اپنی اولاد کا برا نہیں سوچتے...... یہ بات تو تم بھی مانتی ہوگی

نان؟" اماں نے ان کی آنکھوں میں چھپی الجھن دیکھی۔

"جی اماں۔"

"تو ایک بات یاد رکھنا کہ کبھی بھی خود کو وقتی جذبات کا کوئی روگ نہ لگانا' کیونکہ پتہ ہے...... جب ایک دفعہ دل کو روگ لگ جائے ناں' تو ساری عمر روح کے سوگ کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"

"میں کچھ نہیں اماں' آخر یہ سب آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟" سارقہ نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔

"ہمارے پاس صرف ایک ہفتے کا وقت ہے کیونکہ اگلے ہفتے حماد کے نکاح کے ساتھ ہی تمہارا اور سلطان کا بھی نکاح ہے...... فائز لاکھ اچھا کیوں نہ ہو مگر ہے تو غیر ہی ناں' بس تمہاری خالہ اسی بات پر خفا ہو کر چلی گئی ہیں' لیکن مجھے امید......"

اپنی بات کی روانی میں اماں نے ایک دم سارقہ کا بیٹھنا محسوس کیا' مشعل فوراً لپکی اور ان کے ساتھ بیٹھ کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"اماں...... آپ یہ سب کیسے کرسکتی ہیں؟ خدا کا واسطہ ہے آپی کی زندگی پر رحم کریں...... کیوں رسومات کی بھینٹ چڑھا دینے پر تلی ہیں' نہ مجبور کریں انہیں کہ یہ آپ کی مخالفت کریں۔"

"تم چپ رہو مشی' بڑی آئیں اسے مخالفت کا درس دینے والی۔ یہ سارقہ ہے میری فرماں بردار بچی جانتی ہے کہ باپ سر پر نہیں ہے' ایسے میں اگر پھوپو نے خود اپنی بیٹی چھوڑ کر اس کے لیے رشتہ بھیجا ہے تو یہ ان کا احسان ہے اور پھر عورت کا دوسرا نام ہی سمجھوتہ ہے۔ یہ بھی اسی سمجھوتے کے ساتھ ایک مثال بن کر دکھائے گی۔" اماں نے جذباتی جملہ بازی کر کے سوچا تھا کہ ہمدردی اور حمایت حاصل کرلی جائے گی۔

"آپی آپ بولیں ناں' کہہ دیں ناں اماں کو کہ آپ یہ شادی بلکہ بے جوڑ سودے بازی کر کے رسم و رواج کا علم بلند نہیں رکھیں گی' آپی کچھ تو کہیں ناں پلیز...... فائز بھائی کا ہی سوچیں وہ آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں...... کیسے رہیں گے آپ دونوں ایک دوسرے کے بغیر۔" مشعل کی لاکھ کوششوں کے باوجود سارقہ کی ساکت آنکھوں سے نہ ہی نمی ظاہر ہوئی اور نہ ہی گنگ زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا۔ شاید وہ حالات سے سمجھوتہ کرنے کا ارادہ کر چکی تھیں۔

اور آخر یہ سمجھوتہ ہے کیا چیز...... مشعل نے اماں کو سارقہ آپی کی پیشانی پر بوسہ دے کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے گلے لگاتے دیکھ کر سوچا۔

کون سی چیز' کون سی طاقت اور کون سا خوف یا احساس ہوتا ہے جو ایک جیتے جاگتے باہوش وحواس بندے کو کسی دوسرے کے آگے اپنی ذات گروی رکھنے پر مجبور کرتا ہے...... شاید اپنی ناطاقتی کا احساس' یا شاید روایات واقدار کے تحفظ کا لالچ اور سب سے بڑھ کر دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا حصہ ہوتے ہوئے دنیا والوں کا خوف۔

اماں تو انہیں اپنے سینے سے چند لمحے بھینچ رکھنے کے بعد کمرے سے چلی گئیں مگر اسی وقت مشعل کے ذہن میں فائز کو فون کر کے بغاوت کرنے پر حمایت کی یقین دہانی کا خیال آیا تو آنکھوں میں ایسی چمک ظاہر ہوئی گویا چقماق رگڑنے پر ننھی ننھی چنگاریاں جھڑی ہوں۔

○......●○●......○

عید بقر...... عید کا تہوار ہوتا یا گھر کا سودا سلف خریدنے کی بات ہوتی' اماں ہمیشہ سے خالہ کے ساتھ ہی بازار جاتی تھیں مگر اب زندگی کا اتنا بڑا موقعہ تھا' بیٹی کی شادی کی تیاری اور وہ بھی صرف ایک ہفتے میں کرنا بھلا کہاں آسان تھا' گو کہ پھوپو نے کچھ بھی خریداری کرنے سے منع کر رکھا تھا مگر پھر بھی کچھ تو وہ پہلے ہی وقتاً فوقتاً خریدتی رہی تھیں اور کچھ ان کا خیال تھا کہ سلطان کی جو بھی چیز خریدنی ہے اس کے لیے پھوپو ہی کی کسی بیٹی کو ساتھ لے لیں تاکہ چیز کے اچھا برا ہونے کا گلہ نہ کیا جاسکے' ارادہ تھا کہ واپسی پر آئیں گی تو سارقہ اور مشعل کو سکون اور پیار سے سمجھائیں گی اور انہیں یقین تھا کہ وہ مان بھی جائیں گی۔ بس ایمرجنسی تو یہ تھی کہ ایک دفعہ سلطان کے لیے چند ضروری چیزوں کی خریداری ہوجاتی۔

اسی نیت سے وہ بغل میں نوٹوں سے بھرا پرس دبائے رکشے میں بیٹھ کر پھپو کے ہاں جا پہنچیں' کھلے دروازے سے اندر داخل ہو کر سیڑھیوں کے ذریعے اوپر جاتے ہوئے ان کا خیال تھا کہ بیٹھنے کی بجائے دور سے ہی ان کی بڑی بیٹی کو ساتھ چلنے کا کہہ کر نچلے پورشن پر بنی دکان میں جا بیٹھیں گی تاکہ اتنی زیادہ سیڑھیاں چڑھنے اور اترنے کی تکلیف سے بچ جائیں' لیکن اس سے پہلے کہ چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ آواز لگاتیں سلطان کی آواز پر چونک گئیں' کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ اس وقت پھپو کے ساتھ بازار میں ہوگا۔

"آپا..... آپ نے جلد بازی میں سارقہ کا نام لے لیا' ورنہ مشعل کو تو میں نے اب دیکھا ہے' شادی ہی کروانی ہے تو اس سے کروائیں۔" سلطان نے لاڈ اٹھوانے والے انداز میں فرمائش کی۔

"توبہ کرو..... اس مشی کی صرف صورت پیاری ہے زبان نہیں۔" پھپو کی نخوت بھری آواز ابھری۔

"اور ویسے بھی تمہیں تو صرف ایسی عورت چاہیے ناں جو چپ چاپ بس تمہارے بچوں کی دیکھ بھال کرنے گھر کے کام کاج کرے اور بغیر کسی شکایت کے خاموشی سے زندگی گزارتی جائے' تو یہ ساری خصوصیات سارقہ میں ہیں' تم ساری عمر ایک نظر بھی اسے نہیں دیکھو گے ناں تو اف نہیں کرے گی اور وہ جو مشی جیسی لڑکیاں ہوتی ہیں وہ اپنا حق مانگتی ہیں' مقام مانگتی ہیں' مانا کہ تم دنیا دار ہو مگر وہ آنے ہاتھ میں لے کر روپے کی چیز کی خواہش کرنا بھی تو ندیدہ پن ہے کہ نہیں۔" پھپو کی بات پر سلطان کی شیطانی ہنسی در و دیوار سے ٹکرانے لگی تھی۔

اماں نے بمشکل ریلنگ تھامی تھی۔

"بات تو ٹھیک کہی آپ نے بھی۔ میں نے تو ویسے بھی پندرہ دن بعد کویت چلے جانا ہے' خدا جانے پھر کب واپسی ہو' ارادہ تو ہے کہ پانچ چھ سال لگا کر محنت کرلوں' پیچھے سے کوئی عورت گھر میں ہوگی تو فکر نہیں ہوگی' پھر جب آؤں گا تو اپنی پسند سے شادی کروں گا..... اور سارقہ کو بھی بچوں کی دیکھ بھال کی خاطر گھر میں ہی رہنے دوں گا' آپا بھی تو رکھنی ہی ہے ناں تو سارقہ ہی رہتی رہے گی۔" سلطان نے اپنا ارادہ مکمل تفصیل سے بیان کیا۔

"سارقہ میرے بھائی کی بیٹی ہے' طلاق ولاق نہیں دینے دوں گی' ہاں شادی کرنی ہے تو بے شک شوق سے کرنا ویسے بھی ہاتھ میں باہر کی کرنسی ہو تو تم سے آدھی عمر کی لڑکی بھی ڈھونڈ دوں گی۔" اماں کو لگا تھا جیسے ابھی چکرا کر وہیں گر جائیں گی۔ پھپو کے ایک ایک لفظ سے جھانکتی خباثت اور خود غرضی اماں کی آنکھوں تک پہنچ رہی تھی۔ انتہائی صدمے کی کیفیت میں وہ واپس پلٹیں تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے' دل تو چاہ رہا تھا کہ ان اتفاق رشتوں کی موت اور عملی رشتوں سے برتی گئی بے اعتنائی پر پھوٹ پھوٹ کر روتیں لیکن خود پر ضبط کیے سیڑھیاں اتر کر چند قدم چلتے ہی ایک رکشے میں بیٹھیں اور ایڈریس بتانے سے پہلے ہی بے ہوش ہوگئیں۔

O.....●O●.....O

کمرے کی فضا میں سوگواریت کے ساتھ اسپرٹ کی مخصوص بو پھیلی ہوئی تھی' اماں کے بازو میں ڈرپ لگی تھی جبکہ مشعل ان کی پائنتی پکڑے پاس بیٹھ کر بھی کہیں دور کھوئی ہوئی تھی۔ اسی دوران سارقہ کمرے میں داخل ہوئی' لڑکھڑاتے قدموں سے کندھے پر جھولتے دوپٹے کو پکڑ کر اس کے دوسرے کونے کے پاؤں سے لپٹنے سے بے نیاز ایک کونے کو گھونگھٹ کی شکل میں سر پر رکھتی مگر وہ پھسل کر پھر سے گر جاتا' ایک ہاتھ میں گہرے سرخ رنگ کی چمک دار لپ اسٹک بھی موجود تھی' مشعل سے چند قدم دور رک کر انہوں نے اپنے ہونٹوں پر پہلے سے لگی لپ اسٹک پر ایک مرتبہ پھر یوں لپ اسٹک لگائی کہ وہ سلیقہ انداز سے ہی ہونٹوں کے اطراف پھیل گئی۔ آہٹ پر مشعل نے بڑے کرب سے انہیں دیکھا۔

بارش کی خوش بو کی طرح انجان' معصوم اور منفرد سارقہ آپی کا یہ حال دیکھ کر اس کا دل ایک بار پھر کٹ کے رہ گیا' اس نے اماں کو خاموش نظروں سے دیکھا' جیسے کہہ رہی ہو

کہ "آ گیا ناں اب دل کو سکون؟ ہوگئی تسلی؟ مل گیا اپنا شجرہ نسب؟ یہ ہے تمہاری ذات جس نے میری آپی کی زندگی تباہ کردیا۔ جیتے جی مار ڈالا اسے اور جب کوئی شخص جیتے جی مر جائے تو پتہ ہے ناں دنیا والوں کے لیے زندہ رہنا کتنا دشوار ہوتا ہے۔"

"سنو مشی! یہ ذرا مجھے لپ اسٹک لگا دو وہ دیکھو ناں باہر سفید کپڑے پہنے ساری بارات آ بھی گئی ہے اور تم نے ابھی تک نہ ہی مجھے لپ اسٹک لگائی اور نہ ہی لال جوڑا پہنایا۔" مشعل نے ایک لمبی سی سانس لے کر آنسو پرے دھکیلے اور ہونٹ کاٹتی کھڑی ہوگئی۔

"آپی....." اس نے دونوں کندھوں سے سارقہ آپی کو پکڑ کر جھنجوڑا مگر انہوں نے ناراضگی دکھاتے ہوئے دور کردیا۔

"ہٹو ناں تم..... ایک تو پہلے ہی گھونگھٹ سیٹ نہیں ہو رہا اور وہ..... میرا لال جوڑا لاؤ ناں..... اماں کیوں آنکھیں بند کرکے لیٹی ہوئی ہیں۔ دنیا کیا کہے گی ناں مشی....." سارقہ آپی نے معصومیت سے آنکھیں جھپکیں اور اپنے دونوں ہاتھ الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پھر سے سوچ میں پڑ گئیں۔

"میں نے تو ابھی مہندی بھی نہیں لگائی ناں لوگ کیا سوچیں گے نہ لال جوڑا نہ مہندی۔" مشعل جو بڑی دیر سے ضبط کررہی تھی بالآخر ان کے دونوں ہاتھ چوم کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جس پر سارقہ آپی نے پہلے تو اسے حیرت سے دیکھا اور پھر شرمانے لگیں۔

"لگتا ہے میری رخصتی ہونے والی ہے۔" انہوں نے خود کلامی کی پھر اچانک کچھ یاد آنے پر اس سے ہاتھ چھڑا کر فرش پر بیٹھ گئیں بڑی پریشانی سے کبھی کرسی ہٹا کر ادھر ادھر دیکھتیں تو کبھی بیڈ کے نیچے کچھ ڈھونڈنے لگتیں، پھر وہیں پر بیٹھ کر سر کھجاتے ہوئے کچھ سوچنے کے انداز میں ذہن پر زور دیتے ہوئے بولیں۔

"میرا لال جوڑا نہیں مل رہا' پتہ نہیں کہاں گیا' میرا خیال ہے پھپھو میرا لال جوڑا لے گئیں ہیں' مشی تم نے میرا جوڑا کہیں دیکھا ہے؟ بارات آئی ہوئی ہے دنیا والے کیا سوچیں گے کہ دلہن ابھی تیار نہیں ہوئی۔" پریشان لہجے میں بات کرتے ہوئے وہ روہانسی ہوکر اب رونے لگی تھیں پھر ایک دم چونکیں۔

"میری رخصتی ہورہی ہے اماں کو جگاؤ اور کیا تم گانا نہیں گاؤ گی وہ والا....." سارقہ آپی نے دانتوں میں انگلی دبا کر تھوڑی دیر سوچا پھر ترنم کے انداز میں بولیں۔

"میں تیری باہنوں کے گھیرے میں پلی بابل
جارہی ہوں چھوڑ کے تیری گلی بابل

مشعل کو روتا دیکھ کر وہ آنکھیں بند کیے لیٹی اماں کی طرف بڑھیں اور بولیں۔

"اماں..... اٹھو ناں..... بارات آگئی ہے لال جوڑا نہ سہی دل سے دعائیں تو دے دو۔" انہوں نے بڑے آرام سے اماں کا کندھا پکڑ کر ہلایا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

سامنے سفید ڈاکٹری کوٹ اور گلے میں اسٹیتھو اسکوپ لٹکائے ایک نوجوان سا ڈاکٹر کھڑا تھا' جس کے دائیں طرف موجود نرس اماں کا کندھا ہلا رہی تھی۔

"اب کیسا محسوس کررہی ہیں آپ؟" ڈاکٹر نے بغور ان کے چہرے کے تاثرات کا مشاہدہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سارقہ کہاں گئی یہاں سے؟ اور وہ مشی....." اماں لمحہ بھر میں کہنیوں پر زور دے کر اٹھ بیٹھی تھیں۔ جبھی نرس اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"آنٹی یہاں آپ کے گھر کا کوئی فرد نہیں ہے دراصل آپ رکشے میں بے ہوش ہوگئی تھیں تو وہ بھلا آدمی آپ کو یہاں اتار گیا' یہاں آپ کو چیک کرنے کے بعد ہم نے ڈرپ لگادی اور شاید آپ نے کوئی خواب دیکھ لیا۔" نرس نے مکمل تفصیل بیان کرکے ملحقہ الماری کا تالا کھولا اور ان کا پرس ان کے حوالے کردیا۔

"گن لیجیے گا۔" اماں نے کسی روبوٹ کی طرح پرس ہاتھ میں تھاما اور وہ سب ایک خواب ہونے پر دل ہی دل

میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے رو دیں۔
"ارے آنٹی......" ڈاکٹر انہیں یوں روتا دیکھ کر حوصلہ دلانے لگا تھا۔
"بس ذرا آپ کا بی پی لو ہو گیا تھا اور کچھ سر لیس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں مگر اب تو آپ بالکل ٹھیک ہیں' ہوش میں ہیں اور گھر بھی جاسکتی ہیں۔"
"واقعی سچ کہتے ہیں آپ ڈاکٹر صاحب' ہوش تو مجھے اب ہی آیا ہے۔"
"پھر آپ کے یہ آنسو؟" نرس نے ہمدردی کرتے ہوئے پوچھا مگر اماں نے واضح جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔
"بس بعض اوقات زندگی ہمیں سبز مرچ کھانے پر مجبور کردیتی ہے' ہم اس کی خوش نما ظاہری رنگت اور ذائقے سے متاثر تو ہوتے ہیں لیکن تیکھا پن برداشت کرنے کی ہمت بھلا ہر ایک انسان میں کہاں ہوتی ہے' اسی لیے آنسو نکل آئے ہیں۔" اماں کو ہنستے دیکھ کر ڈاکٹر اور نرس ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور اماں کے کہنے پر کمپاؤڈر کو بھیج کر کشمش بھی منگوا دیا۔

○......●○●......○

"فائز بھائی' جب اماں نے خالہ کی نہیں مانی تو آپ بے شک ان کے قدموں پر سر بھی رکھ دیں گے ناں پھر بھی وہ ماننے والی نہیں ہیں۔" مشعل نے حتمی انداز میں کہا تو فائز جو اماں کے انکار کے متعلق واسعہ باجی سے جان چکا تھا اور مشعل کے بلانے پر موٹر سائیکل اڑاتا ہوا پہنچ بھی گیا تھا بولا۔
"پھر تو ایک ہی راستہ بچتا ہے۔" فائز نے سارقہ کو فضا میں کسی نظر نہ آنے والی چیز پہ نظر ٹکائے دیکھ کر مخاطب کیا تو وہ خالی خالی آنکھوں سے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی۔
چند گھنٹوں نے چہرے سے ساری تازگی چھین لی تھی اور آنکھیں ایسی بے رونق معلوم ہوتیں جیسے ان میں زندگی کی رمق باقی نہ رہ گئی ہو۔
"اگر میں تم سے کورٹ میرج کرنے کا کہوں تو کیا تم میرا ساتھ دو گی؟" حتمی انداز میں فائز نے کہا تو سارقہ آپی کے ساتھ ساتھ مشعل بھی چونک گئی۔
"فائز......! یہ کیا کہہ رہے ہو؟" سارقہ آپی نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

چاند......!
تجھے دیکھنے کی چاہ میں
کوئی مر مٹا......مر مٹا
آخر تجھے کیوں نہیں پتا

اے چاند......
کیوں نہیں رکھی تُو نے اس
پر نظر......کیوں رہا تُو
اس سے بےخبر......؟
اس نے بتایا تھا تجھ کو
اپنا ہمسفر......
اس کی التجا پر رہا تو
اتنا کیوں بے اثر

اے چاند......!
تیرے حسن پر لوگوں نے
مثالیں دی ہیں کیا کیا
کسی نے چاند کو دوست کہا
اور کسی نے چاند جیسا کہا

اے چاند
کسی نے تجھ سے دوستی کی
کسی نے تجھ سے الفت کی

اے چاند
تُو کہاں پر جا کر چھپا
تجھے ڈھونڈنے والے ہزاروں تھے
تجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گئے
تجھے اپنی دنیا عزیز تھی
تم بھلا ہمیں ملتے ہی کہاں

اے چاند

نادیہ گل نادی سیال ...... مخدوم پور

''اس کے علاوہ ایسا کوئی راستہ نہیں ہے جو... اور پھر اسلام ہمیں اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔'' فائز نے حمایت کی خاطر مشعل کو دیکھا جس نے نیم رضامندی سے تائید میں گردن ہلائی۔

''کون سا اسلام فائز؟'' سارقہ نے فائز کی بات میں سے مرکزی لفظ دہرایا۔

''وہ اسلام' جو والدین کی ایک پکار پر نماز توڑنے میں بھی دریغ نہ کرنے کو کہتا ہے' وہ اسلام جس میں ماں کے پیروں تلے جنت اور باپ کو اسی جنت کا دروازہ بنایا گیا ہے۔ انہی والدین کی عزت کا جنازہ نکال کر کورٹ میرج کرنے کی تجویز دے رہے ہو ناں تم؟'' سارقہ نے دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ فائز کی توقعات کے برعکس جواب دے کر اسے اور مشعل کو لاجواب کردیا تھا۔ اسی دوران اماں نے بھی گھر کے اندر قدم رکھا اور سارقہ سے معافی مانگنے کی نیت سے ان کے کمرے کا رخ کیا' مگر یہ کیا......!

''اسی طرح ماں باپ کو دنیا والوں کے طعنوں تشنوں کے لیے جھکے ہوئے سر اور زمین میں گڑ جانے کی خواہش کے ساتھ چھوڑ کر اپنی مرضی سے کورٹ میرج کرنے کی اجازت شاید تمہارے مطابق اسلام دیتا ہوگا لیکن معاف کرنا فائز' تمہاری محبت میرے لیے کتنی ہی اہم ہو مگر والدین کی اطاعت اور فرماں برداری کا دیا گیا حکم اس اجازت پر کئی گنا بھاری محسوس ہوتا ہے مجھے۔ بھلا جن کے سامنے خدا نے اف تک کرنے سے منع فرمایا ہے ان کے سامنے اختلاف کیسا؟'' اور پھر بجائے اس کے کہ فائز کچھ کہتا اماں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئیں اور انہیں سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بغیر سارقہ کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ باقاعدہ آواز کے ساتھ روتے ہوئے اماں ان سے معافی مانگ رہی تھیں' ان جیسی بیٹی ہونے پر خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین ماں کہہ رہی تھیں اور دعا کررہی تھیں کہ خدا دنیا میں اگر کسی کو بیٹی دے تو سارقہ جیسی' جس کے نزدیک والدین کی عزت اپنی تمام تر خواہشات سے اہم تھی اور اگر خدا اولاد کے جوان ہونے تک والدین کو ان کے سر پر قائم رکھے تو انہیں اتنا شعور بھی دے کہ اندھی رسموں اور دنیا والوں کے خوف سے اپنے بچوں کو کسی آزمائش میں نہ ڈالیں' کیونکہ ہر بیٹی کے سارقہ جیسا ہونے کی دعا کی جاسکتی ہے مگر ضمانت نہیں دی جاسکتی۔

''فائز بھائی' لگتا ہے اماں کے دل کی کتاب سے وہ نام کا سلطان آؤٹ اور آپ ان ہوچکے ہیں' جلدی سے خالہ کے ساتھ ساتھ نکاح کے لیے مولوی لے آئیں ورنہ اماں صفحہ پلٹ دیں گی۔'' اماں اور سارقہ آپی کو سرخ آنکھوں کے ساتھ مسکراتا دیکھ کر مشعل نے شرارت سے کہا تو جھوٹ موٹ برق رفتاری سے باہر نکلتے فائز کو اماں نے وہیں روک لیا۔

''ارے واہ ایسے کیسے...... جاؤ اور ماں کو کہو گھر میں ڈھولک رکھیں' رت جگا' مایوں' مہندی کرکے پھر بارات لائیں' میری سارقہ لاکھوں میں ایک ہے' ایسے تھوڑی کھڑے کھڑے رخصت کردوں گی۔'' ایک بار پھر انہوں نے سارقہ آپی کی پیشانی چومی اور فائز اماں کا لحاظ کرکے محض نظروں سے ہی سارقہ کی نظر اتارتا رہا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ کہہ دے۔

''اب صبر نہیں ہوتا' ان سارے تکلفات کو چھوڑیں اور بس پندرہ منٹ میں نکاح کرویں۔''

''چلیں فائز بھائی اب آپ سارقہ آپی کے چہرے کا بغور مطالعہ نکاح کے بعد تک ملتوی کریں' نظر لگانی ہے کیا' دیکھیں تو سارقہ آپی لال جوڑا پہننے سے پہلے ہی آپ کی نظروں سے کیسی لال سرخ ہورہی ہیں۔'' مشعل نے فائز کی نظروں کا ارتکاز اور والہانہ پن نوٹ کرتے ہوئے سارقہ آپی کے چہرے پر بکھرتے رنگوں کو دیکھ کر شرارت بھرے انداز سے کہا تو ایک بھرپور قہقہے کی آواز نے کمرے کی چار دیواری کو خوشیوں کی آئی بارات میں بدل دیا۔

موم کی محبت

قسط نمبر ۹

پھول تھے رنگ تھے لمحوں کی صباحت ہم تھے
ایسے زندہ تھے کہ جینے کی علامت ہم تھے
اب تو خود بھی اپنی ضرورت نہیں ہے ہم کو
وہ بھی دن تھے کہ کبھی تیری ضرورت ہم تھے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

جہاں آرا خود زیبا کو لینے اس کے گھر جاتی ہیں اور زیبا کی ماں (واجدہ) انہیں زیبا کی خراب طبیعت کا بتا کر انہیں خوشخبری سناتی ہیں جہاں آرا بیگم خوش ہونے کے ساتھ صفدر پر حیران بھی ہوتی ہیں کہ اس نے ابھی تک انہیں کیوں نہیں بتایا گھر آ کر وہ صفدر سے پانچ کلو مٹھائی منگواتی ہیں جس پر وہ حیران ہو جاتا ہے۔ نمی زیبا کی دیکھ بھال کرتی ہے اور ساتھ ہی اسے دلاسا بھی دلاتی رہتی ہے کہ صفدر بیٹے کی خوش خبری سن کر واپس آ جائے گا اور سب کچھ بہتر ہو جائے گا لیکن زیبا اب مایوس ہو چکی ہے اس کے لیے اب صرف بچہ ہی سب کچھ ہے۔ عارض کو لگ رہا ہے کہ صبیح احمد اور شرمین ابھی بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں وہ جیسے خود لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کر رہا تھا ایسے ہی شرمین نے اس کے ساتھ کیا۔ جہاں آرا بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ مٹھائی لے کر زیبا کے گھر جانا چاہتی ہیں مگر صفدر ٹال جاتا ہے۔ بیٹے کی خودسری پر جہاں آرا بخار میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ آغا جی (عارض کے بابا) شرمین اور صفدر کو چائے پر بلاتے ہیں۔ شرمین انہیں عارض کی بے رخی کا بتاتی ہے جس پر وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بوبی کی محبت میں بھی تیزی آتی جارہی ہے اس نے پہلے شرمین کے لیے کھانا پینا چھوڑ کر اسے پریشان کر دیا تھا جس پر اب وہ محتاط ہو کر اس کا خیال رکھنے لگی ہے لیکن اس کی بچوں جیسی حرکتیں اور ضد نے اس کی پریشانی میں اضافہ کر دیا ہے۔ بوبی کا خیال ہے کہ وہ اس طرح بہت جلد شرمین کو حاصل کر لے گا۔ زینت آپا بھی بوبی کی بڑھتی ہوئی بے باکی سے بہت پریشان ہیں وہ شرمین سے بات کرنا چاہتی ہیں لیکن ڈرتی ہیں کہ کہیں شرمین گھر سے ہی نا چلی جائے۔ صفدر بھی ماں کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے زیبا کو منانے کے لیے جاتا ہے لیکن اس کو دیکھتے ہی دل میں نفرت کا پودا جڑ پکڑ لیتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر گھر آ جاتا ہے جہاں آرا بیگم کے استفسار پر الزام زیبا کے سر رکھ دیتا ہے کہ وہ گھر آنا ہی نہیں چاہتی۔ عارض بہت سوچنے کے بعد شرمین سے بغیر کچھ پوچھے اپنی طرف سے منگنی کا رشتہ ختم کر دیتا ہے۔ اور شرمین کا ایک بار پھر محبت پر سے اعتبار ہمیشہ کے لیے اٹھ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

.....☆☆☆.....

منیجر صاحب بڑی دیر سے موبائل فون کی گھنٹی بجتی سن رہے تھے۔ جب کچھ دیر اس نے فون اٹینڈ نہ کیا تو انہیں خود کمرے میں آنا پڑا۔ کمپیوٹر ٹیبل پر سیل فون چیخ رہا تھا اور بیڈ پر ٹیک لگائے وہ شاید سو گیا تھا آدھا کمبل بیڈ پر اور آدھا فرش پر لٹک رہا تھا شل کر دینے والی سردی میں بھی نہ ہیٹر آن تھا اور نہ کمبل میں خود کو لپیٹا تھا۔

"سر.....سر!" انہوں نے پکارا۔

"ہنہ.....ہنہ میں آپ خیریت......؟" وہ چونک کر آنکھیں مسلتے ہوئے بولا۔
"سوری سر.....یہ فون......؟"
"اوہ....." اس نے جلدی سے فون کال ریسیو کی۔ منیجر صاحب اس کو سلام کرکے کمرے سے نکل گئے۔
"ہیلو۔"
"ہاں کیا حال ہے؟" صفدر کی آواز پر وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا۔
"فائن! بولو صفدر۔"
"سو رہے تھے پرسکون نیند۔" صفدر کے لہجے کی چبھن اس نے محسوس تو کی مگر نظر انداز کرگیا۔
"ہاں، بس آنکھ لگ گئی تھی۔"
"جانتا ہوں آنکھ تو تمہاری راہ چلتے لگ جاتی ہے۔"
"طنز نہیں صفدر پلیز۔" اس نے ٹوکا۔
"کیوں غلط کہہ رہا ہوں کچھ؟ آنکھ لگنا اور آنکھ پھیرنا دونوں تمہارے نزدیک کھیل ہیں۔" صفدر نے جل کر کہا۔
"صفدر پلیز تم غلط سمجھ رہے ہو۔"
"اب اور کیا سمجھوں جو کھیل تم نے معصوم شرمین کے ساتھ کھیلا ہے اس پر میں شرمندہ ہوں۔"
"صفدر میں نے اس کے ساتھ کوئی کھیل نہیں کھیلا، ہاتھ تو میں ہارا رہ گیا ہوں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، خود کو تباہ کیا ہے۔" بولتے بولتے اس کی آواز میں رنج و ملال کی تلخی گھل گئی۔
"لیکن کیوں، کیوں اتنا فضول میسج کیا؟" صفدر غصے سے چلا اٹھا۔
"صفدر! تم کو کیا بتاؤں میں نے چند لفظوں میں اسے سب کہہ دیا۔ فون کرنے کی تو ہمت ہی نہیں ہوئی۔"
"جس کے دل میں چور ہو اس میں ہمت کہاں سے آئے گی؟ تم تو خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں ہو، تمہیں دھوکہ دینے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے؟"
"صفدر تم الزام تراشی سے باز آؤ میں ویسے ہی بہت ڈسٹرب ہوں۔" وہ کرب ناک آواز میں بولا۔
"تمہیں ڈسٹرب ہونا بھی چاہیے ایک معصوم پیاری سی لڑکی کو تم نے بہت گہرا صدمہ پہنچایا ہے وہ بھی ناکردہ گناہ کا۔ یہ تھی تمہاری محبت، امریکا میں کوئی اور تتلی پھنس گئی ہوگی۔" صفدر طیش میں آ کر بولتا رہا۔ عارض کو اس بات پر بالکل غصہ نہیں آیا۔
"شاید ابھی تم میرے بارے میں ایسی ہی رائے رکھو گے۔ بس شرمین کا خیال رکھنا۔"
"شٹ اپ اگر شرمین، بہن کا نام زبان پر لائے تو......؟" صفدر چلایا۔
"ٹھیک ہے، میرے دوست ہی رہنا۔" بڑی معصومانہ خواہش تھی اس کی صفدر کا دل اس کی مٹھی میں آ گیا پیارے دوست کی محبت بھی تو دل میں رچی ہوئی تھی۔
"اوہ......شٹ۔" صفدر بے بسی سے کہہ کر خاموش ہو گیا فون آف ہو گیا عارض کے لبوں پر زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی، پیارا دوست خفا ہو گیا زندگی کے سب سے قیمتی شے چھن گئی بچا ہی کیا تھا زندگی کس قدر بے کار اور بے مقصد ہو گئی تھی۔ پھر سائیڈ ٹیبل پر فون رکھ کر اٹھا۔ منیجر صاحب کو گھر جانے کی اجازت دی اور خود دوبارہ بستر پر گر سا گیا۔ بددلی سے وہ کمرے کی طرف بڑھا۔

......☆☆☆......

"صفدر..... صفدر" جہاں آرا نے باورچی خانے سے باہر آتے ہوئے آواز دی۔
"جی امی۔" وہ رک کر پلٹا۔
"بیٹا! زیبا کے لیے گرم دودھ لیتے جاؤ" اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں۔
"امی وہ معذور نہیں ہے۔"
"اللہ نہ کرے، اپنی بیوی کے لیے ایسا کہتے ہیں۔" جہاں آرا سخت غصے سے بولیں۔
"یہ لو پکڑو دودھ۔" انہوں نے تحکم سے کہا تو اسے گلاس پکڑنا پڑا کچھ دیر سخت بے زاری سے گلاس کو گھورا اور پھر ٹھوکر مار کر دروازہ کھول کر اندر آیا وہ دروازے پر ٹھوکر کی آواز سن کر گھبرائی سی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"یہ لو، چڑھالو، عیش کرو۔" اس نے گلاس سنٹر ٹیبل پر پٹخا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔
"آپ کو زحمت نہیں کرنی چاہیے تھی۔" وہ بولی تو اسے چار سو چالیس کا کرنٹ لگا۔
"میری ماں کو نوکر بنالیا ہے مجھے غلام سمجھ رہی ہو، کس لیے؟"
"ایسا کیا کردیا میں نے؟" وہ منمنائی۔
"زیبا بیگم پلیز میری زندگی سے چلی جاؤ میرے سر پر مسلط مت رہو۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیے۔
"اب بار بار یہی سننا ہے مجھے؟" زیبا نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
"تو پھر میرے سامنے مت آیا کرو۔"
"پھر مجھے نکال دیں، میں کب آنا چاہتی تھی؟"
"اور میں کب لانا چاہتا تھا؟"
"پھر میرا کیا قصور ہے؟"
"قصور تمہارا ہے کیوں پارسا بن کر میری زندگی میں آئیں، کیوں اب یہ جذباتی دھوکہ میری ماں کو دے رہی ہو؟ بتاؤ انہیں اپنی اصلیت۔"
"آپ بتادیں قصہ ختم کریں۔"
"یہ دودھ پیو اور کمرے سے باہر جاؤ۔" وہ بے بسی سے کہہ کر بستر پر دراز ہوگیا۔
"مجھے اسپتال جانا ہے۔"
"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔" صاف جواب دے کر کروٹ لے لی۔
"آپ منافق کیوں ہیں؟"
"کیا تم، تم مجھے منافق کہوگی۔" وہ اچھل کر اٹھا اور قریب آکر غرایا وہ سہم سی گئی۔
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"
"تمہارا جو بھی مطلب تھا میں سمجھتا ہوں میں منافق نہیں بلکہ تم دھوکہ باز ہو۔" وہ بولا۔
"خدا کے لیے صفدر میرے حال پر رحم کریں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بے بسی سے رودی۔
"بھاڑ میں جاؤ تم میں ہی باہر چلا جاتا ہوں۔" وہ جھلا کر باہر نکل رہا تھا تو جہاں آرا باہر سے اندر آرہی تھیں۔
"کہاں جارہے ہو؟"
"جہنم میں۔" یہ کہہ کر وہ صحن عبور کرکے سیدھا گھر کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ جہاں آرا حیران پریشان اسے جاتا دیکھتی رہیں پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو زیبا سے پوچھا۔

''کیا ہوا اسے؟''

''وہ پتا نہیں۔'' وہ ہکلائی۔

''اور تم نے دودھ ابھی تک نہیں پیا۔''

''جی پیتی ہوں، مجھے اسپتال کی فکر ہو رہی ہے۔''

''فکر کی کیا بات ہے؟ صفدر کے ساتھ چلی جاؤ ورنہ فون پر بات کرلو۔''

''نمی کا فون آیا تھا ابا کی طبیعت خراب ہے۔''

''او ہو بس بیٹا اللہ ہی صحت دیتا ہے تم ہمت سے کام لو صفدر آ جائے تو ہم تینوں چلتے ہیں۔''

''بس میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''ارے نہیں میری بچی تم اپنی طبیعت خراب نہ کرو، بیٹھو آرام سے۔'' انہوں نے پیار سے کہا تو اسے کچھ سکون حاصل ہوا۔

❁......❁❁......❁

علم انسان کی غیبی آنکھ ہے جس کے ذریعے وہ بہت کچھ دیکھ لیتا ہے۔ لیکن موت کو نہیں دیکھ پاتا موت کی آنکھیں ہر علم کی پہلی منزل تک دیکھتی ہیں۔ انسان علاج معالجے کے جھانسے میں پھنسا رہتا ہے اور موت اپنا ہدف پورا کر کے چلی جاتی ہے زیبا کے ابا ڈاکٹر کی تسلیوں اور نرسوں کے بہلاوے کے باوجود چلے گئے حاجرہ کی آنکھوں کے سامنے، نمی کی بے بسی کے سامنے رخصت ہوگئے، وہ تینوں جنرل وارڈ کے دروازے پر ہی جم سے گئے۔ جیسے کسی نے ان پر طلسم پھونک دیا زیبا کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کے ابا اس سے آخری بار ملے بغیر ہی چلے گئے۔ صدمے اور ندامت کے باعث وہیں جہاں آرا کے بازوؤں میں گھس کے دہاڑیں مارنے لگی۔ جہاں آرا کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا وہ جھولتی ہوئی زمین سے جا لگتیں اگر صفدر بے ساختہ بڑھ کر زیبا کو سہارا نہ دیتا۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی ایسے میں جہاں آرا کو اس کی فکر ہو گئی اس کنڈیشن میں جبکہ اس کی اپنی طبیعت گری گری نقاہت زدہ تھی یہ صدمہ برے اثرات ڈالتا، بے ہوشی کے باعث اسے طبی امداد دلا کر فوراً گھر بھیجنا ضروری تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ اسپتال سے میت لے جانے کی تمام تر کاغذی کارروائی کرنا، ایمبولینس کا بندوبست کرنا صرف حاجرہ اور نمی کے لیے مشکل تھا۔ اس لیے صفدر نے ٹیکسی کرا کر ان چاروں کو گھر بھیج دیا اور خود میت کے ساتھ جانے کا فیصلہ کیا۔

وہ زیبا سے شاکی تھا مگر اس کے والدین سے اسے کوئی شکایت نہیں تھی۔ پھر اس موقع پر تو دشمن بھی غم بانٹنے آ جاتے ہیں۔ اس کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ بیٹا بن کر اس غم کے موقع پر زیبا اور اس کی امی کا ساتھ دیتا، لہٰذا وہ پرسکون ہو کر تمام مراحل طے کر کے میت کے ہمراہ یہی سوچ کر جا رہا تھا کہ زیبا کے لیے کیا گیا فیصلہ، نفرت کے جذبات اپنی جگہ مگر یہ رنج اور دکھ کا موقع تھا اس میں اس نے حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے کی ٹھانی، ایمبولینس کے ساتھ ساتھ وہ گاڑی چلا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ زیبا تو اب اور زیادہ امی کی ہمدردیاں حاصل کر لے گی اس نے امی کی اس کے لیے وارفتگی اور پریشانی اچھی طرح محسوس کر لی تھی۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ چاہوں بھی تو اس سے بات کیے بغیر گزارہ نہیں آنا جانا بھی پڑے گا۔ تجہیز و تدفین سے لے کر تمام معاملات بھی اسی کی خاطر برداشت کرنے پڑیں گے۔ کیا سوچتا ہوں اور کیا بن رہا ہے؟ صفدر کس طرح تم زندگی کے بکھیڑوں میں الجھ کر رہ گئے ہو؟'' وہ اور کچھ سوچتا کہ ایمبولینس گھر پہنچ کر رک گئی تو وہ چونکا اور ہوش کی دنیا میں آ گیا۔

''کچھ ایسے حادثے بھی زندگی میں ہوتے ہیں کہ انسان بچ تو جاتا ہے مگر زندہ نہیں رہتا۔'' تدفین کے مرحلے کے

بعد صفدر نے رسماً اظہار افسوس کیا تو جواب میں بھیگی بھیگی پلکیں صاف کرتے ہوئے اس نے یہ جواب دیا۔ وہ ٹھٹکا، غور سے اسے دیکھا وہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے بن گئے تھے ہونٹوں پر تہہ در تہہ پپڑیاں جمی تھیں اس حالت میں اس کی کیفیت دیکھ کر نمی قریب آ کر بولی۔

"صفدر بھائی آپ اسے کچھ کھلائیں، پلائیں اس کی حالت دیکھیں۔"

"ایکسکیوزمی مجھے باہر مردوں میں بیٹھنا ہے۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگا تو جہاں آرا نے دھیرے سے ٹوکا۔

"زیبا کو گھر لے جاؤ کچھ کھلا کر دودھ کے ساتھ دوائیں کھلا کر کچھ دیر سلا دینا پھر آ جائے گی۔"

"امی، یہ مناسب نہیں ہے، لوگ جمع ہیں۔" اس نے ٹالا۔

"کچھ نہیں ہوتا ہمارا بچہ ہے ہمیں خیال رکھنا ہے۔" جہاں آرا نے دفور محبت سے کہا تو زیبا نے روتے روتے ایک دم اس کی طرف دیکھا دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر نظریں چرالیں۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں کیا یہاں آرام نہیں ہوسکتا۔"

"نہیں بیٹا، یہاں بیدوتی رہے گی۔"

"صفدر بھائی میں اپنی طرف لے جاتی ہوں اس کو ہر صورت آرام کی ضرورت ہے۔" نمی اس کی نیت بھانپ گئی تھی۔

"وہ...... یہ...... یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر لے جاؤ، اٹھو زیبا جاؤ شاباش، میں یہاں ہوں تمہاری امی کے پاس۔" انہوں نے چمکارتے ہوئے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کھول اٹھا۔

"جی آیئے تشریف لایئے۔"

"امی رہنے دیں میں ٹھیک ہوں۔" اس نے بھی صفدر کا ارادہ جان لیا۔

"اب زیادہ ڈرامے کی ضرورت نہیں۔" اس نے گھور کر دیکھا۔

"زیبا اٹھو میں خالہ کو بتادوں گی۔" نمی نے ہاتھ پکڑ کر فرش پر سے اسے اٹھنے میں مدد دی۔

وہ آگے بڑھ گیا تو وہ پہلے ماں کے کندھے سے لگ کر خوب روئی اور پھر چادر اوڑھ کر نمی کے ہمراہ باہر آ گئی۔ وہ گاڑی دروازے کے سامنے لے آیا تھا۔ اس کے لیے پچھلا دروازہ کھول کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا زیبا نے محسوس تو کیا مگر کہا کچھ نہیں خاموشی سے سیٹ کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"ویسے اب تمہاری چال کیا ہوگی؟" گلی سے گاڑی باہر نکالتے ہی اس نے طنز کیا اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

"یہی کہ اسی مہینے کے آخر تک میں آپ کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔"

"اچھا۔" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"اپنی امی کو آپ سنبھالیے گا میں اپنے بیٹے کے ساتھ چلی آؤں گی۔" اس نے کافی سنجیدگی سے کہا تو اس نے مزید طنزیہ انداز اختیار کیا۔

"واہ داد دینی پڑتی ہے تمہاری چال بازی کو۔"

"رائے کا شکریہ۔" اس کی زبان پر بھی جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

وہ کچھ اور نہیں بولا باقی کا راستہ خاموشی رہی، بے زاری اور تناؤ کا ماحول رہا وہ تو پیچھے بیٹھی مسلسل یہی سوچ رہی تھی کہ کیوں اس شخص کے ساتھ آ گئی کیوں اپنے آپ کو اذیت دینے کے لیے ساتھ چلی آئی، یہ شخص اپنا ہے ہی نہیں، پھر بھلا

کون سی خوش امیدی رکھنی چاہیے؟ گھر میں مکمل اندھیرا تھا۔

وہ بہت محتاط انداز سے چل رہی تھی۔ برآمدے سے کمرے میں جاتے ہوئے اسٹیپ پر پاؤں رکھنے کے بجائے اندر کی طرف رکھ دیا تو اندازہ غلط ہوگیا۔ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر جاتی اگر پشت سے اس نے ایک دم تھام نہ لیا ہوتا اسے تھامے تھامے پہلے لائٹ آن کی اور پھر اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"اب اور کتنی ٹھوکریں کھانی ہیں؟"

"جتنی مقدر میں لکھی ہیں؟" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے تحمل سے بولی۔

"ہنہ..... مقدر! اپنی غلطیوں سے مقدر انسان خود لکھتا ہے۔"

"غلطیاں بھی تو مقدر میں لکھی ہوتی ہیں۔"

"زبان کس قدر تیز چلتی ہے۔" اسے اس کی بات اچھی نہ لگی۔

"کاٹ دیجیے۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے، فی الحال امی کے کمرے میں جا کر سو رہا ہوں، کچھ کھانا ہے تو بناؤ اور کھالو۔" وہ بیڈ سے ایک تکیہ اٹھاتے ہوئے بولا تو وہ بول اٹھی۔

"اس سے بہتر تھا آپ مجھے سلاتے مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جارہا اور آپ کہہ رہے ہو کہ.....؟"

"تو..... میں کھانا بناؤں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں رہنے دیں مرنے دیں مجھے۔" وہ چل کر صوفے پر ہی سیدھی ہو کر لیٹ گئی جس کا مطلب تھا کہ بیڈ خالی ہے اسے یہیں سونا چاہیے وہ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر تکیہ بیڈ پر رکھ کر واش روم میں گھس گیا۔ اسے بہت دکھ ہوا موٹے موٹے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ نقاہت اور کمزوری کے باعث بس رونے پر ہی زور چل رہا تھا وہ کچھ دیر بعد واش روم سے باہر آیا تو پھر کچھ سوچ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اب کمرے میں نہیں آئے گا۔ اس لیے صبر شکر کر کے سونا ہے یا پھر خود ہمت کر کے کچھ بنانا پڑے گا۔ سارا دن کچھ نہیں کھایا تھا اور ویسے بھی اب رات کی میڈیسن تو کھانی ہی تھیں۔

ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ وہ ٹرے اٹھائے آ گیا۔

"یہ لیں محترمہ، اپنی ماں کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔" اس نے بڑے اکڑ کر اس پر واضح کیا۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ اس نے میز پر ٹرے رکھ دی اور بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا آملیٹ، سلائس اور دودھ کا گلاس دیکھ کر اس نے ممنون نگاہوں سے گویا اس کا شکریہ ادا کیا۔

"مجھے ممنون نگاہوں سے مت دیکھو، یہ صرف رحم کھا کر کیا ہے۔" اس نے جتلایا۔

"تو نہ کرتے، میں نے آپ کو کب مجبور کیا؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"میری ماں نے مجبور کیا۔" وہ دراز ہوتے ہوئے بولا۔

"آپ نہ ہوتے۔"

"اوکے نہیں کھانا تو کچن میں رکھ آؤ۔" وہ سرد مہری سے کہہ کر کروٹ لے کر سوتا بن گیا۔ وہ شرمندگی سے چند لمحے سوچتی رہی پھر بمشکل تمام چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر زہر مار کیے۔ بار بار نگاہیں اس دشمن جاں کی طرف اٹھتی تھیں مگر وہ تو بچ بچ سو گیا تھا اس نے کھایا پھر اٹھ کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر سے اپنی میڈیسن اٹھائیں اور دھیرے دھیرے چل کر کمرے سے باہر نکل گئی نہ اس کی آنکھ کھلنی تھی اور نہ کھلی۔

۞.....۞۞۞.....۞

سونے دا سر مچولے ہوئے چاندی دی سر مے دانی
ڈورے کھچ کے ہور کراں گی اپنی اکھ مستانی

چھوٹے سے ریڈیو سے نور جہاں کی آواز نکل کر اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ تیزی سے ہاتھ صفائی کر رہے تھے اور لبوں سے گیت ٹپک رہا تھا۔ وہ مست تھی بوبی کا بس نہ چلا کہ ریڈیو کو اور اس کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ ہلکے سے تیل کے ساتھ بالوں کی چٹیا بنائے سرمہ بھری آنکھوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے وہ بوبی کو اور شرمین کو آتا نہ دیکھ سکی۔

''او...... کیا بے ہودگی ہے، بند کرو یہ۔'' وہ زور سے چلایا تو شرمین کو ہنسی آ گئی وہ چونکی اور ڈر کے جلدی سے ریڈیو بند کر دیا۔

''ابھی اور سرمے کی گنجائش ہے تمہاری آنکھوں میں یہ صبح صبح ریڈیو چلا کر سارا گھر سر پر اٹھانے کی ضرورت......؟'' بوبی نے اس کی سرمہ زدہ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے چلا کر کہا۔

''اوہو، بوبی کیا ہو گیا، بے چاری کو ریڈیو تو سننے دو۔''

''شرمین فار گاڈ سیک۔ اس ریڈیو کی آواز پر میں اٹھا ہوں سمجھاؤ اسے۔'' بوبی، بہت بگڑے موڈ میں بولا۔

''بھولی یہ اس وقت سنا کرو جب بوبی صاحب باہر گئے ہوں اور آواز کم رکھتے ہیں۔'' شرمین نے بہت نرمی سے بھولی کو سمجھایا۔

''اور پھر یہ واہیات تیل لگایا کس قدر سمیل ہے۔'' وہ ناک پکڑ کر کہتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

''وہ جی میں نے تھوڑا سا تیل لگایا ہے۔'' بھولی نے اتنی دیر میں فقط یہ جملہ بولا تو شرمین اس کی سادگی پر مسکرا کر بولی۔

''ضرورت ہی کیا تھی، دیکھو کتنے اچھے کپڑے لگ رہے ہیں، تیل لگانا ضروری تو نہیں ہوتا۔''

''میرے بال خراب ہو گئے تو۔''

''نہیں ہوتے اور ایسا کیا کرو کہ نہانے سے ایک گھنٹہ پہلے لگا لیا کرو۔''

''جی ٹھیک۔'' وہ رضامند ہو گئی۔

''اچھا یہ بتاؤ بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟''

''اپنے کمرے میں۔''

''اچھا اور ناشتہ۔''

''وہ تو باورچی خانے میں بن رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں انہیں لے کر آتی ہوں تم صفائی کرو، میرے کمرے میں بیڈ کے نیچے سے اچھی طرح صفائی کرنا۔'' شرمین یہ کہہ کر زینت کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو اس نے ڈسٹر رکھ کر اپنا ریڈیو اٹھایا اور سینے سے لگایا کبھی ہونٹوں سے چوما اس میں تو اس کی جان تھی اب کا چھوڑا ہوا یہ اثاثہ تو اسے اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا اس کی وجہ سے کئی بار بے بے سے ڈانٹ کھائی تھی مگر یہ ریڈیو اس کے ساتھ ساتھ ہی رہا یہاں آتے ہوئے بھی اگر کوئی چیز اسے پیاری تھی تو ایک ماں کی فریم شدہ تصویر اور ایک یہ ریڈیو جو بہت پرانا تھا مگر اس سے نکلنے والی آواز بہت جوان تھی اب تک۔ وہ بددلی سے صفائی کر کے شرمین کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

''ایسے نہیں جھڑکتے یہ جس ماحول میں پلی بڑھی ہے وہاں یہ سب زندگی کے رنگ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے پاس اور کچھ نہیں ہماری طرح شہری زندگی کے ہزار ہا لوازمات نہیں ہیں۔ ان غریبوں کے پاس یہ ریڈیو، سرمہ، مسی ان کی خوشیاں

ہیں۔وہ میرے بدمیرے سمجھ میں آجائے گا۔" شرمین کی اتنی طویل وضاحت سن کر وہ فقط اتنا بولا۔
"تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے مگر یہ بدبودار تیل تو نہ لگایا کرے۔" بوبی نے سلائس پر مکھن لگاتے ہوئے کہا۔
"چھوڑ دے گی فی الحال آپ تیار ہو کر آفس پہنچو مجھے زمنت آپا کی فاسٹنگ شوگر لیبارٹری سے چیک کرانی ہے۔"
"خیریت۔" بوبی بولا۔
"ذرا طبیعت کچھ بہتر نہیں۔"
"اوہ......" وہ فکرمند ہو گیا۔
"ان کو وقت دیا کرو وہ تنہائی میں پریشان ہوتی ہیں۔"
"شرمین۔"
"ہنہ۔"
"تمہارا شکریہ تم مما کا کتنا خیال رکھتی ہو۔"
"کوئی بات نہیں وہ میرے لیے میرا سب کچھ ہیں اور کون ہے میرا؟" بے اختیاری وہ رنجیدہ ہو گئی۔ عارض کا دیا تازہ تازہ صدمہ یاد آ گیا اس کے چہرے پر غم کے رنگ بکھرے مگر فوراً ہی وہ چھپا گئی۔
"کیا بات ہے؟" بوبی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" وہ کہہ کر اٹھنے لگی تو بوبی نے بڑھ کر کلائی تھام لی اور کہا۔
"میرا سب کچھ بھی تم ہو۔"
"پلیز تم اپنی ماما کا خیال کرو بس۔" نرمی سے کلائی چھڑا کر کہا اور تیز قدموں سے باہر چلی گئی۔

......☆☆☆......

ہلکی ہلکی بارش مسلسل دو گھنٹوں سے جاری تھی۔ وہ ان دو گھنٹوں میں چار مگ بلیک کافی کے پی گیا تھا جانے کیوں کافی کی کڑواہٹ اسے آج بری نہیں لگی تھی۔ ورنہ عام طور پر وہ کافی دو کریم پینے کا عادی تھا لیکن آج جانے کیوں اس نے ویٹر کو بلیک کافی ہی لانے کو کہا پھر وہ مسلسل منگوا تا رہا کڑواہٹ سے اپنے اندر کی تلخی کو شکست دیتا رہا۔ چوتھا مگ ختم کیا تو سنجا نے اس کی ٹیبل پر عین وسط میں اپنا ہینڈ بیگ رکھا تو عارض نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور فوراً اپنی گاڑی کی چابی اور موبائل فون اٹھا کر اٹھنا چاہا تو وہ بولی۔
"مہمان دیکھ کر کیا پاکستانی اٹھ کر چلے جاتے ہیں؟"
"پاکستانی بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔"
"تو پھر بیٹھیے ہمیں بھی ایک کپ کافی پلوا دیں۔" اس نے بیٹھتے ہوئے فرمائش کی۔
"شیور۔" اس نے کہا اور اشارے سے ویٹر کو بلایا۔
"مسٹر عارض میں جب یہاں آ رہی تھی تو پرا تھنا کرتی آ رہی تھی کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"پلیز مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا۔"
"کیوں؟"
"سوری۔" وہ بولا۔
"مسٹر عارض آپ کیوں ایسے ہیں؟"
"اور آپ کیوں ایسی ہیں؟" وہ کچھ تلخ ہو گیا۔

"مطلب......؟" وہ حیران ہوئی۔
"مطلب آپ کو بے تکلفی کی عادت ہے یا شوق؟" گہرا طنز شامل تھا اس کے لفظوں میں۔
"نہ شوق ہے اور نہ عادت بس آپ کو دیکھ کر اچھا لگا کہ بات کی جائے۔" اس نے بڑی سادگی سے اعتراف کیا۔
"مگر میں اجنبی لوگوں سے زیادہ بات چیت نہیں کرتا۔" اس نے خلاف عادت کہا۔
"ہم اجنبی تو نہیں دوسری بار مل رہے ہیں۔" کافی آچکی تھی وہ چسکی لیتے ہوئے بولی۔
"کچھ لوگ زندگی بھر ملتے رہیں پھر بھی اجنبی رہتے ہیں۔"
"مسٹر عارض آپ بہت دکھی لگتے ہیں عشق کی ناکامی ہے یا محبوبہ کی بے وفائی؟" وہ خاصی بولڈ تھی بہت بے تکلفی سے بولی۔
"مس سنجنا، مجھے بے تکلفی پسند نہیں۔"
"مگر مجھے ہے میں فوراً بے تکلف ہو جاتی ہوں۔" وہ چپ رہا تو وہ پھر بولی۔
"اپنا اپارٹمنٹ نہیں دکھائیں گے۔"
"سوری۔"
"وجہ۔"
"آپ مجھے زچ کر رہی ہیں۔" وہ ناگوار موڈ میں بولا۔
"اور آپ مجھ سے بحث کر رہے ہیں۔" وہ بھی جواب میں بولی۔
"میں اجازت چاہوں گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"یہ طے ہے کہ آپ عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔" اس نے اندازے سے کہا۔
"عشق تو بہت آگے کی منزل ہوتی ہے۔"
"مطلب محبت کی، پریم کی چوٹ کھائی ہے۔" وہ بولی۔
"ایکسکیوز می۔" وہ تیزی سے کہہ کر اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دیکھتی رہ گئی اسے یقین آ گیا تھا کہ یہ محبت کی ناکامی پر پریشان حال ہے۔ "کھلے گا حال دل جلد کھلے گا۔" اس نے سوچا اور کافی پیتی رہی جانے کیوں وہ اسے بہت اچھا لگا تھا۔ اسے ملنے کی آرزو میں مسلسل چار دن سے وہ کافی پی رہی تھی لیکن دعا رنگ لائی وہ مل ہی گیا۔

❂......❁❁......❂
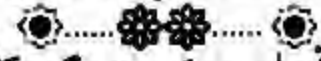
"عارض یار تیرا کیا مسئلہ ہے؟" بابا کی کچھ غصیلی آواز سن کر وہ سٹپٹایا مگر پھر سنبھل کر بولا۔
"بابا...... کیا ہوا؟"
"یہی تو پوچھنا ہے کہ کیا بات ہے؟" انہوں نے دوبارہ زور ڈالا۔
"بابا کوئی بات نہیں ہے بس ذرا مصروفیت تھی میں فون کرنے والا تھا۔" اس نے جلدی سے وضاحت کی۔
"مگر یار آپ نے وہاں مصروف ہونے کی بات نہیں کی تھی پھر کیوں واپسی نہیں ہو رہی۔"
"بابا آ جاؤں گا آپ سے دور کیسے رہ سکتا ہوں؟"
"کب، کب آؤ گے یار میرا نہیں تو شرمین کا ہی خیال کرو۔"
"نام نہ لیں اس کا۔" بے ساختہ ہی اس کے لبوں سے پھسلا اور بابا کو ورطہ حیرت میں ڈال گیا۔
"کیا......؟ کیا کہا آپ نے دوبارہ کہو۔"

"یہی بابا کہ آپ شرمین کو بھول جائیں۔" وہ تیزی سے کہہ گیا۔

"کیا میں بھول جاؤں، میں نے اس سے محبت کی تھی میں نے انگوٹھی پہنائی تھی میرے بھولنے سے کیا واسطہ؟" آپ بات کرو اپنی بات کرو جسے یاد رکھنے کے لیے ہزار جتن کیے اسے بھولنے پر راضی ہو۔" بابا بولتے چلے گئے تو وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"بابا! یہ سچ ہے شرمین کے لیے میرا فیصلہ بدل گیا ہے آپ تو جانتے ہیں کہ میں ایک ہی مقام پر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا۔"

"یو مین، کوئی اور۔" وہ ہکلائے۔

"وہ......وہ بس کوئی اور ہے۔" لمحہ بھر رک کر اگلے ہی لمحے وہ ایسی بات کہہ گیا جو شاید تصور میں بھی نہیں تھی۔

"کو......کون......کون ہے وہ۔" بابا کی آواز لڑکھڑائی۔

"پھر بتاؤں گا، ابھی میں باہر ہوں۔" وہ جھوٹ بول گیا۔

"نہیں ابھی بتاؤ کس کے ہاتھوں خود کو قلاش کرنے جا رہے ہو؟" بابا کی آواز میں واضح تحکم موجود تھا۔

"بابا میں نے شرمین کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا۔"

"لیکن چھوڑا تو ہے، یہی سوال ہے کہ کیوں؟"

"یہ بحث کی بات نہیں بس ایسا ہو گیا۔"

"کون ہے وہ لڑکی؟"

"بابا پلیز ایمرجنسی نہیں ہے۔"

"عارض مجھے چکر نہ دو مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں تمہیں چھوڑ کر آ گیا۔" بابا نے اپنے آپ کو الزام دیا۔

"آپ اس بحث کو چھوڑ دیں۔"

"نہیں یہ شرمین کی عزت کی بات ہے، وہ بچی پرائے گھر میں تمہارے لیے بیٹھی رہی اور تم دھوکہ دو۔"

"بابا یہ کس کو پتا کہ کون کس کو دھوکہ دیتا ہے شرمین نے کچھ نہیں کہا پھر آپ کو کیا مسئلہ ہے۔"

"عارض پہلی بار مجھے اپنی تربیت پر افسوس ہو رہا ہے۔"

"بابا خدارا مجھے معاف کر دیں۔"

"اس لڑکی کا نام بتاؤ۔"

"بتا دوں گا۔"

"عارض یو ریئلی ہرٹ می۔" انہوں نے یہ کہا اور کھٹ سے فون بند کر دیا وہ بے بسی سے فون کو گھورتا رہا اور پھر ہولے سے بڑبڑایا۔

"کاش، میں نے شرمین کو چاہا ہی نہ ہوتا، آپ کو کیسے بتاؤں کہ میں کس تکلیف سے گزر رہا ہوں اور کیسے لمحہ لمحہ مر رہا ہوں آپ کو نہیں معلوم وہ کسی اور کی محبت ہے میں محبت کرنے والوں پر ظلم نہیں کر سکتا تھا۔"

❁......❁❁......❁

ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھتے ہوئے وہ اپنے ہی خیالوں میں گم ہو گئی تو ایک دم ہی بوبی کی تیز آواز اور بابا کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ چونکی۔

"چھوٹے صاحب میں نے سمجھا دیا ہے آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"خاک خیال رکھیں گے۔" بوبی بولا تو کچھ نہ سمجھتے ہوئے شرمین نے پوچھا۔
"کیا ہوا؟"
"وہ..... شرمین بی بی بھولی نے بے وقوفی کی ہے میں نے اسے ڈانٹا بھی ہے سمجھایا بھی ہے۔" بابا نے بتایا۔
"ساری کوٹھیوں کے ملازموں کو جمع کر کے لان میں کھیل رہی تھی اور اس پر بے ہودگی یہ دو ٹکے کا ریڈیو بھی چلا رکھا تھا۔" بوبی کے منہ سے کف نکل رہا تھا شرمین کے لبوں پر مسکراہٹ مچل گئی۔
"بوبی وہ کھیل ہی تو کھیل رہی تھی اس کی عمر کا تقاضا یہی ہے۔"
"بس کرو شرمین میں یہ بکواس برداشت نہیں کر سکتا۔" بوبی پھنکار کر صوفے پر دھم سے گر گیا۔
"بابا کہاں ہے بھولی، اسے بلائیں۔" شرمین نے کہا بابا فوراً باہر گئے اور چند سیکنڈ میں اس روتی دھوتی بھولی کو لے آئے۔ گہرے جامنی کپڑوں میں سر سے بھری آنکھوں کے ساتھ گردن جھکائے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ خوب جما کے تیل بھی سر میں لگایا تھا۔ پکے سانولے رنگ والی بھولی اس وقت خاصی بری لگ رہی تھی حالانکہ وہ قبول صورت تھی۔
"دیکھو آ گئی نمونہ۔" بوبی جل کر بولا۔
"بھولی، یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے، میں نے سمجھایا تھا نا کہ یہ شہر ہے یہاں کیسے رہتے ہیں۔"
"میں نے خواب میں بے بے کو دیکھا تھا وہ میرے سر میں تیل ڈال رہی تھیں۔" اس نے روتے روتے سادگی سے کہا شرمین کو مزید ہنسی آ گئی۔
"اف میرے خدا۔" بوبی سر پیٹ کر رہ گیا۔
"بوبی، پلیز۔" شرمین نے آنکھوں آنکھوں میں اسے ضبط کرنے کو کہا۔
"شرمین سمجھا دو مجھے یہ سب حرکتیں اچھی نہیں لگتیں۔" بوبی یہ سنا کر چلا گیا تو شرمین نے اسے پیار سے دیکھا اور کہا۔
"بھولی، میں نے سمجھایا تھا نا کہ اب یہ تیل ہر وقت نہیں لگانا اور اف اتنا سرمہ آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔"
"نہیں، ہوتیں، یہ چاچے دی ہٹی کا سرمہ ہے۔" وہ بھولپن سے بولی۔
"چپ کر چاچے دی ہٹی والی۔" بابا نے ڈپٹا تو شرمین نے منع کیا۔
"بابا آپ جا کر کچن دیکھیں میں سمجھاتی ہوں۔" شرمین کی بات سن کر بابا کچن کی طرف چلے گئے تو شرمین نے بھولی کو دیکھا۔
"بھولی۔"
"جی باجی۔"
"اب آئندہ کالونی کے کسی بھی شخص کے ساتھ بات بھی نہیں کرنی بلکہ گیٹ سے باہر قدم نہیں نکالنا زینت آپا نے سنا تو وہ بھی بہت خفا ہوں گی۔" شرمین نے بہت نرمی سے سمجھایا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر بولی۔
"پھر میں کھیلوں گی نہیں۔"
"تم بڑی ہو گئی ہو اب پڑھا لکھا کرو، لیکن اگر کھیلنا ہے تو پھر ہم چھٹی والے دن کھیلا کریں گے۔"
"آپ؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں، میں اور تم۔"
"اور چھوٹے صاحب۔"

"ان کو تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن ایک بات ہے کہ اس حلیے میں تو وہ بالکل بھی تمہیں پسند نہیں کرتے۔"
"میں اب تیل نہیں لگاؤں گی۔"
"کم لگایا کرو، نہانے سے پہلے تاکہ اس کی بو نہ پھیلے۔" شرمین نے کہا اور مسکرادی۔
"شرمین بی بی کھانا لگادیا ہے آجائیں۔"
"ٹھیک ہے بابا آپ بوبی کو بلائیں میں زینت آپا کو لے کر آتی ہوں۔"
"بھولی، چل تو پانی میز پر رکھ۔" بابا نے اسے کہا اور بوبی کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔
"چلو جاؤ شاباش۔" شرمین نے بھولی سے کہا۔

❁......❀❀......❁
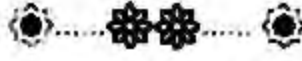
رات کا تیسرا پہر بھی بڑے درد بھرے عذاب لاتا ہے۔
نیند آنکھوں سے کوسوں دور چلی جاتی ہے۔ درد تنہائی کے پہلو میں سمٹ کر اذیت ناک چٹکیاں لیتا ہے تو انسان بے اختیار ہی اس سے بچنے کے لیے بستر سے نکل کر کھڑکی سے باہر آسمان کی وسعتوں میں چاند کی ڈوبتی روشنی سے باہم گلے لگ کر چپ چاپ آنسو بہانے لگتا ہے۔ شرمین کی آنکھوں کے بڑے بڑے کٹورے نمکین جام چھلکا رہے تھے۔ ماضی کے سمندر میں طغیانی کا سلسلہ شروع تھا کوئی اندر چیخ چیخ کر رونے لگا تھا۔ یادوں نے بین شروع کردیا۔

رات کے پچھلے ہوئے پر اور تنہائی
مری
اک تری یادوں کا لشکر اور تنہائی
مری
چاند کی کرنیں جب اتریں دیویوں کے
روپ میں
جاگ اٹھا پھر دل کا مندر اور تنہائی
مری
جب چلے ٹھنڈی ہوا یادوں کو لے
کر ساتھ ساتھ
جاگتا ہے درد شب بھر اور تنہائی
مری
آج پھر شب خون مارا ہے کسی کی
یاد نے
دیکھ میرے دیدہ تر اور تنہائی
مری
خوف کا عفریت وحشی چیخنی پاگل
ہوا
ہر طرف اک جاگتا ڈر اور تنہائی مری

"رونے والے یہ بتا مجھ کو تو کسے یاد کرکے رو رہا ہے؟" بوبی نے دونوں ہاتھوں سے اس کی بھیگی آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے کان میں سرگوشی کی تو وہ بری طرح اچھل کر پلٹی۔
"تم... تم کیسے آئے؟" رندھی ہوئی آواز میں بولی۔
"شرمین بی بی وہ دیکھو اس دروازے سے۔" بڑی سادگی سے اس نے دروازے کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے لیکن اتنی رات گئے بنا دستک کے۔" شرمین نے کچھ بیزاری سے کہا۔
"شرمین...... میں تمہارا سایہ ہوں کمرے کی کھڑکی سے تمہیں لگاتار دیکھ کر بےچین ہوا اور آ گیا۔"
"نہیں آنا چاہیے تھا۔" اس نے کہا۔
"نا آتا تو کیسے دیکھتا کہ تم اتنی رات کو کیسے اشک بہاتی ہو؟" وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔
"بوبی یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"
"نہیں، میں تمہاری ذات کا حصہ ہوں۔"
"پلیز...... جاؤ اپنے کمرے میں اچھا نہیں لگتا۔"
"شرمین تم کتنے بھی زمانے گزار دو، مجھے الگ رکھنے کے لیے تمہیں کبھی کامیابی نہیں ہوگی میرا انتظار کامیاب ہوگا جو تمہیں درد دے گئے انہیں بھول جاؤ ایک بار صرف ایک بار میرا ہاتھ تھام لو۔" وہ جذب وکیف کے عالم میں بولا تو وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔
"بوبی پلیز جاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔"
"جارہا ہوں مگر اس یقین کے ساتھ کہ تمہیں میری محبت کا سہارا لینا ہے۔"
"بوبی تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو؟"
"گڈ نائٹ اب اچھے خوابوں کے ساتھ سو جاؤ۔" وہ اس کی بات نظر انداز کرکے یہ کہتا ہوا چلا گیا۔

......☆☆☆......

اس نے دو تین بار ہلکے سے دروازے پر دستک دی اور پھر باہر کھڑی ہوکر انتظار کرنے لگی مگر دروازہ نہیں کھلا تب ذرا زور سے کھٹکھٹایا۔ اگلے ہی لمحے جھٹکے سے دروازہ کھلا اور وہ آنکھیں مسلتا ہوا باہر نکلا، گلابی پھول دار کپڑوں میں بنا تیل کے کھلے بالوں کے ساتھ، خوب صورت گل دستہ ہاتھ میں لیے وہ کھڑی تھی۔ بوبی کی پیشانی پر ہزار ہا سلوٹیں پڑ گئیں۔
"کیا بات ہے؟"
"چھوٹے صاحب، یہ پھول۔" وہ بولتے بولتے رکی۔
"کیا کروں؟"
"آپ کے لیے خود توڑے ہیں۔" وہ بھولپن سے بولی۔
"اوخدایا، اتنے خوب صورت پھول توڑ ڈالے تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ پھول نہیں توڑنے۔" وہ غصے سے جھلایا۔
"نہیں بتایا۔"
"جاؤ یہاں سے۔"
"یہ پھول اندر رکھ دوں۔"
"نہیں لے جاؤ۔"
"صاحب جی آپ کو پھول اچھے نہیں لگتے؟"

"بھولی میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی جاؤ۔" اس نے غصے سے کہہ کر دروازہ بند کرلیا وہ۔ بددلی سے واپس آ رہی تھی کہ شرمین نے کمرے سے نکلتے ہوئے اسے دیکھا اور آواز دی۔

"بھولی۔"

"جی۔" وہ پلٹی۔

"ادھر آؤ۔"

"جی۔" وہ قریب پہنچ گئی۔

"کیا بات ہے؟ آج تو بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

"سچ۔" وہ مسکرائی۔

"ہنہ، یہ پھول؟"

"یہ چھوٹے صاحب کے لیے لائی تھی مگر انہوں نے ڈانٹ دیا۔"

"اوہ..... اچھا لاؤ مجھے دو، یہ میں لے جاتی ہوں تم ناشتہ لگواؤ دیر ہو رہی ہے۔" وہ پھول لے کر خود بوبی کے کمرے کی طرف آ گئی۔ ہولے سے دستک دی اور دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ وہ آ ڈاتر چھا بیڈ پر لیٹا تھا اس نے پھول واز میں لگاتے ہوئے بات کی تو وہ چونکا۔

"وہ بے چاری کتنی چاہ سے پھول لے کر آئی تھی ایسا سلوک کرتے ہیں کیا؟"

"زہے نصیب پھول، پھول لے کر آئے تو ہماری خوش بختی ہے۔" وہ ایک دم اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"بھولی کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے دانستہ یاد دلایا۔

"اور میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔" وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"بڑی مشکل سے میں نے اسے تسلی دی، وہ بے وقوف ضرور ہے مگر حساس بہت ہے۔" وہ ایک بار پھر اس کی نظروں کا مطلب بھانپ کر ٹال گئی۔

"شرمین آج میری زندگی کی سب سے خوب صورت صبح ہے میری ہر صبح تمہارے وجود کی دلکشی سے شروع ہوا کرے پلیز میری اس خواہش کو تکمیل کا رخ دے دو۔" اس نے پھر بھی اپنی دلی خواہش کو بیان کر کے ہی دم لیا۔ تو شرمین نے کچھ سنجیدگی اختیار کی۔

"بوبی آج امپورٹنٹ میٹنگ ہے جلدی تیار ہو کر ناشتے کے لیے آ جاؤ۔"

"شرمین یوں روند کرو، کب تک آزماؤ گی؟"

"بوبی، کیسا آزمانا؟ میں کیوں آزماؤں گی مجھے اپنے اور تمہارے رشتے کا مقام معلوم ہے۔" وہ بہت رکھائی کا انداز اختیار کر گئی۔

"تو پھر میری زندگی میں شامل ہو جاؤ۔" وہ منت پر اتر آیا تو وہ صرف گھور کر رہ گئی۔

"میں نے آ کر غلطی کی۔"

"مجھے معلوم ہے تمہارے اندر اب تنہائی ہے پھر، پھر میں تمہارے لیے آیا ہوں۔" وہ بہت ضدی بچے کی طرح اس کی راہ میں اڑ گیا۔ وہ کچھ دیر چپ چاپ کھڑی رہی پھر بہت دھیمے سے لہجے میں بولی۔

"میرے اندر تنہائی کا عہد لازوال شروع ہو چکا ہے بس مجھے زندگی گزارنے دو پلیز۔" وہ تو یہ کہہ کر چلی گئی اور وہ اس کے جملے پر غور کرنے کے بعد بھی اسی نتیجے پر پہنچا کہ میں تمہاری تنہائی دور کر کے رہوں گا۔

"انسان اپنے اندر کی بے شمار غلطیاں جان کر بھی خود کو معاف کرتا رہتا ہے۔ لیکن کسی دوسرے کی ایک غلطی کو معاف کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اس میں۔" زیبا نے اس کے امی کے سامنے کڑے تنقیدی تبصرے کے جواب میں کہا تو وہ بھونچال کی زد میں آ گیا۔

"غلطی...... غلطی میں فرق ہوتا ہے محترمہ اپنے گناہ کو غلطی مت کہو۔"

"اللہ معاف کرے کیسا گناہ؟" جہاں آرا تقریباً ہول سی گئیں۔

"چھوڑیں امی آپ ناشتہ کیجیے۔" وہ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے ٹال گیا۔ وہ اٹھ کر کمرے کی طرف چلی گئی۔

"صفدر یہ بات بات پر اس طرح تو تکار کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ اس کی حالت دیکھو ابھی تک وہ باپ کے صدمے سے باہر نہیں نکلی اور نقصان تو ہمارے بچے کا ہوگا۔ لو اٹھاؤ یہ جوس کا گلاس کمرے میں لے جاؤ وہ غریب ناشتہ کیے بغیر اٹھ گئی۔" جہاں آرا نے اسے کہا۔

"امی آپ اتنا کیوں سر پر چڑھاتی ہیں وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی اور آپ قربان ہوتی رہتی ہیں۔" اس نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

"ارے کس نے کہا؟ میں نے تو ایک مرتبہ بھی اس کے منہ سے نہیں سنا حالانکہ حاجرہ بہن اب بالکل اکیلی ہیں۔ زیبا نے وہاں رہنے کی بات تک نہیں کی۔"

"آپ سے نہیں مجھ سے کہتی ہے۔" اس نے خلاف عادت جھوٹ بولا۔

"بکواس کرتے ہو تم مجھے تو ایسا لگتا ہے تم اسے بسانا ہی نہیں چاہتے اور کسی پر نظر رکھے ہوئے ہو۔"

"کاش ایسا ہوتا۔"

"بیٹا جو بندھ گیا وہ موتی اور جو رہ گیا وہ پتھر۔"

"آپ کا فلسفہ میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"اچھا یہ جوس لے جاؤ اور آج زیبا کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر جانا ہے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ہاں کچھ ضروری سامان بھی لانا ہے ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

"جی بہتر۔" اسے مجبوراً ہتھیار پھینکنے پڑے جوس کا گلاس اٹھا کر جانے لگا تو جہاں آرا بولیں۔

"ذرا نرمی اور محبت سے پیش آیا کرو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے۔"

"امی مجھے یہ سب باتیں پتا ہیں۔"

"تو عمل تو کرتے نہیں۔"

"اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی۔" وہ دھیرے سے کہہ کر چلا گیا۔ جہاں آرا کی تسلی نہ ہوئی تو وہ بھی ٹوسٹ اور فرائی انڈہ لیے اس کے پیچھے آ گئیں۔

"آپ کو یقین نہیں ہوگا کہ میں یہ جوس آپ کی لاڈلی کی جگہ خود نہ پی جاؤں۔" انہیں دیکھ کر وہ جل کر بولا تو وہ غصہ ہو گئیں۔

"صفدر یہ کیا انداز ہے تمہارا؟"

"سچ کہہ رہا ہوں اور یہ چونچلے آپ اٹھائیں میرے پاس وقت نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر واش روم میں گھس گیا زیبا نے شرمندہ ہو کر جہاں آرا کے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

"امی آپ نہ الجھا کریں میں ٹھیک ہوں۔" زیبا نے کہا۔
"بس تم پردہ پوشی نہ کیا کرو اب اسے بتاؤ کہ شام کو تمہیں ڈاکٹر کے پاس کتنے بجے لے کر جانا ہے۔"
"جی۔"
"اور ناشتہ کر کے آرام کرو۔" جہاں آرا یہ کہہ کر چلی گئیں تو اس نے دل کی کسک کو دباتے ہوئے جوس کے سپ لینے شروع کر دیے۔
نمی حاجرہ بیگم کے اصرار پر ان کے پاس رہنے آ گئی تھی۔ مختصر سا سامان تھا سب اٹھایا اور فلیٹ خالی کر دیا۔ حاجرہ بیگم کی تنہائی دور ہو گئی ورنہ چند ہی دنوں میں وہ بری طرح مرجھا کر رہ گئی تھیں۔ نمی نے زیبا کے برابر والا کمرہ اپنے لیے سیٹ کیا تھا گھر کے لیے کچھ ضروری سامان لینے کے لیے نکلی تو صفدر بھی اسی مارکیٹ میں جہاں آرا کی دی ہوئی فہرست کے مطابق خریداری میں مصروف تھا۔ نمی کو اچھا لگا وہ اس کے پاس آ گئی۔
"صفدر بھائی۔" اس نے پکارا تو وہ پلٹا۔
"جی۔"
"اکیلے آئے ہیں۔"
"جی اور کسے لانا تھا۔" کھردرا سا لہجہ تھا ہمیشہ کی طرح۔
"میرا مطلب تھا کہ زیبا نہیں ہے ساتھ۔" وہ شرمندہ سی ہو گئی۔
"وہ میرے ساتھ نہیں ہیں میرے گھر میں گھسی ہوئی ہیں۔" وہ طنز سے باز نہ آیا نمی دکھی سی ہو گئیں۔
"صفدر بھائی خدارا معاف کر دیں اس مظلوم کو۔"
"کیا آپ کی سہیلی مجھے معاف نہیں کر سکتی؟"
"صفدر بھائی دل کشادہ کر کے اچھی زندگی کا آغاز کر لیں پلیز۔"
"آپ نے یہ باتیں کرنی ہیں تو فارغ وقت میں کریں گے فی الحال میں ذرا جلدی میں ہوں۔"
"کچھ ضروری شاپنگ کر رہے ہیں شاید۔" نمی نے چھوٹے بچوں کے لوازمات سے بھرے اسٹور پر نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"جی میری امی کا حکم ہے۔"
"زیبا ٹھیک تو ہے۔" نمی نے پوچھا۔
"چل کر دیکھ لیں۔"
"میں آؤں گی کسی وقت ابھی جلدی میں ہوں۔"
"جی ٹھیک ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے سمجھائیں۔"
"کیا؟"
"دیکھیے اسے میرے گھر سے جانا ہوگا کیونکہ یہ بات طے تھی۔"
"پہلے کی بات اور تھی مگر اب تو آپ کی امی کو سب پتا ہے۔"
"بہرکیف اس نے اپنی ضد پوری کی اب بیا سے سوچنا ہے۔"
"مطلب آپ اسے چھوڑ دیں گے۔"
"ہاں اب تو یہی راستہ چھوڑا ہے اس نے۔"

"اور آپ کا بیٹا۔" منجی نے اس کے دل پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ کچھ بے کل ہوا لیکن پھر کچھ ناگوار سے انداز میں اسے دیکھ کر دوسری طرف چلا گیا۔ منجی دل گرفتہ سی کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی پھر اپنی شاپنگ کی طرف متوجہ ہوگئی۔

اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ صفدر میں کسی قسم کی لچک کی گنجائش نہیں شاید زیبا کا مقدر واپسی کے سوا اور کچھ نہیں اسے لوٹنا پڑے گا۔ صفدر بھائی کی امی کتنا سنبھال پائیں گی صفدر بھائی بہت ضدی اور سخت گیر انسان ہیں۔ ان کا دل پسیجنا ممکن ہی نہیں۔" وہ مارکیٹ میں گھومتے ہوئے بس زیبا سے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔

❁......❁❁......❁

دل بہت اداس تھا۔

وہ بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ سردی کی شدت میں دو روز سے بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ بارش کا قوی امکان تھا وہ کچھ سوچ کر واپسی کے لیے مڑا تو آبادی کے قریب گہما گہمی کا احساس موجود تھا۔ سردی کی شدت سے لڑنے کے لیے لوگ لانگ شوز، لانگ کوٹ، اسکارف اور اونی ٹوپیاں پہنے منہ سے گرم دھواں اڑاتے کام کاج کے لیے آ جا رہے تھے۔ وہ بنا ناشتہ کیے نکلا تھا۔ بھوک پیاس سے بے نیاز ابھی رہائش گاہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور تھا کہ منیجر صاحب کا فون آ گیا اس نے بے دلی سے ریسیو کیا۔

"ہیلو۔"

"جی سر آپ کے لیے بڑے صاحب کا پیغام ہے۔" دوسری طرف سے منیجر صاحب نے بتایا۔

"یہی کہ میں کیا کر رہا ہوں، وقت برباد کرتا ہوں کہ نہیں اور میں کسی لڑکی کے چکر میں ہوں۔" وہ خود بخود بولتا چلا گیا۔

"جی...... جی آپ نے ٹھیک سمجھا لیکن ایک بات اور بھی ہے۔" منیجر صاحب نے اعتراف کے ساتھ اور بھی کچھ کہہ کر اسے چونکایا۔

"وہ کیا؟"

"آپ کی اسی ہفتے کی سیٹ کنفرم کرا کر بھیج دیا جائے۔"

"مسٹر منیجر میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے آپ بھیج دیں گے۔"

"سر آرڈر ہے۔"

"سن لیا ہے میں نے، مجھے جب جانا ہوگا چلا جاؤں گا۔" اپنے مخصوص ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی پارک کرتے ہوئے بولا اور فون کاٹ دیا۔ کچھ دیر اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے وہ بابا کے لیے فکرمندی سے سوچتا رہا پھر باہر نکل آیا مگر قدم اٹھاتے ہی پیچھے سے آواز آئی۔

"مسٹر عارض۔" وہ ٹھنڈا کا ہلکی فیروزی ساڑھی میں کھلے بالوں کے ساتھ وہ اس کے برابر آ کھڑی ہوئی۔

"جی فرمایئے۔"

"کیا ہر بار آپ اجنبی بن کر ملیں گے۔" سنجنا نے شکوہ کیا مگر بڑی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ۔

"ہم اجنبی ہیں اور ملنا میں چاہتا نہیں۔" وہ بے گانگی سے بولا۔

"میں تو ایسا نہیں سمجھتی۔ آپ سے تو بار بار ملنے کو دل چاہتا ہے۔"

"مس۔"

"سنجنا۔" اس نے خود اپنا نام دہرایا۔

"جی مس سنجنا دیکھیے میں آپ سے راہ و رسم نہیں رکھ سکتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں مریض ہوں دوائے دل کی کوئی صورت نہیں ہے آپ بے تکلف نہ ہوں پلیز۔" وہ تختی سے کہہ کر آگے بڑھا تو وہ پلو لہرا کر بولی۔

"مسٹر عارض جب میں یہاں آ رہی تھی تو بھگوان سے ایک ہی پراتھنا کی تھی کہ میرا من یہاں لگ جائے۔"

"تو؟" وہ بولا۔

"تو میرا من لگ گیا ہے میرے اندر سے پیار آ رہا ہے۔"

"بس سنجنا پلیز میں اس وقت اس موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو۔" وہ چہکی۔

"پلیز لیو می الون۔"

"لیکن ایک پراس کے ساتھ۔"

"جی بولیے۔"

"بکس کی ایگزیبیشن لگی ہوئی ہے مجھے کمپنی چاہیے۔"

"سوری۔" وہ رد کرتا ہوا تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا وہ شوخی سے ہونٹ سکیڑ کر رہ گئی۔

......☆☆☆......

اپنے سامان میں سے گھر کے کاغذات نکالتے ہوئے ایک پرانا سا صفحہ ہاتھ لگا اس نے آہستہ آہستہ صفحہ سیدھا کر کے نظریں جمائیں تو دل ڈوبنے لگا۔ اچھے دنوں میں صبیح احمد نے لکھا تھا۔

ترا جمال نگاہوں میں لے کے اٹھا ہوں
نکھر گئی ہے فضا تیرے پیرہن کی سی
نسیم تیرے شبستان سے ہو کے آئی ہے
مری سحر میں مہک ہے ترے بدن کی سی

اس سے ایک بار مل کر گئے تو خط میں فیض احمد کے خوب صورت لفظ پرو کر بھیجے تھے تب وہ کئی روز بار بار یہ خط کھول کر پڑھتی رہی تھی۔ بے اختیار ہی اس کی پلکوں میں نمی سی اتر آئی۔ صفحہ مٹھی میں پھڑپھڑایا اور بے دم ہو گیا۔ وہ ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"صبیح احمد، کاش تم نے اپنے کہے لفظوں کا بھرم رکھا ہوتا مجھے یوں اپنے بے اعتبار رویے کی بھینٹ نہ چڑھایا ہوتا۔" دو موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں سے بہہ گئے۔ بند آنکھوں سے ماضی کی محبت نکلی اور بالوں میں جذب ہو گئی۔ مزید کچھ سوچنے سے پہلے کمرے میں زینت آپا آ گئیں اس نے جلدی سے آنکھیں صاف کیں اور مسکرائی۔

"آئیں آپا۔"

"کیا کر رہی تھیں رونے کے علاوہ۔" وہ بیڈ پر ٹک گئیں۔

"وہ بس اماں یاد آ گئیں۔" اس نے ٹالا۔

"نہیں، شرمین اماں کو تو تم کبھی بھولتی ہی نہیں، یہ تو صبیح احمد ہیں یا عارض جس طرح چہرہ پر ملال ہے اس سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔"

"ارے آپا یہ تو آپ کی محبت ہے جو آپ ایسا سمجھتی ہیں۔"

"بوبی نے خود مجھے کہا کہ شرمین بہت اپ سیٹ ہے۔"

"اسے تو الہام ہوتا ہے۔" وہ بولی۔

"اب کیا سوچا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"کس بارے میں؟"

"شرمین جب سوچنے کو کچھ پاس نہ بچے تو اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں میں تمہاری بزرگ ہوں میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اب اپنے لیے نئے سرے سے سوچو۔" انہوں نے بہت اپنائیت سے کہا۔

"آپا کوئی سراب میں پکڑنا نہیں چاہتی، بس میں نے اب اس حوالے سے نہیں سوچنا۔"

"اور یوں وقت گزر جائے گا کیا؟"

"بس گزر رہا ہے میں سب بھولنا چاہتی ہوں۔"

"تو اچھی بات ہے جتنی جلدی اس اذیت سے نکل آؤ گی اتنا اچھا ہے۔"

"آپا، جب خطا نا معلوم ہو سزا خلاف توقع ہو تو کچھ وقت لگتا ہے۔" اس کی آواز میں نمی کا شائبہ تھا۔

"مگر شرمین بہت بہادر اور باہمت ہے۔ صبیح احمد کی بے وفائی کو فراموش کر سکتی ہے تو عارض کی سنگ دلی بھی بھول جائے گی۔" زینت نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہا تو کرب ناک سی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔

"اچھا آپ کیسے آئی تھیں؟"

"ہاں وہ میں...... میں بھی کچھ کہنے آئی تھی مگر پھر سہی۔" وہ کچھ سوچ کر بولیں اور ٹال گئیں۔

"بتائیں نا آپا۔"

"کوئی ایسی بات نہیں ہے، بوبی تو احمق ہے۔"

"آپ نہیں بتانا چاہتیں تو مرضی ہے ورنہ حکم کریں۔"

"نہیں، کروں گی بات، فی الحال نہیں ابھی تمہارا غم تازہ ہے۔" وہ یہ کہہ کر چلی گئیں تو وہ خود اپنی دانست میں اندازہ لگانے لگی کہ زینت آپا کیا کہنا چاہتی تھیں؟ بوبی کی کوئی بات تھی یا کچھ اور یقیناً بوبی نے انہیں مجبور کیا ہوگا، اس بچگانہ بات کے لیے۔

"شرمین اگر آپا نے ایسا کچھ کہہ دیا تو تم کیسے انکار کر پاؤ گی، ان کی محبتوں کا خلوص کا بدلہ کیسے چکاؤ گی۔ کیا بوبی کی محبت پر اعتبار کر کے یا پھر قسمت کے فیصلے پر یقین کر کے۔"

"نہیں، یہ فیصلہ قبول کرنا آسان نہیں، بوبی کو اندازہ ہی نہیں کہ اس کے اور میرے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ میں جگ ہنسائی کا تعلق نہیں بنا سکتی۔"

"مگر شرمین آپا نے یہ کہہ دیا تو کیا تم ان کی دل شکنی کرو گی شاید نہیں یقیناً نہیں کر پاؤ گی۔" اپنے اندر اٹھنے والے سوالوں کے جوابات دیتے دیتے وہ تھک گئی تو اللہ سے مدد مانگی۔

"اے اللہ میری رہنمائی فرما، میری مدد فرما۔"

بے شک اللہ سے بڑھ کر کون مددگار ہوگا اور کون رہنمائی فرمائے گا۔

کوئی نہیں......!

❁ ...... ❀❀❀ ...... ❁

بڑا سا سرخ گلابوں کا گلدستہ دیکھ کر بھی اسے یاد نہیں آیا کہ آج اس سال گرہ ہے بوبی نے گلدستہ اس کو تھما کر محبت

دکھ

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا آپ یاد دلانا چاہتا ہے تو اسے دکھ کا الیکٹرک شاک دے کر اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ دکھ کی بھٹی سے نکل کر آدمی دوسروں کے لیے نرم پڑ جاتا ہے پھر اس سے نیک اعمال خود بخود اور بخوشی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ دکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے اس پر صابر و شاکر ہی چڑھ سکتے ہیں۔

بانو قدسیہ کی کتاب "دست بستہ" سے انتخاب

صدیقہ خان..... باغ AK

اچھی بات

اگر لوگ تم سے متاثر ہو رہے ہیں تو تکبر نہ کرو شکر ادا کرو اپنے رب کا جس نے تمہارے عیب چھپا کر تمہیں لوگوں میں معزز بنا رکھا ہے۔

کسی کا عیب تلاش کرنے والے کی مثال اس مکھی کی جیسی ہے جو خوب صورت جسم چھوڑ کر زخم پر بیٹھتی ہے۔

سعدیہ عظیم..... بہاولپور

خلوص اور عزت

خلوص اور عزت بہت نایاب تحفے ہیں اس لیے ہر کسی سے ان کی امید نہ رکھو کیونکہ بہت کم لوگ دل کے امیر ہوتے ہیں۔

صنم ملک..... تلہ گنگ

پاش نگاہوں سے دیکھا تو وہ بولی۔

"تھینک یو، میں مزید ایک سال سینئر ہو گئی تم سے۔"

"اور میں تو جیسے وہیں کھڑا ہوں۔" اس نے بھی جواب دیا۔

"خیر۔ مجھے تو یاد بھی نہیں تھا۔"

"ماما کو یاد تھا انہیں میں نے منع کر دیا تھا۔"

"ہنہہ۔"

"اب اٹھو ہم باہر چل کر تمہارے لیے گفٹ خریدیں گے اور پھر ماما کے ساتھ لنچ کریں گے۔ انہوں نے اہتمام شروع کر دیا ہے۔" اس نے تفصیل سے پروگرام بتایا۔

"جی نہیں، ابھی بہت ضروری کام دیکھنے ہیں آپ بھی اپنے آفس میں بیٹھو۔"

"ٹھیک ہے ایک گھنٹہ ہے تمہارے پاس، او کے۔" وہ بولا۔

"او کے۔"

"اور یہ، یہ میرے جانے کے بعد کھول کر دیکھنا۔" اس نے ایک گریٹنگ کارڈ اس کو تھمایا اور چلا گیا۔ شرمین نے لفافہ کھول کر کارڈ نکالا اس پر درج تھا۔

یہ تاکید محبت ہے
کہ تجدید محبت ہے
مگر جو کچھ بھی ہے جاناں
یہ توحید محبت ہے

سو تو دیدِ محبت میں بچھڑنے کا کبھی دھڑکا نہیں ہوتا
بجز چاہت کسی دل میں کوئی جذبہ نہیں ہوتا
کبھی تاکید یا تجدید کی نوبت نہیں آتی
کوئی کاغذ، کوئی خط، پھول یا تحفہ نہیں ہوتا
مری آنکھوں میں جتنے رنگ ہیں ان سب میں
چاہت ہے
مرے ہونٹوں پہ جتنے لفظ ہیں ان میں عقیدت ہے
تمہیں معلوم ہے چاہت تو اک ایسی حقیقت ہے
جسے لفظوں، خطوں، پھولوں، کتابوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی
جہاں دل سے نکل کر بات خود دل تک پہنچتی ہے
جہاں آنکھوں سے نکلے اشک خود اظہار کرتے ہیں
کہ ہم کس حال میں ہیں
اور کتنا پیار کرتے ہیں
سوائے جانِ غزل دیکھو
مری آنکھیں، دھڑکتا دل اور اس میں موجزن جذبے
مری چاہت کا تحفہ ہیں
مری چاہت کے سب تحفے تمہارے پاس ہیں
جاناں......!

شرمین کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار جو کہ ٹٹولنے پر شاید ان دنوں محسوس ہوتی تھی پڑھتے ہوئے طوفان بن گئی دماغ میں جیسے گھنٹیاں بج اٹھیں۔

"یہ...... یہ بوبی نے کہا، لکھا اور پیش کر دیا۔" وہ بار بار سطروں پر نظریں دوڑانے لگی تو حیرتوں کے سمندر میں غوطے کھانے لگی۔ یہ سب کیا تھا، کیا کہہ دیا۔ کیا بتا دیا شعوری جذبوں کی ایسی چٹکی کہ وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر ٹہلنے لگی۔" عارض جسے لفظوں کا سہارا چاہیے تھا اس نے اس کے نہ کرنے کی پاداش میں سزا سنائی، محبت تو سچ ایسے ہی کی جاتی ہے۔

صبیح احمد، خطوں اور لفظوں کے سہارے محبت رچاتے رہے جبکہ سب لمحوں میں ختم ہوگیا۔ عارض نے محبت کا خول لمحوں میں اتار دیا اور یہ سب کیا ہے ایک ایک لفظ جیسے اس کی بے پناہ محبت کی سچائی اور گواہی...... وہ کارڈ پر نظریں جمائے جمائے پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ میز پر مسکراتے پھولوں نے اسے گدگدایا تو مسکراتے ہوئے کارڈ اپنے پرس میں رکھ لیا۔

❁......❁❁❁......❁
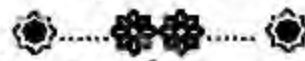
ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ اس کے آفس میں آ دھمکا وہ پرسنل سیکرٹری مس حرا کو ضروری نوٹ ڈکٹیٹ کرا رہی تھی۔ وہ ٹہلنے لگا اس نے مس حرا کو بھیجا اور کہا۔

"بوبی مزید تحفے کی ضرورت نہیں ہے یہ پھول کافی ہیں۔"
"میں نے تم سے مرضی نہیں پوچھی۔"

سنو......!!

کیوں کرتے ہو شکوہ اہل غیر سے صاحب

کہ......!

دیس میں ہمارے مہنگائی بہت ہے

میں نے دیکھا ہے اکثر

یہاں زندگی تو مہنگی ہے

پر موت بڑی سستی ہے صاحب

کپڑوں کے نرخ چاہے بڑھ جائیں

پر عزت بڑی سستی ہے صاحب

آٹا مہنگا ہے پر کسے پرواہ

بھوک سے بلکتے بچوں کے

آنسو تو سستے ہیں صاحب

بجلی کا ریٹ چاہے آسمانوں تک جا پہنچے

رنج و الم بڑے سستے ہیں صاحب

پیسہ مہنگا تو ہے یہاں

پر علم بہت سستا ہے صاحب

عدالتوں کے دام بڑھتے رہتے ہیں

انصاف پھر بھی سستا ہے صاحب

کیوں کہتے ہو اہل وطن

کہ دیس میں میرے مہنگائی بہت ہے

کہ...... میں نے اکثر

محبت، خلوص اور وفا کا

سر عام تماشا بنتا دیکھا ہے

یہ سب بھی تو سستے ہیں صاحب

ہاں جرم تھوڑا مہنگا ہے یہاں

پر سچ بہت سستا ہے صاحب

کہ

میں نے اکثر یہاں خون کا اتوار بازار

گرم ہی دیکھا ہے......

چراغ زندگی گل ہے صاحب

مسلم مسلم اب دشمن ہے صاحب

قتل و غارت عام ہے یہاں

عصمتیں بھی تو نیلام ہیں یہاں

اس سے بڑھ کر سستا بازار اور کہاں پاؤ گے

بربریت کے قصے سنکر دہل جاؤ گے

سنو

میرے وطن کے باسیوں

مت کرو شکوہ تم اپنی مٹی سے کہ

شکوے شکایتوں کا رہا...

اب ہمارے پاس وقت نہیں

تم چاہو تو مل کر ساتھ چلتے ہیں

اک نیا قدم دھرتے ہیں

اک عہد خود سے کرتے ہیں

شکوے شکایتیں نہیں اب سنائیں گے

اس مٹی سے کیا وعدہ ہم نبھائیں گے

قائد کی تعبیر ہے یہی

اپنی تو تقدیر ہے یہی

ملک کو اپنے اک نیا پاکستان ہم خود بنائیں گے

ملک کو اپنے اک نیا پاکستان ہم خود بنائیں گے

شاہ ناز

"تو پھر بھی تو چاہیے۔" وہ بولی۔

"نہیں مجھے اپنی مرضی کرنے کی عادت ہے۔" وہ لمحہ بھر کو اس کی طرف جھکا اور بولا۔

"بولی کچھ معاملات میں مرضی کی نہیں فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مثلاً۔"

"مثلاً ابھی بہت سے ضروری کام ہیں باہر کیسے جاسکتے ہیں؟" وہ سمجھداری سے بات کا رخ بدل گئی۔

"چھوڑو کام وام، یہ تو زندگی بھر ختم نہیں ہوں گے۔"

"تو سنو تحفہ نہیں خریدنے گھر چلتے ہیں آپا کے ساتھ لنچ کریں گے۔"

"نہیں پہلے تحفہ۔" وہ ضدی تھا۔

"اور جو کارڈ پر لکھا وہ جھوٹ ہے؟" مجبوراً اسے کہنا پڑا۔

"کارڈ تو میری ذات ہے میرا دل ہے مرے جذبات ہیں۔" وہ مخمور ہو کر بولا۔

"اس پر واضح لکھا ہے کہ محبتوں اور چاہتوں کے تحفے مارکیٹ میں نہیں ملتے۔" وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں کچھ سمجھا گئی۔

"ہاں لیکن پھر اس کے لیے یہ اقرار بھی تو ضروری ہے کہ میری محبت قبول ہے۔" اس نے بھی بڑے قرینے سے اپنی مرضی بتادی وہ گڑبڑا گئی۔

"چلو چلیں۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے اپنا پرس اٹھایا۔

"شرمین، تمہارے شایان شان ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ مگر میں سرتا پا تمہاری محبت کا طلب گار ہوں۔" ہمراہ چلتے ہوئے وہ عالم بے خودی میں بولا۔

"یو پی ایسے لفظ، ایسی شاعری کہاں سے سیکھتے ہو؟" وہ ہنس کر بولی تو وہ مسکرایا۔

"تم سے۔"

"بس حد ادب پلیز۔" اس نے یاد دلایا۔

"محبت میں کوئی حد نہیں ہوتی۔"

"یو پی پلیز۔" اس نے رک کر ٹوکا۔

"اوکے۔"

"میں نے اپنے اور تمہارے تعلق میں خلوص اور احترام چاہا ہے۔" اس نے پھر اسے باور کرانے کی کوشش کی۔

"تو پھر میں چلا جاتا ہوں۔"

"بلیک میلنگ؟" گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔

"نہیں آپ کی خوشی۔"

"میری خوشی یہاں رہ کر بھی پوری کر سکتے ہو۔"

"تمہاری محبت سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔ وہ دوسری سیٹ پر آکر بیٹھ گئی گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو فقط اس نے اتنا کہا۔

"میرا اس لفظ پر یقین نہیں رہا۔"

❁ .... ❁❁ .... ❁

"ہم زندگی کے داخلی اور خارجی راستوں پر پہرے نہیں بٹھا سکتے بس جو آئے اس کو خوش دلی سے خوش آمدید کہنا چاہیے اور جو جانا چاہیے اسے الوداع کہہ کر رخصت کردینا چاہیے۔" کھانے کے بعد وہ زینت آپا کے ساتھ ان کے کمرے میں آگئی تھی۔ زینت آپا نے اپنا ایک کڑا اتار کر اس کی کلائی میں پہناتے ہوئے کہا وہ حیران پریشان سی ان کی کارروائی دیکھ رہی تھی۔

"آپا...... یہ کس لیے؟"

"تمہاری سالگرہ کا تحفہ۔" وہ پیار سے بولیں۔

"یہ بہت زیادہ ہے آپ کی دعائیں میرے لیے کافی ہیں۔"

"شرمین تم نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔"

"آپا بس اب وہ مقام آچکا ہے کہ دروازہ بند رکھنے میں ہی عافیت ہے۔" اس نے بخوبی آپا کی بات کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر انہیں سمجھانے کے لیے کہا۔

"شک کی بنیاد پر دروازہ بند نہیں رکھتے یقین کے ساتھ کھول کر دیکھو۔"

"آپا بہت پرسکون ہوتی جارہی ہوں میں مزید کوئی انتشار نہیں چاہیے۔" وہ صاف ٹال گئی۔

"خیر..... اللہ بہتری کرنے والا ہے بھی بات میں نے بوبی سے بھی کی۔" انہوں نے دانستہ بوبی کا تذکرہ کیا تو اس نے پوچھا۔
"بوبی کو کیا ہوا؟"
"عشق وہ سچ مچ دیوانہ ہے اگر اس کی بات نہ مانی تو وہ چلا جائے گا۔" انہوں نے بتایا اور پھر دانستہ اخبار اٹھا کر اسے الٹنے پلٹنے لگیں وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر آ گئی۔
بھولی ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھی جھوم رہی تھی۔ اس کی پسند کا گیت آ رہا تھا اسے دیکھ کر فوراً بولی۔
"باجی، میں نے آپ کے کمرے کی اچھی طرح صفائی کر دی ہے۔ چھوٹے صاحب نے اتنے پھول رکھوا دیے ہیں کہ سارا کمرہ بھر گیا ہے۔ میں تو تھک ہی گئی۔"
"کب؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"ابھی تھوڑی دیر پہلے۔"
"اچھا۔"
"جا کر دیکھیں۔" وہ بولی۔
"تم اب آرام کرو، ٹی وی بند کرو۔" اس نے غیر ارادی طور پر بھولی سے کہا اور وہیں صوفے پر گری گئی سر پشت سے لگا لیا۔
"سر دبا دوں باجی۔"
"نہیں۔"
"میرے لیے بڑی بیگم صاحب نے بہت ساری چیزیں منگوائی ہیں۔" وہ اپنی ترنگ میں بولی۔
"بھولی، کم بولتے ہیں۔"
"آج نہ چھوٹے صاحب نے مجھے پیار دیا۔"
"ہیں۔" وہ چونکی۔
"ہاں انہوں نے کہا کہ میں نے اچھے سے پھول سجائے ہیں۔" وہ بولی تو شرمین کو ہنسی آ گئی۔
"بے وقوف شاباش دی ہوگی۔"
"جی..... جی..... وہی ہوی۔"
"اچھا اب جاؤ ذرا سا آرام کرنے دو۔"
"کمرے میں جائیں جا کر تو دیکھیں۔" بھولی نے اصرار کیا تو اسے اٹھنا پڑا اندازہ تو ہو گیا کہ بوبی کہاں مصروف تھا؟ انگلش سرخ، گلابی، گلاب کے پھولوں کی معطر مہک سے اس کا کمرہ خواب ناک ماحول پیش کر رہا تھا پورے کمرے میں جا بجا پھول ہی پھول تھے۔ دن ڈھل رہا تھا اس لیے کمرے میں مدہم سا اجالا باقی تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹیوب لائٹ آن کرنی چاہیں تو پشت سے ایک ہاتھ اس کے ہاتھ پر آ گیا۔
"بوبی چھوڑو مجھے یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ اس شدت سے چلائی اور زور آزمائی کرنے لگی کہ بوبی نے دھیرے سے اسے چھوڑ دیا۔
"سوری، میں ضبط نہ کر سکا۔" اس نے خود لائٹ آن کی اور آہستہ سے اعتراف کیا۔
"تمہاری اتنی جرأت، یہ غیر اخلاقی حرکت دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" وہ بہت زیادہ غصے میں تھی۔ پورا بدن تھر تھر

پسند اپنی اپنی

لوگوں نے ایک بوڑھے سے پوچھا "تم شادی کیوں نہیں کرتے۔" اس نے جواب دیا۔

"مجھے بوڑھی عورت پسند نہیں ہے۔"

لوگوں نے کہا "تمہارے پاس تو مال و دولت ہے جوان عورت سے شادی کرسکتے ہو۔"

بوڑھا بولا "جب میں بوڑھا ہو کر بوڑھی عورت کو پسند نہیں کرتا تو میں کس طرح توقع کرسکتا ہوں کہ جوان عورت مجھے پسند کرے گی۔"

حرا قریشی.....ملتان

کانپ رہا تھا۔

"میرے دل میں تمہارا جو مقام ہے اس کی وجہ سے یہ غیر اخلاقی حرکت نہیں۔"

"شٹ اپ۔" وہ چیخی۔

"شرمین، میں تمہیں اس طرح محسوس کرتا ہوں۔ ہر وقت ہر پل سوتے میں جاگتے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی تم میرے ساتھ ساتھ رہتی ہو، بولو اس میں میرا کیا قصور ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا اور وہ دہک رہی تھی۔

"بوبی جو تم سوچ رہے ہو کبھی نہیں ہوسکتا مجھے آئندہ کچھ نہیں کہنا پلیز اب جاؤ اور یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔" اس نے رخ موڑ کر کہا۔

"اور میں ایسا نہیں کرسکتا۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"ایسا ہی ہوگا اپنی اور میری عمروں کا فرق ذہن میں رکھو۔" اس کو اور کچھ نہ سوجھا تو یہ کہہ دیا جس پر وہ کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔

"ہا، ہا، ہا یہ تمہیں کیوں یاد رہتا ہے میں محبت کی عمر میں تم سے بہت سینئر ہوں۔"

"بوبی فار گاڈ سیک میرے سر میں درد شروع ہوگیا ہے جاؤ یہاں سے۔" اس نے چلا کر کہا۔

"اوکے لیکن جلدی سے تیار ہوکر آؤ، ہمیں باہر جانا ہے ہاں وہ سیاہ ساڑھی پہن لینا پلیز۔" وہ انتہائی بے پروائی سے آرڈر دے کر چلا گیا۔ اسے بہت غصہ آیا سارے پھول اٹھا کر فرش پر پھینکنے لگی۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے۔ بچوں کا کھیل سمجھ رکھا ہے ابھی عشق کا بھوت سوار ہے جونہی اترا تو عمر کا فرق ہی میری ذلت بن جائے گا۔ میں نے آج تک اس انداز میں نہیں سوچا۔ کیوں نہیں سمجھتا یہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی، حد ہوگئی بے وقوفی کی۔" وہ بڑبڑاتی جارہی تھی اور پھول پھینک رہی تھی جب دل نے کچھ ضبط کیا تو دروازہ لاک کرکے لائٹس آف کرکے بستر پر گر گئی۔

زینت نے دو تین مرتبہ اسے بلایا مگر وہ نہیں آئی بلکہ اس نے دروازہ ہی نہیں کھولا تو بوبی نے صاف صاف انہیں بتایا کہ شرمین شاید اس سے ناراض ہے اس لیے میں خود بلانے جاتا ہوں وہ اس کے کمرے کے باہر پہنچا تو دروازہ لاک تھا اس نے دستک دی۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا تو دوسری بار دستک کے ساتھ آواز بھی دی۔

"شرمین، شرمین، پلیز دروازہ کھولو۔" اس نے شاید دروازہ کھول کر باہر آنا تھا سو دروازہ کھول دیا۔ وہ اندر آ گیا کمرے کا حال بہت خراب تھا۔ تمام پھول فرش پر بکھرے ہوئے تھے اس کے اظہار برہمی کا منہ بولتا ثبوت دیکھ کر وہ سامنے آتے ہوئے بولا۔

"غصہ مجھ پر نکالنا تھا ان معصوم پھولوں نے کیا بگاڑا تھا؟"

"بوبی میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے دوپٹا ٹھیک سے لیتے ہوئے کہا۔

"مگر میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ۔" وہ بضد ہوکر بیٹھ گیا۔

"مجھے کوئی بات ہی نہیں کرنی۔" وہ اٹھ کر باہر جانے لگی تو وہ اٹھا اور غصے میں سامنے آ کر بولا۔

"ٹھیک ہے اب میں کمرہ بند کررہا ہوں یا تو یہاں سے واپس جاؤں گا یا پھر دنیا سے۔"

"بہت ہوگئی ایموشنل بلیک میلنگ۔" وہ بولی۔

"اوکے، میں بلیک میلر ہوں۔"

"میرا راستہ چھوڑو۔"

"شرمین، میں مذاق نہیں کررہا۔"

"جانتی ہوں۔" وہ بچ کر باہر نکل آئی وہ آندھی اور طوفان کی طرح آیا اس کی کلائی تھامی اور کھینچتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف لے آیا۔

"بوبی چھوڑو میرا ہاتھ۔" وہ چلا رہی تھی زینت کو اچھا نہ لگا اٹھ کر غصے سے اس کا ہاتھ چھڑایا اور ایک زوردار تھپڑ بوبی کے منہ پر ماردیا۔ شرمین بھونچکا سی رہ گئی۔ بوبی کا گال سرخ ہوگیا اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ ایک دومنٹ وہ کھڑا شرمین کو اور زینت کو گھورتا رہا پھر تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ شرمین کو شرمندگی سی محسوس ہوئی اس کی وجہ سے انہوں نے اپنے لاڈلے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اب وہ خود افسردہ سی ہوکر میز پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"نہیں یہ ضروری تھا اب آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔" زینت نے کہا۔

"مگر میں خود بات کرلیتی۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"وہ من مانی کرتا ہے تمہاری بھی نہیں مانتا۔"

"میں شرمندہ ہوں میری وجہ سے ایسا ہوا۔"

"کیا کروں اس کا دیوانہ پن کیسے دور کروں؟" وہ یہ کہہ کر افسردہ سی ہوکر وہاں سے چلی گئیں۔ جبکہ اس پر تو جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا وہ خود کو مجرم تصور کررہی تھی۔ زینت آپا کو بہت دکھ دیا میں نے ان کی خاطر بوبی کی بہت سی باتیں پہلے بھی تو برداشت کی ہیں پھر اب کیوں میں نے اس قدر ری ایکٹ کیا۔ کاش ایسا نہ ہوتا بوبی کی ضد میں اضافہ ہوگا کمی نہیں زینت آپا کا کیا قصور انہیں بلاوجہ اتنا صدمہ پہنچایا ناشتہ کیے بنا وہ اٹھ گئیں۔ اوہ، ان کو تو ناشتے کے بعد میڈیسن لینی ہوتی ہیں۔" وہ یہ سوچ کر اٹھی۔ ٹرے میں ناشتہ رکھا اور ان کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

❁ ❁

زیبا اور امی کو اسپتال چھوڑ کر وہ جانا چاہتا تھا کہ جہاں آرا نے کہا۔

"نہیں چلے نہ جانا کسی بھی چیز کی ضرورت پڑسکتی ہے۔"

"امی میں غلام نہیں ہوں۔" وہ ایک دم ہی غصے سے کھڑ گیا زیبا اور جہاں آرا منہ دیکھتی رہ گئیں۔

"یہ کیا بات کی تم نے ماں بیوی کو اسپتال لائے ہو اس میں غلامی کاہے کی۔"

"امی میں ان چونچلوں سے تنگ آ گیا ہوں۔" وہ بولا۔

"چھوڑیں امی آپ کیوں روک رہی ہیں۔" زیبا نے دبے دبے غصے کا اظہار کیا تو وہ اس پر حملہ آور ہوا۔

"تمہارا منصوبہ پورا ہوا۔"

''صفدر تمہارا مسئلہ کیا ہے بیوی سے کیا غصہ ہے تمہیں ارے اپنے بچے کا ہی احساس کرو۔'' جہاں آرا بہت خفا ہوگئیں۔

''امی میں جارہا ہوں کوئی بات ہو تو فون کردینا۔''

''نہیں تم یہاں زیبا کے پاس بیٹھو میں ذرا نفل پڑھ لوں۔ جلدی میں آگئی زیبا کا خیال رکھنا۔''

''امی یہاں میرا بیٹھنا اچھا نہیں لگتا یہ میٹرنٹی اسپتال ہے میں باہر بیٹھتا ہوں۔''

''ارے ابھی ڈاکٹر ڈرپ لگانے کا کہہ گئی ہیں۔ نرس لگانے آتی ہوگی، اللہ خاص کرم رکھے۔'' جہاں آرا نے ایک سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا۔

''آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا ٹھیک ہے جائیں۔'' صفدر نے بیٹھنے میں ہی عافیت جانی وہ چلی گئیں تو وہ زیبا کے سامنے کھڑا ہوکر گھورنے لگا۔ وہ درد کو برداشت کرنے کے باعث شدید تکلیف میں تھی زرد رنگت، خشک ہونٹ، سناٹا زدہ آنکھیں، صفدر زیادہ دیر نہ دیکھ سکا۔

''نیا منصوبہ کیا ہے بائی دا وے؟'' رخ موڑ کر اس نے پوچھا۔

''میں اپنے بچے کو، بچے کو لے کر... جا... جاؤں...... گی۔'' وہ بمشکل تمام بولی۔

''شوق سے مگر میری ماں کو اب بے وقوف بنانا بند کرو۔'' اس نے کہا۔

''ان کے دل میں پوتے کی محبت ہے۔''

''جو کہ تم نے ڈالی ہے۔'' وہ طنزیہ کہتا ہوا مڑا۔

''آپ... آپ کا بچہ ہے نا۔'' وہ بولی۔

''چپ کر جاؤ، میں نہیں مانتا۔'' وہ گرجا۔

''تو...... !'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نرس آگئی اس نے ڈرپ لگانی شروع کردی تو وہ باہر نکل گیا۔ زیبا کی بھیگی آنکھیں نرس نے ٹشو پیپر سے صاف کیں اور تسلی دی۔

''مسز صفدر پلیز ہمت سے کام لیں۔'' وہ نرس کو کیا بتاتی کہ یہ کس درد کے آنسو ہیں۔ چپ چاپ چھت گھورنے لگی بے شمار سوچیں اردگرد موجود تھیں۔

❁......❀❀......❁
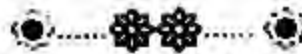
وہ اسپتال کے ماحول سے بیزار ہوکر باہر لان میں آگیا وہاں قدرے بہتر ماحول تھا۔ اندھیرا تھا۔ کچھ فاصلے پر پول پر بلب جل رہے تھے لیکن روشنی بہت کم تھی اکادکا گاڑی جب پارکنگ کی طرف جاتی تو ہیڈ لائٹس کی روشنی پیدا ہوتی وہ ٹہلنے لگا سبز نرم گھاس پر چلتے ہوئے چاروں طرف نظر بھی ڈال لیتا کچھ دیر ٹہلنے کے بعد بینچ پر بیٹھ گیا۔

''کیا وحشت ہے، کس مصیبت میں گھر گئے ہو؟'' اسے خود پر غصہ آیا حالانکہ یہ خوشی کا موقع تھا کسی بھی لمحے اندر سے کوئی خوشی کی خبر آنے والی تھی۔ ایک باپ کے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہوگی کہ اس کا وارث، اس کا بیٹا دنیا میں آرہا تھا مگر وہ خوش نہیں تھا مضطرب تھا بے چین تھا اس کا ضمیر کچوکے تو لگا رہا تھا مگر اندر کا مرد بہت ضدی اور طاقت ور تھا اسے محبت نہیں ہوسکتی تھی نفرت کا رنگ بہت گہرا تھا اسے زیبا کی طرف مائل نہ کرنے پر مجبور کیے ہوئے تھا۔

''صفدر اب جبکہ پوتا آجائے گا تو امی جان کو کس طرح ڈیل کرو گے؟ زیبا کو بچے سمیت جانا ہے اور ایسے میں کیسے انہیں سمجھاؤ گے؟ وہ تو اس قدر خوش ہیں، بہو اور پوتا انہیں پیارے ہیں تمہاری کیا حیثیت رہ جائے گی کیسے سب ٹھیک کرو گے؟'' وہ مسلسل یہی باتیں سوچ رہا تھا۔

"صفدر بھائی۔" پشت سے نشی نے پکارا۔
"جی۔" وہ چونک کر اٹھا۔
"مبارک ہو آپ کا بیٹا ماشاء اللہ دنیا میں آچکا ہے، بہت پیارا اور کیوٹ ہے۔" نشی بالکل قریب آ گئی تھی خوشی سے بتا رہی تھی اور اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔
"آپ کچھ بولیں گے نہیں؟" نشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"کیا کیا بولوں؟"
"خوشی نہیں ہوئی۔"
"آپ کو پتا ہی ہے۔"
"اب تو بھول جائیں پلیز صفدر بھائی، اتنا پیارا بیٹا ہے کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔"
"ایکسکیوزمی وہ میرا نہیں صرف زیبا بیگم کا بیٹا ہے۔"
"حقیقت بدل نہیں جائے گی۔"
"حقیقت ہے ہی یہی آپ کی سہیلی کو خود احساس ہے۔"
"تو آپ چھوڑ دیں گے ان دونوں کو۔"
"میں نے اپنایا کب ہے؟"
"ویری بیڈ آپ سے توقع نہیں تھی۔" نشی نے جل کر کہا۔
"اپنی سہیلی کے کرتوت قابل فخر ہیں آپ کے لیے۔"
"وہ غلط تھی اس نے معافی مانگ لی آپ کو اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دینا چاہیے۔"
"میں اعلیٰ ظرف نہیں ہوں۔"
"اچھا، پلیز ابھی تو اندر چلیں آپ کی امی نے بلایا ہے۔"
"آپ چلیں میں آتا ہوں۔"
"جلدی آجائیے۔" نشی واپس چلی گئی۔
"صفدر میاں اب کیا کرو گے اندر جا کر؟" اس کے اعصاب کمزور پڑنے لگے۔
"ماں کا سامنا کرنے سے پہلے ہی وہ ان کے اس وقت کے احساسات سمجھ سکتا تھا۔ وہ تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی ہوں گی۔ کچھ بھی ہے اندر تو جانا ہوگا۔ چلو صفدر میاں ہمت کرو۔" اس نے گویا تمام تر ہمت یکجا کر کے اپنی پیٹھ خود تھپتھپائی اور قدم اٹھائے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

یہ عجیب صورت حال ہوئی جاتی ہے
رات کے بعد یہاں رات ہوئی جاتی ہے
وہ تو اب بھی مکمل ہے کسی پتھر کی طرح
ریزہ ریزہ میری ذات ہوئی جاتی ہے

"لڑکیاں بہت ہی جھوٹی ہوتی ہیں۔" ضرغام خان نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیسے بھلا؟" میں نے نہایت حیرت سے اس کے تنے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا۔

"شادی سے پہلے محبوب سے محبت کا دم بھرتی ہیں' بلند و بانگ دعوے کرتی ہیں' تم نہ ملے تو مر جاؤں گی جی نہ سکوں گی اور جب......" ضرغام خان نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"اور جب......" مجھے جاننے کی جلدی تھی۔

"جب کسی دوسرے بندے سے شادی ہو جاتی ہے تو تب اسے بے وقوف بناتی ہیں۔"

"کس طرح؟" میرا دل نجانے کیوں اس کی باتوں پر قلابازیاں کھانے لگا تھا۔

"یہی کہ اس بندے کے سینے میں منہ چھپا کر کہتی ہیں میرے سر کے سائیں آپ ہی تو تھے جس کے میں خواب دیکھا کرتی تھی' میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ قدرت نے میرے خوابوں کو سچی اور خوب صورت تعبیر دی' ہونہہ جھوٹی......دغاباز۔" ضرغام خان کا چہرہ مارے غصے کے تانبے کی طرح سرخ تھا' اس کی بھوری خوب صورت آنکھوں میں غصہ سرخی کے ڈورے بن کر تیر رہا تھا۔

"آپ تو یوں ہی لڑکیوں کے پیچھے پڑے ہیں' کیا لڑکے جھوٹ نہیں بولتے۔" میں نے خفگی سے پوچھا۔

"بولتے ہوں گے۔" ضرغام نے کندھے اچکائے۔

"مگر وہ بزدل ہوتے ہیں جس مرد میں حوصلے کا فقدان ہو میں اسے مرد ہی نہیں کہتا۔ اب یہی دیکھو میں نے تمہیں سچ سچ بتا دیا تھا کہ تم میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی نہیں ہو۔"

"البتہ آخری ضرور ہوں۔" میں مسکرائی تو ضرغام خان بھی مسکرا دیا اور بولا۔

"ہاں آخری......کہ شادی کر لینے کے بعد مرد ایک ہی عورت نما بیوی کے ہاتھوں اس قدر ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے کہ اسے کسی اور طرف دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔"

"غلط ضرغام......میں نے تو شادی شدہ مردوں کو بھی "پھر محبت" کرتے دیکھا ہے۔" ضرغام نے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ واقعی......" میں نے اس کی خوب صورت بھوری آنکھوں میں دیکھا۔
"لیکن لڑکیاں بھی تو بیوی بننے کے باوجود ذہن میں کسی اور کا خیال اور آنکھوں میں شوہر کے بجائے کسی دوسرے کے خواب چھپائے پھرتی ہیں اس بددیانتی کے باوجود شوہر سے کہتی ہیں تم پہلے اور آخری مرد ہو۔"
"ضرغام...." میں نے ہولے سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔
"کیا محبت کرنا جرم ہے؟"
"نہیں۔" ضرغام نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا۔
"اگر جرم ہوتا تو ہم کیوں کرتے۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکا اور ہولے ہولے نارمل لہجے میں بولا۔
"مگر محبت کو سات پردوں میں چھپانا یہ محبت کی توہین ہے سب سے بڑا جرم ہے اگر کسی سے محبت ہو تو اس کا ببانگ دہل اقرار کرنا چاہیے جیسے میں نے کردیا۔ تمہیں یاد ہے پورے ڈپارٹمنٹ کو ہمارے تعلق کا پتا تھا۔"
"تم نے تو حد کردی تھی ضرغام!"
"کرنا ہی ایسا چاہیے یہ کیا کوئی جاننے والا نظر آ گیا تو خون خشک ہو جائے۔ وہ محبت ہی نہیں ہوتی دھوکا اور فریب ہوتا ہے اور ڈرتے وہی ہیں جن کے دل میں کوئی کھوٹ ہو' ہمیں دیکھو....." ضرغام خان نے سینے پر ہاتھ رکھ کر فخر سے کہا۔
"ضرغام! تمہاری بات اور ہے تم مرد ہو ایسا کر سکتے ہو کہ یہ معاشرہ مرد کا ہے وہ ہر معاملے میں بااختیار ہے۔ اگر عورت ببانگ دہل اپنی محبت کا اعلان کرے نا تو تم جیسے مرد ہی اس پر سنگ باری شروع کردیں۔"
"ہمت تو کرے عورت۔" وہ بولا۔
"یہ ہمت اس میں کبھی نہیں آ سکتی۔" میں نے یقین سے کہا۔
"پھر محبت نہ کرے دوسرے شخص کو دھوکا کیوں دیتی ہے۔ تمہیں پتا ہے کہ میں آج کیوں اداس ہوں۔"
"یہ کہو کہ آج کیوں اتنے تلخ ہو؟"
"جو بھی سمجھو پتا ہے زوہا! میرا فرسٹ کزن ہے عابد' اسے کل ہی پتا چلا ہے کہ اس کی بیوی شادی سے پہلے اپنے بھائی کے دوست پر لٹو تھی۔ رابعہ عابد کی خالہ زاد ہے اور پتا ہے اسے جب سے پتا چلا ہے کہ رابعہ کا دل اس کا نہیں وہ کس قدر پریشان ہے۔"
"رابعہ کیا کہتی ہے؟" میں نے پوچھا۔
"وہی ازلی جھوٹ کہ اس نے تو عابد کے علاوہ کبھی کسی کو چاہا ہی نہیں۔"
"ہوسکتا ہے کہ رابعہ سچی ہو۔"
"نہیں' وہ سچی نہیں ہے بلکہ جھوٹ پر جھوٹ بولے جارہی ہے حالانکہ عابد چاہتا ہے وہ اسے سچ سچ بتادے کہ واقعی رابعہ نے شادی سے پہلے کسی کو چاہا تھا۔"
"پھر کیا ہوگا؟"
"وہ اسے معاف کردے گا اور کیا۔"
"مرد اتنا اعلیٰ ظرف نہیں ہے ضرغام!" میں نے کہا۔
"خود کو داؤ پر لگانے سے فائدہ۔"
"واؤ.... " ضرغام نے اسے دیکھا۔
"فرض کرو ضرغام! میں تم سے کہوں کہ تم سے پہلے کوئی لڑکا میری زندگی میں آیا تھا تو......" میرے اتنا کہنے پر ایک لمحہ کے لیے تو ضرغام خان کے چہرے اور آنکھوں کی مہمان حیرتیں ہوگئیں۔ اس کے چہرے پر درازیں پڑنے لگیں پھر وہ ایک دم ہی ہنس دیا۔
"نہیں زوہا جان! مجھے پتا ہے کہ میں پہلا مرد ہوں جس نے تمہارے در دل پر دستک دی اور وہ چور دروازہ جو ہر لڑکی اپنے دل میں چھپا کر رکھتی ہے جو صرف وہ اپنی محبت کے لیے ہی کھولتی ہے تم نے بھی میرے لیے وہ دروازہ کھولا تھا۔"
"پھر بھی ....." میں اپنی بات پر اڑی رہی۔
"تم بہت مشکل لڑکی ہو زوہا! مجھے معلوم ہے کہ پورے ڈیڑھ برس تک میں تمہارے دل کے دروازے پر دستک دیتا رہا تھا تب تم نے دروازہ کھولا تھا ورنہ لڑکیاں تو میری طرف ایک نظر میں ہی ایسی کھنچی تھیں جیسے لوہا

مقناطیس کی طرف۔"

"اچھا......" میں ہنس دی۔

"یہ میرا تجربہ ہے کہ جس لڑکی سے ایک بار محبت بچھڑ جائے تو پیاس بڑھ جاتی ہے پھر کوئی دوسرا اس کی جانب اس محبت سے ہاتھ بڑھائے تو وہ اس ہاتھ کو تھام لیتی ہے پیاسی جو ہو جاتی ہے۔ بہت کم لوگ محبت کو روگ بنا لیتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم مجھے ڈیڑھ سال تک خوار نہ کرتیں۔" ضرغام خان نہایت یقین سے کہہ رہا تھا۔

"مگر تم یہ فرض کیوں نہیں کر لیتے کہ میری زندگی میں تم سے پہلے بھی کوئی آیا تھا پھر تم آئے اور تم سے شادی ہو گئی۔ ہماری زندگی نہایت خوش گوار ہے، ہم مطمئن ہیں لیکن اگر عابد کی طرح تمہیں بھی پتا چل جائے کہ تم میری پہلی محبت نہیں ہو تو تمہارا رویہ میرے ساتھ کیسا ہوگا؟" میں اسے فرض کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"تو میں تم سے مخلص نہ رہ سکوں گا۔" ضرغام خان نہایت سچائی سے بولا۔ "ہاں زوہا ضرغام خان! میری محبت کی چادر میں شگاف پڑ جائے گا اور پھر ہماری قربت میں بھی فاصلے ہوں گے اور قربت کے فاصلے کبھی بھی ختم نہیں ہوتے جوں جوں وقت گزرتا ہے یہ فاصلے مزید بڑھتے چلے جاتے ہیں۔" اس کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔

"تو ضرغام خان! یہ طے ہے کہ مرد میں ظرف نہیں ہوتا جسے وہ شدت سے چاہے اس کی ذرا سی غلطی کو پرانی لغزش کو معاف کر دے جب کہ یہ عورت ہی ہے۔ جس کا دل بہت بڑا ہے ماؤنٹ ایورسٹ کی طرح۔ وہ شوہر کے بے شمار افیئرز کسی اور کی زبانی نہیں بلکہ اپنے شوہر کے منہ سے اپنے بیڈروم میں سنتی ہے مگر پھر بھی اس کے دل میں کوئی پھانس نہیں چبھتی۔ ان کے درمیان کوئی خلیج حائل نہیں ہوتی' کوئی فاصلے پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہ اور تندہی سے اپنے سر کے سائیں کی خدمت کرتی ہے کہ اگر اس کے مرد کے دل پر کسی اور عورت کی پرچھائیں ہے تو ختم ہو جائے اور وہ اپنے مرد کے دل پر بھی پوری طرح قابض ہو جائے۔" میں نے کہا۔ ضرغام خان تو دیوار پر نظریں جمائے نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔

"بتاؤ مرد میں یہ ظرف ہے ضرغام خان!" میں نے ضرغام کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"زوہا......" ضرغام کی آواز نہایت مدھم تھی۔

"ہوں......" میں نے ہولے سے کہا۔

"کیا واقعی تم نے مجھ سے پہلے کسی کو چاہا ہے؟" ضرغام خان کے لفظوں میں شک کے ناگ پھنکار رہے تھے میں زور سے ہنس دی مگر مجھے احساس تھا کہ میری ہنسی بالکل بانس کی لکڑی کی طرح کھوکھلی ہے پھر بھی میں نے جواب تو دینا تھا۔ اس کی بات پر اگر ایسا نہ کرتی تو اپنا انجام مجھے پتا تھا۔ ضرغام خان نے جتنی شدتوں سے مجھے چاہا تھا' وہ مجھے نفرت کی آگ میں جلا بھی سکتا تھا اور میں ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"یار یہ مرد کا دل اتنا چھوٹا سا کیوں ہوتا ہے؟ دیکھو ضرغام! اگر تم میری طرف سے اپنے دل میں شک پیدا کر لو گے تو مجھے بے تحاشا دکھ ہوگا اور یوں بھی محبت اور شک ایک ساتھ دل میں نہیں رہ سکتے۔" میں نے ضرغام کے کندھے سے سر ٹکا دیا۔

"تم کو تو پتا ہے میں کتنی ضدی اور ہٹ دھرم ہوں اگر تم سے پہلے میں نے کسی کو چاہا ہوتا تو گھر والوں کو منا سکتی تھی' آخر تمہارے لیے بھی تو سب سے ٹکر لی ہے۔ ابو کو اپنی اس روایت کو توڑنے پر مجبور کر دیا کہ ہم غیروں میں بیٹیاں نہیں دیتے پھر تم جان لو کہ ایسا نہیں کہ زوہا خان کبھی نہیں ہاری۔ تم نے اسے اپنے جذبوں کے زور پر جیتا اور وہ تمہارے لیے سب سے لڑ پڑی۔" میں ہولے ہولے کہہ رہی تھی بلکہ دھڑلے سے جھوٹ بول رہی تھی اور ضرغام خان خوشی سے تقریباً پاگل ہو گیا۔

"مجھے علم تھا جو میرا دل کہتا ہے وہ سچ ہے۔" وہ جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔ "ہم بھلا ہارنے والے ہیں' سچ میں تو تمہیں اغوا کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا اگر تمہارے بابا جان میرا پرپوزل رد کر دیتے تو......"

"اچھا......" میں ہنسی اور پھر ہنستی ہی چلی گئی۔ بے تحاشا

ہنسنے کی وجہ سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے جنہیں ضرغام نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا۔

"تم یقین کرو کہ لڑکیاں جھوٹ بولتی ہیں تو سچ بھی بولتی ہیں۔" میں نے کہا۔

"تمہاری طرح۔" ضرغام خان نے میرے ہاتھوں کے کبوتر اپنے مضبوط ہاتھوں میں قید کرلیے اور میری آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یقین کرو اگر تم نے مجھ سے پہلے کسی کو چاہا ہوتا تو میں تمہارا گلا گھونٹ دیتا پھر خود کو بھی شوٹ کرلیتا کہ زندہ ہا تم بن جینے کا ضرغام خان تصور بھی نہیں کرسکتا۔" ضرغام کے لہجے میں سچائیاں تھیں۔

"یہ جملہ تم نے کتنی لڑکیوں سے کہا ہے؟"

"کبھی نہیں کہا اور یہ جملہ میں نے اپنی بیوی کے لیے بچا کر رکھا ہوا تھا۔" ضرغام نے ہنس کر کہا تو میں بھی ہنس دی۔

"اب سو جاؤ' رات کے ڈھائی بج گئے ہیں۔"

"کیا نیند آرہی ہے؟"

"ہوں۔"

"باتیں کرو یار! ابھی تو میرا دل ہی نہیں بھرا تم سے باتیں کرکے۔" وہ بچوں کی طرح بولا۔

"ساری زندگی باتیں ہی تو کرنی ہیں۔" میں نے تکیہ درست کرتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے تمہارے سنگ یہ زندگی بھی تھوڑی ہے۔"

"مجھے بھی یہی لگتا ہے۔" میں نے آہستگی سے کہا پھر ضرغام نے بھی لائٹ آف کرکے زیرو کا بلب جلادیا اور بیڈ پر آکر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ضرغام خان تو نیند کی وادی میں کھو گیا اور میں جو اسے کہہ رہی تھی نیند آرہی ہے' میری آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

ہائے ضرغام خان! میں تو اب تمہاری آنکھوں میں دیکھ کر بات بھی نہ کرسکوں گی مبادا تم میری آنکھوں میں گزری محبت کے رنگ نا دیکھ لو۔ میرا اعتماد تم نے چھین لیا ہے اور ضرغام خان! تم جو کہتے ہو کہ لڑکیاں جھوٹ بولتی ہیں اور اگر سچ بولیں تو تم مردوں کی قوم انہیں جینے دو بھلا؟

کبھی نہیں اور ضرغام اگر تمہیں آج پتا چل جائے کہ میرے دل میں فلائنگ لیفٹیننٹ وارث افضال کی محبت کا چراغ روشن ہے تو میری زندگی شعلوں کی نذر کردو۔ وہ وارث افضال جو میری زندگی کا پہلا خواب تھا' وہ جب میری زندگی میں آیا تو میں نے ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا۔

اٹھتی جوانی تھی اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب لڑکیاں ایک دم حسین ہوجاتی ہیں آنکھیں انہونے خواب دیکھنے لگتی ہیں۔ چال مست ہوجاتی ہے اور لبوں کی پنکھڑیاں کھلی رہتی ہیں یہی وہ دور تھا جب میں نے وارث افضال کے لیے اپنے دل کے سارے دروازے کھول دیئے تھے۔

وارث افضال جو بہاولپور کا رہنے والا تھا اور ہیر وارث شاہ اتنی خوب صورت گاتا تھا کہ اس کی آواز دل میں اندر بہت ہی اندر اتر جاتی تھی اور وہ بھی اپنی آواز کے ساتھ میرے دل میں اتر گیا تھا میں ان دنوں میٹرک میں پڑھ رہی تھی۔

میرے بابا جان ونگ کمانڈر تھے اور ان دنوں ہم سرور بیس کراچی میں رہتے تھے۔ بابا جان کی لاڈلی اور چھوٹی بیٹی ہونے کا میں فائدہ اٹھاتی تھی۔ میری دونوں بڑی بہنیں کبھی میس کی کسی تقریب میں نہ جاتی تھیں مگر میں ہر تقریب میں جانے کے ساتھ ساتھ کلب بھی جاتی۔ کورٹ میں ٹینس بھی کھیلتی تھی کہ اسکول میں ٹینس ٹیم کی کیپٹن تھی۔ روز ٹینس کورٹ میں میری وارث افضال سے ملاقات ہوتی تھی' وہ میرے ساتھ ٹینس کھیلتا تھا۔ مجھے آج تک یاد ہے۔ بھوری بھوری خوب صورت آنکھیں جن میں مجھے بہت سارے ستارے چمکتے نظر آتے تھے اور میری آنکھیں خیرہ ہوجاتی تھیں دل بہت زور سے دھڑکنے لگتا تھا اور دھڑکن کا یہ نیا انداز میری سمجھ سے باہر تھا۔

پھر پتا بھی نہ چلا ایک دوسرے کے جذبے بھی ریسیو کرنے لگے کوئی نہ وعدہ ہوا نہ ہاتھ تھام کر عہد کیا گیا بس وہ گھنے گھنگھریالے بالوں' بھوری آنکھوں اور چمکتی رنگت والا فلائٹ لیفٹیننٹ وارث افضال میرے دل میں اتر گیا۔ اس کی خوش بو سے میری روح تک معطر ہوگئی میں

ان دنوں امتحانوں سے فارغ ہوئی تھی اور زیادہ وقت اب میرا ٹینس کورٹ میں گزرتا تھا کہ وہاں وارث افضال بھی آتا تھا۔ پتا نہیں کیوں اس کی قربت میرے دل میں بہت سارے پھول کھل رہے تھے۔ اس روز بھی ہم دونوں ٹینس کھیل رہے تھے کہ میرے قریب ہی شٹل اٹھانے کو وہ جھکا جب اٹھا تو میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم وارث کو بہت اچھی لگتی ہو زوہا! بن جاؤ نا وارث کی ہیر!"

"جی.....وہ....." میں گڑبڑا گئی۔

"سنو میں نے اپنی ماں کو تمہارے بارے میں فون کرکے سب بتا دیا ہے وہ آئندہ ہفتے آئیں گی مگر اس سے پہلے میں خود کمانڈر صاحب سے بات کروں گا۔ زوہا میرا ساتھ دینا اگر تم نہ ملیں تو وارث افضال مر جائے گا زوہا!" اس کے لہجے میں بہت سے دکھ تھے۔

"آپ بابا جان سے تو بات کریں۔" میں نے ہولے سے کہا دوسرے لفظوں میں کہہ دیا کہ مجھے اس کا ساتھ دینا ہے اور وہ جو کہتا تھا میں نہ ملی تو مر جائے گا بابا جان سے بات کرنے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔

ہاں وارث افضال مر گیا' میرے دل میں بسا وہ خوب صورت شخص' وہ مجھ سے بات کرنے کے دوسرے دن فضائی مشقوں پر چلا گیا مگر پھر لوٹ کر نہ آیا۔ چار روز بعد ہی پورے میس میں یہ خبر پھیل گئی کہ وارث افضال کا فضائی مشقوں کے دوران جہاز کریش ہو گیا ہے۔ وہ میرے دل کا پہلا خواب' وہ خوب صورت ہیر گانے والا وارث' میری جان و دل کا وارث پھر نہ آیا۔ میرا تو ذہن ہی سن ہو کر رہ گیا' پہلا خواب دیکھا تھا وہ ہی بکھر گیا تھا۔

پھر میں نے کراچی چھوڑ دیا اور اپنی نانو کے پاس لاہور چلی گئی۔ بابا جان کی پوسٹنگ تو کراچی ہی میں تھی مگر میں وہاں نہ رہ سکتی تھی۔ مجھے وارث یاد آتا اور بے تحاشہ یاد آتا لاہور میں آکر پڑھائی میں مصروف ہو کر بھی میرا ذہن اسے نہ بھول پایا تھا دل اسے یاد کرتا اور خوب روتا۔

یونہی دن گزرتے رہے' میں لوٹ کر کراچی نہ گئی حتیٰ کہ بہنوں کی شادیوں میں بھی نہ گئی اس قدر اس شہر سے دل اکتا گیا تھا۔ ایم اے انگلش میں' میں نے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا تھا۔ تب کئی لوگوں نے مجھ سے دوستی کرنی چاہی مگر میں سب سے بے نیاز رہی۔ حتیٰ کہ میری کسی لڑکی سے بھی دوستی نہ ہو سکی سوائے عنبر کے۔ بہت جلد میں مغرور مشہور ہو گئی اب تک بھی عمر کے خواب نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تھا حالانکہ مجھے علم تھا وارث افضال کبھی لوٹ کر نہ آئے گا مگر پھر بھی میں اسے بھولنا نہ چاہتی تھی۔

ان ہی دنوں ضرغام خان راہ میں آیا تو میں چونک گئی' بھوری آنکھیں' گھنگھریالے بال' چمکتا رنگ اور لمبا قد۔ مجھے لگا جیسے وارث افضال زندہ ہو کر آ گیا ہو' ضرغام خان ملتان کا رہنے والا تھا۔ سعید خان ملتان کی اہم شخصیت تھے اور ملتان کے میئر تھے۔ ضرغام خان ان کا بیٹا تھا جو میرے پیچھے لگا تھا۔

پھر ایک روز مجھے پتا چلا کہ ضرغام خان' وارث افضال کا پھوپھو زاد کزن ہے۔

یہ اس طرح پتا چلا تھا کہ وارث افضال کی برسی کے موقع پر وہ بہاول پور گیا تھا اس کی واپسی پر عنبر کو ہی اس نے بتایا تھا اور پھر ضرغام خان مجھے ایک دم ہی اچھا لگنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے وارث افضال کے حوالے سے اچھا لگتا ہے۔

تبھی میں چونکی تھی اس خاندان کی آنکھوں میں ان کی خصوصیت ہے۔ بھوری آنکھیں جو میرا قرار لوٹ لیتی تھیں۔ ضرغام نے عنبر کو بتایا تھا کہ وارث افضال اس سے بڑا تھا دو برس مگر دونوں ہی بے تکلف دوست تھے۔ وارث نے ائیر فورس جوائن کر لی تھی' ضرغام نے بھی ایسا چاہا مگر گھر سے اجازت نہ ملی تھی۔ ایک روز وہ عنبر سے کہہ رہا تھا۔

"پتا ہے عنبر! وہ ایک لڑکی کو بہت چاہتا تھا اس کے آفیسر کی بیٹی تھی میں نے پھوپی کو منایا تھا اور پھر پھوپی اور میں نے کراچی جانا تھا کہ وہ ہی نہ رہا جس کے پاس جاتے جس کے لیے جاتے۔"

''اور وہ لڑکی ..... آپ ملے تھے اس سے؟'' عنبر نے پوچھا۔

''وارث کو سرپرائز دینے کا شوق تھا' کہتا تھا تم آؤ گے تو ملواؤں گا۔ مجھے تو نام بھی نہ بتایا تھا اس نے اور.....'' ضرغام کے لہجے میں جو دکھ تھا وہ میرے دل میں اتر گیا تھا۔

پھر ضرغام خان کی مستقل مزاجی نے اور کچھ عنبر نے مجھے قائل کیا اور میں نے خود کو جھکا لیا۔

ایسا اس لیے کیا تھا کہ مجھے ضرغام خان میں وارث کی جھلک نظر آئی۔ اس کی خوش بو پھر آئی ضرغام نانو سے ملا تھا اور جب بابا جان کو پتا چلا تھا تو انہوں نے نانو کو صاف انکار کردیا تھا کہ وہ غیر برادری میں میری شادی نہیں کریں گے مگر میں اڑ گئی۔

''شادی کروں گی تو ضرغام خان سے اور بس۔'' میرے فیصلے نے سب کو ہلا کر رکھ دیا مگر میں اپنے فیصلے سے نہ ہٹ سکتی تھی بھلا کس طرح میں اپنے محبوب کی خوش بو سے جدا ہو جاتی اور پھر ایک ہفتہ قبل ہی ہماری شادی ہوگئی میں ضرغام کے ساتھ ملتان آ گئی۔ ضرغام بہت خوش ہے اور میں...... پتا نہیں خوش ہوں کہ نہیں مگر آج مجھے پتا چلا ہے کہ میری ازدواجی زندگی آگ پر دھری ہے اگر ضرغام کو پتا چل گیا تو...... تو وہ پھونک دے گا میرا آشیانہ پھر مجھے تمام عمر جھوٹ بولنا چاہیے کہ میں نے ضرغام کے علاوہ کسی کو نہیں چاہا' اسی میں میری بہتری ہے اسی میں میرا بھلا ہے۔

میں نے وارث افضال کی محبت سے مجبور ہو کر ضرغام خان کو چاہا ہے اس سے شادی کی ہے اور اب بھی اس کی چاہت سے مجبور ہو کر اس کے ساتھ رہوں گی۔ ضرغام جو سمجھتا ہے کہ اس کے جذبوں نے مجھے پابہ زنجیر کیا ہے تو یہ غلط ہے۔

لیکن اگر اسے سچ بتا دوں تو ابھی کاغذ پکڑا کر مجھے بے سائبان کر دے گا پھر...... میں نے نباہ کرنا ہے۔ سچ کو دل میں رکھ کر اور جھوٹ لبوں سے بول کر یہی میری زندگی کا المیہ ہے کہ سچ نہ کہوں۔ میری آنکھوں میں ساون اتر آیا اور کتنے ہی آنسو تکیے کو بھگونے لگے۔

صبح فون کی گھنٹی نے ہمیں جگایا' ضرغام نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون کا ریسیور اٹھایا' میں باتھ روم میں چلی گئی اور جب تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو ضرغام خان منہ بنا کر کہہ رہا تھا۔

''یار عجیب لوگ ہیں' اب افضال ماما نے ہمیں شام کو انوائٹ کیا ہے۔ یہ دن تو ایسے ہوتے ہیں بندہ چاہتا ہے سورج ہی طلوع نہ ہو اور لوگ.....'' ضرغام بے زار سا تھا۔

''پھر انکار کر دیتے۔''

''ماما سے میں انکار نہیں کر سکتا' سہ پہر کو ہم بہاول پور روانہ ہو جائیں گے۔''

''اچھا.....'' میں نے سر جھکا لیا۔ پتا نہیں کیوں میرے ارد گرد وارث افضال کی خوش بو پھیل گئی جس نے دل میں درد پیدا کر دیا مگر میں نے مسکرا کر اپنا بھرم رکھنا تھا۔

تقدیر کے اس وار پہ میں مسکرا رہی ہوں کہ وارث افضال جو مجھے نہایت احسن طریقے سے اپنے ساتھ اپنے گھر بہاول پور لے جانا چاہتا تھا اس کی خواہش اسی کے ساتھ مر گئی اور میں آج اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر جا رہی ہوں۔ کتنی زود آور ہے نا تقدیر مگر مجھے یقین ہے کہ آج وارث افضال کی روح بہت خوش ہوگی اس لیے کہ میری روح بھی آج خنداں ہے کہ میں آج وارث افضال کے گھر جا رہی ہوں۔

اس گھر جہاں وارث کی خوش بو بکھری ہوئی ہوگی اور وہ خوش بو یقیناً کھلے دل سے میرا استقبال بھی کرے گی جو میری آئندہ زندگی کے لیے کار آمد ہوگی کہ اب مجھے اس حوصلے اور اعتماد کی ضرورت ہے ضرغام خان کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے تمام عمر گزارنی ہے اسی حوصلے کے ساتھ زندگی بتانی ہے آنسو میری آنکھوں سے بہہ رہے تھے مگر دل میں ایک اطمینان سا ہے۔

اب کے پیڑوں نے کچھ کہا ہی نہیں
کیسا موسم ہے بولتا ہی نہیں
یوں کھلے ہیں گھروں کے دروازے
جیسے گلیوں میں کچھ ہوا ہی نہیں

ہارون نے گاڑی سے باہر نکلتے ہی ناک کو سکیڑا، فضا میں فینائل کی بُو پھیلی ہوئی تھی سامنے ہی خالہ نوراں برآمدے میں فینائل میں بھیگا پونچھا لگا رہی تھی۔ وہ برآمدے کی تین سیڑھیاں چڑھ کر لکڑی کے منقش گیٹ تک آیا تب ہی نوراں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہائے، بابا اندر مت جایئے اندر اسپرے ہورہا ہے۔"

"اوہ......" اس نے مڑ کر نوراں کو دیکھا۔

"وہ جی پتا نہیں تھا کہ آپ جلدی آجائیں گے صاحب نے کہا تھا آپ کے آنے سے پہلے اسپرے کروالیں۔"

گلنار پتا نہیں کہاں سے نکل کر سامنے آگئی تھی۔ اس نے گلنار کی طرف دیکھا اس کے ہاتھ میں ڈسٹر تھا یقیناً وہ باہر کی طرف سے کھڑکیوں کے شیشے اور گرل وغیرہ صاف کررہی تھی۔ وہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر لان میں آ گیا اور لان چیئرز میں سے ایک چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑی کتابیں اور فائل ٹیبل پر رکھی فینائل کی بُو لان تک آرہی تھی نوراں پونچھا لگاتے لگاتے اب پچھلی طرف چلی گئی تھی گلنار ٹی وی روم کی کھڑکیاں صاف کررہی تھی۔

ہارون کو اسپرے اور جراثیم کش دواؤں کی بُو سے الرجی ہوجاتی تھی چھینکیں آنا شروع ہوجاتی تھیں اور کبھی کبھار اگر بُو تیز ہوتی تو سر اور آنکھوں میں شدید درد شروع ہوجاتا تھا پتا نہیں یہ سلسلہ کب شروع ہوا تھا لیکن پچھلے چند سال سے اس میں شدت آگئی تھی بلکہ ابھی تین ماہ پہلے اسے میگرین کا بڑا سخت اٹیک ہوا تھا حالانکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا گھر میں جراثیم کش دوائیوں کے اسپرے ہوتے، ہر روز فینائل میں بھیگے پونچھے سے فرش صاف ہوتے اور مہینے دو مہینے بعد گھر میں مچھروں اور دوسرے کیڑوں کے خاتمے کا اسپرے ہوتے دیکھ رہا تھا گھر میں ہر وقت ایک مخصوص سی بُو رچی رہتی تھی۔ کسی بُو جیسی اسپتالوں میں ہوتی ہے اور وہ تو بچپن سے ہی اس کا عادی تھا پھر پتا نہیں اس شام کیا ہوا تھا جب گھر میں اسپرے ہونا شروع ہوا تو اسے پہلے تو چھینکیں آنا شروع ہوئیں پھر جلد ہی اس کے ساتھ ہی سر میں شدید درد شروع ہوگیا اور یہ ابتدا تھی پھر اس کے بعد ہمیشہ ہی ایسا ہونے لگا تب مامون انصاری نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا تو پتا چلا کہ اسے اس طرح کی بُو سے الرجی ہے لہٰذا احتیاط کی جائے۔

وہ مامون انصاری اور زنیرہ انصاری کا اکلوتا بیٹا تھا سو مامون انصاری نے ڈاکٹروں کا بورڈ بٹھایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا سر درد نے میگرین کی شکل اختیار کرلی تھی۔ انگلینڈ اور امریکہ تک میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا گیا تھا یوکے میں اگر مامون انصاری کے چھوٹے بھائی شمعون انصاری ہیں تو نیویارک میں ان کی بڑی بہن اور بہنوئی مقیم تھے۔ سب طرف سے یہی جواب ملا کہ میگرین کا کوئی حتمی علاج نہیں ہے احتیاط کی جائے، سو احتیاط کی جانے لگی جو اسپرے پہلے استعمال کیا جاتا تھا اس کی جگہ امپورٹڈ لیموں کی کھٹی خوشبو والا لائٹ سا اسپرے استعمال کیا جانے لگا جس سے اسے الرجی نہیں ہوتی تھی اور ماہانہ اسپرے اس وقت کیا جاتا جب وہ اسکول میں ہوتا اور وہ اتنی اعلیٰ کوالٹی کا ہوتا کہ

اس کے آنے تک وہ ختم ہوجاتی تھی یا بالکل ہلکی رہ جاتی۔
آج اسے اسکول سے ہی اکیڈمی چلے جانا تھا اور اس کی واپسی چار بجے تک ہونا تھی وہ او لیول کا اسٹوڈنٹ تھا اور ہفتے میں تین دن وہ اسکول سے ہی اکیڈمی چلا جاتا تھا جبکہ باقی تین دن وہ شام کو اکیڈمی جاتا تھا اس نے اپنے سامنے پڑی فائل اٹھا کر کھولی۔

گلنار نے کھڑکی کا شیشہ صاف کرتے کرتے اس کی طرف دیکھا اور پھر سیڑھیاں پھلانگتی، ڈسٹر ہلاتی ہوئی اس کے قریب آئی اور تسلی کے سے انداز میں بولی۔

"بس آپ فکر نہ کرو جی ابھی وہ لوگ چلے جائیں گے صرف سن روم اور لاؤنج میں ہی اسپرے کرنے کو کہا تھا صاحب نے، آپ ناک پر یوں ہاتھ رکھ کر اپنے کمرے میں چلے جانا۔" اس نے بایاں ہاتھ ناک پر رکھ کر بتایا۔

"ویسے آپ آج جلدی کیوں آگئے صاحب تو بی بی جی سے کہہ رہے تھے کہ آپ دیر سے آئیں گے۔" گلنار کو بہت بولنے کی عادت تھی اس نے اکثر نانو کے کمرے میں اسے ڈسٹنگ کرتے اور صفائی کرتے ہوئے مسلسل بولتے دیکھا تھا۔

گلنار نوراں کی بیٹی تھی چار سال پہلے نوراں اور گلنار اس کے گھر آئے تھے نوراں کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک گلنار سے بڑی ایک چھوٹی۔ بڑی بیٹی کو نوراں ڈیفنس میں ہی کسی اور گھر میں رکھوایا ہوا تھا۔ خود نوراں اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ ان کے سرونٹ کوارٹر میں رہتی تھی۔ گلنار اس کے ساتھ ہی اندر کام کرتی تھی اور اس کا شوہر بھی مامون انصاری کے آفس میں چپڑاسی تھا۔

"آج اسکول میں گیمز تھیں اس لیے گھر آ گیا تاکہ کچھ پڑھ سکوں اور وقت ضائع نہ ہو۔" ہارون نے گلنار کی بات کا جواب دیا وہ بہت نرم مزاج تھا اور آج تک اس نے کسی ملازم سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔

"آپ گیمز میں حصہ نہیں لیتے ہارون بھائی۔" گلنار نے آنکھیں پھیلا کر ہارون کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو جی بہت شوق تھا کھیلنے کا اُدھر ماڑی والے چند میں ہمارے اسکول میں جب گیمز ہوتی تھیں تو میں بالکل چھٹی نہیں کرتی تھی۔ سارے اسکول کو جھنڈیوں سے سجاتے تھے۔ بہت سارے کھیل ہوتے تھے لیکن یہ کرکٹ اور ہاکی جیسے بڑے کھیل نہیں ہوتے تھے پھر بھی مجھے بڑا مزہ آتا تھا۔

جاٹی ریس، سادی ریس، ریبٹ ریس وغیرہ ویسے مجھے تو کرکٹ کھیلنے کا بھی بہت شوق تھا۔ کئی دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عمران خان ہوں اور یہ چوکے پہ چوکا چھکے پہ چھکا لگا رہی ہوں۔" اس نے ذرا سی آنکھیں بھینچ کر ڈسٹر کو بلے کی طرح استعمال کیا۔

ہارون نے بے حد دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا وہ تقریباً بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔

"عمران خان تو لڑکا ہے۔"

"ہاں تو کیا ہوا خواب میں تو لڑکا ہی ہوتی تھی میں۔" اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

ویسے تو آج کل لڑکیاں بھی کرکٹ کھیلتی ہیں میں نے ٹی وی پہ دیکھا ہے مجھے بہت شوق تھا پڑھنے کا لیکن اماں نے پانچویں میں آتے ہی اسکول سے اٹھالیا ہمارے چنڈ میں پانچویں تک اسکول تھا لیکن اماں نے تو پانچ بھی نہیں پڑھنے دیں۔ بس چار جماعتیں ہی پڑھ سکی اور ہم شہر آگئے اتنا قرض جو چڑھ گیا تھا ابا نے کہا وہ اتارنا ہے۔"

اس کا ریکارڈ چل پڑا تھا نانو اسے ڈانٹتی رہتی تھیں کہ تھوڑی باتیں کیا کر لیکن جب وہ شروع ہوتی تو بولے ہی چلی جاتی۔ آج سے پہلے ہارون نے کبھی اس کی باتیں دھیان سے نہیں سنی تھیں بلکہ اس نے ہارون سے اتنی باتیں کبھی کی ہی نہیں تھیں۔ وہ اسے کچن میں کام کرتے ڈسٹنگ کرتے دیکھتا تھا۔

کبھی اس نے پانی منگوالیا کبھی چائے یا کبھی کسی اور چیز کی ضرورت پڑ گئی تو وہ خاموشی سے لاکر رکھ دیتی تھی۔ نانو سارے کام اپنی نگرانی میں کراتی تھیں اس سے لیکن آج ہارون کو اس کی باتیں اچھی لگ رہی تھیں اس کے دوستوں میں سے کوئی بھی اس طرح کی باتیں نہیں کرتا تھا اس نے

ایسی باتیں کبھی نہیں سنی تھیں۔

"آپ نے کبھی کسی کھیل میں حصہ نہیں لیا؟" وہ پوچھ رہی تھی ہارون نے چونک کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"ہم جب ادھر تھے نا اپنے گاؤں ماڑی والا پنڈ میں تو بہت کھیلی تھی میں پٹھو گرم سٹاپو......!"

"یہ تمہارے گاؤں کا نام کتنا عجیب ہے۔" ہارون نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔ ......اوہو، جی ادھر چھ سات پنڈ ساتھ ساتھ ہیں نا تو جو ہمارا پنڈ ہے نا اس میں دو تین بڑے بڑے پکے گھر ہیں اور ان میں بڑی ماڑیاں میرا مطلب اوپر والی منزل میں بڑے کھلے ہوادار کمرے ان کو ماڑی کہتے ہیں تو اس لیے ہمارے پنڈ کو ماڑی والا پنڈ کہتے ہیں۔" اس نے تفصیل بتا کر گردن اونچی کی اور پھر جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے بولی۔

"میں تو بھائی بہت کھیلتی تھی گلی ڈنڈا کی بھی مجھے بڑی پریکٹس تھی ادھر گاؤں میں "سرپاک" کے سامنے والے میدان میں، ہم گلی ڈنڈا کھیلتے تھے سرپاک کا مطلب سمجھتے ہیں نا آپ صاف پانی کا بڑا سا تالاب تھا۔ اب تو خیر وہاں جانور نہاتے ہیں لیکن پھر بھی سرپاک ہی کہتے ہیں اسے بارش کا پانی ہوتا ہے وہاں تو میں آپ کو بتا رہی تھی کہ مجھے بڑی پریکٹس تھی گلی ڈنڈا کھیلنے کی یہ یوں کر کے گلی اٹھاتی تھی یوں تیر کی طرح اڑتی جاتی تھی۔ لڑکے تو ڈھونڈتے ہی رہ جاتے تھے۔ بے چارا ناصر مستریوں کا بیٹا تھا روز دو تین گلیاں باپ سے بنوا کر لاتا تھا اور......" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی شاید کوئی بات یاد آ گئی تھی۔ ہارون حیرت سے اسے سن رہا تھا اسے نہ تو گلی ڈنڈے کا پتا تھا نہ اشٹاپو کا اس نے یہ کھیل کبھی نہیں کھیلے تھے بلکہ اس نے تو آؤٹ ڈور کوئی کھیل بھی کھیلا ہی نہ تھا البتہ اس کے روم میں ان ڈور گیمز کا ڈھیر تھا پلے اسٹیشن سے لے کر لڈو اور کیرم بورڈ تک تھے اسکول جاتے یا پاپا کے ساتھ کہیں باہر جاتے ہوئے اس نے بچوں کو سڑک کے کنارے پارکوں میں فٹ بال یا کرکٹ کھیلتے دیکھا تھا لیکن اس کا بھی جی نہیں چاہا تھا کہ وہ بھی ان کی طرح پارک میں یا باہر سڑک کے کنارے کھیلے۔ شاید اسے بچپن میں ہی باور کرا دیا گیا تھا کہ اسے گھر میں ہی کھیلنا ہے ان بچوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا یا پھر جو بھی تھا اس نے ان بچوں کے ساتھ پارک میں جا کر کھیلنے کی کبھی خواہش نہیں کی تھی ورنہ اگر وہ خواہش کرتا تو مامون انصاری ضرور کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیتے جیسے ایک بار گرمیوں کی ایک دوپہر میں نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے بچوں کو نیکریں پہنے نہر میں چھلانگیں لگاتے اور نہاتے دیکھ کر اس نے مامون انصاری سے پوچھا تھا۔

"پاپا ان بچوں کو ڈر نہیں لگتا کیا یہ ڈوب بھی تو سکتے ہیں۔" وہ بچے تقریباً اس کے ہم عمر تھے۔

"نہیں، انہیں تیرنا آتا ہے۔" پاپا نے بتایا۔

"کیا میں تیرنا نہیں سیکھ سکتا۔" اس نے پوچھا تھا۔

"کیوں نہیں۔" دوسرے روز ہی مامون انصاری اسے ایک سوئمنگ کلب میں لے گئے تھے یہ الگ بات تھی کہ اسے سانس کی تکلیف تھی اور وہ تیراکی نہیں سیکھ سکا تھا۔

"پتا ہے۔" اس نے ہنستے ہنستے ہارون سے کہا تو ہارون چونکا۔

"اس روز اماں میدان میں آ گئی تھیں اور مجھے ناصرے اور جیے کے ساتھ گلی ڈنڈا کھیلتے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر جھونٹا دیا۔" اس نے قریب آتی گڈی کو بالوں سے پکڑ کر جھونٹا دیا۔ نو دس سالہ گڈی منہ بسورنے لگی۔

"اب رونے نہ لگ جانا میں نے تجھے مارا تھوڑا ہے میں تو ہارون بھائی کو بتا رہی تھی کہ اماں نے مجھے ایسے بالوں سے پکڑا تھا۔" اس نے ہاتھ پھر گڈی کے بالوں کی طرف بڑھائے۔

"نا...... نا......مت کرو ایسا مت کھینچو اس کے بال۔" ہارون نے ہاتھ اٹھا کر بے اختیار اسے روکا۔

"مجھے سمجھ آ گئی ہے۔"

"اماں منع کرتی تھیں مجھے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے وہ کہتی تھیں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے سے سر پر سینگ نکل آتے

ہیں۔" وہ پھر ہارون کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔
"لیکن گلی ڈنڈا تو صرف لڑکے کھیلتے تھے نا اور مجھے مزہ آتا تھا گلی ڈنڈا کھیلنے میں لڑکیاں تو ادھر ہمارے پنڈ میں صرف کیٹے، چھپن چھپائی، چور سپاہی اور ہرا سمندر کھیلتی تھیں یا پھر اشا پو اور......!" وہ شاید ابھی بہت سے نام گنواتی کہ ہارون نے جھجکتے جھجکتے پوچھ لیا۔
"یہ گلی ڈنڈا کیا ہوتا ہے۔"
"اوہو جی۔" وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔
"یہ تو جی بس سمجھ لیں کہ کرکٹ کی طرح ہوتا ہے میرا دادا کہتا تھا انگریزوں نے ہمیں گلی ڈنڈا کھیلتے دیکھ کر ہی کرکٹ کھیلنا شروع کیا تھا۔"
"اچھا تو گلی ڈنڈا کرکٹ کی طرح ہوتا ہے۔" ہارون نے بے حد اشتیاق سے پوچھا۔
"نہیں جی......" وہ پھر ہنسی۔
"تو وہ میرا دادا کہتا تھا نا، گلی ڈنڈا کھیلنے کے لیے پہلے کچی زمین میں یہ چھوٹا سا گڑھا کھودتے ہیں اور پھر اس پر گلی رکھ کر پھٹی (لکڑی کا قدرے چھوٹا سا ڈنڈا) سے جھٹکتے ہیں اور گلی بالکل شاہد آفریدی کے چھکے کی طرح اڑتی ہوئی جاتی ہے۔" وہ باقاعدہ ایکشن کرکے بتا رہی تھی۔
جب ہی اس نے گلنار کا دوپٹا کھینچا۔
"گلو...... گلو...... اماں نے کہا ہے زونی بی بی کے جوس کا ٹائم ہے انہیں جوس بنا کر دو۔"
"ہائے میں مرگئی مجھے یاد ہی نہیں رہا مرن جوگیے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا جھاڑن گنڈی کو تھمایا۔
"یہ ادھر والی کھڑکی کے شیشے صاف کردے۔" اس نے اپنا دوپٹا جو سر سے سرک گیا تھا درست کیا نانو کا سخت حکم تھا کہ وہ دوپٹا اچھی طرح لپیٹ کر کام کیا کرے۔ گلے میں ڈال کر نہ پھرتی پھرے گھر میں جوان لڑکا ہے۔
وہ دوپٹا لپیٹ کر برآمدے کی طرف بڑھ گئی۔ ہارون نے اسے برآمدے کی تین سیڑھیاں چڑھتے اور پھر اندر گھر میں جاتے دیکھا۔ یہ باتیں جو گلنار نے کی تھیں اس کے

میری بیوی

ٹیچر: "اگر سچے دل سے رب سے دعا کی جائے تو وہ پوری ہوتی ہے۔"
اسٹوڈنٹ: "رہنے دیں اگر ایسا ہوتا تو آپ میری بیوی ہوتیں۔"

خود اعتمادی

ایک لڑکی خود اعتمادی کے موضوع پر تقریر کر رہی تھی کہ انسان کو چاہیے جو دل میں ہو زبان پر لا کر کہہ دے۔
اچانک سامنے والی قطار سے لڑکا اٹھا اور بولا۔
"آئی لو یو۔"

عاصمہ رحمان...... بھاون والا

لیے نئی اور انوکھی تھیں۔ گلی ڈنڈا چور سپاہی اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اس نے فوراً ہی ہونٹ بھینچ لیے اسے لگا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار مسکرایا ہو، اپنی ہی مسکراہٹ اسے عجیب سی لگی تھی وہ بچپن سے ہی بہت سنجیدہ تھا وہ کبھی کھل کر نہیں ہنستا تھا کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی کبھی چیخ چیخ کر گنڈی کی طرح نہیں رویا تھا اس نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی ماما کو بیمار دیکھا تھا۔
خوب صورت پریوں جیسی نازک سی ماما ہر وقت کمرے میں بیڈ پر لیٹی رہتی تھیں۔ کبھی کبھی نرم و گداز تکیوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتیں ان کی رنگت بے حد سفید تھی جیسی جیسی اس میں سرخی نہیں تھی۔ ان کے کمرے میں سائیڈ ٹیبل پر دواؤں کا ڈھیر پڑا رہتا تھا ٹیبلٹ سیرپ اور جانے کیا کچھ ڈاکٹر باقاعدگی سے ان کا چیک اپ کرتے تھے لیکن پھر بھی وہ ٹھیک نہیں ہوتی تھیں یونہی زرد رو رنگت کے ساتھ کئی بار اس نے انہیں اسپتال جاتے بھی دیکھا تھا اور جب ہفتہ دس دن بعد واپس آتیں تو اسے پہلے سے بھی زیادہ نڈھال اور بیمار لگتی تھیں پاپا نے اسے ان کے کمرے میں جانے سے منع کر رکھا تھا پھر بھی اس کا جی چاہتا تھا وہ ان کے کمرے میں جائے ان کے بیڈ پر خوب اچھلے کودے شور مچائے ان کی گود میں لیٹ جائے ان کے گلے میں بانہیں

ڈال کر ان کے رخساروں پر بوسے دے اور وہ بھی اسے اپنی گود میں لے کر پیار کریں لیکن پاپا اسے ماما کے کمرے میں جانے ہی نہیں دیتے تھے بس کبھی کبھی اسے ساتھ لے کر جاتے اور ماما کے بیڈ سے دور اس کی انگلی پکڑے کھڑے رہتے۔ وہیں کھڑے کھڑے باتیں کرتے تھے وہ چپ چاپ کھڑا انہیں دیکھتا رہتا ماما اسے دیکھتیں تو اسے ان کی آنکھوں میں حسرت سی نظر آتی جیسے وہ چاہتی ہوں وہ ان کے قریب آئے ان کے پاس جا کر بیٹھے اسے ایسا ہی لگتا تھا لیکن پاپا مضبوطی سے اس کی انگلی پکڑے رکھتے تھے اور پھر اپنے ساتھ ہی لے آتے تھے کبھی کبھی جب پاپا گھر پر نہ ہوتے تو وہ ماما کے بیڈروم کا دروازہ کھول کر اندر چلا جاتا تھا وہ سو رہی ہوتیں تو پاس کھڑا دیکھتا رہتا تھا کئی بار ماما نے اسے دروازے سے جھانکتے دیکھ کر اشارے سے اندر بلا لیا تھا اور اس سے باتیں بھی کی تھیں اس کی پڑھائی کے متعلق اسکول کے متعلق اور کبھی وہ بلا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بس اسے دیکھتی رہتی تھیں اور آنسو رخساروں پر پھسلتے گردن سے ہوتے تکیے میں جذب ہوتے رہتے تھے سو وہ اس طرح تو کبھی نہیں ہنسا تھا جس طرح گلنار ہنستی تھی بلکہ اسے تو مسٹر بین دیکھ کر بھی کبھی ہنسی نہیں آئی تھی۔ بس سپاٹ چہرے کے ساتھ دیکھتا رہتا تھا جبکہ اس کے دوست اور کزن مسٹر بین دیکھتے ہوئے ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے اور یہ گلنار بھی کمال ہے کتنا ہنستی ہے اور کتنی مختلف اور انوکھی باتیں کرتی ہے کسی ونڈر لینڈ جیسی انوکھی اس کی کلاس میں لڑکیاں بھی تھیں سارہ، رابعہ، مائرہ، خرم، تیمور، تانیہ نہ صرف اس کے کلاس فیلو تھے بلکہ فیملی فرینڈز بھی تھے۔ کئی بار وہ پاپا کے ساتھ ان کے گھر گیا تھا اور کئی بار وہ اس کے گھر آئے تھے کسی فری پیریڈ میں یا گھر پر ان کے درمیان گفتگو بھی رہتی تھی لیکن یہ گفتگو گلنار کی باتوں سے کتنی مختلف ہوتی تھی۔ آئی فون فیس بک، گوگل، یوٹیوب، ہارڈ موویز، ٹیب، سیل فون ان کی گفتگو انہی چیزوں کے گرد گھومتی تھی۔ وہ غیر ارادی طور پر گلنار کی باتیں سوچتا رہا۔ اسپرے والے جا چکے تھے وہ اس لیے گھر آ گیا تھا کہ ٹائم ویسٹ نہ ہو، پاپا نے اس سے کہا تھا کہ اسے سب پلس ایز لینے ہیں اس کے تایا کے بیٹے اور پھوپی کی بیٹی نے نائن پلس ایز لیے تھے (اپنے او لیول کے امتحان میں) اور اسے بھی ان سے کم نہیں ہونا تھا۔ پاپا کئی بار اسے یاد دلاتے تھے اور آج اس نے اتنا ٹائم ضائع کر دیا تھا۔ وہ اٹھا اور اپنی فائل اٹھا کر برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اندرونی گیٹ کھول کر سن روم میں آیا سن روم میں ہلکی سی فینائل کی مہک تھی شاید نوراں نے کچھ دیر پہلے ہی یہاں بھی پونچھا لگایا تھا۔ سن روم میں کارپٹ نہیں بچھا ہوا تھا چھوٹا سا رگ درمیان میں بچھا تھا وہ غیر ارادی طور پر بالکل اسی انداز میں جس طرح گلنار نے بتایا تھا ناک اور منہ پر ہاتھ رکھتا ہوا سن روم سے نکل کر ٹی وی لاؤنج میں آیا وہاں بھی ہر طرف کھٹی لیموں جیسی مہک تھی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر نانو کے بیڈروم میں آ گیا۔ نانو قرآن پاک پڑھ رہی تھیں اسے دیکھ کر انہوں نے قرآن پاک جز دان میں رکھ دیا اور بیڈ پر اس کے لیے جگہ بنائی۔

"آؤ بیٹھو میرے پاس۔"

"ماما سو رہی ہیں کیا؟" نانو نے سر ہلایا۔

"اچھا" وہ خاموشی سے ان کے بیڈ پر بیٹھ گیا اس کے پاس کرنے کے لیے بہت کم باتیں ہوتی تھیں وہ نانو سے بھی کم ہی باتیں کرتا تھا نانو کوئی بات کرتیں تو وہ جواب دے دیتا تھا۔

"تم آج جلدی آ گئے بیٹا، ابھی گلنار نے بتایا ہے کہ تمہارے اسکول میں گیمز تھے اور اکیڈمی جانے کا ابھی ٹائم نہیں ہوا تھا۔"

"جی۔" اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور بہت دنوں سے جو سوال اس کے اندر چکرا رہا تھا وہ آج لبوں پر آ گیا۔

"ماما کی بیماری ناقابل علاج تو نہیں ہے آج کل تو ہر بیماری کا علاج ہے اور ٹی بی کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کہ اس کا علاج نہ ہو سکے پھر ماما ٹھیک کیوں نہیں ہوتیں اتنے سال ہو گئے ہیں پاپا آخر انہیں باہر کیوں نہیں لے جاتے؟"

"ہاں یہ کوئی ناقابل علاج بیماری نہیں ہے کہ جس کا علاج نہ ہو اور نہ ہی یہ ایسی بیماری ہے جس کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہو۔" نانو نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"لیکن کچھ روگ لاعلاج ہوتے ہیں جتنا بھی علاج کرو بے فائدہ، جان کو چمٹ جاتے ہیں اور یہ روگ تمہاری ماما کی جان کو بھی چمٹ گیا ہے۔"

سال بھر پہلے تک وہ ماما کی بیماری سے لاعلم تھا اور نہیں جانتا تھا کہ انہیں کیا بیماری ہے نہ کبھی نانو نے بتایا نہ پاپا نے اور نہ ہی کبھی اس نے خود پوچھا بس کبھی کبھی نانو کے کہنے پر ہاتھ اٹھا کر ان کی صحت کے لیے دعا مانگ لیتا تھا لیکن سال بھر پہلے وہ سن روم کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور باہر کھڑکی کے پاس کپڑے دھونے والی صابرہ نوراں سے پوچھ رہی تھی۔

"تیری باجی کو کیا بیماری ہے نوراں صاحب کا حکم ہے کپڑے ابلتے پانی میں دھوئے جائیں اور پھر ڈیٹول والے پانی میں کھنگالے جائیں۔"

"انہیں ٹی بی ہے صابرہ۔" نوراں نے بتایا تھا۔

اور صابرہ کے منہ سے حیرت سے نکلا تھا۔

"یہ...... یہ تو غریبوں والی بیماری ہے ڈاکٹر کہتے ہیں پھل دودھ اور اچھی خوراک نہ ملنے سے ہوتی ہے۔ میرے جیٹھ کو بھی ٹی بی ہے ڈاکٹر کہتے ہیں اسے اچھی خوراک دو اور یہاں بھلا کس چیز کی ہے یہ ڈاکٹر بھی بس۔"

"تو ماما کو ٹی بی ہے۔" وہ کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔

"یہ چھوت کی بیماری ہے۔" ایک بار اس نے پاپا کو کہتے سنا تھا اور اس روز اسے پاپا کے اس جنون کی وجہ سمجھ آئی تھی کہ وہ اتنی باقاعدگی سے جراثیم کش دوائیوں کا اسپرے کیوں کراتے تھے ہر روز فینائل میں بھیگا پونچھا کیوں لگایا جاتا تھا اور وہ ماما سے اتنی دور کھڑے ہو کر بات کیوں کرتے تھے ایک بار بچپن میں اس نے ماما کے پاس سونے کی ضد کی تھی تو انہوں نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ بیمار ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تمہارے کپڑوں یا ہاتھوں میں جراثیم لگے ہوں اور وہ پہلے سے زیادہ بیمار ہو جائیں اور اس نے ضد چھوڑ دی تھی وہ اس کی ماما تھیں اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی بیماری بڑھے۔ لیکن اب اس نے جانا تھا کہ پاپا اپنی اور اس کی حفاظت کے لیے ان کے کمرے میں کم جاتے تھے ماما کے لیے نہیں اسے بحث کی عادت نہیں تھی ورنہ اس روز اس نے سوچا ضرور تھا کہ نانو نوراں اور گلنار تو ماما کے کمرے میں ہر وقت جاتی رہتی ہیں نانو تو ان کے بیڈ پر بھی بیٹھتی ہیں تو کیا ان کے ساتھ جراثیم نہیں ہوتے پھر وہ صاف کپڑے پہن کر اور ہاتھ اچھی طرح دھو کر جائے گا لیکن وہ یہ سب پاپا سے کہہ نہیں سکا تھا لیکن اس روز نوراں اور صابرہ کی باتیں سن کر وہ بے اختیار ماما کے کمرے میں چلا گیا تھا۔ نانو ان کے کنگھی کر رہی تھیں ان کے بے حد لمبے بالوں کو سلجھاتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھیں۔ ماما اسے دیکھ کر لمحہ بھر کو حیران ہوئی تھیں لیکن پھر یک دم ان کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی اور ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے بیٹا کوئی کام ہے۔" نانو پوچھ رہی تھیں لیکن وہ ان کے پاس بیٹھ گیا تھا اور ان کے بے حد خوب صورت نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان پر اپنے ہونٹ رکھ دیے اور ماما کی آنکھوں کی سطح پر نمی تیرنے لگی تھی۔ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا تھا لیکن وہ بہت دیر تک ان کے پاس بیٹھا رہا تھا نانو نے خوش ہو کر ان سے کہا تھا۔

"زونی اپنے بیٹے کو دیکھو ماشاء اللہ کتنا لمبا ہو گیا ہے بالکل شہزادوں جیسا ہے تمہارا بیٹا۔ تمہارے لیے اداس رہتا ہے اس کی خاطر ہی اپنے اندر زندہ رہنے کی امنگ پیدا کرو۔"

"اماں یہ اپنے باپ کے ساتھ بہت خوش ہے، مامون اس کا بہت خیال رکھتے ہیں بہت محبت کرتے ہیں اس سے یہ میرے بغیر رہنے کا عادی ہے۔" ان کی آواز ان کا لہجہ بہت خوب صورت تھا۔

"ماما۔" اس نے پھر ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

"اسے میری ضرورت نہیں ہے..... اماں۔" انہوں نے پھر ہاتھ کھینچ لیے تو اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ اسے ان کی بہت ضرورت ہے وہ ان کے بغیر بہت خالی خالی ہے زندگی سے خالی، لیکن وہ بہت کم گو تھا بہت کم بات کرتا تھا وہ ماما سے کچھ نہیں کہہ سکا تھا لیکن اس روز کے بعد وہ اکثر ان کے کمرے میں چلا جاتا تھا وہ سو رہی ہوتیں تو پاس بیٹھ کر انہیں دیکھتا رہتا جاگ رہی ہوتیں تو کوئی نہ کوئی بات کر لیتا۔ نانو سے اس نے کہا تھا کہ ہر وقت کمرے میں بند رہنے سے تو صحت مند آدمی بیمار ہو جاتا ہے آپ ماما کو باہر کیوں نہیں لاتیں، وہ باہر نکلیں گی تو صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔"

"وہ میری بات کب مانتی ہے..... ہانی۔" نانو کے لہجے میں بے بسی تھی۔

تب وہ اصرار کر کے خود ہی انہیں باہر لانے لگا۔ کبھی لاؤنج میں کبھی باہر لان میں لیکن وہ جلدی بیزار ہو جاتیں اور واپس کمرے میں چلی جاتیں۔

ان ہی دنوں جب ماموں انصاری نے اسے زونیرہ کے کمرے میں آتے جاتے دیکھا تو سمجھایا تھا۔

"وہ تمہاری ماں ہے ہانی اور تمہارا اس سے لگاؤ بھی فطری ہے پھر بھی تمہیں احتیاط کرنی چاہیے اب تم بچے نہیں ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ انہیں ٹی بی ہے اور اس کے جراثیم بہت سخت جان ہوتے ہیں یہ چھوت کا مرض ہے۔" اس نے پاپا کی بات سن لی تھی لیکن ماما کے کمرے میں جانا نہیں چھوڑا تھا۔ ماما نے اس ایک سال میں اس سے بہت کم باتیں کی تھیں حالانکہ اس کا کتنا جی چاہتا تھا کہ وہ اس سے بہت ساری باتیں کریں لیکن وہ آنکھیں موندے لیٹی رہتی تھیں کبھی کبھی ان کی رنگت بالکل زرد ہوتی ہلدی کی طرح اور کبھی بالکل سفید۔ کبھی ان کی آنکھیں بالکل بجھی بجھی ہوئی سی لگتیں زندگی سے خالی اور کبھی اسے دیکھ کر ان میں چمک آ جاتی اور وہ افسوس کا اظہار کرتیں کہ وہ ایک ماں کی طرح اس کا خیال نہیں کر سکیں۔

نانو گہری نظروں سے اسے سوچ میں ڈوبے دیکھ رہی تھیں۔

"تمہاری ماما جینا ہی نہیں چاہتی ہانی اور جب کوئی جینا ہی نہ چاہے تو سب علاج بے کار جاتے ہیں۔" بڑی دیر بعد نانو نے اپنی بات مکمل کی تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیوں نانو، کیوں جینا نہیں چاہتیں؟" نانو ایک گہری ٹھنڈی سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آج ماموں نے بھی لنچ گھر پر کرنے کو کہا تھا دیکھوں تو یہ گلنار کیا کر رہی ہے جب تک سر پر نہ کھڑی ہوں کام کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا اس کا بس باتیں سن لو اس کی۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں قرآن شریف شیلف میں رکھا اور باہر چلی گئیں انہوں نے ہارون کی بات کا جواب نہیں دیا تھا اور ہارن کو جیسے بوجھنے کے لیے ایک پہیلی دے دی تھی۔ آخر ماما کیوں جینا نہیں چاہتی کیا وہ پاپا کے ساتھ خوش نہیں ہیں۔ لیکن پاپا..... کیا پاپا جیسے شخص کے ساتھ بھی کوئی عورت ناخوش رہ سکتی ہے؟"

کچھ دیر سونے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا ابھی لنچ میں ٹائم تھا اور اسے اکیڈمی میں ہونے والے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی۔ اس نے اپنے روم میں آ کر کتاب اٹھائی نوٹ بک کھولی لیکن ذہن بار بار نانو کی کہی گئی بات کی طرف چلا جاتا تھا آخر ماما کیوں نہیں زندہ رہنا چاہتیں۔ میں، پاپا، نانو کیا ہم میں سے کوئی ایک بھی ان کے لیے جینے کا جواز نہیں بن سکتا۔ یقیناً وہ اپنی بیماری سے تنگ آ گئی ہیں اس لیے جینا نہیں چاہتیں۔ بالآخر اس نے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کتاب بند کر کے ٹیرس کا دروازہ کھول کر ٹیرس پر آ گیا۔ اس کے بیڈ روم کے ٹیرس سے جیلانی پارک کا پورا سبزہ زار نظر آتا تھا اس نے دیکھا وہاں چند بچے کھیل رہے تھے اگرچہ چھٹی کا دن تھا پھر بھی کچھ بچے آئے ہوئے تھے۔ چند بچے ایک فٹ بال کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ دو بچے ایک سائیڈ پر بیٹ بال کھیل رہے تھے ایک بچہ بھاگتے بھاگتے گر پڑا تو سب بچے ہنسنے لگے اسے ان کی ہنسی کی آواز سنائی نہیں دی تھی لیکن اس نے تصور میں انہیں ہنستے دیکھا وہ اس طرح کبھی کسی پارک میں جا کر نہیں

کھیلا تھا دل پر بوجھ سا پڑ گیا تو ٹیرس سے ہٹ گیا اور پھر بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے اس نے نانو کی آواز سنی جو کچن سے آ رہی تھی وہ یقیناً گلنار کے ساتھ سر کھپا رہی تھیں۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا ماما کے کمرے میں آیا وہ آنکھیں موندے لیٹی تھی اسے لگا جیسے ان کی رنگت مزید زرد ہو گئی ہو، وہ ہولے ہولے معدوم ہوتی جا رہی تھیں وہ کچھ دیر ان کے بیڈ کے پاس کھڑا رہا اور پھر پیچھے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا وہ نرم و ملائم کمبل میں سکڑی ہوئی سی لیٹی تھیں اور ان کے لمبے سلکی بال تکیے پر بکھرے تھے اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں لیکن وہ ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھ رہا تھا تب ہی وہ کسمسائیں اور لمحہ بھر بعد انہوں نے آنکھیں کھول دیں اسے بیٹھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خوش گوار سی حیرت نمودار ہوئی تھی ہارون نے ان کی آنکھوں کو چمکتے اور پھر اس چمک کو معدوم ہوتے محسوس کیا۔

"ماما......" وہ اٹھ کر ان کے بیڈ کے قریب آیا اور پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اٹھا کر بیٹھنے میں مدد دی اور پھر ان کے پیچھے تکیے رکھے۔

"تم کب سے یہاں بیٹھے ہو ہارون؟"

"بہت دیر ہو گئی۔" وہ مسکرایا اور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"نہیں...... نہیں یہاں مت بیٹھو۔" وہ گھبرا کر سمٹی تھیں۔

"تمہیں پتا ہے نا یہ چھوت کی بیماری ہے تم یہاں نہ آیا کرو تمہارے پاپا ناراض ہوتے ہوں گے۔"

"کیوں نہ آیا کروں؟" ہارون کی بے حد خوب صورت آنکھوں سے ناراضی جھلکی۔

"آپ میری ماما ہیں اور میں آپ کا بیٹا ہوں پاپا میرے یہاں آنے پر نہ ناراض ہو سکتے ہیں نہ آنے سے منع کر سکتے ہیں۔" وہ ان کے پاس ہی ان کے بیڈ پر ان کے ہاتھ تھامے بیٹھا رہا اور وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتی رہیں ان کا بیٹا کتنا وجیہہ کتنا چینڈسم تھا اور کتنا نرم دل بالکل اس جیسا۔

وہ ہونٹ بھینچے بیٹھی رہیں انہوں نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نہیں چھڑائے تھے اور ان کی آنکھوں کی نمی ہارون کو اپنے دل پر گرتی محسوس ہو رہی تھی اس کا پورا من بھیگ گیا تھا وہ ماما سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا باتیں کرے اور وہ بھی اس سے بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھیں لیکن کہہ نہیں پا رہی تھیں تب ہارون کو گلنار کا خیال آیا اور وہ ان سے گلنار کی باتیں کرنے لگا۔ وہ ساری باتیں جو گلنار نے اس سے کی تھیں کچھ دیر بعد ان کی آنکھوں میں دلچسپی نظر آئی اور پھر وہ مسکرانے لگیں۔

"یہ گلنار بھی نا تم سے کیا کیا باتیں کرتی رہتی ہے۔" ان کے لبوں سے نکلا۔

"میں جب گلنار کی عمر کی تھی نا بلکہ گلنار سے چھوٹی ہی تھی تو میں بھی حویلی کے صحن میں بچوں کو جمع کر کے یہ سب کھیل کھیلتی تھی۔"

"کون سے کھیل ماما۔"

"یہی اسٹاپو، آنکھ مچولی، ہرا سمندر۔" پہلی بار وہ اپنا بچپن اس سے شیئر کر رہی تھیں۔ پہلی بار وہ جان رہا تھا کہ اس کی ماما ہمیشہ سے ایسی نہیں تھیں بلکہ کبھی وہ زندگی سے بھرپور، بہت شوخ و شنگ ہوا کرتی تھیں وہ حیران کن خوشی کے ساتھ ان کی باتیں سن رہا تھا جب نانو سوپ کا پیالہ لے کر اندر آئی تھیں اسے وہاں دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی تھی۔

"تم یہاں، ہو ہارون۔"

"جی۔" اس نے نانو کی طرف دیکھا۔

"میں ماما سے ان کے بچپن کی باتیں سن رہا ہوں۔" ہارون کے چہرے پر خوشی تھی۔

نانو کی آنکھوں کی حیرت مزید بڑھی اور انہوں نے زنیرہ کی طرف دیکھا اس کی ہمیشہ کی سوگوار بجھی بجھی آنکھوں میں آج زندگی کی چمک تھی۔

"بیٹا یہ پی لو۔" زنیرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ یخنی میں نے خود بنائی ہے زونی۔"

"نانو مجھے دیں۔" ہارون نے باؤل ان کے ہاتھ سے

لے لیا۔
"ماما منہ کھولیں پلیز۔" زنیرہ نے منہ کھول دیا اور ہارون انہیں اپنے ہاتھوں سے یخنی پلانے لگا۔
دل میں خوش گوار سی حیرت چھپائے نانو کچھ دیر کھڑی ہارون کو زنیرہ کو یخنی پلاتے دیکھتی رہیں۔ پھر باہر چلی گئیں ان کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ وہ منتوں کے باوجود ایک دو چمچ لے کر باؤل ہاتھوں سے پرے کر دیتی تھیں۔ تو کیا ہارون کی توجہ میری زونی کے اندر زندگی کی وہ امنگ پیدا کرے گی جو مر چکی ہے وہ کچن میں گلنار کو کام کرتے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھیں جب ہارون نے خالی باؤل لا کر سیلب پر رکھا۔ انہوں نے خالی باؤل کو بھی اسی خوش گوار حیرت سے دیکھا اور ہارون کو لاؤنج میں بیٹھنے کے لیے کہا۔
"میں بس کھانا لگوانے لگی ہوں تم کچھ دیر ٹی وی دیکھو۔"
"لیکن پاپا نے آج لنچ گھر پر کرنا تھا کیا ان کا انتظار نہیں کریں گی۔"
"ہاں ماموں کا فون آ گیا تھا نہیں آ سکتا وہ۔" وہ اسے بتا کر گلنار کو کچھ ہدایت دینے لگیں تو وہ کچن سے باہر نکل آیا لاؤنج میں ابھی بھی ہلکی ہلکی مہک تھی۔ زونیرہ تھک گئی تھی اور آرام کرنا چاہتی تھی اس لیے وہ وہاں رکنے کے بجائے پھر لان میں چلا آیا نوریاں اب پورچ دھو کر باہر گیٹ کے سامنے والی جگہ دھو رہی تھیں۔ وہ کھلے گیٹ سے باہر نکل آیا سامنے خالی پلاٹ میں جھگیوں والے بچے ایک چوڑی پٹی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے وہ ہٹ لگاتے بال کے پیچھے دوڑتے اور زور سے ہنستے ہوئے بہت خوش ہو رہے تھے۔ کچھ دیر وہ یونہی کھڑا انہیں دیکھتا رہا پھر وہاں ایک شخص آ گیا جس نے ایک ہاتھ میں لمبا بانس اٹھا رکھا تھا جس کے سرے پر کوئی چیز لپٹی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں گھنٹی بھی جسے وہ زور و شور سے بجا رہا تھا لڑکے کھیلنا چھوڑ کر اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے اور کچھ لڑکے اپنی جھگیوں کی طرف بھاگ گئے تھے وہ چند قدم آگے بڑھ کر دیکھنے لگا اس شخص کے کندھے پر ایک تھیلا لٹکا ہوا تھا جس میں سے وہ سرکنڈے کی پتلی تیلیاں نکال کر بانس پر لپیٹے ہوئے میٹریل کو جو ربڑ کی طرح لگ رہا تھا کھینچ کر مختلف روپ دے رہا تھا۔ چڑیاں طوطے، اس کے ہاتھوں سے بن کر بچوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو رہے تھے۔ وہ بچے جو جھگیوں کی طرف بھاگے تھے غالباً پیسے لے کر آئے تھے اور اب شور مچا رہے تھے۔
"چاچا مجھے چڑیا بنا دو، مجھے حقہ، مجھے کبوتر۔" وہ کچھ اور آگے بڑھا اور دلچسپی سے اسے حقہ بناتے دیکھنے لگا اس کا جی چاہا وہ بھی ایک حقہ بنوائے اور زبان لگا کر چوسے وہ کچھ دیر بچوں کو دیکھتا رہا۔ بیچنے والا اب ڈنڈا بلند کیے گھنٹی بجاتا جا رہا تھا وہ بھاری دل کے ساتھ اندر آ گیا اسے لگا جیسے وہ مصنوعی زندگی گزار رہا ہے اصل زندگی تو ان بچوں کی اور گلنار کی ہے۔
اس نے گلنار کی طرف دیکھا وہ دوپٹا اچھی طرح لپیٹے کھانا لگا رہی تھی۔ کھانے کی ٹیبل پر صرف وہ اور نانو تھے۔ نہ جانے کس بات پر نانو نے گلنار کو ڈانٹا لیکن ہمیشہ کی طرح گلنار پر اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ برتن لگا کر چلی گئی اور کچن میں کھڑی نہ جانے کس بات پر گڈی کو جھڑک رہی تھی۔ اس نے نانو کی طرف دیکھا۔
"یہ گلنار گڈی کو ڈانٹ رہی ہے۔"
"تم کھانا کھاؤ۔" نانو نے اس سے کہا۔
"اس کی تو عادت ہے اور یہ گڈی کمبخت بھی بڑی ضدی ہے کھانڈ کے کھلونے لینے کی ضد کر رہی ہے یہ بھی ہر دوسرے دن گھنٹی بجاتا آ جاتا ہے۔"
"اب تو وہ چلا گیا ہوگا نہیں تو وہ اسے ضرور دلوا دیتا۔"
اس نے سوچا اور کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آ گیا اس کا دل اب اکیڈمی جانے کو بھی نہیں چاہ رہا تھا جانتا تھا پاپا کو پتا چلا کہ وہ بلاوجہ ہی اکیڈمی نہیں گیا تو وہ ناراض ہوں گے پھر بھی وہ بیڈ پر لیٹ گیا اور اپنی اور گلنار کی زندگی کا موازنہ کرتا رہا اور پھر یونہی سوچتے سوچتے سو گیا اور پھر اگلے کئی روز تک وہ گلنار کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا رہا کہ وہ

کام سے فارغ ہونے کے بعد کیا کرتی ہے کیا کھیلتی ہے اور کیا باتیں کرتی ہے حیرت انگیز طور پر اس کی ہر حرکت اسے دلچسپ لگتی غیر محسوس طور پر اس کی روٹین بدل گئی تھی وہ صبح اسکول جانے سے پہلے ماما کے کمرے میں باقاعدگی سے جانے لگا تھا جب وہ انہیں خدا حافظ کہتا تو ان کی نم آنکھوں کی چمک اسے خوش کرتی اور وہ سوچتا کاش اسے پہلے ایسا خیال آ جاتا تو وہ ماما کو یہ خوشی دے سکتا تھا اسکول سے آنے کے بعد بھی وہ ماما کے پاس بیٹھنے اور اپنے تجربے شیئر کرنے لگا تھا اس کے پاس ماما سے شیئر کرنے کے لیے اب ہر روز کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی تھی۔ پلاٹ میں کھیلتے بچوں کی ایکٹیوٹیز گلنار کی باتیں اور حرکتیں وہ ماما کو بتاتا تو وہ بہت شوق سے سنتیں اور پھر وہ بھی اپنے بچپن کی کوئی نہ کوئی بات یاد کر کے اس سے شیئر کرتیں جب اس نے چڑیوں، طوطوں والی میٹھی چیز کی بات انہیں بتائی تو انہوں نے کہا۔ ہاں ہمارے گاؤں میں بھی چاچا خیرو بانس پر وہ ربڑ جیسی میٹھی چینی لپیٹے دوار سے ہی گھنٹی بجاتا آتا تو سب بچے گھنٹی کی آواز سن کر اکٹھے ہو جاتے تھے۔ میں نے بھی کئی بار سرخ سبز دھاریوں والی چڑیاں اور طوطے بنوائے تھے لیکن یہاں لاہور میں بھلا ایسی چیزیں بیچنے والا کہاں سے آ گیا۔

"ہو سکتا ہے وہ بھی جگنیوں کا کوئی مکین ہو۔" اس نے خیال ظاہر کیا تو ماما نے اسے بتایا کہ ان کے گاؤں میں ایک شخص لکڑی کا ڈبا اٹھائے آتا اور ڈبے کے اندر لگی مشین میں چینی ڈالتا تو ایک دم وہ چینی دھنکی ہوئی روئی کی طرح بن جاتی۔ رنگ برنگی جھاگ جیسی روئی منہ میں ڈالتے ہی گھل جاتی تھی۔"

وہ ماما کی ہر بات بہت شوق سے سنتا اور ماما کو اپنے ہاتھوں سے کھلا پلا کر بہت خوش ہوتا تھا۔ وہ ماما کو کبھی کبھی لان میں لے جاتا تھا ایک دو بار جیلانی پارک میں بھی لے گیا تھا۔

اس روز بھی وہ ماما کے ساتھ لان میں بیٹھا تھا کہ اس کے کانوں میں گلنار کے اونچا اونچا گانے کی آواز آئی جس میں گڈی کی آواز بھی شامل تھی۔ یہ آوازیں دائیں طرف سے آ رہی تھیں اس نے اٹھ کر دیکھا وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے تیز تیز گھوم رہی تھیں ان کے گھومنے میں ہولے ہولے شدت آ رہی تھی اور ساتھ ہی آواز بھی بلند ہو رہی تھی۔ بے معنی سے بول تھے ہارون کو سمجھ نہیں آئے تھے یک دم ہی گڈی کی نظر اس پر پڑی تھی اور اس نے گلنار کا ہاتھ چھوڑ دیا گلنار چکراتی ہوئی پلر سے ٹکرائی اور پھر زمین پر گر گئی۔ وہ یک دم ہی اس کی طرف بڑھا وہ سر تھامے بیٹھی تھی۔

"گلنار چوٹ لگی ہے۔" گلنار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور ہنس دی۔

"ہی، لگ جاتی ہے چوٹ کبھی کبھی۔" اس کے ماتھے پر بڑا سا گومڑ بنا ہوا تھا اس نے دوپٹے کا ایک کونا گول سا لپیٹ کر اس پر پھونک مار کر گومڑ پر رکھا اور وضاحت کی۔

"ہو جاتا ہے ایکلی میں ایسا جب کوئی اچانک ہاتھ چھوڑ دے۔"

"وہ گلنار کو چوٹ لگ گئی ہے۔ اوٹ پٹانگ کھیل ایجاد کیے ہوئے ہیں اس نے۔" ماما کے پاس ہی دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے بتایا۔

"صدیوں سے لڑکیاں ایکلی ڈالتی ہیں اور ایکلی میں کبھی کبھی ہاتھ چھوٹ جائے تو چوٹ لگ ہی جاتی ہے سر گھومنے لگتا ہے۔"

"تو جب پتا ہے کہ چوٹ لگ جاتی ہے تو پھر ایسا فضول کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ ابھی تک گلنار کے ماتھے پر بن جانے والے گومڑ کے متعلق سوچ رہا تھا۔

"تو چوٹ لگ جانے کے خوف سے کوئی پسندیدہ کھیل کھیلنا تھوڑی چھوڑ دیتا ہے جیسے لوگ پہاڑوں کو سر کرتے ہیں اونچی بلند چوٹیوں تک جاتے ہیں۔ انہیں پتا نہیں ہوتا کہ وہ اوپر پہنچ پائیں گے یا مر جائیں گے پھر بھی ہر سال سینکڑوں لوگ پہاڑ سر کرنے کے لیے گھر سے نکلتے ہیں اور ایسے ہی کوئی اور کھیل تو۔" انہوں نے ہارون کی طرف دیکھا اور مسکرائیں۔

"ایسے ہی لڑکیاں بھی ایکلی ڈالتی ہیں بڑی تھرل ہوتی ہے اس میں۔"

"کیا آپ بھی ماما...... کیا آپ نے کبھی اپنے بچپن میں ایکلی ڈالی تھی۔" اس نے مڑ کر گلنار کی طرف دیکھا جواب آلتی پالتی مارے زمین پر بیٹھی تھی وہ اور گڈی شاید کچھ اور کھیل کھیل رہی تھیں ان کے بھن بھن کی آواز آرہی تھی شاید ساتھ ساتھ وہ کچھ گا بھی رہی تھی۔ ہاں میں بھی کبھی کبھی سہیلیوں کے ساتھ ایکلی ڈالتی تھی بہت مزا آتا تھا مجھے۔" ان کی آنکھوں میں یادوں کے جگنو جھلملانے لگے تھے۔

"ایک بار میری سہیلی ناراض ہو کر چلی گئی وہ کہتی تھی وہ ایکلی نہیں ڈالے گی اسے بہت چکر آتے ہیں۔ مجھے اس پر بہت غصہ آیا کیونکہ کبھی کسی نے میری بات نہیں ٹالی تھی۔ میں رونے لگی تو ریحان جو برآمدے میں کرسی پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اس نے مجھے روتے دیکھا تو میرے پاس آ کر پوچھا کہ میں کیوں رو رہی ہوں جب میں نے بتایا تو ریحان ہنس پڑا کہ اس میں رونے والی کیا بات ہے تمہارا ایکلی ڈالنے کو جی چاہ رہا ہے تو میرے ساتھ ایکلی ڈال لو۔"

"آپ کے ساتھ......!" مجھے حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اس نے میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پھر وہ اتنا تیز گھوما کہ مجھے چکر آنے لگے لیکن اس نے میرا ہاتھ بالکل نہیں چھوڑا تھا بہت ہولے ہولے رکا تھا میں بہت خوش ہوئی تھی۔ آپ کو تو بہت اچھی ایکلی ڈالنی آتی ہے میں نے کہا تو اس نے جواب دیا تھا۔

"ہاں مجھے سب کچھ آتا ہے اب آئندہ اگر کوئی سہیلی ناراض ہوئی تو مجھے بتانا میں تمہارے ساتھ کھیلوں گا لیکن پھر کبھی مت رونا۔"

"یہ ریحان کون تھا ماما؟" ہارون نے پوچھا۔ اس نے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔

"ریحان میری خالہ کا بیٹا تھا خالہ کے انتقال کے بعد خالو نے دوسری شادی کرلی تھی اور سوتیلی ماں اسے گھر رکھنے کو تیار نہیں تھی تب اماں اسے حویلی لے آئی تھیں وہ دس سال کا تھا تب اور میں پانچ سال کی تھی۔" ریحان کے متعلق بتاتے ہوئے زونیرہ کا چہرہ کھل اٹھا اور آنکھوں میں گہری چمک تھی۔

"اور اب یہ انکل کہاں ہیں یہ ہمارے گھر کبھی کیوں نہیں آئے؟" ہارون نے پوچھا تو ان کا چہرہ یک دم پھیکا پڑ گیا اور آنکھیں بجھ سی گئیں۔

"میری شادی کے بعد وہ خالو کے پاس چلا گیا تھا اور پھر کبھی ہمارے ہاں نہیں آیا ایک بار اماں نے بتایا تھا کہ وہ ملک سے باہر چلا گیا ہے۔" زونیرہ نے چہرہ جھکا لیا تھا اور آنکھوں میں نمی سی پھیل گئی تھی وہ کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ اندرونی دروازہ کھول کر نانو باہر آگئیں۔

"زونی، اتنی دیر سے باہر بیٹھی ہو تھک گئی ہوگی۔" کچھ دیر آرام کرلو۔" اور وہ فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ہاں کچھ تھکن ہو رہی ہے۔"

معذرت طلب نظروں سے ہارون کو دیکھتی وہ نانو کے ساتھ چلنے لگیں اور وہ وہاں بیٹھا انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ نانو کے اندر جانے کے بعد گلنار نے جوان کے آنے پر چھپ گئی تھی پلر کی اوٹ سے دیکھا اور پھر برآمدے میں آگئی۔

"بات سنو گلنار" ہانی نے اسے پورچ کی طرف جاتے دیکھ کر بلا لیا وہ غالباً پیچھے اپنے کوارٹر کی طرف جا رہی تھی۔ مڑ کر اس کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی اس نے اس کے ماتھے کی طرف دیکھا۔

"تم نانو سے پوچھ کر کوئی دوا لگا لینا۔"

"اوہ جی آپ ہی ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"سنو تم ایکلی ڈالتے ہوئے کچھ گا بھی رہی تھیں کیا؟"

"ہاں...... وہ جی ایکلی کے بول تھے نا۔"

ایکلی کھیل دی
پگ میرے سوہری
ویروی منگیدی آئی
چھن چھن کرینری آئی

اس نے باقاعدہ سُر لگا کر بتایا۔

"لیکن ان بولوں کا تمہارے کھیل سے کیا تعلق ہے۔"
"تعلق ہے نا بھائی گاتے ہوئے اسکلی ڈالیں تو مزا آتا ہے، جوش آتا ہے۔" اس کے سانولے رخساروں پر سرخی تھی۔
"اور وہ جو تم بیٹھ کر کچھ اچھال رہی تھیں۔" ہارون نے پھر پوچھا۔
"وہ تو ہم "پچ گیٹا" کھیل رہے تھے۔"
تینہ تارا
رنگاں والا
رنگ پیازی
آیا قاضی
اس نے پھر سر لگایا تو ہارون کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ نانو ٹھیک ہی کہتی ہیں اسے تو بس چھیڑ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور شروع ہو جاتی ہے۔
تب ہی نوراں نے دروازہ کھول کر اسے آواز دی۔
"گلو کی بچی تجھے کہا تھا بی بی کے کپڑے استری کر دے اور تو یہاں مری ہوئی ہے۔" گلنار فوراً ہی اندر بھاگ گئی ہارون نے سوچا کبھی فرصت سے بیٹھ کر گلنار سے گاؤں کی باتیں پوچھے گا کم از کم آج کے لیے ماما سے شیئر کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ کچھ تھا۔ وہ اپنی نئی روٹین کے ساتھ بہت مطمئن تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ مامون انصاری اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ایک روز انہوں نے اسے طلب کرلیا۔ گڈی اسے بلانے آئی تھی مامون انصاری اپنے بیڈ روم میں دونوں ہاتھ پیچھے باندھے ٹہل رہے تھے جب وہ کمرے میں آیا رک کر انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔
"تم جانتے ہو اگلے ماہ تمہارا امتحان ہے۔"
"جی۔" وہ جانتا تھا۔
"میں چاہتا ہوں تم سب میں اے پلس ایز لو۔" یہ بھی وہ جانتا تھا اس میں نیا تو کچھ نہیں تھا۔
"تم آج کل پڑھائی پر توجہ نہیں دے رہے ہو۔" بالآخر انہوں نے کہا تو اسے حیرت ہوئی۔

ایسا تو نہیں تھا وہ باقاعدگی سے اکیڈمی جاتا اور اسکول میں ہر ٹیسٹ میں وہ اچھے نمبر لیتا تھا۔
"تم آج کل باہر پلاٹ میں کھیلنے والے بچوں میں بڑی دلچسپی لے رہے ہو، یہ جھگیوں والے اللہ جانے کون انہیں اجازت دیتا ہے جھگیاں بنانے کی اور.....۔" بات ادھوری چھوڑ کر مامون انصاری نے اس کی طرف دیکھا۔
"یہ آج کل تم زونی کے کمرے میں زیادہ وقت گزارنے لگے ہو۔"
"ہاں لیکن جب میں فارغ ہوتا ہوں تب ہی ماما کے پاس جاتا ہوں۔"
"ہاں لیکن.....۔" وہ بالکل اس کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے تھے۔
"تم جانتے ہو وہ بیمار ہے اور اس کی بیماری..... خیر میں چاہتا ہوں تم زونی کے کمرے میں بہت زیادہ دیر مت رہا کرو۔" اس نے مامون انصاری کی بات سنی تھی لیکن اس پر عمل نہیں کیا تھا وہ اس کی ماما تھیں اور اب وہ انہیں اگنور نہیں کر سکتا تھا اسے لگتا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ بہتر ہونے لگی ہیں اور وہ سوچتا تھا کہ اگر پاپا نے بھی انہیں اتنی توجہ دی ہوتی تو شاید اب تک وہ ٹھیک ہو چکی ہوتیں۔ بہترین ڈاکٹر، مہنگا علاج کسی سے بھی بہتری نہیں آئی تھی لیکن اب ان کے رخساروں کی رنگت بدلتی جا رہی تھی اب انہیں بھوک بھی لگتی تھی کھانا بھی کھا لیتی تھیں نانو بہت خوش تھیں۔
"ہانی بیٹا اپنی ماں کو کبھی اکیلا مت چھوڑنا۔" ایک روز نانو نے اس سے کہا تھا۔
اور وہ اپنے پیپرز کے دوران بھی ماما کو ٹائم دیتا تھا ان سے باتیں کرتا اور ان کی سنتا تھا حالانکہ وہ اسے بار بار کہتی تھیں کہ وہ اپنی پڑھائی کرے وقت ضائع نہ کرے۔
"میرا وقت ضائع نہیں ہوتا ماما آپ کے پاس بیٹھنا میرے وقت کا بہترین مصرف ہے یہ لمحے میرے لیے بہت بیش قیمت ہیں جو آپ کے پاس گزرتے ہیں۔" اور وہ ہنس پڑی تھیں۔

"اماں سنا، یہ ہمارا ہانی کیسی پیاری باتیں کرنا سیکھ گیا ہے۔"

ماما خوش تھیں تو وہ خوش کیوں نہ ہوتا اس روز وہ اپنا آخری پیپر دے کر گنگناتا ہوا۔ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا جب اس کی نظر گلنار پر پڑی تھی وہ کونے میں بلر سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ پیپرز کی مصروفیات میں اس نے اتنے سارے دنوں سے گلنار پر دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ اندر جانے کے بجائے اس کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بوسیدہ سی کتاب تھی۔

"یہ یہاں بیٹھی کیا کررہی ہو؟"

"کچھ نہیں جی، یہ پڑھ رہی تھی۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"یہ کیا ہے۔" اس نے تجسس سے اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کی طرف دیکھا۔

"یہ ہارون بھائی یہ...... "پیام عرض" ہے اس میں اچی کہانیاں ہوتی ہیں۔"

"کہانیاں۔" اس نے دہرایا۔

"ہاں جی، بالکل سچی کہانیاں' ہمارے پنڈ میں ہماری استانی ثریا تھیں وہ پڑھتی تھیں میں نے دیکھا تھا اور یہ میں نے ردی والے سے لیا ہے وہ بی بی جی نے اخباروں کی ردی دی تھی نا دینے کے لیے تو میں نے ردی والے کے ریڑھے سے یہ لے لیا۔"

"تم پڑھ لیتی ہو۔"

"ہاں جی کیوں نہیں۔" اس نے فخر سے کہا۔

"پوری چار جماعتیں پڑھی تھیں اور میں جی اردو کی کتابیں تو پڑھ لیتی ہوں۔"

"اچھا کیا پڑھا ہے اس میں سے تم نے۔" وہ دلچسپی سے پوچھ رہا تھا آج اسے ماما کے ساتھ سارا دن گزارنا تھا اور ان سے باتیں کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ دلچسپ ہونا چاہیے۔

"ابھی میں نے جو کہانی پڑھی ہے۔" وہ شروع ہوچکی تھی۔

"اس میں ایک لڑکی ہوتی ہے جسے ایک لڑکے سے محبت ہوجاتی ہے۔ وہ ہر روز اسے خط لکھتی ہے لیکن کبھی دیتی نہیں اپنے پاس ہی رکھ لیتی ہے لڑکے کو پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے ایک روز وہ لڑکا کہیں چلا جاتا ہے لڑکی کو ٹی بی ہوجاتی ہے اس کے گھر والے اسے مری اسپتال میں داخل کرادیتے ہیں۔ وہاں وہی لڑکا جو ڈاکٹر بن چکا ہوتا ہے وہ اس لڑکی کو نہیں پہچانتا لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کے تکیے کے نیچے سے وہ سارے خط ڈاکٹر کو ملتے ہیں جو کبھی اس نے اسے لکھے تھے۔"

ہارون نے گلنار کی طرف دیکھا یارہ تیرہ سالہ گلنار کتنی روانی سے اسے محبت کی کہانی سنارہی تھی۔

"آپ پڑھیں گے اس میں مزے مزے کی کہانیاں ہیں۔" اس نے وہ بوسیدہ رسالہ اس کی طرف بڑھایا۔

"نہیں۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹا تھا۔

اس نے بھلا کہاں ایسی کتابیں پڑھی تھیں وہ تو ابھی تک ہیری پورٹر کو پڑھتا تھا اور وی سی ڈبلیو چینل کے سپر نیچرل ڈرامے کی سی ڈی دیکھتا تھا۔ گڈی اپنے کوارٹر کی طرف سے گنا چوستی ہوئی آرہی تھی۔ گلنار نے لپک کر اس سے گنا چھین لیا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ لے لیں جی ابا گاؤں سے لایا ہے۔" وہ نفی میں سر ہلاتا تیزی سے اندرونی گیٹ کی طرف بڑھا۔ لاؤنج میں چند لمحے رک کر وہ ماما کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ ماما، نانو کا ہاتھ تھامے رو رہی تھیں۔ وہ ٹھٹک کر دروازے کے پاس ہی رک گیا۔ ماما کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔ وہ کہہ رہی تھیں۔

"اماں جب میں مرنا چاہتی تھی تو موت مجھ سے روٹھ کر دور کہیں چھپ کر بیٹھ گئی تھی اور اب میں جینا چاہتی ہوں سوہانی کے لیے اپنے بیٹے کے لیے اور موت میرے قدموں میں آبیٹھی ہے۔ مجھے دبوچنے کے لیے ہارون مجھ سے بہت محبت کرتا ہے اماں وہ چھوٹا تھا تو مامون اسے مجھ سے دور رکھتا تھا تو میں سمجھتی تھی وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا لیکن اب مجھے پتا چلا ہے کہ میرا ہانی بہت حساس ہے۔ میری طرح وہ زندگی کی خوب صورتیوں اور لطافتوں کو محسوس

کرتا ہے۔ یہ مصنوعی زندگی اسے افریکٹ نہیں کرتی میں ٹھیک ہوگئی تو ہانی کو لے کر حویلی چلی جاؤں گی۔ نیچرل ماحول اور زندگی..... میں مرنا نہیں چاہتی لیکن میں موت کی آہٹیں بہت قریب سے سن رہی ہوں۔" ان کے رونے میں شدت آگئی تو وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"آپ زندہ رہیں گی ماما بہت سارے سال۔" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"اور ہم حویلی بھی جائیں گے اور ابھی کل سے ہم خوب گھومیں پھریں گے ہم سارا لاہور دیکھیں گے باری باری سب جگہوں پر جائیں گے شاہی قلعہ، مقبرہ جہانگیر، شاہی مسجد، شالیمار باغ۔" وہ روتے روتے مسکرادیں۔

"اماں دیکھا ہانی بالکل ریحان کی طرح باتیں کرتا ہے۔" نانو نے سر ہلایا ہارون نے دیکھا وہ منہ پھیر کر آنسو پونچھ رہی تھیں۔

"آپ نے کبھی پہلے یہ سب جگہیں دیکھی ہیں کبھی گئی یہاں۔" اس نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہاں شادی سے پہلے ریحان کے ساتھ بہت بار، ہمارے گاؤں میں لڑکیوں کا ہائی اسکول نہیں تھا اس لیے جب میں چھٹی کلاس میں آئی تو بابا نے یہاں لاہور میں گھر لے لیا اور ہم یہاں آگئے ہمیشہ کے لیے کسی کسی خوشی پر ہی گاؤں جاتے تھے۔ یہاں آتے ہی چند دنوں بعد ہی ریحان مجھے اور اماں کو شاہی مسجد دکھانے لے گیا تھا۔"

وہ کچھ دیر اس سے ماضی کی باتیں کرتی رہیں اور اس روز اسے پہلی بار پتا چلا تھا کہ یہ گھر نانو کا ہے اور شادی کے بعد ماما پاپا کے گھر جانے کے بجائے یہاں ہی رہی تھیں اور پاپا اس گھر میں آئے تھے اس روز انہوں نے اس سے سب دنوں سے زیادہ باتیں کی تھیں اور جب تھک گئیں تو وہ اپنے کمرے میں آگیا تھا اور رات کو بھی وہ جلدی سے سو گیا تھا کیونکہ امتحان کی وجہ سے وہ کئی راتوں سے پوری نیند نہیں لے رہا تھا۔

صبح حسب معمول وہ تیار ہو کر سیدھا ماما کے کمرے میں آیا تو کمرہ خالی تھا کچھ دیر وہ یونہی خالی کمرے میں کھڑا رہا اسے لگا جیسے اس کا اپنا دل بھی خالی ہوگیا ہے وہ تھکے تھکے قدموں سے کمرے سے نکلا تو گلنار نے بغیر پوچھے ہی ساری تفصیل بتادی۔

"وہ جی رات زونی باجی کا سانس بار بار رک رہا تھا۔ سینے میں بہت درد بھی تھا تو صاحب اور بی بی جی انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔" اس نے کیا کیا پلاننگ کر رکھی تھی کہ وہ ماما کو آؤٹنگ کے لیے لے کر جائے گا اور پھر وہ کھانا بھی کہیں باہر ہی کھائیں گے اور باقی کی چھٹیوں کے لیے وہ کوئی لمبا پلان بنائے گا۔ مری، کاغان، سوات کہیں بھی جہاں جانا ماما کو پسند ہوگا۔

گلنار نے ٹیبل پر ناشتہ لگادیا تھا لیکن وہ لاؤنج میں ہی بیٹھا رہا اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ ماما جب بیمار ہوتی ہیں تو انہیں کس اسپتال میں لے جایا جاتا ہے وہ کبھی ماما کے ساتھ اسپتال نہیں گیا تھا لیکن اب وہ بچہ نہیں تھا۔

نانو واپس آئیں تو اس نے گلہ کیا۔

"میری ماما بیمار ہوں اتنی کہ انہیں اسپتال لے جانا پڑے اور مجھے کوئی خبر تک نہ دے۔"

"ماموں نے منع کردیا تھا کہ تم کئی راتوں سے جاگ رہے ہو تو تمہیں سونے دوں۔" نانو بے حد تھکی تھکی سی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"میری نیند مجھے اپنی ماما سے زیادہ عزیز نہیں تھی نانو۔" وہ روہانسا ہوا۔

"پہلے بھی اکثر زونی کو اسپتال جانا پڑتا تھا۔" نانو نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پہلے کی اور بات تھی نانو لیکن اب مجھے بتانا چاہیے تھا میں ساتھ چلتا تو ماما کو حوصلہ ہوتا۔" وہ صحیح کہہ رہا تھا نانو کو ندامت ہوئی۔

"میں فریش ہوجاؤں تو میرے ساتھ چلنا۔"

"نہیں... اسے ان پر ترس آیا وہ بے حد تھکی ہوئی اور نڈھال سی لگ رہی تھیں۔ کتنے سالوں سے وہ بیٹی کی بیماری کا دکھ برداشت کررہی تھیں۔

"میں ڈرائیور کے ساتھ جارہا ہوں آپ روم نمبر بتا

دیں اور کچھ دیر ریسٹ کر کے آ جائیے گا۔" نانو نے اسے نمبر بتایا اور گلنار کو زونی کے لیے یخنی بنانے کا کہنے لگیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم چند منٹ رک جاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہی چلتی ہوں۔" وہ اٹھیں تو اس نے ان کے کندھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے دوبارہ بٹھا دیا اور گلنار کو نانو کا ناشتہ وہاں ہی لانے کو کہا نانو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"میری زونی کتنے سالوں سے....." اور وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگیں تو انہیں تسلی دے کر اور آرام کی تاکید کرتا ہوا اسپتال آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ماموں اسپتال میں ہی ہوگا لیکن ماما کمرے میں اکیلی تھیں اور ماموں اپنے آفس جا چکا تھا۔

پھر اگلے کئی دنوں تک زونی کو اسپتال میں ہی رہنا پڑا تھا کیونکہ ان کا سانس بار بار اکھڑ جاتا تھا اور وہ زیادہ وقت اسپتال میں ہی گزارتا تھا۔

"ماما جلدی سے ٹھیک ہو جائیں آپ مجھے آپ کے ساتھ ان چھٹیوں میں مری اور کاغان جانا ہے لیکن پہلے سارا لاہور دیکھنا ہے۔" وہ کہتا تو ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر جاتی۔

اس روز وہ گھر چینج کرنے کے لیے آیا تو ماموں اسے لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھتے نظر آئے۔ وہ سلام کر کے اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ انہوں نے اسے روک لیا۔

"ہارون تم اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو تمہیں اب تک اکیڈمی جوائن کر لینا چاہیے تمہارے سب فرینڈز اے لیول کی تیاری کے لیے اکیڈمی جوائن کر چکے ہیں۔"

ابھی تو اس کا رزلٹ بھی نہیں آیا تھا اور وہ ابھی سے اکیڈمی جوائن نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے ماما کے ساتھ ابھی گھومنا تھا لیکن ماما کی طبیعت اسپتال سے آ کر بھی کچھ زیادہ ٹھیک نہیں تھی۔ وہ ہر روز پروگرام بناتا اور ہر روز کینسل کرتا ماما زیادہ تر لیٹی رہتی تھیں۔ وہ گھنٹوں ان کے کمرے میں بیٹھا رہتا لیکن وہ بہت کم بات کرتیں ایک بار پھر انہوں نے خاموشی اوڑھ لی تھی۔

اس نے او لیول میں نائن ایز لیے تھے ماموں بہت خوش تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اپنا اے لیول یو کے سے ہی کرے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ پہلی بار اس نے ماموں کی کسی بات سے انکار کیا تھا ماموں نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ اے لیول وہاں سے کرنے سے اسے بعد میں وہاں ایڈمیشن لینے میں آسانی رہے گی لیکن وہ ماما کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ ماما کے اندر جو زندہ رہنے کی تھوڑی بہت رمق پیدا ہوئی ہے وہ اس کے جانے سے ختم ہو جائے گی ماموں نے زیادہ اصرار نہیں کیا تھا لیکن ان کا موڈ کئی دن تک خراب رہا۔

ایک روز اس نے سنا نانو ماما سے کہہ رہی تھیں کہ وہ انہیں اور اپنے بابا کو معاف کر دے۔

"تمہارے بابا نے تمہارے لیے صحیح فیصلہ نہیں کیا تھا میں شاید ضد کرتی تو وہ مان جاتے لیکن میں.....!"

"ٹھیک ہے لیکن میں آپ سے اور بابا سے ناراض نہیں ہوں۔" انہوں نے نانو کی بات کاٹی تھی۔

"اپنے حساب سے انہوں نے شاید صحیح فیصلہ کیا ہو اور مجھے ماموں سے بھی کبھی کوئی شکایت نہیں انہوں نے ہمیشہ میرا خیال رکھا لیکن پھر بھی پتا نہیں کیوں مجھے ہمیشہ ایک کمی سی محسوس ہوئی جیسے.....!" انہوں نے ایک گہری سانس لیا۔

"جیسے..... سب کچھ ہے اس گھر میں لیکن پھر بھی کہیں کچھ نہیں ہے۔ کچھ ایسا جو دل و جان کو یکساں تسکین دے سکے۔ جیسے زندگی میں کہیں کچھ مسنگ ہو کچھ کھو گیا ہو خرابی ساری مجھ ہی میں تھی اماں، ماموں تو بہت اچھے ہیں اور اب.....!" وہ شاید مسکرائی تھیں ہارون نے یوں ہی محسوس کیا تھا۔ "جب ہارون میرے پاس ہوتا ہے ہم ایک دوسرے سے باتیں شیئر کرتے ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ میری زندگی میں کہیں کوئی کمی نہیں ہے میں نے ہمیشہ نامکمل ادھوری زندگی گزاری ہے اماں اب میں ایک مکمل زندگی جینا چاہتی ہوں میں مرنا نہیں چاہتی اماں اور موت تیزی

بے سے میری طرف آ رہی ہے...... ہیں ناماں؟" نانو رو رہی تھیں وہ دل پر بھاری بوجھ لیے دروازے کے پاس سے ہی پلٹ آیا اس روز اس نے اللہ سے بہت دعائیں کیں کہ اللہ اس کی ماما کو مکمل زندگی جینے کی مہلت دے لیکن کچھ دعائیں قبول نہیں ہوتیں اس کی دعا بھی در مقبولیت تک نہیں پہنچ پائی تھی اور ماما نے اس کے اے لیول کمپلیٹ کرنے سے پہلے ہی ایک رات چپکے سے ہمیشہ کے لیے آنکھیں موند لیں۔ اس رات انہوں نے دیر تک اس سے باتیں کی تھیں۔ اپنی ریحان کی اور اپنے بابا کی۔ ساڑھے بارہ بجے نانو نے اسے زبردستی سونے کے لیے بھیجا تھا۔ نانو رات کو ان کے کمرے میں ہی سوتی تھیں اور اس رات ساڑھے بارہ بجے زنیرہ کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر مامون نے اسے سرزنش کی تھی۔

"میں نہیں سمجھتا کہ اس روٹین کے ساتھ تم اے لیول کلیئر بھی کر سکو گے۔" اور اس نے ہمیشہ کی طرح خاموشی اختیار کر لی تھی اور اسی رات تین بجے کے قریب نانو نے اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔

"ہانی جلدی آؤ تمہاری ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور وہ تمہیں دیکھنا چاہتی ہیں۔" نانو زاروقطار رو رہی تھیں۔ وہ بھاگتا ہوا ان کے کمرے میں پہنچا تھا ان کی نظریں دروازے کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں۔

"ہانی......"

"ماما۔" زمین پر دوزانو بیٹھتے ہوئے اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"ہانی میں...... "ان کی زبان لڑکھڑا گئی تھی اور آنکھوں کے کونے سے دو آنسو نکلے تھے اور آنکھیں جیسے پتھرا سی گئی تھیں۔ نانو نے کلمہ پڑھتے ہوئے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو مامون انصاری نے گاؤن کی ڈوریاں بند کرتے ہوئے اندر قدم رکھا تھا۔

پھر کئی دن وہ اپنے آپ سے بے خبر رہا۔ سارا سارا دن زنیرہ کے خالی کمرے میں بیٹھا رہتا۔ نانو خود غم سے بے حال تھیں لیکن جب گلنار نے انہیں بتایا کہ وہ سارا دن بھوکا پیاسا زونی باجی کے کمرے میں بیٹھا روتا رہتا ہے تو نانو اپنے آپ کو بمشکل سنبھال کر اس کے کمرے میں آئیں۔ اسے گلے لگایا پیار کیا تو وہ تڑپ تڑپ کر رونے لگا تب ہی مامون انصاری بھی آ گئے تھے ان کے ماتھے پر شکنیں تھیں اور لہجے میں ناگواری۔

"چاچی زونی اچانک نہیں مری، وہ کئی سالوں سے بیمار تھی اور ہم سب ذہنی طور پر اس کی موت کے لیے تیار تھے آپ اپنے آپ کو سنبھالیں اور اس بے وقوف ہانی کو بھی سمجھائیں یہ کئی دنوں سے اسکول نہیں جا رہا میں اسے بلند مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔" اس وقت اسے مامون انصاری بہت سنگ دل اور بے حس لگے تھے وہ نانو سے الگ ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے آنسو بھی پونچھ لیے تھے۔

"زونی کے ساتھ شادی کر کے سوائے ہارون کے میں نے کوئی اور دولت نہیں کمائی اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

نانو نے شاکی نظروں سے انہیں دیکھا لیکن وہ جتنی تیزی سے کمرے میں آئے تھے اتنی ہی تیزی سے بات مکمل کر کے چلے گئے نانو چپ سی بیٹھی تھیں۔

"نانو۔" اس نے پوچھا۔

"کیا ماما بابا اپنی شادی سے خوش نہیں تھے۔" نانو کی آنکھیں برسنے لگی تھیں۔

"زونی صرف اٹھارہ سال کی تھی جب اچانک تمہارے نانا جان نے مامون کے ساتھ اس کی شادی کا فیصلہ کیا۔ ابھی تو وہ لان میں ریحان کے ساتھ کھیلتی پھرتی تھی دونوں ابھی بچوں کی طرح کیرم بورڈ اور تاش کھیلتے ہوئے شور مچاتے تھے سخت سردی میں آئس کریم کھانے نکل جاتے۔ میں نے تمہارے نانا جان سے کہا تھا اتنی جلدی یہ کریں لیکن انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا مامون یو کے سے اپنی تعلیم مکمل کر کے تین سال قبل آیا تھا اور اپنے ساتھ ساتھ ہمارا بزنس بھی دیکھ رہا تھا۔ زونی بہت حساس آرٹسٹک ذہن رکھنے والی زندہ دل لڑکی تھی جبکہ مامون بہت سنجیدہ اور بزنس مائنڈڈ وہ زونی کی دلچسپیوں میں حصہ

نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں احمقانہ قرار دیتا تھا اور پھر اپنے بزنس کو ترقی دینے کے جنون میں وہ زونی کو وقت بھی نہ دے پاتا اور تمہارے نانا کے بعد تو وہ اور بھی مصروف ہوگیا تھا۔ ریحان بھی چلا گیا تھا اور وہ بالکل تنہا ہوگئی تھی۔ وہ بہت خاموش رہنے لگی تھی اور ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ یہ خاموشی اسے کیا روگ لگا گئی ہے۔"

"اگر ماما کی شادی ریحان انکل سے ہوتی تو وہ زیادہ خوش رہتیں۔" اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا تو نانو نے آنکھیں چرالیں اور اسے گلنار کی سنائی ہوئی کہانی یاد آگئی تو وہ اٹھ کر لاؤنج میں آ گیا گلنار لاؤنج کے بیچوں بیچ گھٹنوں میں سر رکھے بیٹھی رو رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے گلنار، کیوں رو رہی ہو؟" اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے زونی باجی یاد آ رہی ہیں وہ اتنی اچھی تھیں اللہ جانے انہیں ایسا مرض کیوں لگ گیا تھا ان کے پاس تو سب کچھ تھا پھر بھی۔" اس نے اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھے۔

"ماں کا رتبہ بڑا ہوتا ہے جی، ہزار جتن کرڈالو پھر بھی ماں نہیں ملتی میری اماں تو ابھی تک میری نانی کو روتی ہے۔ یہ ماں ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔" اور یہ بات جو گلنار سمجھتی تھی وہ ماموں انصاری نہیں سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ زونی کو بھول جائے جو اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ پھر بھی اس کی روٹین ایک بار پھر بدل گئی تھی وہ پھر پہلے جیسا خاموش اور گم صم ہوگیا تھا نانو کوئی بات کرتیں تو جواب دے دیتا گلنار کی سرگرمیاں بھی اب اسے اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی تھیں۔ ہر شے سے جیسے اس کی دلچسپی ختم ہوگئی تھی۔ وہ ایک روبوٹ کی طرح ماموں کی خواہش کے مطابق محنت کر رہا تھا اور پھر شان دار گریڈز کے ساتھ اے لیول کرنے کے بعد ماموں کی خواہش پر ہی وہ مزید ایجوکیشن کے لیے یوکے چلا گیا کبھی کبھی اسے اپنا آپ ایک مشین کی طرح لگتا لیکن پھر اس مشین میں رانیہ نے زندگی کی حرارت پیدا کی۔ رانیہ اس کی کزن بھی اس کی چھوٹی پھوپی کی اکلوتی بیٹی جو اس سے ایک سال پہلے پڑھنے کے لیے گئی تھی اور اس نے اپنا اے لیول وہاں سے ہی کیا تھا۔ اس کی پڑھائی کی وجہ سے پھوپی نے بھی وہیں رہائش اختیار کرلی تھی رانیہ کے پاپا تو ہمیشہ سے وہاں ہی سیٹل تھے۔ ماموں نے اس خیال سے کہ اس کی پڑھائی ڈسٹرب نہ ہو اسے ایک الگ اپارٹمنٹ لے دیا تھا۔ تاہم بھی کبھار وہ پھوپی کے گھر جاتا تھا اور اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ اور رانیہ کب ایک دوسرے کے قریب آئے اور کب اسے لگا کہ اسے رانیہ سے محبت ہوگئی ہے۔ رانیہ خوش شکل تھی۔ بولڈ تھی اور وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسی اس کی کلاس کی لڑکیاں ہوتی تھیں اس میں ایسا کچھ الگ تو نہیں تھا پھر بھی وہ اس کی محبت میں مبتلا ہوگیا تھا اور جب ماموں نے اس کی تعلیم ختم کرکے وطن آنے کے بعد اس سے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس کی شادی رانیہ سے ہوجائے تو اسے کوئی اعتراض نہ ہوا۔ وہ چھ سال بعد وطن آیا تھا نانو پہلے کے مقابلے میں زیادہ بوڑھی اور کمزور ہوگئی تھیں لیکن ایکٹیو تھیں۔ انہیں رانیہ کے ساتھ اس کی شادی پر حیرت تھی انہوں نے اس کے لیے کچھ اور سوچ رکھا تھا لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں وہ صرف زونیرہ کا نہیں ماموں کا بھی بیٹا تھا اور یوں اس کی شادی رانیہ سے ہوگئی تھی۔

وہ جب سے آیا تھا اس نے گلنار کو نہیں دیکھا تھا اور اسے خیال بھی نہیں آیا تھا لیکن اس صبح نئی لڑکی کو ناشتہ لگاتے دیکھ کر اس نے نانو سے پوچھا۔

"نانو گلنار کہاں ہے؟"

"ارے اس کی تو تمہارے جانے کے سال بھر بعد ہی شادی ہوگئی تھی۔"

"اتنی چھوٹی عمر میں۔" اسے حیرت ہوئی۔

"ہاں یہ لوگ چھوٹی عمر میں ہی شادیاں کردیتے ہیں دو سال پہلے گڈی کی بھی شادی کردی تھی نوراں نے اور خود میاں بیوی واپس گاؤں چلے گئے۔ سچی بات ہے گلنار نے بڑا سکھ دیا تھا۔" اس کی آنکھوں کے سامنے گلنار آ گئی تھی۔ ہنستی کھلکھلاتی، ہنکلی ڈالتی اور ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کرتی اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھر گئی اور رانیہ نے بغور

اسے دیکھا۔
"یہ گلنار کون تھی؟" اس رات ناخن فائل کرتے ہوئے بظاہر بے پروائی سے رانیہ نے پوچھا تو اسے ہنسی آ گئی اور کتنے سالوں بعد وہ اس طرح ہنسا تھا۔ ماما زندہ تھیں تو کبھی کبھی گلنار کی کسی بات پر وہ یوں ہی بے اختیار ہنس پڑتا تھا۔
"اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے۔" رانیہ کو اس کا ہنسنا برا لگا۔
"مجھے تمہاری تفتیش پر ہنسی آئی ہے، وہ پہلے ہمارے ہاں کام کرتی تھی۔"
رانیہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی اور وہ دل ہی دل میں بہت دیر تک محظوظ ہوتا رہا کہ رانیہ اس کے منہ سے کسی اور لڑکی کا نام سن کر جیلس ہوئی ہے۔
وقت اپنی مخصوص چال سے چلتا رہا مامون انصاری شادی کرکے اپنی بیوی کے ساتھ کینیڈا چلے گئے اور وہیں سیٹل ہوگئے اور وہ بے حد مصروف ہوگیا۔ رانیہ کی اپنی مصروفیات تھیں کلب، پارٹیاں، جم، کبھی کبھار شاپنگ کے لیے دبئی اور لندن کے چکر...... اور ان مصروفیات میں گھر کر وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا اور چار سال بیت گئے نانو کا جی چاہتا تھا گھر میں بچوں سے رونق ہوجائے لیکن رانیہ ابھی بچے نہیں چاہتی تھی اور یہ بات اس نے شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی ہارون کو بتادی تھی کہ کم از کم پانچ سال بعد ہم بچوں کے متعلق سوچیں گے اور ہارون کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا نانو نے دو تین بار دبے لفظوں میں کہا تو ہارون مسکرا دیا۔ لیکن گلنار کے بچوں کو دیکھ کر اسے اس کمی کا شدت سے احساس ہوا اور اس نے سوچا نانو صحیح تو کہتی ہیں کہ اگر اس کے ایک دو بچے ہوجائیں تو گھر کا سکوت ٹوٹ جائے۔
اس روز سنڈے تھا اور اس کی عادت تھی کہ وہ اتوار کو کچھ وقت نانو کے ساتھ گزارتا تھا۔ اتوار کو عموماً ناشتہ لیٹ ہوتا تھا بقول رانیہ کے سنڈے برنچ۔
اس روز بھی گیارہ بجے کے قریب وہ تیار ہوکر نیچے آیا رانیہ کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس نے گلنار کو دیکھا وہ فرش پر بیٹھی تھی ایک بچہ گود میں اور ایک پاس ہی بیٹھا تھا نانو صوفے پر بیٹھی تھیں۔ گلنار کو اس نے کئی سال بعد دیکھا تھا لیکن اسے پہچاننے میں دقت نہیں ہوئی تھی وہ بالکل ویسی تھی بس کچھ بڑی ہوگئی تھی۔ پاس بیٹھا ہوا بچہ ایک پیکٹ میں سے بسکٹ نکال کر کھا رہا تھا وہ نانو سے باتیں کرتے کرتے اپنا ہاتھ بچے کے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ کی طرف بڑھاتی بچہ ہاتھ پیچھے کرلیتا تو اسے دھموکا لگاتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں پکڑے بسکٹ سے تھوڑا سا توڑ کر گود میں لیٹے بچے کے منہ میں ڈالتی۔ سیڑھیوں کے پاس کھڑے کھڑے اس نے گلنار کے اس عمل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا اور اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔
"کیسی ہو گلنار؟" قریب آ کر اس نے کہا تو گلنار نے سٹپٹا کر اس کی طرف دیکھا۔
"سلام بھائی کیسے ہیں آپ۔"
"ٹھیک ہوں، یہ تمہارے بچے ہیں؟" اس نے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔
"جی......" اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی اور چہرہ ممتا کے نور سے دمکنے لگا۔
"آپ کے کتنے بچے ہیں ہارون بھائی۔" اس نے نفی میں سر ہلایا اور پہلی بار اس کی نظر بائیں طرف صوفے پر بیٹھی رانیہ پر پڑی جو انتہائی بے زاری سے ماتھے پر تیوری چڑھائے اسے دیکھ رہی تھی۔
"کتنے سال ہوگئے ہارون بھائی کی شادی کو؟" اب وہ نانو سے پوچھ رہی تھی اور نانو کے جواب پر اس نے افسردگی سے سر ہلایا۔
"بچوں کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے جی۔ آپ دلہن بھابی کو ڈاکٹر کو ایک بار ضرور دکھائیں۔ اپنی گڈی کے ہاں دو سال اولاد نہیں ہوئی تو اس کے سسرال والوں نے رولا ہی ڈال دیا تھا۔ کبھی اس ڈاکٹر کے پاس کبھی اس حکیم کے پاس ہر مرض کا علاج تو ہوتا ہے نا جی اب خیر سے

بچی ہے گود میں۔" اس نے تاسف سے ذرا سا رخ موڑ کر رانیہ کو دیکھا۔

"تم فارغ ہو جاؤ تو اوپر آ جانا مجھے تم سے ضروری کام ہے۔" رانیہ نے ہارون سے کہا اور غصے سے تنتناتی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"اسے کیا ہوا؟" نانو نے ہارون سے پوچھا تو ہارون نے کندھے اچکائے اسے اس طرح رانیہ کا مخاطب کرنا اور پھر اوپر چلے جانا اچھا نہیں لگا تھا چار سالوں میں پہلی بار اسے رانیہ کی کوئی بات بری لگی تھی۔

اس نے اپنا والٹ نکال کر ہزار ہزار کے دو نوٹ نکالے اور گلنار کی طرف بڑھائے "بچوں کے لیے کچھ لے لینا۔"

"نہیں جی میں تو بس ویسے ہی ملنے آئی تھی نانو نے ادھر فیصل آباد میں تھی نا اتنے سالوں سے تو بہت یاد آتی تھی مجھے زونی باجی کی اور نانو کی اب کوئی دو ماہ پہلے ادھر لاہور میں ہی آ گئے ہیں تو تب سے تڑپ رہی تھی ملنے کو آج رشید کو وقت ملا تو چھوڑ گیا ادھر جوہر ٹاؤن میں شیدے کے بھائی کی جھگی تھی اس نے ہمیں دے دی خود تو وہ کراچی چلا گیا تو بس جی ہم ادھر جوہر ٹاؤن میں آ گئے۔" اس کا ریکارڈ چل پڑا تھا ہارون دلچسپی سے سن رہا تھا۔

"تمہیں کام شام اٹھایا ہے گلنار؟"

"نہ جی شیدے نے منع کر دیا ہے، اچھا کما لیتا ہے گزارا ہو جاتا ہے بڑا کرم ہے یہ ہارون بھائی کی دلہن بہت پیاری ہیں اور صاحب جی کیسے ہیں ویسے۔"

ہارون کا موبائل بجا تو اس نے نکال کر دیکھا رانیہ کی کال تھی اس نے ہاتھ میں پکڑے نوٹ گلنار کی طرف بڑھائے۔

"لے لو گلنار۔" نانو نے کہا۔

"پہلی بار بچوں کو لے کر آئی ہو تو حق ہے تمہارا۔"

گلنار نے جھجکتے ہوئے نوٹ پکڑ لیے تو وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ رانیہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"گئی وہ نانو کی چہیتی یا ابھی تک بیٹھی ہے۔"

"رانیہ اس نے کئی سال ہمارے گھر کام کیا ہے اور کئی سالوں بعد نانو سے ملنے آئی ہے تو کچھ دیر تو بیٹھے گی نا۔"

"کچھ دیر؟ گھنٹے بھر سے تو بیٹھی ہے کچھ دے دلا کر فارغ کرتے ارے یہ لوگ ذرا منہ لگاؤ تو چپک ہی جاتے ہیں دو ٹکے کی ملازمہ نانو کو مشورے دے رہی تھی کہ مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائیں۔ جی چاہ رہا تھا کہ منہ توڑ دوں اس کا۔"

"کچھ غلط تو نہیں کہا اس نے۔" ہارون کے لبوں سے بے اختیار نکلا ایک دم خالی گھر کا سناٹا اس کے اندر اتر آیا تھا۔

"کیا......!" رانیہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا کہا تم نے ہارون، ہرگز نہیں میں نے تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا پانچ چھ سال تک مجھے بچوں کا جھنجٹ نہیں چاہیے ساری سوشل لائف تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔"

"او کے، میں ایسا کچھ نہیں کہہ رہا تم بتاؤ کیا کام تھا تمہیں۔" ہارون نے خود کو کمپوز کیا وہ رانیہ کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

"کچھ کیش ہوگا آج سنڈے کی وجہ سے بینک تو بند ہیں اور مجھے آج ہی کلب کے سالانہ فنکشن کے لیے ڈریس چاہیے تھا۔"

"لاکر میں ہوتا ہے کیش جو لینا ہے لے لو۔"

"تھینک یو اگر تمہارا پروگرام نہ ہو آج تو تم چلو گے ساتھ مجھے کچھ جیولری بھی لینی ہے۔"

"نہیں میرا موڈ نہیں ہے۔" ہارون کے اندر ایک دم ہی تھکن اتر آئی تھی۔

"او کے ایز یو وش۔" وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی اور اس نے بیڈ پر نیم دراز ہو کر آنکھیں موند لیں۔

وقت کچھ اور آگے بڑھا زندگی کی بندھی روٹین کے مطابق گزر رہی تھی۔ رانیہ کی وہی سرگرمیاں تھیں وہ بچوں کے متعلق ابھی بھی سنجیدہ نہیں تھی اور ذمہ داریوں سے گھبراتی تھی اور وہ رانیہ سے محبت کرتا تھا اور اس کی خواہش کا احترام کرتا تھا لیکن پھر بھی کبھی کبھی اسے لگتا جیسے وہ کسی آکسیجن باکس میں بند مصنوعی زندگی گزار رہا ہو زندگی میں سب ہی کچھ تھا رانیہ تھی اس کی محبت، اس کی چاہت نانو تھیں ہر وقت اس کے لیے دعا گو۔

پھر بھی کبھی کبھی اسے لگتا جیسے کہیں کچھ کمی سی ہے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کہیں کچھ نہیں ہے اور ایسے میں وہ نانو کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند لیتا کانوں میں کھانڈ کے کھلونے بیچنے والے کی گھنٹیوں کی آواز آتی، پارک میں کرکٹ کھیلتے شور مچاتے بچے، گنا چوستی گڈی، ایلکی ڈالتے ہوئے پلر سے ٹکراتی گلنار تصور میں آتی تو رانیہ کی محبت سے بھرے دل میں سناٹے اتر آتے۔ سارے رنگ ماند پڑ جاتے اور دل میں اس مصنوعی زندگی سے دور کسی نیچرل زندگی کی خواہش ہمکتی تو وہ آنکھیں کھول کر نانو سے پوچھتا۔

"نانو سب کچھ ہے پھر کہیں کوئی کمی سی کیوں محسوس ہوتی ہے جیسے کچھ نہیں ہے۔" اور نانو کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر جاتیں۔

"کیا زونی کی طرح میرا ہانی بھی آدھی ادھوری زندگی جی رہا ہے۔ لیکن نہیں وہ بھلا ادھوری زندگی کیوں جیے گا اس نے تو اپنی محبت پالی ہے اور زونی تو......!" وہ خود سے کہتیں اور پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتیں۔

"بھلا میرے ہانی کو کیا کمی ہے بس تمہارے بچے ہوں گے تو ساری کمی خود ہی پوری ہو جائے گی۔"

"ہاں شاید۔" وہ اٹھ کر تھکے تھکے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگتا اس امید پر کہ شاید کبھی وہ اس مصنوعی زندگی سے نجات پا لے اور اس آکسیجن ٹینٹ سے باہر کھلی فضا میں سانس لے سکے شاید......!!

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 29

تجھ سے بچھڑا ہوں تو مرجھا کے ہوا برد ہوا
کون دیتا ہے مجھے کھلنے کی دعا تیرے بعد
ملنے والے کئی مفہوم پہن کر آئے
کوئی چہرہ بھی نہ آنکھوں نے پڑھا تیرے بعد

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شہوار اور مصطفیٰ خوش گوار ازدواجی زندگی کی جانب گامزن ہیں جبکہ دریہ کے لیے مصطفیٰ کے والہانہ انداز اور شہوار کی محبت برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ جب ہی انہیں دور کرنے کی خاطر وہ مصطفیٰ کو اپنے سنگ الجھائے رکھتی ہے۔ دوسری طرف شہوار دریہ کے اس عمل کو محسوس کرکے مصطفیٰ سے برہمی کا اظہار کرتی ہے جبکہ شہوار کے رویے میں جیلسی محسوس کرتا مصطفیٰ خوش گوار حیرت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ولید اور انا کے تعلقات مزید ابتری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ انا واضح طور پر ولید کی کیتھی اور کاشفہ سے دوستی کو اس کے مشکوک کردار سے وابستہ کرلیتی ہے جبکہ اپنی اس تذلیل پر ولید بھی کوئی صفائی نہ دینے کا عزم کرتے ہوئے ترک تعلق کرلیتا ہے۔ دوسری طرف تابندہ اپنی شناخت حاصل کرنے میں ناکام ٹھہرتی ہیں۔ ایسے میں ممتا کے ہاتھوں مجبور وہ شہوار سے بات کرکے اسے تسلی دیتی ہیں جبکہ شہوار ان کے واپس لوٹ آنے اور ایڈریس کے متعلق دریافت کرتی ہے لیکن وہ ٹال جاتی ہیں۔ تابندہ کی کال کے متعلق مصطفیٰ کو بتا کر وہ مدد طلب کرتی ہے ایسے میں مصطفیٰ نمبر کے ذریعے مطلوبہ جگہ ٹریس کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے لیکن مزید کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ امجد خان کی مدد سے مصطفیٰ رات کی تاریکی میں ایاز کے ٹھکانے پر چھاپا مار کر اسے گرفتار کرلیتا ہے جبکہ ایاز اس افتاد پر بوکھلا جاتا ہے۔ اپنے اور ولید کی تاریخ ٹھہرنے کی بات سن کر انا صاف لفظوں میں پڑھائی کا بہانہ کرکے ٹال دیتی ہے جبکہ اس کے انکار پر ضیاء صاحب اور دیگر گھر والے حیران رہ جاتے ہیں۔ ولید اس انکار کی وجہ دریافت کرتا ہے جس پر انا اس کے کردار کو مشکوک ٹھہراتے اس رشتے کو ختم کرنے کی بات کرتی ہے ایسے میں ولید کا ہاتھ انا پر اٹھ جاتا ہے جبکہ ولید کا یہ جارحانہ انداز انا کو مزید متنفر کردیتا ہے۔ ماں جی آفاق کے مستقبل کے متعلق سوچ کر عادلہ کو واپس لانے کی بات کرتی ہیں جب ہی انہیں شاہ زیب کی زبانی عادلہ اور عباس کی طلاق کے متعلق علم ہوتا ہے یہ سب جان کر وہ از حد رنجیدہ ہوجاتی ہیں۔ انا اپنی بیماری کو نظر انداز کیے کالج چلی آتی ہے لیکن یہاں بھی کاشفہ کی کالز اسے تنگ کیے رکھتی ہیں جب ہی وہ اس تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی خاطر کاشفہ کی بات مانتی اس کے سنگ چلی جاتی ہے۔ کاشفہ کے ساتھ انجان جگہ پر پہنچ کر انا کو کسی خطرے کا احساس ہوتا ہے جب ہی کاشفہ اپنی اصلیت دکھاتے انا کا موبائل چھین کر اسے اپنی قید میں کرلینے کی نوید سناتی ہے۔ کاشفہ کی اصل حقیقت جان کر انا کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ❁❁ ❁

عبدالقیوم پریشانی سے بار بار موبائل پر نمبر ملا رہے تھے ان کی بیگم اور بیٹی عادلہ خاموشی سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور ان

دونوں کے چہروں پر پریشانی رقم تھی۔

"کوئی تو حل ہوگا؟ تم آفیسر سے بات کرو جتنی بھی رقم لگتی ہے میں لگانے کو تیار ہوں ایک بار ایاز باہر تو آئے" خود اسی لیے گیا تھا مگر وہ مصطفیٰ کچھ سننے پر آمادہ ہی نہیں۔" غصے سے عبدالقیوم نے کہا تو بیگم نے پریشانی سے دیکھا۔

"ٹھیک ہے میں کسی اور سے بات کرتا ہوں۔" تلخی سے کہہ کر انہوں نے کال بند کر دی۔

"یہ سب ہوا کیسے؟ آخر پولیس کو کیسے اطلاع مل گئی۔" بیگم نے پریشانی میں پوچھا تو عبدالقیوم نے بیوی کو دیکھا۔

"مجھے خود خبر نہیں، یہ تو اردگرد کے لوگوں اور اس ملازم لڑکے کے والدین نے اطلاع دی مجھے کہ رات پولیس نے چھاپہ مارا تھا اس لڑکے اور ایاز دونوں کو پکڑ کر لے گئے تھے اب اس جگہ پر پولیس کے آدمی قبضہ کیے ہوئے ہیں۔" انتہائی نڈھال حالت میں عبدالقیوم صوفے پر گر سے گئے تھے۔

"اور وکیل صاحب کیا کہہ رہے تھے؟" عادلہ نے سنجیدگی سے پوچھا تو انہوں نے بیٹی کو دیکھا۔

"وکیل اب کچھ نہیں کر سکتا پہلے ہی وہ ضمانت پر رہا تھا اب کی بار اس پر مصطفیٰ پر قاتلانہ حملہ کرنے کا بھی کیس ہے۔ وکیل بتا رہا ہے کہ سارے شواہد ایاز کے خلاف جا رہے ہیں۔ ابھی تک ایاز نے اقرار تو نہیں کیا مگر خاموش نہیں رہے گا اب۔"

"لیکن اس طرح ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی تو نہیں بیٹھ سکتے نا۔"

"تو کیا کروں خود تھانے میں جا کر پیش ہو جاؤں۔" بیٹی کے الفاظ پر عبدالقیوم نے تڑپ کر کہا۔

"کہا بھی تھا کہ ایسی ویسی کوئی حرکت نہ کرنا اب ایک دو دن میں فلائٹ تھی باہر چلا جاتا نجانے پولیس کو کیسے اطلاع ہوگئی ورنہ وہ جگہ جہاں وہ تھا میرے علاوہ کوئی دوسرا بندہ اس جگہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ تم لوگوں کو بھی نہیں بتایا تھا۔" انداز نڈھال سا تھا۔ بیگم کے آنسو بہنے لگے تھے۔

"پہلے ہی مار مار کر برا حال کر دیا تھا میرے بچے کا اب نجانے کیا بیت رہی ہوگی اس پر۔" بیگم عبدالقیوم کو ایاز سب سے زیادہ عزیز تھا اسی لیے وہ ایاز کے پکڑے جانے کا سن کر مسلسل رو رہی تھیں۔ عادلہ نے لب بھینچ کر ماں باپ کو دیکھا۔

"لیکن کچھ تو کرنا ہوگا؟" باپ کو تلخی سے کہا تھا جو ہمت ہار چکے تھے۔ لیکن وہ خاموشی سے نہیں بیٹھ سکتی تھی اس کے اندر ایک آگ جل رہی تھی دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ جلا کر بھسم کر ڈالے۔

"وکیل کو کہا تو ہے وہ جائے اس امجد خان سے بات کرے پیسے سے اگر کام بنتا ہے تو میں کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک مجھے اندازہ ہے وہ آدمی پیسے وغیرہ سے ماننے والا نہیں ہے۔" عبدالقیوم کی بھی تو پریشانی تھی۔ وہ پہلے ہی مصائب میں گھرے ہوئے تھے کاروباری پریشانیاں علیحدہ تھیں۔ اوپر سے عادلہ کی طلاق اور ایاز کی گرفتاری انہیں ایک دم کاشفہ یاد آئی نجانے وہ کہاں تھی۔

"کاشفہ کہاں ہے؟"

"پتا نہیں صبح کی گاڑی لے کر نکلی ہوئی ہے۔" ماں کی بجائے عادلہ نے ہی تلخی سے کہا۔

جب سے ایاز کی گرفتاری کے بارے میں سنا تھا دل و دماغ پر ایک غبار سا چھا گیا تھا۔

"ایک تو میں اس لڑکی کی حرکتوں سے عاجز آچکا ہوں ساری اولاد ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔" کاشفہ کا سن کر عبدالقیوم ایک دم غصہ ہوئے۔

"اسے میں نے اتنا سمجھایا لیکن کچھ نہ سمجھ پائی جواباً اب طلاق لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔" ان حالات نے ان کے دماغ پر اس قدر اثر کیا تھا کہ بہت تلخی سے عادلہ کو دیکھا۔

"مجھے الزام مت دیں ایک دن بھی میرے علاوہ کسی اور کو ان کے ہاں جا کر رہنا پڑتا تو پتا چل جاتا کہ کس قدر کنزرویٹو تھے وہ لوگ۔" باپ کے الفاظ پر اس نے بھی تلخی سے جواب دیا۔

"کچھ عرصہ برداشت کیا ہوتا تو کیا چلا جاتا لوگ اپنے فائدے کے لیے نجانے کیا کیا کر لیتے ہیں۔ صرف اور صرف تمہاری وجہ سے حالات اس حد تک خراب ہو چکے ہیں۔ ورنہ رشتہ داری کا ہی خیال کر لیتے۔" انہوں نے غم و غصے سے سارا الزام بیٹی پر دھرا۔

عادلہ نے بہت غصے سے ماں اور باپ کو دیکھا اور نب بھینچ کر تیزی سے کمرے سے چلی گئی۔

"اس کا کیا قصور ہے اسے کیوں ڈانٹ رہے ہیں آپ کے کہنے پر شادی کی تھی اس نے اس کے لیول اور مزاج کے لوگ نہیں تھے جان چھوٹی ان سے اب اس کو کیوں الزام سونپ رہے ہیں۔" بیگم نے فوراً بیٹی کی طرف داری کی۔

"آج یہ دن صرف تمہاری شہہ کی وجہ سے دیکھنا پڑ رہا ہے۔" انہوں نے بیوی کو بھی اپنے غصے کی لپیٹ میں لیا۔

"تم نے اگر ذرا بھی اولاد کی طرف توجہ دی ہوتی تو کم از کم آج یہ حالات نہ ہوتے سارا سارا وقت پارٹیز اور دعوتوں کی نذر کر دیا تم نے اور آج یہ دن دیکھ رہا ہوں میں۔ کاشفہ کی نت نئی دوستیاں اور جذباتی فطرت، بدزبانی اور بداخلاقی سے تو میں ویسے ہی مایوس ہو چکا تھا ایاز پر بھی پیسہ خرچ کر کے اس مقام تک لایا تھا ایک عادلہ کچھ سمجھ بوجھ رکھتی تھی وہ بھی تمہاری باتوں میں آ کر سب تباہ کر بیٹھی۔" وہ شروع ہوئے تو سب حساب گنواتے چلے گئے۔

"بہت خوب مجھے الزام دے رہے ہیں خود تو جیسے پیتے ساری عمر دولت اکٹھی کرنے میں گزار دی، نہ کرتے۔" سب رونا دھونا بھول کر بے مروتی سے جواب دیا۔ درحقیقت عبدالقیوم کو اس کا اصل چہرہ دکھانا چاہا تھا۔

"ہاں دولت اکٹھی کرنے میں گزار دی ساری عمر میں نے اور اس دولت پر عیش تم لوگوں نے کیا۔ جو بھی کمایا دونوں ہاتھوں سے لٹایا ہے تم لوگوں نے اور کاشفہ اور ایاز کے لیے آئے دن کے نت نئے کارنامے برباد کر کے رکھ دیا ہے تم لوگوں نے مجھے۔" صوفے سے اٹھ کر چیخ کر کہا تو عادلہ نے اپنے کمرے سے نکل کر ان کو آ کر دیکھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس کے ماں باپ جاہلوں کی طرح لڑ رہے تھے۔ ایک دوسرے کو طعنے دے رہے تھے۔

"کیا کر رہے ہیں آپ دونوں بیٹھ کر آرام و سکون سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے کیوں لڑ رہے ہیں۔" اس نے ناگواری سے مداخلت کی۔

"کاش یہ سب میں نے پہلے سوچ لیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔" بیوی کو گھور کر بیٹی کو جواب دے کر وہ چلے گئے۔ بیگم ان کے جانے پر بے تحاشا بڑبڑانے لگیں تھیں۔

"سٹھیا گیا ہے تمہارا باپ اب، اس عمر میں آ کر مجھے طعنے دے رہا ہے خود تو ساری عمر دولت کے لالچ میں لگا دی اب کہتا ہے کہ سارا قصور میرا ہے۔" چیخ کر کہتے عادلہ کو سنا کر وہ بھی وہاں سے چلی گئیں۔

عادلہ نے سرخ چہرے اور از حد سنجیدگی کے ساتھ انہیں جاتے دیکھا تھا اس کے ذہن و دل میں ایک طوفان کی سی کیفیت برپا تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ ہر چیز کو تہس نہس کر دے۔ عباس کی طرف سے موصول ہونے والے طلاق کے کاغذات کے بعد سے اس کے اندر یہ کیفیت مسلسل برپا تھی۔

❀......❀❀❀......❀
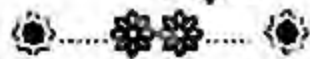
ڈرائیور انا کو پک کرنے گیا تھا لیکن کافی انتظار کے بعد بھی وہ باہر نہ آئی تو اس نے کال کی مگر انا کا نمبر بند تھا اس نے پریشان ہو کر گھر کال کی۔

روشی اور ضیاء صاحب گھر پر ہی ہوتے تھے روشی نے کال ریسیو کی تھی۔ دونوں سن کر پریشان ہو گئے۔

"وہ کالج میں ہی ہوگی یا اپنی دوست کے ساتھ اس کے ہاں چلی گئی ہوگی تم ویٹ کرلو۔" روشی نے ڈرائیور کو کہا اور خود کال بند کرکے انا کو نمبر ملانے لگی پر اس کا نمبر بند جارہا تھا اس کو شدید پریشانی نے آ لیا' کچھ سوچتے ہوئے اس نے ولید کو کال کی۔

"آپ کے پاس مصطفیٰ بھائی یا شہوار کا نمبر ہوگا؟" سلام دعا کے بعد اس نے فوراً بھائی سے پوچھا۔

"ہاں مصطفیٰ کا ہے کیوں خیریت؟" ولید نے پوچھا۔

"بس ایک کام ہے، مجھے مصطفیٰ بھائی سے شہوار کا نمبر لے کردیں مجھے فوراً اس سے بات کرنی ہے۔" روشی کو یقین تھا کہ انا شہوار کے ساتھ ہوگی اسی لیے ولید کو بتانے سے احتراز کیا۔

"اچھا میں لکھواتا ہوں۔" ولید نے کہا تو وہ انتظار کرنے لگی۔ کچھ توقف کے بعد ولید نے اسے نمبر لکھوادیا تو روشی نے کال بند کرکے شہوار کا نمبر ملایا پھر چند بیلز کے بعد شہوار کی آواز سنائی دی۔

"میں روشی بات کررہی ہوں انا کی کزن اور ولید کی بہن۔" روشی نے سلام دعا کے بعد اپنا تعارف کرایا تو دوسری طرف شہوار کو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔

"ارے.....آپ.....کیسی ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک ہوں۔"

"ایم سوری تمہیں ڈسٹرب کیا مجھے کچھ پوچھنا تھا۔" روشی ایک لمحے کو رکی۔

"ڈرائیور انا کو لینے گیا تھا لیکن وہ کالج میں نہیں ہے کیا وہ تمہارے ساتھ ہے۔" روشی نے پوچھا تو دوسری طرف شہوار چونکی تھی۔

"نہیں تو وہ تو کب کی کالج سے جاچکی ہے تقریباً تین چار گھنٹے ہوچکے ہیں میں بھی گھر آچکی ہوں۔" شہوار نے بتایا تو روشی الجھی۔

"لیکن وہ تو ابھی تک گھر نہیں لوٹی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے پچھلے تین چار گھنٹوں سے تو وہ کالج یا اسپتال کی طرف بھی نہیں تھی میں سمجھی کہ وہ گھر جاچکی ہوگی ویسے مجھے بتا کر تو نہیں گئی تھی یہ تو میرا اندازہ ہے۔" شہوار بھی پریشان ہوئی۔

"اوکے، ہوسکتا ہے وہ کہیں شاپنگ کرنے نکل گئی ہو اصل میں پریشانی یہ ہورہی ہے کہ اس کا سیل بھی بند ہے اوکے تم پریشان مت ہونا ہوسکتا ہے کہ وہ کچھ دیر میں گھر آجائے۔"

"جیسے ہی وہ گھر آئے مجھے کال کردیجیے گا۔"

"بالکل۔" روشی نے اختتامی جملے کہہ کر کال بند کردی۔

ضیاء صاحب بھی پریشان تھے اگلے ایک گھنٹے میں انا گھر نہیں پہنچی تو روشی نے گھبرا کر ولید کو کال کی اور اسے ساری بات بتادی۔

"مائی گاڈ.....وہ اتنے گھنٹوں سے غائب ہے اور تم اب بتارہی ہو۔" دوسری طرف ولید ایک دم متفکر ہوا۔

"مجھے یہ تھا کہ وہ کچھ دیر میں پہنچ جائے گی۔"

"پھوپو کو کال کی کہیں ان کے پاس نہ چلی گئی ہو۔" ولید کو خیال آیا تو روشی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں سب سے کال کرکے پتا کرچکی ہوں وہ وہاں بھی نہیں۔" اب کے ولید حقیقتاً پریشان ہوا تھا۔

"او اب تو..... شام ہورہی ہے کہاں رہ گئی ہوگی وہ۔"

"پلیز ولی بھائی پتا کریں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ ابھی سب لوگ گھر آجائیں گے وہ نہ پہنچی تو سب نے پریشان ہوجانا ہے ابھی کسی کو بھی نہیں خبر کی میں نے۔" روشنی روہانسی ہورہی تھی۔

"اوکے ڈونٹ وری میں خود دیکھتا ہوں۔" ولید نے اسے تسلی دے کر کال بند کردی تھی۔ شہوار کی بار بار کال آرہی تھیں مغرب کے بعد تک بھی گھر پہنچ گئے اور سبھی انا کی غیر موجودگی کا سن کر ازحد خوف زدہ ہوچکے تھے۔ کچھ دیر بعد ولید اور چوکیدار بھی لوٹ آئے تھے۔

"کہاں جاسکتی ہے وہ تو دوست کے ہاں بھی جائے تو مجھے کال کر کے بتادیتی ہے اجازت لے کر جاتی ہے۔ کہیں خدانخواستہ کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا۔" ضیا صاحب کے دل میں طرح طرح کے اندیشے جاگ رہے تھے۔

"شہوار نے بتایا تھا کہ وہ کالج سے بھی کافی پہلے نکل گئی تھی اس نے کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔" روشنی نے بتایا تو صبوحی بیگم اور شدت سے رونے لگی۔ احسن اور وقار صاحب مسلسل اس کے نمبر پر کال ملا رہے تھے جو مسلسل بند تھا۔ ولید لب بھینچے ایک طرف کھڑا تھا۔

"اسے بخار بھی تھا منع بھی کیا تھا کہ کالج مت جائے رات بھی بخار میں تپتی رہی تھی۔ اللہ میری بچی کو اپنی حفظ وامان میں رکھے میرا تو دل ہول رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے پولیس کو رپورٹ کردینی چاہیے خدانخواستہ اگر کوئی حادثہ بھی ہوچکا ہے تو کم از کم ہمیں اطلاع تو ملنی چاہیے۔" احسن نے موبائل ایک دم صوفے پر ڈالتے بہت ضبط سے کہا تو صبوحی بیگم اور بھی شدت سے رودیں۔

"مصطفیٰ کو کال کرو ولید اتنے گھنٹوں سے وہ غائب ہے اب مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔" احسن نے ولید کو دیکھا تو اس نے سر ہلا کر موبائل نکالا۔

"ٹھہرو، یہ چھوٹی بات نہیں ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی بدنامی ہو ہم خود ہی اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" وقار صاحب نے نڈھال سے لہجے میں کہا تو ولید نے گہرا سانس لیا۔

"اتنے گھنٹوں سے ہی کوشش تو کررہے ہیں اگر وہ ادھر ادھر ہوتی تو اب تک گھر پہنچ چکی ہوتی۔ اس طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھ سکتے نا۔" ولید کے انداز میں کافی تیزی تھی۔ احسن نے بھی سر ہلا کر اتفاق کیا تھا۔

"لیکن ولید بیٹا بات پولیس تک پہنچنے کا مطلب ہے کہ بات گھر سے نکل کر لوگوں کے علم میں آجائے گی۔ وقار ٹھیک کہہ رہا ہے یہ پاکستان ہے یہاں ایسی باتیں بہت تیزی سے پھیلتی ہیں۔ یہ وقت جذبات کا نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔" ضیاء صاحب نے بھی کہا تو اس نے نفی سے سر ہلایا۔

"مصطفیٰ کوئی غیر نہیں میرا دوست ہے وہ بات اپنے تک رکھے گا اس کی مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن کچھ دیر اور انتظار کرلو، پھر بے شک مصطفیٰ کو بلوالینا۔" وقار صاحب کا انداز تلخ تھا۔

ولید لب بھینچ کر باہر نکلا تو احسن بھی اس کے پیچھے فوراً لپکا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں پھر ادھر ادھر دیکھ لینا چاہیے ہوسکتا ہے وہ اپنے اسپتال وغیرہ میں ہو۔" اس کے سامنے آکر احسن نے ایک امید سے کہا تو ولید نے محض سر ہلایا۔

درحقیقت وہ اس قدر پریشان تھا کہ سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب ہوچکی تھیں اس نے انا پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ دل میں انا کے خلاف بے حد غصہ بھرا ہوا تھا۔ اس کی کم عقلی و بے وقوفی پر اس کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہ رہا تھا لیکن اس سب کے باوجود دل کے کسی بھی گوشے میں نہیں تھا کہ اسے کوئی نقصان پہنچے یا وہ اس طرح نظروں سے اوجھل ہوجائے جوں جوں وقت گزر رہا تھا اسے لگ رہا تھا کہ دل کی ہر دھڑکن مدھم پڑتی جارہی ہے۔

انا اس سے لاکھ بدظن اور بدگمان سہی مگر وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انا سے منگنی کی ہامی بھرنے کے لیے اس کے دل و دماغ میں صرف اور صرف انا کی محبت نے جگہ بنائی تھی۔ اس کے تمام تر بچکانہ رویوں کے باوجود وہ ہمیشہ اسے اس کی جذباتیت کا مارجن دے جاتا تھا لیکن وہ قطعی نہیں جانتا تھا کہ زندگی میں ایک ایسا مقام بھی آئے گا جب وہ انا کی بے اختیاری کے سامنے بے بس ہو جائے گا اور اب اس کی اس طرح گمشدگی کا سن کر دل گویا سب احتیاطیں بھول بیٹھا تھا۔ سب ناراضگی بھول کر اس کی تلاش کے لیے سرگرداں تھا مگر اس کا تو کوئی نام و نشان ہی نہیں مل پا رہا تھا۔ وہ لب بھینچے اپنے چٹختے اعصاب کو سنبھالتے احسن کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف بڑھ آیا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
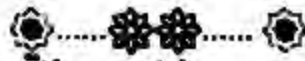
انا کی طرف سے وہ بے حد پریشان تھی جب سے روشی کی کال آئی تھی وہ مسلسل تمام دوستوں سے رابطے کے انا کے بارے میں پوچھ چکی تھی کوئی بھی اس کے بارے میں خصوصاً اس طرح بغیر کچھ کہے چلے جانے سے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔ اس نے اپنے جاننے والوں سب ہی سے اس کے بارے میں پوچھا تھا وہ مسلسل روشی سے رابطہ رکھے ہوئے تھے آٹھ بجے مصطفیٰ کی گھر واپسی ہوئی تھی۔ وہ دوپہر گھر آیا تھا اور پھر واپس چلا گیا تھا اور اب آیا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ روشی سے موبائل پر بات کر رہی تھی۔

"جس جس لڑکی سے ممکن ہو سکا ہے میں نے رابطہ کیا ہے اور مختلف لڑکیوں سے نمبرز لے کر دوسروں سے رابطہ کیا پر کوئی بھی انا کے بارے میں نہیں جانتا۔"

"تم دعا کرو اس کا پتا چل جائے وہ خیریت سے ہو پھوپو کا تو ٹینشن سے برا حال ہے۔" روشی رو رہی تھی۔ شہوار کی آنکھوں میں بھی نمی آ ٹھہری۔ انا اس کی نہ صرف بہت اچھی دوست تھی بلکہ بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ وہ بھلا کیسے سکون سے بیٹھ سکتی تھی۔ مصطفیٰ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے سر ہلا کر سلام کیا۔

"پریشان نہیں ہوں، ان شاء اللہ سب خیر رہے گی او کے میں بعد میں کال کرتی ہوں۔" اس نے اللہ حافظ کہہ کر کال بند کی۔

مصطفیٰ نے سنجیدگی سے دیکھا وہ دوپٹے سے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" موبائل بستر پر رکھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"انا نجانے کہاں غائب ہے دوپہر تک وہ کالج میں ہمارے ساتھ تھی پھر میں کسی کام سے سر سے ملنے چلی گئی تھی اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں مجھے یہ لگا کہ وہ گھر چلی گئی ہوگی۔ مگر وہ گھر بھی نہیں پہنچی۔ روشی نے ہی کال کر کے پوچھا کہ وہ میرے ساتھ ادھر ہے اس کے بعد سے وہ لوگ مسلسل اس کی تلاش میں ہیں لیکن کوئی خیر خبر نہیں مل رہی۔" اس کی آواز میں نمی گھلی ہوئی تھی۔

"مائی گاڈ، اسی لیے ولید نے کال کر کے تمہارا نمبر لیا تھا۔" شہوار نے سر ہلا دیا۔

"کچھ اندازہ ہے کہ وہ کہاں جا سکتی ہے۔" شہوار نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں کالج کی ان تمام دوستوں سے رابطہ کر چکی ہوں جن کے بارے میں مجھے شک تھا کہ انا ان کے پاس ہو سکتی ہے..... روشی اور آنٹی کا تو صدمے سے برا حال ہے وہ سب سمجھ رہے ہیں کہ کہیں خدانخواستہ ان کے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا وہ خود سے اکیلی کبھی بھی بغیر بتائے ایسے غائب نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ جاتی تو کم از کم کسی کو تو خبر ہوتی کالج میں ساتھ تھی مجھے تو ضرور بتاتی۔" مصطفیٰ نے اس کی بات بغور سنی تھی۔

"بڑی ہی کریٹیکل کنڈیشن ہے یہ تو۔" مصطفیٰ بھی تمام صورت حال سن کر پریشان ہو گیا تھا۔

"آپ مجھے اس وقت انا کے ہاں لے جاسکتے ہیں۔" ایک امید سے اس نے پوچھا تو مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھا اور پھر سر ہلا دیا۔

"میں چینج کرلوں اور پھر کھانا کھا کر چلتے ہیں تم بھی ریڈی ہو جاؤ۔"

❁......❁❁......❁

رات کے نو بج رہے تھے سڑک پر کاشفہ کی گاڑی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی پچھلی سیٹ پر کاشفہ کی دوست کے علاوہ انا بھی تھی۔ بھیگا چہرہ، بکھرے بال، نڈھال سا وجود۔ وہ اس طرح گاڑی میں بیٹھی تھی گویا اس کا اس گاڑی یا اس کے ماحول سے کوئی تعلق نہیں۔ بے حواس انداز۔ گاڑی چلاتی کاشفہ نے اسے بڑی استہزائیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ انا کا سارا طنطنہ ساری اکڑ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ چکی تھی۔ وہ اس وقت اس کے رحم و کرم پر بیٹھی ایک مجبور و بے بس اور لاچاری لڑکی تھی۔ جیسے ہی گاڑی ایک جانی پہچانی سڑک کے سامنے ایک جھٹکے سے رکی تو انا چونکی تھی۔ یوں جیسے وہ ایک دم حواس میں لوٹ آئی ہو۔ گاڑی رکتے ہی کاشفہ نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"اگر تم نے میرے ساتھ چیٹنگ کی کوشش کی تو تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں کس حد تک جاسکتی ہوں۔" انداز دھمکانے والا تھا۔ انا خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"چلو اترو اور جو کہا تم نے وہی کرنا ہے......ورنہ......!" اس کی دوست نے اس کی طرف کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اتری تو اس کی دوست نے اس کے ہاتھ میں اس کا بیگ، بکس اور موبائل تھما دیا تھا اور پھر گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی تھی۔ وہ خالی خالی نظروں سے اس گاڑی کو وہاں سے جاتا دیکھتی رہی تھی۔ کتنے ہی پل وہ اس طرح گم صم انداز میں وہاں کھڑی رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک گاڑی قریب سے گزری تو وہ چونکی وہ بیچ سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑے ٹوٹے قدموں سے چلی جارہی تھی۔ اپنے گھر کے گیٹ کے سامنے وہ رک گئی تھی۔

گزرا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگا تو اسے لگا کہ وہ اب اس گھر کی دہلیز کبھی پار نہیں کرپائے گی۔ اس کی ذات کا وہ سارا غرور، سارا فخر مٹی میں مل گیا تھا۔ اس کی چادر اس کے دائیں کندھے پر جھول رہی تھی اور ایک پلو زمین پر تھا۔ کئی پل اسی طرح ساکت صامت وہاں کھڑی رہی اور پھر اندرونی گیٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا اور وہ نڈھال سے انداز میں چلتی اندر داخل ہوئی تھی لان میں اندھیرا پھیلا ہوا تھا شاید کسی نے لائٹ ہی نہیں جلائی تھی۔

وہ اندر آئی تو لاؤنج کے دروازے کے پاس رک گئی۔ اندر سبھی بیٹھے ہوئے تھے۔ روتی ہوئی صبوحی بیگم کو شہوار نے ساتھ لگا رکھا تھا۔ ضیاء صاحب کو روشی کوئی میڈیسن کھلا رہی تھی۔ وقار صاحب سر تھامے صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے مصطفیٰ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے تسلی دے رہا تھا۔ احسن ٹہل رہا تھا اور ولید وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ جو خالی نظروں سے سبھی کو دیکھ رہی تھی ولید پر نگاہ پڑتے ہی اسے لگا اس کے اندر ایک طلاطم برپا ہو گیا ہے۔ سینے میں گویا آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔ وہ کئی ثانیے تک یک ٹک ولید کو دیکھے گئی تھی۔ تبھی احسن پلٹا اور اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

"انا......" وہ ایک دم پکارا اٹھا۔ سب کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تھی۔

ایک پل کو تو سبھی ساکت ہوئے تھے اور پھر اس کی طرف بڑھنے والی سب سے پہلے صبوحی بیگم تھیں۔ وہ ایک دم اس کی طرف لپکی تھیں۔

"انا......میری جان......میری بیٹی......!" وہ اسے ساتھ لپٹا کر شدت سے رو دی تھیں۔

انا اس طرح گم صم رہی تھی۔ کتابیں اس کے ہاتھ سے پھسل کر گر چکی تھیں۔ سب ہی اس کے گرد جمع ہو چکے تھے

سوائے ولید کے وہ اس طرح ساکت وصامت اسے دیکھ رہا تھا۔
"کہاں تھیں تم؟" اس سے جدا ہوتے انہوں نے پوچھا تو وہ سر جھکائے کھڑی رہی۔
"بتاؤ نا کہاں تھیں تم؟" اب کی بار انہوں نے جھنجوڑ کر پوچھا تو ضیاء صاحب ایک دم آگے بڑھے تھے۔
"کیا کررہی ہو صبوحی اسے بیٹھنے تو دو۔" انہوں نے اسے ساتھ لگا کر کہا۔
انہوں نے اسے صوفے پر بٹھایا تو شہوار نے آگے بڑھ کر زمین پر بکھری کتابیں اور موبائل اٹھالیا تھا اس کا بیگ اس کے بازو پر جھول رہا تھا۔ دوسرے کندھے پر چادر تھی وہ ابھی تک اسی کالج والے حلیے میں ہی تھی۔ بس فرق یہ تھا کہ اس کا چہرہ ستا ہوا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں بے تحاشا رونے سے سرخ اور ناک انار کی طرح دہک رہی تھی۔ انا کی حالت قابل تشویش تھی۔
"روشی بہن کے لیے پانی لاؤ۔" ضیاء صاحب کو اس دوران محسوس ہوا کہ وہ بخار سے دہک رہی ہے۔ وقار صاحب اور احسن نے ضبط سے لب بھینچ رکھے تھے جبکہ ولید خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا شہوار اور مصطفیٰ خاموش تماشائی ہے۔ وہ دونوں تو انا کی خبر لینے آئے تھے کیا پتا تھا کہ یہاں صورت حال یک دم بدلے گی روشی پانی لے آئی تھی تو ضیاء صاحب نے گلاس اس کے لبوں سے لگانا چاہا تو وہ سر پیچھے کرگئی تھی۔
"تم ٹھیک ہونا؟" انہوں نے دوبارہ پانی پلانے کی کوشش نہیں کی تھی گلاس ایک طرف رکھتے محبت سے پوچھا۔ وہ اس طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔
"انا کہاں تھیں تم۔" احسن اس کے پاس چلا آیا تھا۔
وہ اور ولید اس کی تلاش میں اس قدر خوار ہوچکے تھے کہ حد نہیں اور اب اسے یوں اس حالت میں سامنے دیکھ کر احسن کے اندر ایک دم غصے کا ابال اٹھا تھا۔
"بتاؤ کہاں تھیں تم؟" اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت طیش کے عالم میں پوچھا۔
"احسن پلیز اس کی کنڈیشن ٹھیک نہیں لگ رہی۔ یہ سنبھلتی ہے تو آرام وسکون سے پوچھ لینا۔" مصطفیٰ نے احسن کے غصے وطیش کو محسوس کرتے کہا تو وہ لب بھینچ کر تیزی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تو مصطفیٰ نے شہوار کو اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھی تھی۔ شہوار نے اس کی بکس اس کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی تھیں۔ خود اس کے بازو سے بیگ نکال کر چادر درست کی اور اس کا بازو تھام کر اٹھانا چاہا تھا۔
"چلو آؤ کمرے میں چلتے ہیں۔" اس نے کہا تو وہ نہیں اٹھی۔
"انا چلو آؤ نا؟" شہوار نے زور دیا اور پھر بازو سے تھام کر کھڑا کیا تو وہ خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ چل دی۔
شہوار اور روشی اسے لے کر کمرے کی طرف چلی گئی تھیں۔ صبوحی بیگم شدت سے رودیں۔
"اس سے پوچھنے تو دیں کہ وہ کہاں تھی یہ سب ایسی کیوں ہورہی ہے؟"
"وہ الجھی ہوئی ہے اس کی حالت دیکھو سنبھلتی ہے تو سب سوال جواب کرلینا لیکن ابھی اسے کوئی بھی مت چھیڑے۔" ضیاء صاحب نے سمجھایا تو وہ اور شدت سے رونے لگی تھیں۔
انا کا اس طرح غائب ہوجانا اور اب واپس آجانا، موبائل کا مسلسل آف رہنا کئی ایسے سوال اٹھا رہا تھا کہ خوف سے صبوحی بیگم کا دل بیٹھنے والا تھا۔ مصطفیٰ نے ماحول پر چھائی کشیدگی محسوس کرتے ولید کو دیکھا وہ اسی طرح دیوار کے ساتھ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے قریب آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چونک کر سر اٹھا کر دیکھا۔ چہرہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"تم بیٹھو میں آتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔ مصطفیٰ نے خاموشی اسے جاتے دیکھا تھا۔

وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی شہوار اور روشنی اس کے دائیں بائیں تھیں۔

"انا کیا مسئلہ ہے کہاں تھی تم۔ تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کس قدر پریشان رہے ہیں اس سارے عرصے میں ہم سب تو یہاں تک سوچ بیٹھے تھے کہ کہیں خدانخواستہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں ہو گیا ہم نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا ہے ولید بھائی اور احسن مختلف اسپتال تک کھنگال آئے ہیں۔" روشی نے کہا تھا وہ پھر بھی خاموش تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں، کچھ تو بولو۔" روشی نے اسے سختی سے جھنجوڑ ڈالا تھا انا کا چہرہ ایک دم بالکل زرد ہو گیا تھا۔

"روشی پلیز اس کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے۔" شہوار جو اسے بغور دیکھ رہی تھی ایک دم پریشان ہوئی تھی۔

تب ہی ولید کمرے کے دروازے پہ آرکا تھا۔ شہوار اور روشی دونوں نے اسے دیکھا تھا جبکہ انا اپنا سر اپنے گھٹنوں میں چھپا گئی تھی۔ وہ اندر آ گیا تھا۔

وہ قریب آیا تو روشی اور شہوار اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں۔ دونوں بغیر کچھ کہے باہر نکل گئی تھیں۔ ولید نے خاموشی سے اسے دیکھا تو وہ گھٹنوں میں سر دیے ہوئے تھی ولید اس کے سامنے بستر کے کنارے ٹک گیا تھا۔

"انا.....!" ولید نے پکارا تو وہ ساکت ہو گئی تھی۔ گویا پورا وجود پتھر ہو گیا ہو۔

"یہ سب کیا ہے، کہاں تھیں تم۔" وہ پوچھ رہا تھا لہجے میں بے پناہ سنجیدگی و سرد پن تھا۔ "اتنے گھنٹے کہاں تھیں تم...... تمہیں اندازہ ہے کہ ہم کتنا خوار ہوئے ہیں؟" انا کی پوزیشن میں ذرا بھی فرق نہ آیا تھا۔

"میں تم سے مخاطب ہوں انا۔" ایک دم تحکم سے کہتے ولید نے اس کا بازو پکڑا تو وہ اس کی طرف لڑھک گئی۔

ولید نے دیکھا اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ تھیں اور وہ ہونٹ کچل رہی تھی۔

"انا.....!" ولید نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن وہ ایک دم ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔ جب سے وہ لوٹی تھی یہ پہلا ری ایکشن تھا جو اس کے مسلسل پتھریلے وجود میں سے بیدار ہوا تھا۔ ولید لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

اس کا وجود لرز رہا تھا۔ سسکیاں بے اختیار تھیں۔ ولید اس کے یوں رونے سے الجھ گیا تھا اس کا اس طرح کئی گھنٹے غائب رہنا اور اب خود ہی واپس آ جانا ایک سوالیہ نشان تھا جس کا کوئی سرا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے بڑی بے چین سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ نظر میں کھوج تھی۔ وہ بالکل اسی حلیے میں تھی جس حلیے میں وہ صبح کالج کے لیے نکلی تھی۔ لیکن حلیہ بکھرا ہوا تھا۔ وہ روتے روتے پھر اپنے گھٹنوں میں سر جھکا گئی تھی ولید خاموشی سے بیٹھا رہا تھا کچھ توقف کے بعد اس کی سسکیاں تھم گئی تھیں۔

"انا.....!" ولید نے پکارا پر وہ چپ ہی رہی۔

"انا.....!" ولید نے اس کا بازو تھامنا چاہا تو وہ ایک دم اس کے ہاتھ کے دباؤ سے ایک طرف لڑھک گئی۔

"انا.....!" ولید ایک دم پریشان ہوا اور اس کو سیدھا کیا اور ہاتھ تھام کر نبض چیک کی۔ انا بے ہوش ہو چکی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر ولید کے اندر ایک دم وحشت سرائیت کرتی چلی گئی۔

"روشی......!" اس نے اونچی اور تیز آواز میں پکارا تو روشی کے ساتھ ساتھ شہوار بھی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دونوں شاید باہر ہی تھیں جو فوراً آ گئی تھیں۔

"کیا ہوا؟" انا کو اس طرح اس حالت میں پڑے دیکھ کر دونوں بے اختیار آگے بڑھی تھیں۔

❁......❁❁❁......❁

رابعہ کھانے کے بعد اپنا کمپیوٹر کھولے بیٹھی تھی۔ ابھی وہ ایک سائٹ سرچ کر رہی تھی جب اس کا موبائل بجنے لگا تھا۔

اس نے کال ریسیو کی دوسری طرف ہادیہ تھی جو سلام دعا کے بعد پوچھ رہی تھی۔
"کیا کر رہی ہو؟"
"بھابی کو کپڑوں کے کچھ ڈیزائن درکار تھے وہی سرچ کر رہی ہوں۔"
"او کے۔" دوسری طرف وہ سنجیدہ تھی۔
"تم کیا کر رہی ہو؟"
"میں فیس بک یوز کر رہی تھی ابھی ایک پوسٹ دیکھی تو سوچا تم سے ہی بات کرلوں۔" ہادیہ سے بات کرتے کرتے رابعہ نے ایک دو ڈیزائن کو سلیکٹ کرلیا تھا۔
"کیسی پوسٹ؟" انداز بے پروا تھا۔
"تمہاری اور سر عباس کی کچھ پکس ہیں۔" ہادیہ نے بتایا تو وہ ایک دم چونکی۔
"کیا مطلب۔"
"کس کی پکس ہیں؟" اس کی تمام تر توجہ ڈیزائنز سے ہٹ گئی تھی۔
"تم اپنی آئی ڈی اوپن کرو اور میری وال چیک کرو تمہیں سب پتا چل جائے گا۔" ہادیہ نے بتایا تو وہ ساکت ہوگئی تھی اس نے فوراً فیس بک اپنی آئی ڈی لاگن کی تو ہادیہ کی کال ابھی جاری تھی۔
اس نے ہادیہ کی آئی ڈی اوپن کی تو سب سے پہلی پوسٹ دیکھ کر ہی اس کے پیروں تلے سے گویا زمین سرک گئی تھی۔ اس کی اور سر عباس کی وہی تصاویر تھیں جو سر عباس کی بیوی عادلہ نے اسے بھجوائی تھیں جس کے ساتھ دھمکی بھی تھی کہ وہ ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر لگادے گی اور اب یہ تصاویر سوشل میڈیا پر تھیں۔ وہ جانتی تھی یہ سب فیک ہے مگر یقین کون کرتا۔ وہ بت بنی آنکھیں پھاڑے تصاویر دیکھ رہی تھی۔ سر عباس کے ساتھ اس کی انتہائی واہیات قسم کی تصاویر تھیں۔
"رابعہ.....؟" ہادیہ نے پکارا تو وہ چونکی۔
"دیکھا تم نے۔"
"ہادیہ یہ تصاویر۔" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ وہ ایک محتاط اور مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی تھی۔ وہ یہ سب بدنامی افورڈ نہیں کرسکتی تھی۔
"یہ عادلہ نے اپ لوڈ کی ہیں اور مجھے بھی ٹیگ کیا تھا۔"
"یہ جھوٹ ہے یہ تصاویر سب فیک ہیں۔" وہ ایک دم رونے لگی تھی۔
"ہاں میں جانتی ہوں ذرا پوسٹ کو چیک کرو دیکھو کتنے سارے لوگوں کو عادلہ نے ٹیگ کیا ہوا ہے۔ ان میں سے تو سر عباس کے بہت قریبی جاننے والے ہیں یا اصل میں تمہیں نہیں بلکہ سر عباس کو بدنام کرنا چاہ رہی ہے۔"
"ہادیہ میری آئی ڈی پر تو میرے بھائی اور بھی بہت سے جاننے والے ایڈ ہیں اگر کسی نے یہ سب دیکھ لیا تو۔" وہ رو رہی تھی۔ متوقع بدنامی کے خوف نے اسے منجمد کردیا تھا۔
"میں بھی یہی سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں نجانے اس نے کس کس جگہ یہ پکس شیئر کی ہیں ان پوسٹوں پر لوگوں کے کمنٹس پڑھو ذرا۔" ہادیہ نے کہا تو اس نے جھلملاتی آنکھوں سے کمنٹس دیکھنا شروع کیے۔ ہر دوسرے بندے کا کمنٹس اس کے وجود سے گویا جان نکالتا چلا جارہا تھا۔
"یہ بکواس ہے سب۔" دوسری طرف ہادیہ نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
"آئی نو۔"

"سر عباس کو پتا نہیں علم بھی ہے کہ نہیں اتنے بڑی انسان ہیں وہ پتا نہیں وہ فیس بک کے اسٹیٹس دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے ایک بار دیکھ لیا تو سچ کہوں یہ عادنہ زندہ نہیں بچے گی۔" ہادیہ کہہ رہی تھی اور وہ بس روتی رہی تھی۔

"تم سر عباس سے بات کروان کو بتاؤ اگر بات پھیل گئی تو بہت دور تک جائے گی۔" ہادیہ مشورہ دے رہی تھی۔

"میں..... میں بھلا ان سے کیا کہوں۔" اس واقعہ نے گویا ساری عقل خبط کردی تھی۔

"اوکے تم ٹینشن مت لو میں سر سے بات کرتی ہوں۔" ہادیہ نے کہا۔

"عادنہ جیسی عورت سے وہ خود ہی نبٹ لیں گے۔" ہادیہ کے الفاظ پر وہ چپ رہی تھی وہ اسے مزید چند اور تسلیاں دیتے کال بند کرگئی تھی جبکہ وہ ابھی تک بے حس وحرکت بیٹھے بہتے آنسوؤں سے کمپیوٹر کی اسکرین پر روشن جگمگاتی تصاویر دیکھ رہی تھی۔

۞......❀❀......۞

انا کے نروس سسٹم پر اثر ہوا تھا تاہم خطرے والی کوئی بات نہ تھی دو تین گھنٹوں بعد اسے ہوش آ گیا تھا لیکن ذہنی طور پر وہ اس قابل نہ تھی کہ کسی سے بات کرتی یا سوال وجواب کا سلسلہ چلتا۔ ڈاکٹرز نے اسے پھر سے ٹرینکولائزر کے حوالے کردیا تھا۔ سب ہی کا پریشانی اور ٹینشن سے برا حال تھا۔

پہلے انا کی گمشدگی اور اب اس کی یہ کنڈیشن صبوحی بیگم کا تو رورو کر برا حال تھا۔ ضیاء صاحب تو مسلسل تسلیاں دے رہے تھے۔ ولید گم صم تھا۔ وقار صاحب خاموش تھے اور احسن اس کے اندر گویا غم وغصے کا طوفان اٹھا ہوا تھا۔ انا کا اس طرح مسلسل کئی گھنٹوں تک غائب رہنا اور پھر اس طرح گھر واپسی اور اب یہ بے ہوشی؟

مصطفیٰ اور شہوار دونوں مسلسل تسلی ودلاسے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے تھے۔ روشی گھر پر تھی۔ انا کی طبیعت سنبھلی تو ضیاء، وقار اور صبوحی بیگم کو بزور اصرار گھر بھجوادیا گیا تھا۔ انا کو دودن کم ازکم اسپتال ڈاکٹرز کی زیرنگرانی رکھنا تھا۔ احسن اور ولید وہیں رک گئے تھے۔ احسن بار بار ولید سے نظریں چرا رہا تھا جس کا انداز بہت کچھ سوچتا ہوا اور گم صم تھا۔ نجانے کیوں احسن کو لگ رہا تھا کہ انا کی گمشدگی اور پھر واپس آنے کے پیچھے انا کا اپنا ہاتھ ہے۔ اگر کوئی حادثہ نہ ہوتا یا کوئی اور وجہ ہوتی تو انا واپسی پر اس طرح ری ایکٹ نہ کرتی۔

ضیاء صاحب اور باقی لوگوں کے جانے کے بعد مصطفیٰ نے شہوار سے واپس چلنے کا کہا وہ انا کے پاس ہی تھی ڈاکٹر نے اسے ایک تو میڈیکل اسٹوڈنٹ کے سبب دوسرا مصطفیٰ کے کارڈ دکھانے پر روم میں انا کے پاس جانے دیا تھا۔ وہ کمرے سے نکل کر مصطفیٰ کے ساتھ ایک طرف بینچ پر بیٹھے ولید اور احسن کے پاس آ گئے تھے۔

"اوکے یار چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا تو ولید اور احسن دونوں کھڑے ہوگئے تھے۔

"تھینکس یار ہماری وجہ سے تم لوگوں کو اتنی پریشانی اٹھانا پڑی۔" احسن نے مصطفیٰ سے ہاتھ ملاتے کہا تو مصطفیٰ مسکرا دیا۔

"کوئی پریشانی نہیں اور نہ ہی کوئی زحمت اٹھائی ہے یہ تو ہمارا اخلاقی فرض تھا۔"

"انا کو جب مکمل طور پر ہوش آ ئے تو مجھے اطلاع کردیجیے گا۔" شہوار نے بھی کہا تو احسن نے سر ہلایا۔

"اوکے ولید ڈونٹ وری سب ٹھیک ہوجائے گا۔" مصطفیٰ نے ولید کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

وہ دونوں سلام دعا کے بعد چلے گئے تو ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔ احسن نے بغور اسے دیکھا وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا وہ سیکنڈ فلور پر تھے باہر سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کی روشنیاں تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" احسن نے پوچھا تو ولید چونکا۔

"کچھ بھی نہیں۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا تو احسن نے سر جھکا لیا۔

"ولید میں تمہاری فیلنگز اور کنڈیشن سب سمجھ رہا ہوں میں جانتا ہوں انا کی اس طرح گمشدگی اور پھر خود واپس آ جانے پر تم کیا ہم سب بہت الجھ گئے ہیں۔ ذہن میں طرح طرح کے سوالات اٹھ رہے ہیں لیکن کچھ کہنے، کوئی حتمی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہیں۔ اب اصل بات تو انا ہی بتا سکتی ہے۔ پلیز تم ابھی ایسی ویسی کوئی بات نہیں سوچنا وہ ہوش میں آ تی ہے تو میں خود اس سے بات کروں گا۔" وہ اس کے سامنے شرمندہ تھا۔ ندامت سے بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔ میں ایسا ویسا کچھ بھی نہیں سوچ رہا۔ میں انا کو اچھی طرح سے نہ سمجھ رہا ہوتا تو بھی جانتا تھا کہ وہ کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے۔ رہ گئی اس کی گمشدگی والی بات بس وہ الجھا رہی ہے خیر وہ واپس آ گئی ہے جب ہوش میں آ ئے گی تو صحیح صورت حال کا بھی علم ہو جائے گا۔ ابھی قبل از وقت کچھ بھی کہنا درست نہیں ہوگا۔" ولید کے الفاظ گویا احسن کے اندر زندگی بھر کر رہ گئے تھے۔ اس نے ایک گہرا طمانیت بھرا سانس لیا تھا۔

وہ جانتا تھا انا کرداری لحاظ سے کوئی کمزور لڑکی نہیں ہے لیکن پھر بھی اسے اس طرح گھر میں دیکھ کر وہ خائف ہو گیا تھا دل میں خوامخواہ کے خدشات جو در آ ئے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ انا سے بس ایک پل میں ساری حقیقت اگلوا لے۔

"تم انا کے پاس چلے جاؤ میں ذرا تب تک باہر کینٹین سے کچھ کھانے پینے کو لے آ ؤں۔ انا کی پریشانی میں بھی بھوکے پیاسے بیٹھے ہوئے تھے یقیناً تمہیں بھی بھوک لگی ہو گی۔" احسن ولید کے الفاظ سے ایک دم ہلکا پھلکا ہوا تھا۔

وہ چلا گیا تو وہ روم میں آ گیا تھا۔ مصطفیٰ کی بدولت پیشنٹ کے ساتھ ایک وقت میں صرف ایک اٹینڈنٹ کو ساتھ رہنے کی اجازت ملی تھی۔ نرس انا کے پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں میں ادھر ہی ہوں۔" انا کو ڈرپ لگی ہوئی تھی اور وہ خود ادویات کے سبب بے خبر تھی۔ نرس اس کی تسلی پر اسے کچھ ہدایات دے کر چلی گئی تھی۔ وہ آ ہستگی سے انا کے بستر کے پاس آ رکا تھا۔

وہ بے خبر لیٹی ہوئی تھی۔ سفید چادر اس نے کندھوں تک اس کے وجود کو ڈھانپے ہوئے تھے بس چہرہ اور دایاں بازو باہر تھا جس پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ ولید کو اس کے گزشتہ روا رکھے گئے تمام سلوک یاد آ نے لگے تو اس نے لب بھینچ لیے۔ وہ اس سے اس حد تک بدگمان ہو چکی تھی کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

انا کی خفگی، اس کی ناراضگی اور اس کے شکوے اگر عام نوعیت کے ہوتے تو وہ ہنسی خوشی اس کا ہر نخرہ سر آ نکھوں پر اٹھاتا۔ ابھی تک تو وہ یہی کرتا آیا تھا مگر اب ایک دم اس نے گویا اسے آ سمان سے زمین پر پٹخ دیا تھا۔ اتنی بدگمان تھی کہ حد نہیں اور اس سے کچھ سننے کی بھی روادار نہ تھی۔ لیکن اب انا کی تکلیف اسے تکلیف سے دوچار کر رہی تھی۔ ولید آ ہستگی سے کرسی بستر کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ ولید نے آ ہستگی سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ نرم سبک سا ہاتھ اپنی تمام تر نرمی لیے اس کے ہاتھ کے نیچے تھا۔ وہ جو اس کی بدگمانی پر اس پر بے انتہا غصے کے عالم میں اس کے رخسار پر اپنا ہاتھ اٹھا بیٹھا تھا اور جس پر اسے قطعی پچھتاوا بھی نہ تھا لیکن اس وقت اپنی تمام تر انسلٹ بھلائے وہ بھی یہ سوچ رہا تھا کہ انا کہاں تھی اتنے گھنٹے اور گھر واپس آئی بھی تو پھر کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔

اگر کہیں گئی بھی تھی تو کم از کم رسپانس تو دیتی، کوئی جواب.... کچھ تو کہتی۔ اسے انا کا وہ گم صم انداز بے انتہا الجھا گیا تھا۔ وہ ابھی اسی انداز میں گم صم بیٹھا ہوا تھا کہ نرس اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں شاپر تھا۔

"آپ کے ساتھ جو صاحب تھے انہوں نے یہ بھجوایا ہے اور کہہ رہے تھے کہ وہ نیچے ویٹنگ روم میں جا رہے ہیں اگر کوئی

بھی مسئلہ ہو موبائل فون پر ان سے رابطہ کرلیجیے گا۔" شاپر اسے تھما کر نرس نے کہا۔
ولید نے شاپر کھول کر دیکھا اندر کھانے پینے کے لوازمات تھے لیکن اس وقت اس کے اندر کھانے پینے کی قطعی طلب نہ تھی۔ اس نے بے دلی سے شاپر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔
"آپ رات بھر یہاں ہی رک رہے ہیں؟" نرس کو ولید کی پرسنالٹی بہت اٹریکٹ کر رہی تھی اس نے پوچھا تو ولید نے اسے دیکھا۔
"جی۔" مختصر جواب دے کر اس نے پھر انا کو دیکھا۔
"یہ آپ کی کیا لگتی ہیں؟" نرس نے اسے یوں بغور دیکھتے پوچھا تو وہ چونکا۔
"آپ کو کیا لگتا ہے کیا رشتہ ہوسکتا ہے ہمارا؟" انداز وہی سنجیدہ تھا وہ ابھی تک آفس والے حلیے میں ہی تھا۔ انا کی ٹینشن میں سارا وقت خوار ہوتے اس وقت حلیہ کافی شکن آلود تھا مگر دیکھنے والوں کو اس میں بھی کافی گریس اور اٹریکشن فیل ہو رہی تھی۔
"وائف ہیں شاید آپ کی۔" ولید نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی تمام تر توجہ سامنے کھڑی نرس کی طرف مبذول کر دی تھی۔
"آپ کو ایسا کیونکر فیل ہوا۔"
"آپ جس طرح کچھ پل قبل ان کو دیکھ رہے تھے۔" نرس بڑی پراعتماد تھی مسکرا کر کہا تو ولید کے ہونٹوں پر بڑی بے اختیاری مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔
"یہ میری کزن ہیں اور فیانسی بھی۔" ولید نے دھیرے سے کہا تو نرس مسکرائی۔
"یعنی میرا انگا کچھ حد تک درست ثابت ہوا ہے۔" ولید محض مسکرایا تھا۔
"ویسے انہوں نے ایسی کیا ٹینشن لی کہ نروس سسٹم ہی متاثر ہوگیا۔" نرس کا انداز بے تکلف تھا۔ درمیانے نقوش کی مالک پرکشش سی نرس تھی۔
"اس سوال کا جواب تو آپ ان سے ہی پوچھیے گا اگر ہوش آ گیا تو۔" ولید ایک دم سنجیدہ ہوگیا تھا۔
"اوہ یعنی آپ دونوں کا جھگڑا ہوا ہے۔" ولید کے جواب سے نرس فوراً مین پوائنٹ تک پہنچی تھی۔
"اپنی فیانسی سے جھگڑنا اچھی بات تو نہیں یقیناً کوئی سیریس بات ہوگی لیکن یہ بھی تو دیکھیں یہ کتنی کیوٹ اور پیاری ہیں آپ کا دل کیسے کر گیا ان سے جھگڑنے کو۔" نرس بلا کی باتونی تھی۔ ولید نے گہرا سانس لے کر رہ گیا۔
"آپ کو غلط فہمی ہوگئی ہے خاتون، میرا ان محترمہ سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ یہ اس حالت تک کیونکر پہنچی ہیں اس کے متعلق میں بھی بے خبر ہوں ہوش آ گیا تو آپ پوچھ کر بتایئے گا شاید مجھے بھی خبر ہو جائے۔" ولید کا انداز قطعی تھا۔ کچھ سنجیدہ اور دوٹوک بھی۔
"آپ شاید مائنڈ کر گئے ہیں۔" ولید نے پھر نہ کہا۔
"میں ادھر ہی ہوں آپ نے باہر جانا ہو تو چکر لگالیں میں آج رات ادھر ہی رکوں گا۔" ولید نے بغیر نرس کو دیکھے کہا تھا۔
"آپ کی فیانسی کو اب صبح ہی ہوش آئے گا دوائیوں کے زیر اثر ہے آپ سونا چاہیں تو دوسرا بیڈ یوز کر سکتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی ضرورت ہو یا کوئی مسئلہ ہو یہ بیل بجا دیجیے گا میں فوراً آ جاؤں گی۔" نرس کہہ کر باہر چلی گئی تھی۔
ولید نے اس کے جانے کے بعد پھر انا کو دیکھا اور ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا۔

❁......❁❁......❁

ہادیہ نے عباس کو کال کی تو وہ سونے کی تیاری میں تھا لیکن اس کی کال کے بعد تمام نیند اڑ چکی تھی وہ فوراً اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن عادلہ کا کارنامہ دیکھ کر وہ مارے غصہ کے کمرے میں ٹہلنے لگا تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ عادلہ سامنے ہوتی تو وہ اس کو زندہ در گور کر دیتا۔ عباس نے فوراً رابعہ کو کال کی لیکن دوسری طرف رابعہ کی سسکیاں سن کر دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔

"میں نے کیا بگاڑا تھا اس عورت کا سر میرا قصور صرف یہ تھا کہ میں آپ کی اسپلائی تھی اور میں نے اس کی آفر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"رابعہ پلیز خود کو سنبھالیں۔" عباس ازحد شرمندہ ہو رہا تھا۔

"سر میں بدنام ہو جاؤں گی سر اگر میری فیملی کو علم ہو گیا تو میں اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گی۔" اس کی سسکیاں تھمنے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔ عباس کے دل پر منوں بوجھ پڑ رہا تھا۔

"رابعہ پلیز...... میں وعدہ کرتا ہوں آپ پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری بات کا اعتبار کریں، بلیو می۔"

"لیکن سر میری فیملی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔" عباس کے الفاظ بھی اس کی تسلی و تشفی نہیں کر پا رہے تھے وہ اور شدت سے رونا شروع ہو گئی تھی۔

"سر میں ایک عزت دار گھرانے کی بیٹی ہوں سر میں نے ہمیشہ اپنے چہرے کو بری نظر سے بچانے کی کوشش کی تھی اور اب یہ عالم ہے کہ ساری دنیا کے سامنے میرا چہرہ رکھ دیا گیا ہے اور ہر کوئی اپنی ذہنی سطح کے تحت میرے چہرے پر کمنٹس پاس کر رہا ہے۔" عباس کے اندر ایک دم شدید ہیجانی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی دل چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر عادلہ کا گلا دبا دے۔

"رابعہ پلیز، دیکھیں میری بات کا اعتبار کریں میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا لیکن صبح ہوتے ہی سب معاملہ ہینڈل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" عباس کے لہجے میں بے بسی کی انتہا تھی۔

"میرے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے سر میں سچ کہتی ہوں اگر میری ذات میرے کردار اور میرے خاندان کی عزت کو کوئی نقصان پہنچا تو میں آپ کو بھی کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ اس وقت اذیت کے عالم میں تھی روتے ہوئے کہہ کر اس نے کال بند کر دی تھی۔ عباس موبائل بستر پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

بات اگر اس کی ذات تک ہوتی تو وہ شاید خاموش رہتا لیکن اب بات لوگوں تک پہنچ چکی تھی ایک لڑکی کی پوری ذات داؤ پر لگ گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عادلہ نے یہ عمل کیوں اٹھایا ہوگا۔ محض اپنی طلاق کا بدلہ لینے اور اپنے بھائی کی گرفتاری کا سن کر گھر واپسی پر ہی تو یہ خوش خبری ملی تھی کہ ایاز گرفتار ہو چکا ہے۔ عباس پریشانی سے ٹہل رہا تھا تبھی باہر گاڑی کے ہارن نے متوجہ کر لیا تھا مصطفیٰ کی گاڑی تھی۔ مصطفیٰ شہوار کے ہمراہ اپنے دوست کے ہاں گیا ہوا تھا شاید ابھی واپسی ہوئی تھی۔

عباس نے ایک دو پل کچھ سوچا اور پھر باہر نکل آیا۔ شہوار اور مصطفیٰ اندر داخل ہوئے تو عباس کو دیکھ کر رک گئے۔

"السلام علیکم!" دونوں نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"مل آئے دوست سے۔"

"جی۔" دونوں نے ولید کے ہاں جانے کی اصل وجہ گھر میں کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ ڈسکس کرنا ہے اس وقت کچھ زحمت تو ہوگی لیکن چینج کرنے کے بعد میرے کمرے میں آ جاؤ وہیں بات کرتے ہیں۔" عباس کا انداز سنجیدہ تھا مصطفیٰ چونکا۔
عباس واپس کمرے میں چلا گیا تو مصطفیٰ نے پرسوچ نظروں سے انہیں جاتے دیکھا تھا وہ اسے کچھ پریشان سے لگے تھے۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ ہو رہے تھے سبھی اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔
"آپ چلیں میں ماں جی سے مل آؤں۔" شہوار کہہ کر مہرالنساء کے کمرے کی طرف چل دی۔
مصطفیٰ کچھ سوچتے اپنے کمرے میں آیا اور لباس بدلا اور فریش ہو کر وہ عباس بھائی کے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔
"ادھر ہی آ جاؤ مصطفیٰ۔" عباس کے کہنے پر وہ ان کے پاس ہی بستر پر بیٹھ گیا تھا۔
"یہ دیکھو مصطفیٰ۔" تھی تو شرمندگی کی بات لیکن مصطفیٰ سے شیئر کیے بغیر کوئی اور حل بھی نہ تھا۔ مصطفیٰ نے چونک کر اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھا تھا۔
"یہ.....!" مصطفیٰ ایک دم ساکت ہوا تھا۔ اس نے فوراً نگاہ ہٹائی تھی۔ عباس سر جھکائے ہوئے تھا۔
"یہ سب فیک ہے۔ تم ذرا پوسٹ دیکھو یہ عادلہ کا کام ہے وہ پہلے بھی کچھ ایسی پکس بنوا کر میری ایک ایپلائی کو بھجوا چکی تھی اور اب مجھ سے طلاق کا بدلہ لینے کے لیے یہ سب کر رہی ہے تاکہ وہ ہمیں بدنام کر سکے۔" عباس نے زہرخند لہجے میں کہا۔
"اوہ۔" اس کے بعد عباس نے اسے تمام تفصیل کہہ دی تھی مصطفیٰ لب بھینچے حیرت زدہ تھا۔ محض انتقام کے لیے کوئی عورت اتنی بھی گر سکتی ہے اور اس سے بھی زیادہ شرمندگی کا مقام یہ تھا کہ یہ نفسیاتی طور پر دیوالیہ عورت کبھی ان کے خاندان کا حصہ تھی۔ ان کے آفاق کی حقیقی ماں۔
"تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں نے شادی کے بعد اس عورت کے ساتھ کس قسم کی ذہنی اذیت برداشت کی ہوگی میں نے کوئی خوشی سے طلاق کا فیصلہ نہیں کیا تھا کاش کوئی جان سکتا میں ان دنوں کس قدر ڈسٹرب رہا ہوں لیکن میں محض اس عورت کی وجہ سے یہ سب کرنے پر مجبور ہوا تھا۔" عباس ازحد پریشان تھا۔
"لیکن اب میری وجہ سے وہ معصوم لڑکی بدنام ہو رہی ہے لوگ محض وہی دیکھتے ہیں جو ان کو دکھایا جاتا ہے لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ ان تصاویر کے پیچھے اصل حقیقت کیا ہے پہلے میں نے یہ مسئلہ بابا کے سامنے رکھا تھا تو انہوں نے میرے طلاق کے فیصلے کی حمایت کی تھی اب تم سے کہہ رہا ہوں تم بتاؤ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو مجھے اپنی قطعی فکر نہیں لیکن مجھے اس معصوم لڑکی کی پروا ہے۔" مصطفیٰ کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا تھا۔
"سب سے پہلا حل یہی ہے کہ آپ کی طرف سے عادلہ پر کیس ہوگا جس کے تحت اس کو گرفتار کر کے ان تمام جگہوں پر جہاں جہاں پوسٹنگ کی گئی ہیں یہ تصاویر ڈیلیٹ کرائی جائیں دوسرا حل یہ ہے کہ کل خود جا کر اس سے بات کر لیتے ہیں تاکہ علم ہو کہ وہ کیا چاہتی ہے۔" مصطفیٰ نے حل پیش کیا۔
"صاف اور واضح بات ہے کہ وہ محض انتقاماً یہ سب کر رہی ہے اور کوئی ریزن نہیں اس سے بات کرنا سب بے کار ہے میں اس پر سب ہتھکنڈے استعمال کر چکا ہوں وہ عورت کچھ سمجھنے سمجھانے والی نہیں ہے۔"
"چلیں ٹھیک ہے پہلی فرصت میں یہی کام کرتے ہیں عادلہ کو زبردستی ہر اس جگہ پر جہاں جہاں اس نے پکس شیئر کی ہیں ڈیلیٹ کراتے ہیں باقی کا کام بعد میں دیکھیں گے آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مصطفیٰ کا انداز تسلی دینے والا تھا۔

"مجھے خود سے زیادہ اس لڑکی کی فکر ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں مصطفیٰ وہ کس قدر زود رنج ہے وہ کرداری لحاظ سے بہت اچھی لڑکی ہے تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ باکردار لڑکیوں کے لیے یہ سب مرجانے کے مترادف ہوتا ہے۔" عباس کا لہجہ ایک دم رنجیدہ ہوگیا تھا۔

"وہ لڑکی بہت پاکیزہ خیالات کی مالک ایک مضبوط لڑکی ہے اس کے وجود نے مجھے احساس دلایا تھا کہ عادلہ جیسی عورتوں کے باوجود دنیا میں ابھی باکردار لڑکیوں کی کمی نہیں۔ کاش تم اندازہ لگا سکتے اس لڑکی کی مضبوطی اور کردار کی پختگی کا۔" مصطفیٰ نے اپنے بڑے بھائی کو بغور دیکھا۔ رابعہ کے لیے عباس کے لب و لہجے میں ازحد عقیدت و احترام تھا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ٹینشن نہ لیں میں کوشش کرتا ہوں کہ سب ٹھیک ہوجائے ویسے عادلہ کی آئی ڈی ہیک کرانا مشکل کام نہیں ایک جاننے والا ہے اس کو کہتا ہوں باقی کا کام عادلہ کو سامنے بٹھا کر کرالیں گے۔" مصطفیٰ نے کہا تو عباس کو اس کی یہ بات پسند آئی تھی مصطفیٰ نے کسی کو کال کی اور پھر اسے عادلہ کی آئی ڈی کہا کہ تمام ڈیٹیلو سمجھانے لگا تھا۔

وہ دونوں ابھی باتیں کررہے تھے کہ شہوار ٹرے میں چائے کے مگ لیے چلی آئی تھی۔ وہ لباس بدل چکی تھی عباس نے اسے دیکھ کر لیپ ٹاپ ایک طرف کردیا تھا۔ اس نے دونوں کو چائے کے مگ تھمائے تھے۔

"آپ چائے نہیں لے رہیں۔" عباس بھائی کے سامنے مصطفیٰ نے مسکرا کر شہوار سے پوچھا تھا الفاظ میں احترام تھا۔

"نہیں نیند آرہی ہے بس نماز پڑھ کر سوؤں گی۔" شہوار نے مسکرا کر جواب دیا۔

"او کے میں عباس بھائی کے ساتھ کچھ بزی ہوں۔ فارغ ہوکر آجاؤں گا۔" مصطفیٰ نے کہا تو وہ سر ہلا کر چلی گئی۔

وہ دونوں کافی دیر تک اکٹھے بیٹھے رہے تھے مصطفیٰ نے جس کو کال کی تھی اس شخص نے منٹوں میں آئی ڈی ہیک کرکے نیا پاس ورڈ لگا کر اس کو بتادیا تھا۔ اس کے بعد اس شخص کی ہدایات پر مصطفیٰ اور عباس کافی دیر تک عادلہ کی آئی ڈی سے جہاں جہاں پکس اپ لوڈ ہوئی تھیں ڈیلیٹ کرچکے تھے۔

فیس بک کے علاوہ اور نجانے کہاں کہاں تصاویر شیئر کی گئی تھیں اس بات سے وہ بے خبر تھے اب آدھی ٹینشن تو ریلیف ہوچکی تھی باقی کا کام اب صبح کرانا تھا عباس بہت حد تک پرسکون ہوچکا تھا۔ مصطفیٰ جب عباس کے کمرے سے ان کو تسلی دلاسے دے کر نکلا تو اڑھائی بج رہے تھے۔

دروازہ ان لاک تھا مصطفیٰ نے ہاتھ رکھا تو کھلتا چلا گیا۔ شاید اس کے لیے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ نائٹ بلب روشن تھا باقی لائٹس آف تھیں۔ شہوار سوچکی تھی۔ مصطفیٰ نے اس کے سر کے نیچے سے کشن کھینچ لیا تھا لیکن پھر بھی اس کی نیند نہیں ٹوٹی تھی مصطفیٰ مسکرا کر اس پر جھکا تھا۔

"شہوار....." اگلے ہی پل اس کی نیند ٹوٹ گئی تھی۔

"بڑی گہری نیند تھی۔" مصطفیٰ نے چھیڑا تو وہ جھینپ گئی۔

"آپ سوئے نہیں۔" اس سے نظریں چرا کر تھوڑا پیچھے ہٹتے اس نے پوچھا۔

"عباس بھائی کے ساتھ تھا ابھی کمرے میں آیا ہوں۔" مصطفیٰ نے اس کے رخسار سے بالوں کی لٹ پیچھے کرتے کہا تو وہ چونکی۔

"کیا ٹائم ہوا ہے؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"اڑھائی۔"

"ارے اتنی دیر تک ادھر رہے کوئی خاص بات تھی۔" بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بناتے اس نے پوچھا۔

"ہاں ان کا کوئی مسئلہ تھا۔"
"کوئی سیریس بات تھی کیا۔"
"بس تھا ایک مسئلہ۔" مصطفی نے ٹالا تو وہ خاموش ہوگئی۔
"میں انا کی وجہ سے بہت ٹینس ہوں بس سارا وقت اسی کو سوچتی رہی پھر آنکھ لگ گئی تھی۔" دوپٹہ کندھوں پر ڈالتے اس نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفی نے گہرا سانس لیا۔
"ہاں انا کی وجہ سے میں بھی الجھ گیا ہوں۔ سب سے اہم بات وہ کہاں تھی اگر خود کہیں غائب تھی تو پھر موبائل آف کرنے والی بھلا کیا بات تھی اور اگر واپس آ بھی گئی تھی تو وہ ایسا رویہ کیوں تھا کسی بھی بات کا کوئی رسپانس نہیں اور اس کے اس طرح طبیعت کا بگڑنا، اچھا خاصا الجھا ہوا مسئلہ ہے یہ تو۔" مصطفی نے تفصیلاً کہا تو وہ سر ہلا گئی تھی۔
"بس اسی وجہ سے تو میں پریشان ہوں آج تک میں سمجھتی رہی کہ انا اور مجھ میں اتنی گہری دوستی ہے کہ دل کی ہر بات آرام سے ایک دوسرے سے کہہ سکتی ہیں لیکن آج اس کا رویہ اور وہ سب دیکھ کر لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ضرور کوئی بات ہے ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہو جانا اتنا شدید ردعمل بھلا عام حالات میں کیونکر ممکن ہے۔" وہ افسردہ تھی سو مصطفی سے سب کہہ دیا تھا۔ انا کی حالت نے اسے غم زدہ کر دیا تھا۔ وہ دل سے اس کے لیے دکھی تھی۔
"ہوسکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جو کسی سے بھی نہ کہی جاسکتی ہو۔" مصطفی نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"جو بھی تھا لیکن انا کو اس طرح تکلیف میں دیکھ کر میرا دل بہت غم زدہ ہے۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی آنکھوں میں نمی آ گئی تو مصطفی نے بے اختیار بازو کے حصار میں لے لیا تھا۔
"ہو جاتا ہے ایسا، ہوسکتا ہے وہ کسی الجھن میں ہو یا کوئی پریشانی ہو یا کوئی ایسی بات جو وہ کسی اور سے شیئر نہیں کر سکتی ہو۔" انا کے حوالے سے مصطفی نے پرسوچ انداز میں کہا تو شہوار نے سر ہلایا۔
"لیکن اگر ایسا کچھ ہوتا تو کم از کم گھر میں سے کوئی نہ کوئی تو باخبر ہوتا ہی حتی کہ ولید بھائی بھی بے خبر ہیں۔" مصطفی نے بھی ایک گہرا سانس خارج کیا۔
"چلو صبح چکر لگائیں گے تب تک وہ ہوش و حواس میں ہوگی پھر پوچھنے کی کوشش کرنا شاید کچھ بتا ہی دے۔" مصطفی نے تسلی دی تو اس نے سر ہلا دیا۔
"آپ نے امی کے بارے میں کچھ پتا کرایا کوئی خبر ملی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے پھر پوچھا لہجے میں ایک آس سی تھی۔ وہ اس احساس سے بھلا کب آزاد تھی۔
چوبیس گھنٹے یہ خیال ہمہ وقت اس کے اعصاب کو اپنی گرفت میں جکڑے رکھتا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس خیال سے غافل نہیں ہو پاتی تھی۔
"نہیں موقع ہی نہیں ملا بہت بزی ہوں ان دنوں فارغ ہوتا ہوں تو کچھ کرتا ہوں۔" مصطفی سنجیدگی سے کہتے نیم دراز ہو گیا تھا۔ شہوار کو لگا جیسے مصطفی نے اسے ٹالا ہو۔
"اور انہوں نے جس نمبر سے کال کی تھی اس کا تو کچھ علم ہوا ہوگا؟" وہ پھر ایک امید سے بولی۔
"بتا تو رہا ہوں موقع ہی نہیں ملا کسی آدمی کو کہہ رکھا ہے جیسے ہی کوئی پازیٹو رسپانس ملا تو پتا کروں گا پی سی او کا نمبر تھا بس ابھی تک یہی اطلاع ہے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
نجانے کیوں دن بدن تابندہ بی کے متعلق وہ ناامید ہوتی جارہی تھی۔
"تین بج رہے ہیں سونے کی کوشش کریں صبح پھر کالج جانا ہوگا۔" وہ کسی خیال میں غرق تھی جب مصطفی کے الفاظ پر

چونکی تھی مصطفیٰ کو دیکھ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا مسکرا کر بازو پھیلایا تو وہ جھکتے ہوئے بازو پر سر رکھتے دراز ہوگئی تھی۔

"پریشان نہیں ہوتے سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ۔" مصطفیٰ نے اس کے بالوں کو سہلاتے نرمی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا کر آنکھیں بند کرگئی تھی۔

❁......❁❁......❁

وہ ساری رات سو نہیں پائی تھی صبح تک ٹینشن سے برا حال تھا اس نے آفس سے بھی آف کرلیا تھا۔ وہ طبیعت خراب کا بہانہ کیے بستر پر لیٹی رہی تھی۔ ابوبکر دو دن سے آؤٹ آف سٹی کسی کام سے گیا ہوا تھا۔ وہ گھر میں ہوتا تو شاید وہ اس کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیتی۔ بھابی کو کچھ کہہ کر وہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اور اگر امی کو کچھ بھنک بھی پڑ جاتی تو انہوں نے مارے ٹینشن کے بستر سے لگ جانا تھا ثریا بیگم ایک مذہبی گھرانے کی پردہ دار خاتون تھیں۔

فیضان ماموں کی بدولت ان کے دونوں بچوں نے وقت کے تقاضوں کے مطابق تعلیم تو حاصل کرلی تھی لیکن ماں کی سوچ کو نہ بدل سکتے تھے ثریا بیگم ابھی بھی باپردہ رہتی تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر فوراً پریشان ہوجاتی تھیں ایسے میں اگر ان کو ذرا بھی خبر ہوجاتی تو یقیناً صدمے سے انہوں نے نڈھال ہوجانا تھا۔ وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی جب دس بجے کے قریب بھابی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ سر منہ لپیٹے بستر میں دبکی ہوئی تھی۔

"رابعہ تمہارے باس آئے ہیں۔" انہوں نے لائٹ آن کر کے کہا تو اس نے چونک کر فوراً کمبل سر سے نکالا۔

"سر......سر عباس؟"

"ہاں، میں نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا ہے امی سے سلام دعا کر رہے ہیں۔ تم جلدی آؤ۔" وہ کہہ کر پلٹی تھیں لیکن پھر رکیں۔

"ہاں حلیہ درست کر کے آنا۔" انہوں نے بکھرے بالوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ چلی گئیں۔ رابعہ نے ایک گہرا سانس لیتے بستر چھوڑا بالوں کو انگلیوں کی مدد سے درست کیا کپڑوں پر ایک ناقدرانہ نگاہ ڈالی بس ٹھیک ہی تھے۔

ذہنی طور پر ایسی ابتری چھائی ہوئی تھی کہ کسی بھی طرف دھیان نہیں جا رہا تھا اس نے واش روم جا کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن آنکھوں کی سرخی بھی کی۔ وہ رات دیر تک روتی رہی تھی۔ رات جب سر عباس نے کال کی تھی تو وہ تب بھی حوصلہ ہار گئی تھی۔ ان سے بات کرتے وقت بھی بڑی شدت سے روئی تھی۔ اب پھر آنکھوں میں نمی آنے لگی تو اس نے تاول لے کر چہرہ صاف کیا آستینیں گیلی ہو رہی تھیں۔ وہ دوپٹا اٹھا کر اچھی طرح اوڑھ کر کمرے سے نکل آئی تھی۔ باہر آئی تو امی ڈرائنگ روم سے نکل رہی تھیں۔

حسب عادت انہوں نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آدھے سے زیادہ چہرہ اس میں چھپا رکھا تھا وہ غیر مردوں کے سامنے اسی طرح رہتی تھیں۔

"ماموں کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"وہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"اوہ...."

"تم جاؤ انہیں شاید کوئی کام ہے بے چارے پریشان سے لگ رہے تھے۔ بار بار تمہارا پوچھ رہے تھے میں چائے لاتی ہوں۔" امی نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"کپڑے تو بدل لیتی؟" امی نے جاتے جاتے اس کے حلیے پر ایک ناقدرانہ نگاہ ڈالی۔

"ٹھیک ہوں امی گھر میں ہوں کون سا آفس جا رہی ہوں۔" وہ کہہ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو سر عباس اسے

دیکھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔
"السلام علیکم۔"
"وعلیکم السلام۔" انہوں نے اسے بغور دیکھا تھا۔ سرخ آنکھیں بڑی نمایاں تھیں۔ سوٹ کے ہم رنگ دوپٹا اوڑھے بڑے گھریلو حلیے میں تھی۔
وہ بیٹھے تو وہ بھی ان کے سامنے تو سنگل صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔
"میں آفس گیا تو علم ہوا کہ آپ نہیں آئیں۔ بادیہ نے بتایا آپ نے چھٹی کی ہے مجبوراً مجھے خود آنا پڑا۔" انہوں نے ابتدا کی تھی۔ اس نے ایک گہرا سا سانس خارج کیا۔
"طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔" وہ سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔
"جی۔" اس نے سر ہلایا۔
"تو پھر آفس کیوں نہیں آئیں۔" انہوں نے پوچھا تو رابعہ نے بہت سنجیدگی سے انہیں دیکھا وہ شرمندہ سے ہوگئے تھے۔
"ایم سوری رابعہ۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگے تھے۔
"عادلہ نے جو بھی کیا میں اس کے لیے اتنا شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ یقین جانیے جب سے بادیہ نے رات کال کرکے اطلاع دی تھی میں تب سے ایک پل کو بھی چین سے نہیں بیٹھ پایا۔ مجھے اپنی ذات سے زیادہ آپ کی عزت کی پروا ہے۔" عباس کہتے کہتے پلٹا تو بے اختیار ٹھٹکا۔ رابعہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔
آنسو ایک کے بعد ایک کرتے اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ عباس کے اندر ندامت و شرمندگی کا ایک بحر بے کراں ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔ وہ بڑی اذیت سے چلتا اس کے پاس آ رکا تھا۔ رابعہ نے جلدی سے اپنے رخسار صاف کیے تھے۔
"رابعہ پلیز ایسے مت کریں میں پہلے ہی بہت زیادہ گلٹی فیل کررہا ہوں۔" عباس کو رابعہ کے آنسو ایک دم شدید شکست سے دوچار کرگئے تھے۔ عباس بے اختیار اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ نرمی سے کہا تو رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔
"پھر میرا کیا قصور تھا بس یہ کہ میں آپ کی ایمپلائی تھی اور میں نے آپ کی وائف کی ڈیمانڈ ماننے سے انکار کردیا تھا۔" اس نے رندھی آواز میں کہا۔
"وہ ذہنی طور پر ایک بیمار ذہنیت کی مالک عورت ہے اگر آپ نہ ہوتیں تو وہ کسی اور کو استعمال کرتی۔ اس کا مقصد محض مجھے اور میرے خاندان کو نیچا دکھانا ہے۔ یقین جانیے وہ یہ سب اپنی طلاق کا بدلہ لینے کے لیے کررہی ہے۔"
"مگر آپ لوگوں کی باہمی لڑائی میں میں تو بدنام ہوگئی نا سر۔" عباس نے مٹھیاں بھینچ کر سر جھکا لیا تھا۔
کچھ توقف کے بعد اسے دیکھا وہ اپنی نم آنکھوں کو اپنے دوپٹے سے صاف کررہی تھی۔ صاف شفاف بے ریا چہرہ اس وقت پژمردگی کا شکار تھا عباس کے اندر جذبات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا تھا۔
"میرے ساتھ چلیں میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" عباس نے کہا تو وہ چونکی۔
"جی...... لیکن کہاں؟"
"ایک ضروری کام ہے اور وہ کام آپ کے بغیر ممکن نہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ نے نظریں جھکالیں۔
"ایم سوری سر...... میں نہیں جانتی میں شاید اب آفس نہ آسکوں، آپ کی کمپنی کے جو بھی رولز ہیں اس کے باوجود میں جاب چھوڑ رہی ہوں مجھے اپنی عزت اور وقار سے بڑھ کر کوئی بھی چیز عزیز نہیں میں اپنے اس وہ کی سے بھی چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے اب آپ کے ساتھ کام نہیں کرنا۔" وہ حد سے زیادہ بدگمان ہوچکی تھی سر جھکائے اس نے بہت ٹھوس لہجے میں

کہا تو عباس نے لب بھینچ لیے۔ رابعہ کے الفاظ دل پر ایک پتھر کی طرح لگے تھے۔ جی چاہ رہا تھا کہ عادلہ سامنے ہو تو وہ اس کے وجود کو تہس نہس کردے۔

"یعنی عادلہ کی اس حرکت کے بعد میں آپ کے لیے اس قدر بے اعتبار ہو چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ کام کرنے سے بھی انکاری ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بات بے اعتباری کی نہیں بلکہ اپنی عزت و وقار کی ہے اگر بے اعتباری ہوتی تو اس وقت آپ میرے گھر میں موجود نہ ہوتے۔" رابعہ نے بہت صاف الفاظ میں عباس کی پوزیشن کلیئر کی تھی۔ عباس کو لگا وہ ہلکا پھلکا سا ہو گیا ہو۔

"تو پھر یقین کیجیے آپ کی عزت اور آن پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا میں ایک اسٹریٹ فارورڈ انسان ہوں لمبے چوڑے دعوے نہیں کرتا لیکن جو کہہ رہا ہوں یقین سے کہہ رہا ہوں میں یہ سارا معاملہ اپنے بھائی مصطفیٰ سے ڈسکس کر چکا ہوں مصطفیٰ کو تو آپ جانتی ہیں ناکہ وہ پولیس میں ہے۔" اس کے سامنے سے اٹھ کر وہ قریب صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ رابعہ نے سر ہلایا۔

"وہ سب ہینڈل کرلے گا بلکہ بہت سارا کام وہ کر چکا ہے عادلہ کی آئی ڈی ہیک ہو چکی ہے اور جہاں جہاں اس نے وہ پکس شیئر کی تھیں وہ سب ڈیٹا ڈیلیٹ ہو چکا ہے یقین نہیں آتا تو بے شک آپ چیک کرلیں۔" عباس نے مطمئن انداز میں کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"ہادیہ کی کال کے بعد میں ایک پل کو بھی سکون سے نہیں بیٹھا تھا میرے لیے یہ قابل مذمت اور شرمندگی کا مقام تھا کہ میری وجہ سے آپ بدنام ہو رہی ہیں۔" عباس نے کہا تو رابعہ کو لگا اس کے دل پر طاری منوں بوجھ اتر گیا ہو۔ اس نے ایک دم آنکھیں بند کرکے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"اب صرف عادلہ کا دماغ درست ہونا باقی ہے۔" عباس کے الفاظ پر اس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں وا کی تھیں۔

"تھینک یو سو مچ سر۔" وہ بے حد مشکور تھی عباس اس سارے عرصے میں پہلی بار مسکرایا تھا۔

"آپ کو نہیں اندازہ آپ نے مجھے کتنی بڑی ذلت سے بچایا ہے۔" اس کی آواز میں نمی تھی۔

"آپ پر یہ سارا عذاب میری وجہ سے آیا تھا آپ سے زیادہ میں نے اس اعتبار کو ڈیفنڈ کیا ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ پر اعتماد کرتی ہیں مجھے اندازہ تھا کہ آپ کس اذیت سے دوچار ہیں اس لیے خود آیا تا کہ آپ کو تسلی دے سکوں۔"

"تھینک یو سر۔" اس کے لہجے میں ممنونیت تھی۔ عباس نے سر ہلایا۔

"آفس چل رہی ہیں پھر میرے ساتھ۔ میں چاہتا ہوں آپ کچھ وقت اس ٹینشن سے نکل کر گزاریں آپ کو بہت سا ذہنی سکون ملے گا۔"

"نہیں سر ابھی نہیں کل چکر لگاؤں گی۔" اس نے کہا تو عباس نے سر ہلا دیا تھا۔ عباس کے لیے ابھی اتنا ہی کافی تھا کہ کم از کم وہ آفس آنے پر راضی تو ہوئی بھی ثریا بیگم چائے کی ٹرے لیے چلی آئی تھیں۔

رابعہ نے فوراً چہرہ پھیر لیا تھا اس کا چہرہ رونے کے سبب سرخ تھا وہ فوراً کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ سر پلیز چائے لیں میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔" وہ کہہ کر فوراً نکل گئی تھی۔ ثریا بیگم کو چائے کا مگ تھماتے ساتھ دیگر لوازمات بھی سرو کررہی تھی۔ عباس قدرے ریلیکس ہو کر چائے پینے لگے تھے۔

❁......❁❁......❁

وہ ہوش میں آئی تو احسن پاس تھا ساتھ روشی ماما اور ماموں بھی تھے۔ وہ دونوں وزیٹنگ آورز میں اس سے ملنے آئی

تھیں۔ وہ ذہنی طور پر اس قدر ڈسٹرب تھی کہ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن ذہن پر بہت بوجھ تھا گیارہ بجے احسن روشی کو لے کر گھر چلا گیا تو ماما اس کے پاس ہی رک گئیں تھیں۔

اس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ ماما بطور خاص اس کا خیال رکھ رہی تھیں ان کی محبت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ اس کی ذہنی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ ڈاکٹرز بار بار اسے کچھ بھی نہ سوچنے اور بالکل ریلیکس رہنے کا کہہ رہا تھا۔ دو بجے کے قریب بابا بھی آ گئے تھے وہ زیادہ تر وقت سوئی جاگی کیفیت میں رہی تھی۔ ماما ڈرائیور کے ساتھ گھر چلی گئی تھیں۔ پاپا نے اس سے کوئی سوال وجواب نہیں کیا تھا تین بجے کالج سے واپسی پر شہوار ڈرائیور کے ہمراہ اسپتال آ گئی تو وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

"کیسی ہو؟" وقار صاحب سے سلام دعا کے بعد وہ اس کے قریب آئی تو اس نے بازو ہٹا کر دیکھا۔

"ٹھیک۔" وہ ذرا سا مسکرائی تھی لیکن مسکراہٹ میں کسی بھی قسم کی کوئی تازگی نہ تھی جیسے بے جان سے مسکراہٹ ہو۔

"ڈاکٹرز کیا کہتے ہیں کب تک فارغ کر رہے ہیں تمہیں۔" شہوار اس کے پاس بیٹھی تو وقار صاحب باہر نکل گئے تھے۔

"شاید کل رات کو یا شاید کل صبح۔" دھیمے سے اس نے کہا تو شہوار خاموش ہو گئی تھی۔ جیسے کرنے کو کوئی بات نہ ہو۔

"تم کالج سے آ رہی ہو۔" انا نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔

"مصطفیٰ بھائی کے ساتھ آئی ہو؟"

"نہیں ڈرائیور کے ساتھ۔" شہوار اس کی میڈیسنز چیک کرنے لگی تھی۔

"ڈرائیور چھوڑ کر چلا گیا ہے واپسی پر مصطفیٰ خود پک کر لیں گے۔" اس نے مسکرا کر انا کو دیکھا تو وہ سنجیدگی سے اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی۔

نڈھال سی پژمردہ انا اسے برسوں کی بیمار لگی تھی۔ اس کے چہرے کی ساری سرخی ایک غیر محسوس زردی میں لپٹی لگ رہی تھی اور آنکھیں جو ہمہ وقت چمکتی رہتی تھیں اس وقت بجھی بجھی سی تھیں۔ جیسے ان کی ساری جوت ختم ہو گئی ہو۔ شہوار نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ چونکی۔

"کیا بات ہے انا؟" انا سر جھکائے خاموش ہو گئی تھی۔

"ہم دونوں بہت اچھی دوست ہیں نا ایسی کیا بات ہوئی ہے جو تم مجھ سے بھی شیئر نہیں کرنا چاہتی۔" ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے اس نے پوچھا تو انا نے لب بھینچ لیے۔

"انا کیا مجھ پر بھی اعتبار نہیں۔" اس نے محبت سے ہاتھ دبایا تو انا بس خاموشی سے دیکھتی رہی۔

شہوار نے چند پل اسے دیکھا کہ شاید وہ کچھ کہے لیکن اس کے لبوں کی خاموشی نہ ٹوٹی تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کچھ کھاؤ گی؟" کچھ توقف کے بعد شہوار نے موضوع بدلا تو انا نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"نہیں تمہارے آنے سے پہلے پاپا نے سوپ پلایا تھا۔" اس کے جواب دینے پر شہوار کے اندر عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔

"ولید بھائی نے چکر لگایا، رات تو وہ شاید ادھر ہی تھے۔" اس نے مزید کہا تو انا نے لب دانتوں تلے دبایا تو شہوار کو محسوس ہوا کہ ولید کے نام پر اس کے چہرے کے تمام تاثرات بدلے تھے۔

"تو کیا ولید بھائی اور انا کے بیچ میں ہی کوئی ایشو ریزن ہے جس کی وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔" شہوار کے اندر سوالات پیدا ہونے لگے تھے۔

"ولید بھائی بے چارے بہت پریشان تھے تمہاری غیر موجودگی میں وہ اور احسن بھائی مسلسل تمہیں تلاش کرتے رہے تھے اور پھر یہاں اسپتال لانے کے بعد بھی وہ بہت پریشان تھے۔" شہوار نے مزید کہا تو انا نے تیزی سے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے شہوار۔" وہ اذیت سے بولی تو شہوار فوراً چونکی تھی۔ انا کا زرد چہرہ مزید زرد ہو رہا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو بلا لیتی ہوں۔" اسے دونوں ہاتھوں سے سر تھامے دیکھ کر شہوار نے کہا تو وہ خاموشی سے سر سرہانے پر رکھ کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔ شہوار نے انٹرکام پر نرس کو بلا لیا تھا۔

نرس نے آکر میڈیسن دی تھی۔ جس کے بعد وہ کچھ دیر میں ہی غنودگی میں چلی گئی تھی۔ شہوار انا کے رویے پر از حد الجھ گئی تھی۔ ولید کے ذکر پر اس کا اس طرح کاری ایکشن نجانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے انا اور ولید کے درمیان کوئی گڑبڑ ہے۔ کچھ دیر بعد ولید اور ضیاء صاحب آ گئے تو وقار صاحب گھر چلے گئے تھے۔ ضیاء انا کے پاس کمرے میں رک گئے تو شہوار ولید کے ہمراہ نیچے آ گئی تھی۔ وہ انا کے رویے سے بہت الجھ گئی تھی وہ ولید سے اس کے بارے میں کچھ ڈسکس کرنا چاہتی تھی۔

"ایک بات پوچھوں ولید بھائی۔" نیچے آنے کے بعد اس نے پوچھا تو ولید نے اسے دیکھا۔

"بالکل۔"

"انا کہاں جا سکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے علم ہوتا تو اسے تلاش ہی کیوں کرتا۔" ولید نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اندازہ تو ہو سکتا ہے نا۔" اس نے ولید کو بغور دیکھتے پھر کہا۔

"مجھے اندازہ ہوتا تو یہ سب سلسلہ ہی کیوں ہوتا پھر۔" ولید کے لہجے میں ہلکی سی خفگی در آئی تھی۔

"بہتر یہی تھا کہ آپ یہ سوال اپنی احمق اور کم فہم دوست سے کرتیں۔" نا چاہتے ہوئے بھی ولید کے لہجے میں بر ہمی تھی۔

"اگر وہ احمق اور کم فہم تھی تو کم از کم آپ ہی اس کی درست رہنمائی کر دیتے۔" جواب ایسا تھا کہ ولید نے چونک کر شہوار کو دیکھا۔

"کیا اس نے آپ سے کچھ کہا ہے۔" بے پناہ سنجیدگی سے پوچھا تو شہوار نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"یہ تو دکھ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کہہ رہی، کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہیں حتیٰ کہ آپ کا ذکر کرنے سے اس کی طبیعت بگڑنے لگی ہے۔" شہوار نے آزردگی سے کہا تو ولید نے لب بھینچ لیے۔

"میں نے انا کو ہمیشہ ایک بہن کی طرح سمجھا اور اپنے لیے مخلص پایا ہے اب اسے اس طرح دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ دیکھیں ولید بھائی اگر آپ دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ ہو گیا ہے تو پلیز اسے انا کا مسئلہ بنا کر اس الجھن کو بڑھاوا مت دیجیے گا۔ میں مانتی ہوں ہم لڑکیاں جذباتی لحاظ سے بہت کمزور ہوتی ہیں۔ ہم ان باتوں کو بھی رائی کا پہاڑ بنا لیتی ہیں جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا۔ انا بھی میری طرح ایک لڑکی ہے وہ جذباتی بھی ہے اور شدت پسند بھی آپ مرد ہیں برداشت و ضبط کا زیادہ حوصلہ مظاہرہ کرنے والے پلیز اگر کوئی مسئلہ ہے کوئی بات ہے تو آپ خود آگے بڑھ کر کلیئر کر لیں۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کے معاملے میں بھی دل کو پتھر نہیں بنا سکتی۔" شہوار کے لہجے میں انا کے لیے بے پناہ محبت اور خلوص تھا بہت فکرمندی بھی۔

ولید نے بہت پُرسوچ نظروں سے شہوار کو دیکھتے اس کی تمام بات سنی تھی۔

مَن

پچھلے پہر کا چاند
تنہائی میں میرا ساتھی ہوتا ہے
تو میرا دل
تیرے مَن کی چاہ کرتا ہے
میرے ہاتھ اٹھتے ہیں دعا کے لیے
اس پہر مانگی دعا

سنا ہے جلد قبول ہوتی ہے
لب پکارتے ہیں تجھے
خود پر میرا اختیار نہیں رہتا
آنکھیں نم ہو جاتی ہیں
اور یہ دل
تم سے مَن کی دعائیں کرتا ہے
حرا رمضان...... اختر آباد

"آپ نے پوچھا نہیں اس سے اس کی الجھن کا سبب؟"
"کسی وجہ سے میں خود پریشانی تھی۔ بس تو جہ نہ دے پائی اگر مجھے گمان ہوتا کہ حالات اس نہج پر آ سکتے ہیں تو میں شاید پوچھ ہی لیتی۔" شہوار کے لہجے میں افسردگی تھی۔
"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوئی انا آپ کی دوست ہے اس کے قول و فعل کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔
"پھر کوئی تو وجہ ہوگی نا؟" وہ الجھ گئی تھی۔
"یہ تو آپ اپنی دوست سے ہی دریافت کریں وہ شاید بہتر طور پر آپ کی رہنمائی کرسکیں ایم سوری میں اس سلسلے میں کچھ بھی کہنے سے قاصر ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر پلٹا گیا تھا۔
"آئیں اوپر چلتے ہیں بابا تنہا ہوں گے۔" ولید کے کہنے پر وہ کچھ سوچتی اس کے ساتھ چل دی۔ مغرب کے بعد مصطفیٰ بھی آ گیا تھا۔ انا بھی حواس میں تھی۔
مصطفیٰ نے اس کی خیر خیریت دریافت کی تو اس نے محض سر ہلایا تھا۔ ولید بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ صرف ایک دن میں وہ بالکل بجھ کر رہ گئی تھی۔ وہ اس کی موجودگی کے سبب زیادہ تر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ مصطفیٰ اس سے ہلکے پھلکے سوال کر رہا تھا اور وہ محض ہوں ہاں کر رہی تھی۔ رات آٹھ بجے ڈرائیور کھانا دینے آیا تو ضیاء صاحب اس کے ہمراہ گھر چلے گئے تھے۔ شہوار اور مصطفیٰ تیار کھڑے تھے انا نے شہوار کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
"تم ادھر ہی رک جاؤ نا۔" وہ بڑی آس سے کہہ رہی تھی شہوار نے بے اختیار مصطفیٰ کو دیکھا جس نے آنکھ کے اشارے سے منع کر دیا تھا۔
"میں صبح کالج جاتے ہوئے پھر آؤں گی اور شام میں بھی آؤں گی اگر تم کل ڈسچارج ہو گئی تو گھر آ جاؤں گی۔" انا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ شہوار نے اس کی خاموشی بڑی شدت سے محسوس کی تھی۔ اس نے ذرا سا جھک کر قدرے شرارت سے کہا تھا۔
"ویسے بھی ولید بھائی رک رہے ہیں میں خوامخواہ رک کر تم دونوں میں ہڈی کیوں بنوں۔" دھیمی آواز میں کہا۔
انا کا رنگ بدلا تھا اور پھر آنکھیں بند کر گئی تھی۔ شہوار کو شدت سے احساس ہوا کہ جیسے کوئی بہت ہی سیریس بات ہے اس نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں اللہ حافظ کہہ کر باہر نکل گئے تھے۔ ولید انہیں باہر تک رخصت کرنے گیا تھا۔ انا آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی رہی تھی۔ ولید دوبارہ کمرے میں آیا تو وہ کروٹ کے بل منہ بازو میں چھپائے لیٹی ہوئی تھی۔
ولید اپنے ساتھ لائے میگزین کو لے کر ایک طرف صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ وہ میگزین دیکھتے گاہے بگاہے انا کی طرف بھی

نگاہ ڈال لیتا تھا۔ کچھ دیر بعد نرس اندر داخل ہوئی تو ولید نے اخبار رکھ دیا تھا۔
"میڈیسن کا ٹائم ہوگیا ہے۔" نرس نے آتے ہی کہا تو انا نے بازو ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی تھی۔
نرس نے میڈیسن نکالی اور پھر گلاس میں پانی نکال کر اسے تھما دیا۔
"آپ آج رات بھی یہیں رک رہے ہیں۔" انا کی ہتھیلی پر میڈیسن رکھتے نرس نے ولید کو بھی مسکرا کر دیکھا۔
"کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" ولید نے بھی مسکرا کر پوچھا۔
"نہ بھئی ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔" نرس کھلکھلائی تھی۔ انا نے میڈیسن پانی کے ساتھ نگلتے نرس اور ولید کو دیکھا تھا۔ نرس نے انا سے گلاس لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔
"ویسے آپ بہت لکی ہیں اتنی شاندار پرسنالٹی کے مالک ہیں آپ کے فیانسی۔" نرس نے اپنی طرف سے انا کو چھیڑا تھا۔ وہ لب بھینچ گئی تھی۔
"ویسے ان کی موجودگی میں اس طرح کا ذہنی اسٹریس کافی حیرت میں ڈالتی ہے یہ بات تو۔" نرس نے براہ راست انا کو مخاطب کیا تھا۔
وہ کچھ بھی نہ بولی تھی ولید نے بغور انا کو دیکھا اس کے چہرے کے اعصاب سرخی مائل ہو رہے تھے۔
"ایسا ہم سفر اگر کسی کو مل جائے تو ہم جیسی لڑکیاں تو پھولے نہیں سماتیں آپ نے خود کو ایسا کیا روگ لگالیا ہے کہ ذہنی سطح اس قدر اسٹریس کا شکار ہو چکی ہے۔" نرس نا صرف از حد باتونی تھی بلکہ اچھی خاصی بے تکلف بھی۔ ولید کی موجودگی میں اس کی تعریفیں ولید تو مسکرایا تھا جبکہ انا اپنی جگہ سے مل بھی نہ سکی تھی۔
"آپ ان کو خوش نہیں رکھتے کیا؟" نرس نے اب کے ولید کو مخاطب کیا۔
"یہ محترمہ میرے خوش کرنے کی حدود سے ابھی بہت بالا ہیں اور نہ ہی ابھی مجھے ان کو خوش رکھنے کے ایسے کوئی اختیارات حاصل ہوئے ہیں ویسے بھی یہ محترمہ خوش ہونے کی حدود سے ماورا ہیں۔" ولید کا انداز از حد سنجیدہ تھا۔ نرس کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ جبکہ انا کا چہرہ مارے توہین کے سرخ پڑ گیا تھا۔
"یعنی آپ شادی جیسے اختیارات حاصل نہ ہونے پر افسردہ ہیں۔" نرس اپنی طرف سے تو وہ دونوں کو چھیڑ رہی تھی جبکہ اس کی یہ چھیڑ کسی کے دل و دماغ پر کس طرح اثر انداز ہو رہی تھی وہ قطعی بے خبر تھی۔
"ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا کہ میں محدود سوچ اختیار کرتے افسردہ ہو جاؤں بلکہ میں تو بہت سکون محسوس کرتا ہوں کہ میں ہر طرح کی ٹینشن سے آزاد ہوں۔" انا کے ذہن پر یہ الفاظ ہتھوڑا بن کر برسے تھے۔
"پلیز سسٹر میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے میں آرام کروں گی اب۔" لہجے میں ناگواری و تلخی تھی۔ سسٹر فوراً چوکنا ہوئی تھی۔
"اوہ ایم سوری، آپ لیٹ جائیں اور آرام کریں میں نے نیند کی میڈیسن کھلائی ہیں آپ کو فوراً نیند آ جائے گی کل تک آپ کافی ریلیف فیل کریں گی۔" نرس نے اس کے کمر کے پیچھے تکیہ درست کیا تو وہ لیٹ گئی۔ دل عجیب سا بوجھل ہو رہا تھا۔
"میں کل گھر چلی جاؤں گی نا۔" اس نے آہستگی سے پوچھا۔
"بالکل چانس تو یہی ہیں باقی ڈاکٹر صاحب ہی بہتر جانتے ہیں۔" وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔
"ویسے آپ کی والدہ بتا رہی تھیں کہ آپ بھی ڈاکٹر بن رہی ہیں۔" نرس نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔
"کسی ڈاکٹر کو پہلی بار اپنی صحت سے متعلق اتنا کیئرلیس دیکھا ہے۔ اپنا خیال رکھا کریں۔ بعض اوقات ایسے اسٹریس

شدید نوعیت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔" وہ ہمدردانہ مشورہ دے کر چلی گئی اور انا کے اندر جیسے ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔اس نے سر گھما کر دیکھا ولید میگزین پر سر جھکائے ہوئے تھا۔اس کے اندر اضطراب و ملال کے گہرے بادل چھانے لگے تو وہ لب دانتوں تلے دبا کر تکیے میں منہ چھپا کر سسک اٹھی تھی۔

ولید نے میگزین سے سر اٹھا کر دیکھا تو نگاہ کئی ثانئے تک اس کی طرف پشت کیے وجود پر ٹھہر گئی تھی۔انا کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ولید نے لب بھینچ کر دوبارہ میگزین اپنے چہرے کے گرد کرلیا تھا۔

❁......❁❁......❁

مصطفیٰ ابھی کھانا کھا کر ریلیکس ہوا ہی تھا کہ انسپکٹر شہناز کی کال آ گئی۔

"سر ہم اس عورت کو لے آئے ہیں۔اب کیا کریں؟" مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا تھا۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔"

"نو سر.....آپ کی انسٹرکشنز کے تحت ہی سارا کام کیا گیا ہے۔"

"اوکے ویل ڈن اب آپ ان خاتون کی زبان کھلوائیں تب تک میں بھی چکر لگاتا ہوں۔" مصطفیٰ نے ہدایت دی۔

"اوکے سر۔" کال بند ہو گئی تھی۔وہ موبائل پکڑے کچھ سوچ رہا تھا جب دریہ چلی آئی تھی۔ہمیشہ کی طرح ٹپ ٹاپ تیار۔

"مصطفیٰ مجھے مارکیٹ لے چلو گے۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"اس وقت؟" مصطفیٰ نے وقت دیکھا ساڑھے نو ہو رہے تھے۔

"دن میں کوئی فری ہی نہیں ہوتا۔" دریہ نے کہا۔

"تو تم کسی اور کو ساتھ لے جایا کرو،ڈرائیور ہر وقت گھر پر ہی ہوتا ہے شام کے بعد سجاد بھائی اور عباس بھائی بھی گھر پر ہی ہوتے ہیں۔"

"یعنی انکار کر رہے ہو؟" دریہ نے فوراً مزاج بدلا تھا۔

"اس وقت تو آدھے سے زیادہ مارکیٹ بھی بند ہو چکی ہو گی تم کل کسی اور کے ساتھ چلی جانا اس وقت تو مجھے خود کہیں ضروری کام سے جانا ہے۔" مصطفیٰ نے صفاچٹ جواب دیا۔اس دن تو وہ محض شہوار کو ستانے کی خاطر چلا گیا تھا لیکن آج تو وہ بالکل بھی فری نہ تھا۔

"تم رستے میں مجھے ڈراپ کر دینا اپنا کام کر لینا واپسی پر لیتے آنا۔" دریہ نے دوسرا حل پیش کیا۔

"مِیم سوری برا مت ماننا ہماری خواتین رات کے اس پہر شاپنگ کے لیے نہیں نکلتیں۔تم دن میں چلی جانا تمہارے ساتھ کوئی بھی چلا جائے گا۔" مصطفیٰ رکھائی سے کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا تو دریہ نے بہت ناگواری سے اسے جاتے دیکھا تھا۔اسے مصطفیٰ سے اس قدر صاف جواب کی امید نہ تھی۔

وہ تو اس دن شائستہ کے ہاں جانے پر مصطفیٰ کے فوراً بلا چوں چراں مان جانے پر ابھی تک پھولے نہ سما رہی تھی اور اب ایک دم اس انکار نے اس کے اعصاب کو کھٹکا دیا تھا۔مصطفیٰ عباس بھائی کو تیار ہونے اور ساتھ چلنے کا کہہ کر کمرے میں آیا تو شہوار الجھ رہی تھی۔

"سارا دن تو آپ بزی رہتے ہیں اس وقت بھی چل دیے۔" اس نے شکوہ کیا۔

"دیکھو بھئی یہ سب میرے کام کا حصہ ہے۔کہیں سے بھی کسی بھی وقت کال آ سکتی ہے اگر تم اس طرح ری ایکٹ کرو گی تو میرے لیے جاب کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

"مجھے نہیں پسند یہ جاب انسان کی اپنی کوئی لائف ہی نہیں ہر وقت خطروں میں گھرے رہو۔" اس نے ناپسندیدگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"کبھی کبھار میں سوچتا تھا میڈم شہوار صاحبہ بھلا بیویوں والے گیٹ اپ میں کیسی لگتی ہوں گی۔ اس طرح حق جتاتا انداز دیکھ کر تو دل خوش ہوگیا ہے میرا۔" مصطفیٰ نے شرارت سے کہا تو اس نے سنجیدگی سے دیکھا وہ الماری درست کررہی تھی۔

"نا میں نہیں، جا کہاں رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"اب اپنا ہر کیس پہلے تم سے ڈسکس کرنا پڑے گا کیا؟" مصطفیٰ نے گھورا۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا وہ کپڑے تہہ کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"اور اس ایاز کا کیا بنا؟" کپڑے رکھنے کے بعد اس نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"واپس آ کر ڈسکس کروں گا لیٹ ہورہا ہوں۔" مصطفیٰ اپنا سیل لے کر جانے کو ریڈی تھا۔

شہوار نے ایک گہرا سانس لیتے مصطفیٰ کے تمام کاغذات اور ضروری فائلز کو ترتیب دینا شروع کردیا تھا مصطفیٰ اس کے ہاتھ میں فائل دیکھ کر جاتے جاتے پلٹا تھا۔

"ان فائلز کو ادھر ہی رہنے دیں یہ سب بہت ضروری کاغذات ہیں کہیں کوئی پیپر مس نہ ہوجائے۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے دیکھا ابھی ہاتھ سے ایک فائل نیچے گرگئی تھی۔

"اوف.... " وہ اٹھانے کو جھکی تھی۔

"آپ ان کو ادھر کیوں رکھتے ہیں آفس میں ہی رکھا کریں نا۔" گھر کو بھی آفس بنا رکھا ہے۔ ساری الماری میں بس فائلز ہی فائلز جمع کر رکھی ہیں۔" وہ بڑبڑائی تھی۔

مصطفیٰ نے گھورا اور خود ہی اس کے اٹھانے سے پہلے فائل اٹھا کر الماری میں ٹھونس دی تھی۔

"موڈ کیوں آف ہورہا ہے۔" سیدھا ہو کر الماری کا پٹ بند کر کے اس پر ہاتھ تھام کر شہوار کو گھورا۔

"میرا تو نہیں ہورہا۔" وہ فوراً مسکرائی تو مصطفیٰ نے بغور دیکھا۔

"تو پھر اتنے تیکھے تیکھے جواب کیوں دیے جارہے ہیں یہ دھواں کیوں اٹھ رہا ہے یہ بھی تو پتا چلے۔"

"کچھ نہیں ہوا آپ جائیں آپ کو دیر ہورہی ہے۔" اس نے نظریں چرائی تو مصطفیٰ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر وال کلاک کو۔

"واپسی پر بات کروں گا تب تک جواب سوچ رکھیے گا۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا تو شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔

وہ پھر سے الماری کی طرف متوجہ ہوئی تھی الماری بند کر کے پلٹی تو چونکی قدموں کے پاس کوئی چیز پڑی تھی۔ شاید فائل میں سے کچھ گرا تھا۔ وہ جھک کر اٹھانے لگی تو اس کا سیل بجنے لگا تھا۔ اس نے بنا دیکھے جلدی سے اٹھا کر واپس الماری کا دروازہ کھول کر اسی فائل میں بے ترتیبی سے رکھ کر وہ فوراً اپنے موبائل کی طرف بڑھی تھی۔ عائشہ کی کال تھی۔ اس نے فوراً کال پک کی۔

❁ ❁❁❁ ❁
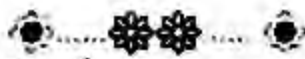
تابندہ بوا نماز پڑھ کر آئیں تو دل بہت بوجھل ہورہا تھا اتنے دن گزر چکے تھے کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔ وہ اب ہمت ہار چکی تھیں۔ ان کا دل کہتا تھا کہ وہ واپس چلی جائیں اور جا کر حویلی اور اس کے مکینوں کو سب کہہ ڈالے ان کے اندر بپا ہر ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ اب ناگزیر ہوچکا تھا کہ کم از کم شہوار کی حقیقت دی جاتی۔ تابندہ بی گھر کے صحن میں چکر لگاتے بہت

کچھ سوچنے پر مجبور ہوچکی تھیں۔ کچھ دیر مزید غور وفکر کرنے کے بعد وہ واپس اپنے کمرے میں آئی اور اپنے سامان میں سے بیگ نکال کر انہوں نے اپنا موبائل نکالا تھا۔

حویلی سے نکلتے وقت انہوں نے یہ موبائل بند کردیا تھا لیکن اب اس موبائل کی ضرورت تھی۔ انہوں نے نمبر آن کیا اور پھر انہوں نے ایک نمبر نکال کر ڈائل کرنے سے پہلے انہوں نے پھر کافی دیر سوچا اور پھر انہوں نے نم آنکھوں سے وہ نمبر ملا ڈالا تھا۔ وہ کافی دیر تک کال جانے اور ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگ گئی تھیں۔

❁......❁❁......❁
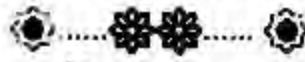
بابا صاحب اپنے کمرے میں دراز کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ بخشوان کے پاس بیٹھا ان کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔ حویلی میں رات کے اس پہر ایک عجیب سا سناٹا تھا۔ جیسے ہر طرف ایک ہو کا عالم ہو۔ تابندہ بوا کے بعد حویلی میں سرِ شام ہی رات اتر آتی تھی۔ فون کی بیل بجی تو بابا صاحب کو زندگی کا احساس ہوا۔

"دیکھو کون ہے؟" بابا صاحب نے بخشو کو کہا۔ وہ فون اٹھا کر ان کے پاس لے آیا تھا۔ انہوں نے کارڈلیس تھام لیا کر کال پک کی تھی۔

انہوں نے ہیلو کہا لیکن دوسری طرف جو آواز سنائی دی وہ سن کر وہ ایک دم ساکت ہوئے تھے۔ دوسری طرف کچھ کہا جا رہا تھا۔

"ہاں جانتا ہوں میں۔" انہوں نے لرزتی آواز میں کہا۔

"لیکن تم۔" ان کے ہاتھ سے کارڈلیس چھوٹ گیا تھا۔ بخشو جو بڑے ادب سے کھڑا ایک دم فوراً ان کے پاس ہوا تھا۔

"بابا صاحب خیر ہے نا۔" بابا صاحب نے اسے دیکھا۔ ان کے وجود میں گویا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ایسا طوفان جس سے ان کا وجود زلزلوں کی زد میں آچکا تھا۔ دماغ میں ایسے ہتھوڑے برس رہے تھے۔ وہ خواب جو برسوں سے ان کو ڈراتا تھا آج مجسم ان کے سامنے تھا۔ ان کو لگا اس انکشاف پر ان کے دماغ کی رگیں بس پھٹ پڑنے والی ہیں۔ دوسری طرف شاید کال بند ہوگئی تھی۔ انہوں نے اپنے چکراتے سر کو تھاما تو بخشو نے فوراً پریشان ہوکر انہیں بستر پر لٹایا تھا۔

ان پر اب پھر وہی کیفیت تھی جو ہمیشہ خواب دیکھنے کے بعد طاری ہوتی تھی لیکن اس بار بس فرق یہ تھا کہ یہ خواب نیند کی صورت نہ تھا بلکہ ایک کال کی صورت ان کے وجود پر طاری ہوئی تھی۔ وہ بے بس و نڈھال سے ہوکر بستر پر ڈھے سے گئے تھے۔

❁......❁❁......❁
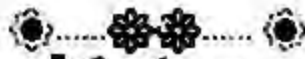
وہ گھر شفٹ ہوگئی تھی صبح صبح ہی وہ احسن اور بابا کے ہمراہ گھر آگئی تھی۔ اس کی طبیعت اب پہلے سے بہتر تھی۔ گھر آئی تو روشی اسے کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ اس کا کمرہ ویسا ہی تھا اس کی بکس اور بیگ کوئی اس کے بستر پر رکھ گیا تھا۔ ساتھ ہی اس کا موبائل بھی تھا۔ اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو وہ اسی طرح بند تھا جس طرح چند دن پہلے بند تھا۔ موبائل کو دیکھتے اس نے لب بھینچ لیے تھے۔ اس نے موبائل آن کرکے سائیڈ پر ڈال دیا تھا۔ کتابیں ایک طرف کرکے وہ لیٹ گئی تھی۔

ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ کچھ نہ سوچے لیکن اس کے پاس سوچنے کے لیے بہت سارا کام تھا۔ اسے بہت کچھ سوچنا تھا۔ وہ آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی جب اس کا موبائل بجا تھا۔ اس نے چونک کر موبائل دیکھا لیکن وہاں جگمگاتا نام دیکھ کر اس کے اعصاب تن گئے تھے۔ اس کا تنفس ایک دم تیز ہوگیا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے کال ریسیو کی۔

نظم

مجھے پرلوک جانا ہے
میری پلکوں پر ستاروں کا جہاں
آباد رہنے دو
ستارے خوشنما لگتے ہیں مجھ کو اس لیے
جاناں!
ستاروں سے محبت کے روابط
قائم رہنے دو
کہ مجھ کو ان ستاروں سے
گزر کر آگے جانا ہے
مجھے تم کب تک روکو گے
یوں.....
اس پردیس آنگن میں
میں تارا ہوں
مجھے تاروں کی محفل
واپس جانا ہے
میں پردیسی ہوں
مجھ کو لوٹ کے اس......
دیس جانا ہے
مجھے پرلوک جانا ہے
مجھے اب لوٹ جانا ہے

عائشہ..... سرگودھا

"کیسی ہو؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔
"تمہارا نمبر بند تھا۔ سنا تھا تم اسپتال میں ایڈمٹ ہو۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"کیوں کال کی؟" انا کو اپنا لہجہ کسی بھی قسم کے احساس سے عاری محسوس ہوا۔
"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ کیوں کی میں نے۔"
"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"
"تم اسپتال سے گھر شفٹ ہو چکی ہو۔" اسے شاید پل پل کی خبر تھی۔
"دیکھو ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش مت کرنا تم جانتی ہو اچھی طرح کہ ہم پھر کیا کریں گے۔ جو کہا ہے وہ بنا کسی تاخیر کے جلد از جلد کرو..... ورنہ" انا نے لب بھینچ لیے تھے۔ اس کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے تھے۔ اس نے کال بند کر دی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے ابھی اس کے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی۔
"کیا ہوا؟" روشی جو اس کے لیے کچھ پھل لینے باہر گئی تھی اسے اس طرح بیٹھے دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔ انا نے اسے دیکھ کر اپنے ہاتھ ہٹائے تھے۔ وہ اس کے لیے کچھ سیب لے کر آئی تھی۔
وہ اسے سیب کاٹ کر دیتے زبردستی اصرار سے کھانے پر مجبور کرتے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انا کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کا دھیان بس ایک ہی نقطے پر جم گیا ہے۔ وہ بس اس کی باتوں پر ہوں ہاں کرتی رہی تھی۔ روشی اسے ایک سیب کھلا کر اٹھ گئی تھی۔
"تم تھک گئی ہو آرام کرو۔" وہ اس کا رخسار تھپتھپا کر چلی گئی۔ روشی کی محبت پر اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں تو وہ خاموشی سی آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

❁.....❁❁.....❁

شاہ زیب صاحب کو کال آئی کہ حویلی میں بابا صاحب کی طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ صبح کے وقت ملازمین ان کو اسپتال لے گئے تھے لیکن ان کی طبیعت سنبھل نہیں رہی۔ شاہ زیب صاحب از حد پریشان ہو گئے تھے۔ وہ فوراً جانے کو تیار تھے۔ مہرالنساء بھی ساتھ جا رہی تھیں۔ شہوار ابھی گھر پر ہی تھی اسے آج کالج کے لیے ذرا لیٹ نکلنا تھا۔ وہ بھی جانے

پر تیار ہوگئی۔ فون کرکے اس نے مصطفیٰ سے جانے کی اجازت لے لی تھی۔ وہ لوگ دوپہر کو وہاں پہنچے تھے۔
بابا صاحب کی حالت واقعی بہت خراب تھی۔ شاہ زیب صاحب ڈاکٹرز سے ملنے چلے گئے واپس آئے تو چہرے پر کافی تشویش تھی۔
"کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز؟" مہر النساء نے پوچھا۔
"ہمیں انہیں شہر شفٹ کرنا ہوگا۔ یہاں علاج کی سہولیات ناکافی ہیں۔ ڈاکٹر ناامید ہیں۔" ان کے اپنے لہجے میں مایوسی تھی۔ شہوار نے ایک گہرا سانس لیا۔ وہ لوگ شام تک انہیں شہر لے آئے تھے۔ یہاں آتے ہی شاہ زیب صاحب نے اچھے سے اچھے ڈاکٹرز کا فوری بندوبست کیا لیکن بابا صاحب کی کنڈیشن میں کوئی بہتری نہ آرہی تھی۔
گھر سے بھی باقی لوگ آگئے تھے۔ مہر النساء اور شہوار گھر واپس آگئی تھیں۔ اس بار بابا صاحب کی طبیعت کافی عرصے بعد خراب ہوئی تھی۔ سو سب کا اس طرح پریشان ہوجانا فطری تھا۔ شہوار کو بابا صاحب کی محبت اور شفقت ملی تھی۔ وہ اس کے لیے ہمیشہ ایک ابر باراں کی طرح مہربان رہے تھے۔ ان کے وجود سے اسے ہر طرح کی محبت اور چاہت ملی تھی۔ اس نے ان کا ہاتھ تھام کر زندگی کے تمام مدراج طے کیے تھے اور اب ان کی مسلسل بے ہوشی دیکھ کر وہ خود بھی افسردہ تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ کسی مینٹلی ڈسٹربنس کا شکار رہے ہیں۔ جب تک ان کے دل و دماغ کی وہ گرہیں نہیں کھل جاتیں ان کو مکمل طور پر صحت یاب ہونا ناممکن ہے اور شہوار سوچ رہی تھی نجانے ایسی کون سی گرہیں تھیں جو ان کے اندر کی تمام خوشیوں اور آسودگیوں کو دیمک کی طرح چاٹتی جارہی تھیں۔ ورنہ ان کے پاس سب کچھ تو تھا۔ اتنی محبت کرنے والے رشتے پھر کہاں کمی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی۔

❁......❁❁......❁
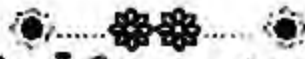
رات کا کھانا کھانے کے بعد صبوحی بیگم اس کے کمرے میں آگئی تھیں۔ گھر واپسی کے بعد بھی کسی نے اس سے کوئی بھی سوال نہ کیا تھا۔ جبکہ وہ اندر ہی اندر خود کو ختم ہوتا محسوس کررہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد سب کچھ ادھر یا پار ہوجائے اور وہ جلد از جلد اس مسلسل ذہنی اذیت سے باہر نکل آئے۔
"ماما مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے؟" کچھ سوچنے کے بعد اس نے کہا تو صبوحی بیگم نے اسے دیکھا۔
وہ اپنے ہاتھ میں پڑی ہوئی انگوٹھی پہن اور کبھی اتار رہی تھی۔
"ہاں کہو۔" انہوں نے محبت سے کہا۔
"ماما یہ آپ ماموں کو واپس کردیں۔" اس نے انگوٹھی صبوحی بیگم کی ہتھیلی پر رکھ دی۔
"کیا......؟" صبوحی بیگم نے ازحد حیرت سے اسے دیکھا تھا۔
"میں یہ رشتہ توڑ رہی ہوں ماما، مجھے اب یا کبھی بھی ولید ضیاء سے شادی نہیں کرنی۔" صبوحی بیگم نے محسوس کیا کہ انا کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ انہوں نے دہل کر بیٹی کا چہرہ دیکھا وہ بالکل سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

آوٹ
عنیقہ محمد بیگ

یہ اور بات تیری گلی میں نہ آئیں
لیکن یہ کیا کہ شہر تیرا چھوڑ جائیں ہم
اس کے بغیر آج بہت جی اداس ہے
جالبؔ چلو کہیں سے اسے ڈھونڈ لائیں ہم

حور بے چینی سے صحن میں ٹہل رہی تھی اور بار بار گھر کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگتی۔

"نہ جانے یہ عثمان کہاں رہ گیا؟" وہ منہ میں بڑبڑائی اور پھر دروازہ بند کر کے کمرے میں آ بیٹھی اسے اندازہ تھا کہ آج اگر عثمان سے پہلے اس کے والد صاحب گھر آ گئے تو پھر عثمان کو ان کے غصے سے نہیں بچا پائے گی۔

پندرہ منٹ کمرے میں بیٹھنے کے بعد وہ بے چینی سے پھر اٹھی اور بیرونی دروازہ کھول کر اس کی منتظر نظر آئی۔ اس کے چہرے کی فکرمندی گزرنے والے آس پاس کے لوگوں کو صاف نظر آ رہی تھی۔ ایک پڑوسن پیار سے بولی۔

"عثمان کی راہ دیکھ رہی ہو حور بیٹی! کہاں گیا ہے؟"

"خالہ میدان میں کرکٹ کھیل رہا ہوگا' آپ پلیز ذرا اسے بلوا دیں۔ شام ہونے کو ہے۔" حور نے فکرمندی سے مدد مانگی۔

"اچھا بیٹی! گھر میں بیٹھو میں بلوا لیتی ہوں۔" پڑوسن نے ہاں میں سر ہلا کر جواب دیا پھر اس کی اٹکی سانس بحال ہوئی مگر اس کی نظریں وال کلاک پر اٹکی ہوئی تھیں وہ اپنے باپ کے غصے سے بخوبی واقف تھی۔

❀......❀......❀

"آج کھیلنے کا وقت گزرنے کا علم ہی نہیں ہوا اتنی دیر ہو گئی ہے میری اماں تو میری ضرور خبر لیں گی۔" عثمان کے دوست طلحہ نے فکرمندی ظاہر کی' ابوبکر نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ہاں یار کافی دیر ہو گئی ہے' میں بھی اپنی اماں کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکوں گا۔" عثمان کے تیسرے دوست نے بھی پریشانی ظاہر کی۔ مگر عثمان بیٹ گھما کر ہنستے ہوئے بولا۔

"میری قسمت تم دونوں سے اچھی ہے' میری حور آپی میری راہ ضرور دیکھ رہی ہوں گی مگر تم دونوں کی ماؤں کی طرح پٹائی نہیں کرنے والی۔ مجھے سمجھا کر جلدی سے شربت بنا کر لائیں گی۔" اس نے کھلے چہرے سے بتایا' طلحہ مسکرا کر بولا۔

"سچ میں تمہاری حور آپی بہت اچھی ہیں' کاش حور آپی میری بہن ہوتی۔" اس نے پیار سے اپنا ہاتھ عثمان کے کندھے پر رکھا جو بہت تھکا تھکا دکھائی دے رہا تھا مگر عثمان نے فوراً اس کا ہاتھ ہٹایا اور تیزی سے بولا۔

"چل ہٹ' وہ صرف میری آپی ہیں صرف میری....." اس کے چہرے کی خفگی صاف عیاں ہوئی۔

طلحہ اور ابوبکر دونوں اس کے ردعمل پر گھبرا سے گئے' وہ ان دونوں سے منہ بسور کر دوسری گلی کی طرف مڑ گیا جبکہ وہ اس کی حرکت پر کچھ نہ سوچ پائے اور دونوں تھکے ہارے بیٹ گھماتے اپنے اپنے گھر کی طرف چل پڑے مگر ان کے چہرے بجھ سے گئے تھے۔

❀......❀......❀

اس کی نظریں وال کلاک پر تھیں کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی وہ تیزی سے دروازے کی طرف لپکی اس نے دروازہ کھولا تو عثمان کو باہر بتیسی نکالے کھڑا پایا' وہ فکرمندی سے بولی۔

"عثمان کہاں رہ گئے تھے تم۔ میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوگئی تھی اتنی دیر مت کھیلا کرو۔" حور نے اس کے بال تولیے سے خشک کرتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"حور آپی! آپ کو تو پتا ہے کہ کرکٹ میری جان ہے اور کھیلتے ہوئے وقت کا احساس ہی نہیں ہو پاتا مگر آئندہ ضرور خیال رکھوں گا۔" اس نے نظریں چرا کر جواب دیا۔ حور بھائی کو دیکھ کر ساری پریشان بھول کر مسکرائی اور ہنستے ہنستے بولی۔

"اچھا کرکٹ تمہاری جان ہے تو پھر میں تمہارے لیے کیا ہوں؟" اس نے شریر لہجے میں پوچھا۔ جو اکثر حور آپی کی بجائے کبھی جان آپی کے نام سے پکارتا تھا۔ وہ ہنس کر بولا۔

"آپ...... آپ بھی میری جان ہو۔" اس نے بھی شریر لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا جی آپ کی جان ہوتی تو یوں تم دیر سے گھر آتے۔" اس نے مصنوعی سی خفگی ظاہر کی وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"آپ پلیز معاف کردیں اور جلدی سے شربت پلادیں بہت پیاس لگی ہے۔" وہ اس کے سر پر پیار دے کر بولی۔

"اچھا بابا...... تم کپڑے تبدیل کرو میں جھٹ پٹ تمہارے لیے شربت لے کر آتی ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ شیشے میں بیٹ گھماتے ہوئے خود کو دیکھ کر گانا گنگنانے لگا۔

"ہم ہیں پاکستانی ہم تو جیتیں گے...... ہاں جیتیں گے۔"

❀......❀......❀
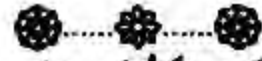
قیوم صاحب کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے اور حور بڑے سلیقے سے ان کے سامنے کھانا لگا رہی تھی اچانک وہ شائستگی سے بولے۔

"حور عثمان کہاں ہے...... اس نے کھانا کھا لیا؟" عثمان کی غیر موجودگی پر انہوں نے پوچھا۔ حور چاول کی ڈش ان کی جانب بڑھا کر بولی۔

"جی وہ ابھی آتا ہے میں نے اسے کھانے کا بتادیا ہے۔" اس نے شائستگی سے جواب دیا اور خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ کر اپنے لیے کھانا نکالنے لگی۔ پانچ منٹ کی خاموشی کے بعد آخرکار وہ غصے سے بولے۔

"کھانا ٹھنڈا ہوجائے گا جاؤ اس کو بلاؤ۔" قیوم صاحب کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے۔ حور نے پھر شائستگی سے جواب دیا۔

"بابا وہ...... وہ...... اس کی فیورٹ فلم لگی ہوئی ہے میں اسے بعد میں کھانا گرم کردوں گی آپ اطمینان سے کھانا کھایئے۔" قیوم صاحب خفگی سے بولے۔

"آج مجھے راستے میں عثمان کے استاد صاحب ملے تھے ان کا کہنا تھا عثمان پڑھائی میں بہت کمزور اور بہت بے پروا ہوگیا ہے۔"

"اچھا مگر عثمان تو مجھے بتارہا تھا کہ استاد صاحب نے اس کی اچھی پڑھائی سے اسے کلاس کا ہیڈ بوائے بنادیا ہے۔" وہ نوالہ چباتے ہوئے حیرانگی سے باپ کی طرف دیکھنے لگی۔

"حور! عثمان کی ہر بات کو تم سچ مت سمجھا کرو وہ بہت شریر ہوگیا ہے۔ اس نے تم سے جھوٹ بولنا بھی شروع کردیا ہے اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤ ورنہ یوں پڑھائی سے بے پروا رہا تو فیل ہوجائے گا۔" قیوم صاحب نے بیزاری سے بیٹی کو دیکھا جو کافی حد تک اسے بگاڑنے کی حق دار بھی تھی۔

"بابا! میں عثمان کے ساتھ سختی کروں...... مجھ سے نہیں ہوگا اماں نے مرتے وقت میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں اسے ماں کی کمی کی محسوس نہیں ہونے دوں گی۔ پھر میں کیسے......؟" اس نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا اور اس کی آنکھیں نم سی ہوگئیں۔

"میرا مطلب وہ نہیں۔" قیوم صاحب بھی اپنی بیوی کے نام پر افسردہ سے نظر آنے لگے وہ مزید بول نہ پائے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی فرماں بردار بیٹی اداس

ہوجائے اور پھر انہوں نے بات کو پلٹنا مناسب سمجھا۔

"باتوں ہی باتوں میں مجھے یاد ہی نہیں رہا' شہباز ہمارے گھر رہنے کے لیے آرہا ہے؟" قیوم صاحب نے خوش گوار لہجے میں اطلاع دی۔

"وہ کیوں؟" وہ حیرانگی سے بولی۔

"بھائی صاحب کا فون آیا تھا کہہ رہے تھے اس کی کمپنی کی دوسری برانچ ہمارے شہر میں کھول رہی ہے۔ وہ تو کرائے کے مکان کا بندوبست کرنا چاہ رہے تھے مگر میں نے صاف انکار کردیا اور بولا کہ شہباز ہمارے گھر ٹھہرے گا آخر وہ میرا اکلوتا بھتیجا ہے۔"

"جی' آپ نے ٹھیک کہا۔" اس نے شائستگی سے جواب دیا۔

"تم اوپر والا کمرا صاف کردو' میرے خیال میں وہ اوپر ٹھیک رہے گا۔ تم کیا کہتی ہو؟" قیوم صاحب نے شائستگی سے اس کی رائے لی۔

"جی بابا جو آپ مناسب سمجھیں' میں ابھی اس کمرے کی صفائی کردیتی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہو' بیٹھو ابھی کہاں جارہی ہو۔ وہ کل نہیں ایک ہفتے کے بعد آرہا ہے' بہت اچھا لڑکا ہے۔" قیوم صاحب اس کو سوچ کر بولے۔

"بابا آپ نے کھیر نہیں لی۔" اس نے ایک دم پوچھا۔

"ہاں ہاں' کھیر بھی کھاؤں گا پہلے کھانا تو کھالوں۔ تم بالکل اپنی ماں کی طرح کھانا پکانے لگی ہو۔" قیوم صاحب مسکرا کر بولے اور اس کا چہرہ کھل سا اٹھا کہ وہ اپنی ماں کی ذمہ داریاں بخوبی نبھارہی تھی۔

"عثمان آج چھٹی کا سوچا تو..... تمہیں بابا کی ڈانٹ سے میں نہیں بچاسکوں گی۔" اس نے صاف لفظوں میں گھبرا کر بتایا۔ کل رات جو قیوم صاحب نے اسے سختی کا مشورہ دیا تھا وہ عثمان کو بگاڑنا بھی تو نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس بات پر خفگی سے ناشتے کی طرف دیکھ کر بولا۔

"مجھے سلائس نہیں پراٹھا کھانا ہے۔" اس نے اس کی بات پر خفا سا جواب دیا وہ اس کی خفگی پر پریشان سی ہوگئی۔

"اچھا اچھا' ناراض کیوں ہورہے ہو' میں پراٹھا بنادیتی ہوں۔" اس نے پیار سے اس کا گال چھوا۔ قیوم صاحب باورچی خانے میں داخل ہوکر خفا لہجے میں بولے۔

"حور پراٹھا بنانے میں کافی دیر ہوجائے گی' تم اسے سلائس ہی دو۔" قیوم صاحب نے شاید اپنے بیٹے کی بات سن لی تھی کہ وہ اسکول سے چھٹی کا ارادہ رکھتا ہے' حور فکر مندی سے بولی۔

"بابا! زیادہ دیر نہیں لگے گی' میں دو منٹ میں پراٹھا بنا رہی ہوں۔" حور نے عثمان کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا اور اس میں باپ کے سامنے بولنے کی جرأت نہ تھی۔ قیوم صاحب خفگی سے اسے دیکھ کر بولے۔

"حور! اس کی ہر فرمائش پوری کرنا لازمی نہیں' تمہیں جو میں نے کہا ہے تم وہی کرو۔" قیوم صاحب نے بیٹی کو بھی جتادیا کہ وہ جان بوجھ کر دیر ہونے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے کیوں کہ گھڑی میں ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید لب کھولتی وہ تیزی سے باورچی خانے سے نکل گیا اور وہ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کو تکتے رہ گئے۔

❁......❁......❁

وہ باورچی خانے میں ناشتا بنارہی تھی جب وہ منہ پھلائے یونیفارم پہن کر اس کے سامنے آگیا۔

"کیا ہوا موڈ کیوں آف ہے؟" اس نے آملیٹ پھینٹتے فکر مندی سے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"حور آپی! سر میں بہت درد ہورہا ہے۔" اس نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ دیئے وہ فکر مندی سے بولی۔

"بابا تو ڈانٹنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے' انہیں مجھ سے محبت نہیں' کاش کہ اماں کے ساتھ میں بھی مرگیا ہوتا تو بابا کی ڈانٹ تو روز کھانے کو نہ ملتی۔" اس نے خفا سا منہ بنا کر کہا۔

"اللہ نہ کرے' تمہیں میری بھی عمر لگ جائے۔ بابا تم سے بہت محبت کرتے ہیں عثمان! وہ کل تمہارے

استاد صاحب نے انہیں تمہارے بارے میں بتایا تھا۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"کب.... کون سے استاد صاحب ان کو ملے.... سر غفور یا پھر سر جمال.... یا پھر منیر.... مجھے ہے سر جمال ملے ہوں گے انہیں تو میں کبھی بھی اچھا نہیں لگا۔" اس نے سر جمال کو سوچ کر اپنی بہن کو جواب دیا۔

"دیکھو عثمان! میں اور بابا صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم پڑھائی کو توجہ سے لو پڑھائی ایسی چیز ہے جو تمہارے مستقبل میں تمہارا ساتھ دے گی۔ ایسے میں بابا اگر ڈانٹتے ہیں تو کچھ بُرا نہیں کررہے اور اگر تم نے دل لگا کر پڑھائی نہ کی تو بابا تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی ڈانٹتے رہیں گے۔" اس نے معصوم چہرہ بنا کر اسے سمجھانے کی کوشش کی جو اس سے پندرہ سال چھوٹا تھا۔ وہ آخر کار نظریں چرا کر بولا۔

"اچھا آپی! آئندہ شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔" حور پیار سے بولی۔

"یہ ہوئی ناں بات، میں ابھی تمہارا لنچ لے کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپی آپی.... مجھے سلائس نہیں کھانے پلیز۔" اس نے منہ بسور کر ہلکی آواز سے بتایا۔

اس نے ہنستے ہوئے اپنے دوپٹے کی گرہ کھولی اور اس میں سے پچاس کا نوٹ نکالا اور اسے تھماتے ہوئے بولی۔

"مجھے سب سمجھ ہے، تمہیں پیسے چاہیے، جس دن تم ناشتے سے انکار کرتے ہو درحقیقت تمہیں نوٹ کھانے ہوتے ہیں۔" وہ پچاس کا نوٹ جیب میں ڈال کر مسکرایا۔

"آپ سچ میں حور ہیں۔" وہ اس کے پیسے دینے پر بہت خوش ہوگیا جبکہ وہ روز باپ سے دس روپے لے کر جاتا تھا مگر اب وہ حور سے بھی پیسے بٹور رہا تھا۔

❀.....❀.....❀
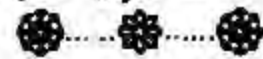
دوپہر کے تین بج رہے تھے جب وہ سلائی مشین کا کام دیکھ رہی تھی تو دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اس نے دوپٹہ سنبھالا اور سوچتے سوچتے بیرونی دروازے کی طرف لپکی کہ کوئی پڑوسن ہوگی مگر ایک بھاری مردانہ آواز پر چونکی جب دوسری جانب سے السلام علیکم کی آواز آئی۔

"جی کون....؟" اس نے فوراً پوچھا اور دوپٹہ سر پر لے لیا۔ دروازے کی آڑ میں وہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔

"تم حور ہو میری کزن....؟" مردانہ آواز ابھری۔

جی جی.... ہاں!" اس نے دروازہ کھول دیا وہ شہباز تھا جسے تقریباً دس سال کے بعد وہ دیکھ رہی تھی۔ وہ مسکرا کر اندر داخل ہوا۔

"شکر ہے تم نے پہچان لیا میں تو سوچ رہا تھا کہ کہیں تم میرے منہ پر دروازہ ہی نہ مار دو۔" اس نے ہنسی نکالی۔

"میں ایسا بھلا کیوں کروں گی۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"آپ یہ ماتھے پر نشان دیکھ رہی ہیں۔" وہ اس کے قریب آ کر بولا وہ گھبرائی اور اس نے اپنے قدم پیچھے کی جانب کیے۔

"کچھ یاد آیا۔" وہ پھر ہنسا اور اس کا ہاتھ ابھی بھی ماتھے پر لگے ایک گہرے نشان پر تھا۔

"جی مجھے یاد نہیں....!" اس نے نظریں چرالیں۔

"جناب! یا آپ نے بچپن میں مجھے بوتل ماری تھی جب میں نے آپ کی گڑیا چھینی تھی۔" اس نے ہنستے ہنستے اسے یاد دلایا۔

"جی کیا....؟" وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

"ہاں جی! اس لیے تو ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر سے دوسرا نشان نہ ماتھے پر آپ بنا دیں۔" وہ قہقہہ لگا کر صوفے پر بیٹھ گیا وہ بھی مجبوراً مسکرائی جبکہ وہ آناً فاناً اس کی آمد سے بوکھلا سی گئی تھی کیوں کہ قیوم صاحب نے تو ایک ہفتے کے بعد اس کے آنے کی اطلاع دی تھی۔

"چائے ملے گی۔" اس نے فوراً پوچھا۔

"جی ضرور میں ابھی لاتی ہوں۔" اس نے تیزی دکھائی اور باورچی خانے میں آ کر چائے بنانے لگی۔

❀.....❀.....❀

حور کھانے کی ٹیبل سجا رہی تھی اور عثمان اس کے سر پر آ کھڑا ہوا اور خفگی سے بولا۔

"حور آپی! آپ کے کام کب ختم ہوں گے' میرا ہوم ورک کب کریں گی؟"

"اوہو عثمان! میں تمہارا ہوم ورک کردوں گی' تمہیں پتا تو ہے کہ آج گھر پر شہباز آئے ہیں اس لیے تھوڑا اہتمام کرنا پڑے گا۔" اس نے تیزی سے پلیٹیں لگاتے ہوئے سمجھایا۔

"بس چھوڑ دیں کام اور میرے ساتھ میرے کمرے میں چل کر میرا ہوم ورک کروئیں۔" اس نے حور کا مضبوطی سے ہاتھ تھام لیا اور اسے گھسیٹنے لگا۔

"اوہو رکو تم عثمان! تم سمجھ کیوں نہیں رہے' میں تمہارا سارا کام آج رات ہی کردوں گی۔" اس نے پیار سے اپنا بازو چھڑایا۔ اسی دوران شہباز نے ان دونوں کی بات سن لی جو دروازے کے باہر کھڑا تھا وہ ہنستے ہنستے بولا۔

"عثمان میرے پیارے کزن! یہ کیا بات ہوئی ہوم ورک تمہارا ہے یا پھر حور کا؟"

"دیکھئے شہباز بھائی! آپ یہاں مہمان بن کرآئے ہیں بہتر ہے کہ مہمان بن کر ہی رہیں۔" عثمان نے غصیلی نظروں سے اسے پلٹ کر جواب دیا وہ گھبرا کر بولی۔

"عثمان بڑوں سے ایسے بات نہیں کرتے' تم کمرے میں جاؤ میں ابھی تمہارے پاس آتی ہوں۔" حور نے اس کی بدتمیزی پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے فوراً کمرے میں بھیجا تو وہ غصے سے اسے دیکھ کر چلا گیا اور شہباز کے چہرے پر حیرانگی سی چھاگئی۔

❀......❀......❀

رات کے دو بج رہے تھے اور اس کے کمرے کی لائٹ آن تھی وہ پانی پینے کی غرض سے اٹھا تو لائٹ آن دیکھ کر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ شہباز نے دروازہ کھول کر اسے پکارا۔

"حور کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"جی.....جی....." وہ چونکی دوپٹہ سنبھالا اور پیار سے بولی۔ "آپ کو کچھ چاہیے تھا کیا؟" شہباز نے اس کے ہاتھ میں قلم اور ٹیبل پر کاپی دیکھی تو سمجھ گیا کہ وہ عثمان کا ہوم ورک مکمل کر رہی ہے وہ شائستگی سے بولا۔

"رات کے دو بج رہے ہیں اور آپ پھر بھی ہوم ورک.....؟" اس نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔

"کتنے دنوں کا کام عثمان نے نہیں کیا ہوا' کل اس کی کاپی چیک ہونی ہے اور اگر کام نہ ہوا تو اسے سزا بھی مل سکتی ہے۔" اس نے معصومیت سے بتایا جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے بھائی سے بہت محبت کرتی ہے۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا۔

"حور آپ اپنے بھائی کی پڑھائی میں یوں مدد کرتی رہیں تو ایک دن آپ کی محبت اس کی زندگی کو نقصان پہنچا دے گی آپ سمجھ تو رہی ہیں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"عثمان ابھی چھوٹا ہے وقت کے ساتھ یقیناً سمجھ دار ہوجائے گا۔" اس نے شائستگی سے جواب دیا اور نظریں جھکالیں جو نیند کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"ہاں یقیناً اللہ کرے وقت کے ساتھ اس میں سمجھ داری آجائے مگر آپ تو سمجھ دار ہیں آپ اپنا رویہ اس کے لیے تبدیل کریں۔" وہ فکرمندی سے بولی۔

"جی ہیں میں اپنا رویہ پڑھائی کے معاملے میں ضرور تبدیل کروں گی۔ مجھے بھی اس کے مستقبل کی فکر ہے۔"

"میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا ہوں۔" اس نے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا وہ بار بار نظریں چرا رہی تھی۔

"نہیں نہیں.....بس تھوڑا سا کام تھا مکمل ہوجائے گا آپ بھی سو جائیے' کل کمپنی میں آپ کا پہلا دن ہوگا آپ کو فریش لگنا چاہیے۔" وہ شائستگی سے بولی اور اس نے نظریں جھکالیں۔

"خیال کرنے کا شکریہ۔" اس نے بھی پیار سے جواب دیا اور اللہ حافظ کہہ کر اپنے کمرے میں آگیا۔

❀......❀......❀

وہ چھٹی کے دن آفس کا کام لیپ ٹاپ پر کر رہا تھا جب اسے صحن میں شور کی آواز سنائی دی۔

"اگر آپ مجھے نیا بیٹ نہیں دلاسکتیں تو میں کہیں دور

بہت دور چلا جاؤں گا۔"

"خدایا کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو عثمان! تمہیں کیا ہوگیا ہے تم جانتے ہو مہینے کا آخری ہفتہ ہے بابا کی تنخواہ آئے گی تو پھر نیا بیٹ خرید دوں گی۔" شہباز کو حور کی آواز میں بے بسی محسوس ہوئی اس نے کام چھوڑ دیا۔ اس کا دل چاہنے لگا کہ وہ عثمان کو جاکر سمجھائے مگر پھر خاموشی سے کرسی پر بیٹھا رہا وہ جانتا تھا کہ یہ ان دونوں کا ذاتی مسئلہ ہے۔

"آپی! نہیں...... میں نے اپنے دوستوں سے بات کرلی ہے کہ کل میں نیا بیٹ لے کر اسکول آؤں گا' آپ کو میری عزت کا ذرا خیال نہیں۔" اس نے خفا لہجے سے جتلایا۔

"اوہو عثمان! میں کیسے سمجھاؤں' میرے پاس پیسے ہوتے تو میں کبھی انکار نہیں کرتی۔"

"اچھا تو آپ اپنی سہیلی فضہ سے ادھار لے لیں' مجھے یقین ہے کہ وہ انکار نہیں کرے گی۔" اس نے حور کا ہاتھ تھام کر منت سماجت شروع کردی شہباز کے چہرے پر غصہ چھا گیا مگر وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اگر وہ اس کا سگا بھائی ہوتا تو کب کا وہ اس کے دو تین تھپڑ رسید کرچکا ہوتا وہ اپنا غصہ قابو کرنے لگا' وہ فکرمندی سے بولی۔

"عثمان میں نے کبھی کسی سے ادھار نہیں مانگا اور بابا کے علم میں یہ بات پہنچ گئی تو......؟" اس نے اپنے باپ کا سوچ کر منع کیا۔

"آپی! آپ میرے لیے اتنا چھوٹا سا کام نہیں کرسکتیں' ویسے تو آپ ہر وقت کہتی رہتی ہیں کہ آپ میرے لیے اپنی جان بھی قربان کرسکتی ہیں۔" اس نے جان بوجھ کر اپنی آنکھیں مسلنا شروع کردیں' وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن اس کے آنسو نہیں دیکھ پائے گی۔

"اچھا بابا رونا مت...... میں ادھار مانگ لوں گی اب خوش۔" اس نے فوراً ہار مان لی جو اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔

"آپ سچ کہہ رہی ہیں آپی!" وہ چیخنے لگا اور بار بار اس سے پوچھنے لگا۔

"ہاں بابا! بالکل سچ......" وہ ہنسنے لگا جبکہ شہباز ہاتھ مسلتا کرسی پر بیٹھا ہی رہ گیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ سر جھکائے حور کے بارے میں سوچ رہا تھا جب ہی اس نے ہلکی سی دستک دے کر اپنے آنے کی اطلاع دی جو اس کی آمد پر باخبر تھا۔

"وہ...... وہ میں نے کھانا تیار کردیا ہے اگر آپ کو بھوک لگے تو کھا لیجیے گا۔" اس نے اپنے سرکتے دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے بتایا جس سے صاف ظاہر ہوا کہ وہ باہر جارہی ہے۔

"تم کہیں باہر جارہی ہو؟" اس نے شائستگی سے پوچھا علم تھا کہ وہ اپنی سہیلی کی طرف جارہی ہے اور وہ بھی ادھار لینے۔ وہ نظریں چرا کر بولی۔

"میں اپنی سہیلی فضہ سے ملنے جارہی ہوں' شام سے پہلے لوٹ آؤں گی۔" اس نے دھڑکتے دل سے جواب دیا اور سوچنے لگی کہ کہیں اسے علم تو نہیں ہوگیا کہ وہ اپنی سہیلی سے پیسے مانگنے جارہی ہے۔

"آپ فضہ سے پیسے لینے جارہی ہیں تو آپ وہ ادھار مجھ سے لے لیں۔"

"جی...... وہ...... وہ...... نہیں تو ایسی بات نہیں؟" وہ شرمندہ سی ہوگئی اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"دیکھو حور! بے شک فضہ تمہاری سہیلی ہے مگر تایا جان کی عزت کے لیے کہہ رہا ہوں اگر تم پیسے نہیں لینا چاہتیں تو میں عثمان کی پسند کا بیٹ اسے دلا دیتا ہوں۔" اس نے پیار سے اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں...... میں عثمان کو نیا بیٹ خود دلا دوں گی۔" وہ فکرمندی سے بولی۔

"کیوں...... کیا میں ابھی بھی تمہارے لیے اپنا نہیں ہوں۔" اس نے شائستگی سے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں شہباز! وہ دراصل......" اس نے بات کو ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا اس سے وہ

ادھار لے لیتی تو گھر کی بات گھر میں ہی رہتی تھی۔ وہ اس کی خاموشی پر کرسی سے اٹھا اور شائستگی سے بولا۔

"میں عثمان کو بازار لے کر جا رہا ہوں اگر تمہیں کچھ چاہیے تو وہ بھی بتا دو۔" اس نے نظریں چرا کر پوچھا۔

"میرے لیے...... نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ آپ بس عثمان کو صرف نیا بیٹ دلا دیں اور میں بعد میں آپ کو پیسے لوٹا دوں گی۔" اس نے پیسے دینے کی بھی بات کر دی۔ وہ مسکرایا۔

"مجھے پیسے لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے اس کو پریشانی سے جلد آزاد کیا جو صرف اس کے پیسے دینے پر بجھ سی گئی تھی اور سوچوں میں ڈوب رہی تھی۔

❁......❁......❁

"حور آپی...... حور آپی...... آپ کہاں ہیں؟" وہ گھر میں آ کر زور زور سے اسے پکارنے لگا۔ وہ چھت سے کپڑے اتار رہی تھی اس کی آواز پر جلدی سے سیڑھیوں سے اتری وہ ایک شاندار بیٹ ہاتھ میں پکڑے ہلا ہلا کر شاٹ لگا رہا تھا اسے دیکھ کر خوشی سے بولا۔

"حور آپی! دیکھو تو شہباز بھائی نے کتنا مہنگا بیٹ مجھے لے کر دیا ہے۔" اس نے بیٹ حور کو بڑی گرم جوشی سے دکھایا جس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔

"خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے بہت زبردست بیٹ ہے آپی! یہ بیٹ دو ہزار کا ہے اور حور آپی! شہباز بھائی نے مجھے ڈھیر ساری چاکلیٹس بھی لے کر دی۔" اس نے اپنی دونوں جیبوں سے چاکلیٹس نکالنی شروع کر دی۔

"اوہو عثمان! تم نے شہباز کا اتنا زیادہ خرچہ کروا دیا۔" وہ فکرمندی سے بولی۔

"حور آپی! شہباز بھائی کے پاس بہت پیسے ہیں انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ایک چاکلیٹ کھاتے ہوئے ہنسا۔

"مگر پھر بھی عثمان......" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی وہ تیزی سے بولا۔

"آپی! اب بس بھی کر دو مجھے اپنے دوستوں کو نیا بیٹ دکھانے جانا ہے۔" وہ بیٹ گھماتے ہوئے باہر نکل گیا اور وہ باورچی خانے میں سکون سے کام کرنے میں مصروف ہو گئی۔

❁......❁......❁

"حور...... حور...... وہ...... وہ......" اس نے بات کرنا چاہی مگر لفظ اس کا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

"شہباز...... جی آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟" وہ اس کے یوں ادھورے لفظوں سے کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس لیے شائستگی سے بولی۔

اس نے نظریں چراتے ہوئے اپنی جیب میں سے ایک خوب صورت مخمل کی ڈبیا نکال لی اور دھڑکتے دل سے اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔

"یہ...... یہ کیا ہے؟" اب اس کی زبان نے ساتھ دینا چھوڑ دیا اور وہ اسے گھورنے لگی۔

"حور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کہوں مگر بس اتنا ہی کہہ پاؤں گا کہ تم...... تم......" اس سے جملہ مکمل نہیں ہو پا رہا تھا۔

"کیا میں......؟" اس نے نظریں ملا کر پوچھا۔

"حور تم مجھے غلط مت سمجھنا میرا وہ مطلب نہیں۔" وہ مزید گھبرا سا گیا جو کافی دنوں کے بعد یہ فیصلہ کر پایا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے اور اسے حور کو پرپوز کر دینا چاہیے۔

"تم غلط ہی ہو شہباز...... !" اس نے غصے سے لفظ چبا چبا کر جواب دیا۔

"آئی ایم سوری حور! مجھے یوں تمہارے لیے گفٹ نہیں لانا چاہیے تھا۔" اس نے گھبرا کر دوبارہ ہاتھ ڈبیا کی طرف بڑھایا تو حور نے وہ مٹھی جھٹ سے بند کر لی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"تم...... تم میرے ساتھ مذاق کر رہی تھیں۔" وہ اس کی مسکراہٹ پر لمبا سانس کھینچ کر بولا۔

"ہاں میں نے یہ انگوٹھی دیکھ لی تھی پر مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ یہ انگوٹھی میرے لیے ہے۔ میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ

یہ انگوٹھی کسی اور کے لیے لے کر آئے ہیں۔" اس نے ڈبیا کھول کر انگوٹھی کو پیار سے دیکھا جسے پہلے دیکھنے پر اسے کتنی جلن محسوس ہوئی تھی کہ شہباز کی زندگی میں کوئی لڑکی ہے کتنے دنوں سے جو کیفیت شہباز کی تھی وہ بھی مسلسل اس میں گھری ہوئی تھی۔ اس انگوٹھی نے اسے جتلا دیا کہ وہ شہباز کو پسند کرنے لگی ہے۔

"اور اگر یہ انگوٹھی سچ میں تمہارے لیے نہیں ہوتی تو پھر تم کیا کرتیں؟" اس نے شریر لہجے سے پوچھا۔

"پھر میں اس محبت کو دفن کر دیتی۔" اس نے مصنوعی خفگی سے جواب دیا۔

"اچھا' مگر ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" اس نے ڈبیا سے انگوٹھی نکال کر اس کو پہنا دی اور وہ اپنی محبت کو پا کر مکمل سی گئی۔

❁......❁......❁
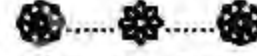
"بھابی کا فون آیا تھا وہ شہباز کے لیے تمہارا ہاتھ مانگ رہی ہیں۔ شہباز مجھے بھی بہت پسند ہے میں نے تو فوراً ہاں کر دی مگر اب سوچ رہا ہوں مجھے تمہاری زندگی کا فیصلہ لینے سے پہلے تم سے بات کر لینی چاہیے تھی۔" قیوم صاحب نے شائستگی سے اسے کمرے میں بلوا کر بتایا۔

"بابا! آپ جو فیصلہ کر چکے ہیں مجھے قبول ہے اور مجھے اندازہ ہے کہ آپ جو فیصلہ لیں گے میرے لیے بہتر ہوگا۔"

"جیتی رہو میری بیٹی! مجھے تم پر فخر ہے۔ ماشاء اللہ میری بچی لاکھوں میں ایک ہے۔" قیوم صاحب نے اس کے سر پر پیار دیا اور مطمئن سے ہو گئے۔

"بابا! میں آپ کے لیے ناشتا لاؤں۔" اس نے شائستگی سے بات مکمل ہونے کے بعد پوچھا۔

"ہاں بیٹی! مگر ایک اور بات بھی کرنا چاہ رہا تھا' آج تمہاری ماں زندہ ہوتی تو شاید مجھے اس بات کی ضرورت نہ پڑتی۔" قیوم صاحب نے جھکی نظروں سے بات کی۔

"بابا! آپ نے باپ کے ساتھ ماں کا بھی فرض نبھایا ہے آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں' بتایئے۔"

"بیٹی! شہباز سے تمہارا رشتہ طے ہو گیا ہے اب مناسب ہوگا کہ محتاط رہو تم سمجھ رہی ہو ناں۔ یہ رشتے بہت نازک ہوتے ہیں۔" قیوم صاحب نے فکری مندی ظاہر کی۔

"بابا! آپ فکر نہ کریں میں اپنی حد جانتی ہوں آپ کو میری وجہ سے کبھی شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔" قیوم صاحب نے لمبی مطمئن سانس لی اور پیار سے بولے۔

"جیتی رہو میری بچی! اللہ تعالیٰ تمہیں بے شمار خوشیوں سے نوازے۔" حور باپ کو تسلی دے کر خود کو کافی ہلکا محسوس کر کے باورچی خانے میں آ کر کام کرنے لگی۔

❁......❁......❁

"آپ اور یہاں میرے کمرے میں......؟" وہ شہباز کو اپنے کمرے میں دیکھ کر گھبرا سی گئی۔

"کیوں' میں تمہارے کمرے میں کیا نہیں آ سکتا۔" وہ شریر لہجے میں بولا۔

"آپ......آپ جایئے بابا نے آپ کو یہاں دیکھ لیا تو کہیں مجھ سے خفا نہ ہو جائیں۔"

"اوہو یار! تمہیں مبارک باد دینے آیا ہوں جناب اور اگر آپ یوں مجھ سے چھپ کر رہیں گی تو میرے معصوم دل کا کیا ہوگا۔" اس نے معصوم چہرہ بنا کر دل پر ہاتھ رکھ کر اسے دیکھتے پوچھا۔

"شہباز! آپ جایئے پلیز......" وہ گھبرا کر بولی۔

"میں کیوں جاؤں' مجھے سارا دن تمہارا چہرہ دیکھنا ہے۔" وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اُف......آپ کتنے شریر ہو گئے ہیں' پلیز جایئے۔" وہ گھبرا کر بار بار اس سے التجا کر رہی تھی۔

"اوہو شریر نہیں' بہت شریر ہوں اور میں کہیں نہیں جا رہا مجھے اسی کمرے میں رہنا ہے۔"

"حور بیٹی......حور بیٹی......" اچانک قیوم صاحب کی آواز ابھری جس پر شہباز کا رنگ اڑ سا گیا اور وہ گھبرا کر کمرے سے بھاگ کھڑا ہوا اور حور کا کمرا اس کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔

❁......❁......❁

''چھوڑو عثمان...... چھوڑو......'' وہ شام کو آفس سے گھر آ رہا تھا جب اس نے عثمان کو دیکھا جس نے اپنے ہی کسی دوست کا گریبان پکڑا ہوا تھا اور وہ دونوں بُری طرح سے لڑ رہے تھے۔

''میں اس کو نہیں چھوڑوں گا' میں اس کو جان سے مار دوں گا۔ شہباز بھائی آپ میرے مسئلے میں نہ پڑیں۔'' عثمان نے غصے سے شہباز کو گھورتے ہوئے جواب دیا اور گریبان نہ چھوڑا۔

''عثمان پاگل ہوگئے ہو' چھوڑو......'' عثمان نے ایک زور کا مکا پھر اپنے دوست کے منہ پر دے مارا جس پر شہباز آگ بگولہ سا ہوگیا اور پوری قوت کے ساتھ اس نے عثمان کو پکڑ کر دوسری طرف دھکیلا اور ایک زور کا طمانچہ اسے رسید کیا۔

''بدتمیز یوں جھگڑا کرتے ہیں' دوست ہے تمہارا۔'' عثمان تھپڑ پڑنے پر حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا۔ شہباز غصے سے اسے گھسیٹ کر گھر لے آیا اور راستے میں اس نے عثمان کی خوب خبر لی۔ جس پر عثمان بے تحاشا رونے لگا۔

''کیوں رو رہے ہو...... اُف اللہ! کچھ تو بتاؤ۔'' وہ اس کے بُری طرح رونے پر خوف زدہ سی ہوگئی۔

''دیکھو اپنے لاڈلے بھائی کا حال' اگر وہاں میں نہ ہوتا تو شاید یہ لڑکا اس کا گلہ دبا کر ہی سانس لیتا۔'' شہباز نے غصے سے حور کو دیکھتے جتایا۔

''تم...... تم جھگڑا کر رہے تھے۔'' حور فکر مندی سے اس سے پوچھنے لگی جو بُری طرح سے رو رہا تھا کہ شہباز نے اس کو مارا ہے۔

''آپی! شہباز بھائی نے مجھے مارا ہے۔'' اس نے اپنے سرخ گال کو دکھا کر چیختے ہوئے بتایا۔ حور گھبرا کر شہباز کی طرف دیکھنے لگی۔ دوسری طرف شہباز بھی غصے سے بولا۔

''تھپڑ نہ مارتا تو تم اس کی جان چھوڑتے' شکر کرو کہ وہاں اس کا باپ نہ آ پہنچا ورنہ بات کہاں سے کہاں چلی جاتی اور چچا جان کو بھی شرمندگی اٹھانا پڑتی۔''

''آپی! اس نے پہلے مجھے مارا تھا۔'' اس نے روتے روتے بتایا اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا وہ حور کی ہمدردی زیادہ سے زیادہ بٹورنا چاہتا تھا کہ اس کے تھپڑ کا بدلہ اب حور لے۔

''اچھا! اس نے تمہیں مارا ہے مگر اس کے منہ سے خون نکل رہا تھا' اس کے چہرے پر تمہارے ناخنوں کے نشان تھے اور اس کے بعد بھی تم اس کو چھوڑ نہیں رہے تھے۔'' شہباز نے دوسرے لڑکے کی حالت حور کے سامنے بیان کی جس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے عثمان کو گلے سے لگالیا۔

''آپی! شہباز بھائی نے مجھے بہت مارا ہے۔'' وہ روتے روتے بولتا جا رہا تھا اور حور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے جبکہ شہباز بے قصور ہونے کے باوجود قصور وار نظر آ رہا تھا اور ایسا عثمان نے اسے حور کی نظروں میں کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

''حور آپی! آپ منگنی توڑ رہی ہے کہ نہیں۔'' وہ جب کھانا لے کر اس کے کمرے میں پہنچی تو اس نے خفگی سے پوچھا۔

''اوہو پہلے کھانا کھاؤ پھر میں کچھ سوچتی ہوں کہ شہباز سے کیسے پیچھا چھڑوانا ہے۔''

''حور آپی! انہوں نے سب کے سامنے مجھے تھپڑ مارا' دیکھئے ابھی بھی میرے گال پر ان کی انگلیوں کے نشان ہیں۔''

''بہت بُری بات ہے' شہباز کو بیچ میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ میں اس سے بات کرتی ہوں کہ آئندہ میرے بھائی پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ کرنا۔'' اس نے دھمکی والا انداز ظاہر کیا جیسے وہ عثمان کے دل کو مطمئن کر سکے۔

''آپی! آپ بہت پیاری ہیں' آپ کو شہباز بھائی سے اچھا لڑکا مل سکتا ہے۔ مجھے شہباز بھائی اب بالکل

پسند نہیں۔" اس نے منہ بسور کر بتایا۔

"اچھا بابا اچھا' کوئی اچھا لڑکا ملے گا تو شہباز کو چھوڑ دوں گی۔ خدا کے لیے اب کھانا کھالو کب سے بھوکے ہو۔" اس نے فکرمندی سے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"ٹھیک ہے اب میں کھانا کھالوں گا مگر آپ وعدہ سے مکر مت جانا۔" اس نے نوالہ لیتے ہوئے اسے آمادہ کیا اور خوشی اس کے چہرے پر چھا سی گئی۔ وہ اس کے ساتھ خوش اس لیے نظر آرہی تھی کہ وہ عثمان کو مطمئن کرسکی مگر کھڑکی کی آڑ میں کھڑا شہباز سوچوں میں ڈوبتا ہی چلا گیا اور اس کا چہرہ بجھ سا گیا۔

❀......❀......❀
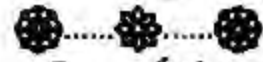
یار! تم فکر نہ کرو بس کوئی اچھا سا تحفہ سر سعد کی خدمت میں پیش کرو مجھے یقین ہے وہ تمہارا نام کرکٹ ٹیم میں شامل کرلیں گے۔" جب اسکول کی ٹیم میں اس کو شامل نہیں کیا گیا تو وہ کلاس میں آ کر منہ پھلا کر بیٹھ گیا۔

"یہ تو رشوت ہوگئی۔" اس نے اپنے دوست راحیل کو منہ بسور کر جواب دیا جو اس کی ہمت بڑھا رہا تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔ رشوت سے ہی تو کام چلانا پڑتا ہے' تم اب اچھی سی ایک گھڑی خریدنے کا بندوبست کرو۔ باقی کام مجھ پر چھوڑ دو۔" راحیل نے چالاکی سے سوچتے ہوئے اسے رائے دی۔

"گھڑی کا انتظام...... بہت مشکل ہے؟" اس نے فکرمندی سے جواب دیا وہ جانتا تھا کہ حور آپی کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ انتظام کرسکیں گی۔

"یار مشکل تو ہے مگر تم یہ انتظام نہیں کرسکو گے تو کھیل نہیں پاؤ گے۔" اس نے بھی رونی صورت بنا کر جواب دیا جو اس کا بیسٹ فرینڈ تھا اور اسے عثمان کے ساتھ ہی کھیلنے میں مزا آتا تھا۔ وہ باؤلر بہت اچھا تھا جس کی وجہ سے اس کا نام ٹیم میں شامل کرلیا گیا تھا مگر اپنے دوست کے بغیر وہ پریشان سا ہوگیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کچھ کرنا ہوگا۔" عثمان نے کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھ کر جواب دیا۔ وہ مسکرایا۔

❀......❀......❀

"حور حور...... میرے والٹ میں صبح پانچ ہزار روپے تھے مگر اب اس والٹ میں ایک پیسہ بھی نہیں جبکہ ایک گھنٹے پہلے بھی تھے۔" وہ پریشانی کے عالم میں حور کے پاس آ کر بولا جس کے ہاتھ میں اپنا والٹ تھا حور فکرمندی سے بولی۔

"شہباز! ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟"

"سچ حور! میں خود پریشان ہوگیا ہوں۔" اس نے خالی والٹ حور کے سامنے کردیا۔ حور تیزی سے والٹ کی زپ کھول کر ٹٹولنے لگی مگر خالی والٹ میں پیسے کہاں سے آتے۔

"شہباز آپ کو ٹھیک سے یاد ہے ناں کہ آپ نے پیسے والٹ میں رکھے تھے۔"

"ہاں حور! میں نے ایک گھنٹہ پہلے عثمان کو آئس کریم دلائی ہے' بے شک تم اس سے پوچھ لو۔" وہ فکرمندی سے بولا۔

"عثمان......عثمان...." حور نے فکرمندی سے اس کا نام لیا اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

شہباز حور کے بار بار عثمان کے نام لینے پر اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی اڑی رنگت پر اسے احساس ہوا کہ کہیں عثمان نے تو اس کے پیسے نہیں چرائے۔ شہباز کے چہرے پر یک دم غصہ سا چھا گیا اور وہ عثمان کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ حور فکرمندی سے اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ عثمان اپنے بستے کی زپ بند کررہا تھا جب حور اور شہباز اچانک اس کے کمرے میں آگئے وہ حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگا' شہباز غصے سے بولا۔

"عثمان! تم نے میرے والٹ سے پیسے نکالے ہیں کیا؟"

"شہباز! میں عثمان سے بات کرتی ہوں۔" حور پریشانی سے شہباز کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"حور! تم ہم دونوں کے درمیان کچھ نہیں بولو گی' پیچھے ہٹو۔ میں خود اس سے بات کروں گا۔" شہباز نے غصے

سے حور کو حکم دیا۔

"میں نے آپ کے والٹ سے پیسے نہیں نکالے آپ مجھ پر گھٹیا الزام مت لگائیں۔" عثمان نے بھی غصے سے جواب دیا۔

"شہباز! عثمان نے کبھی میرے پیسے بغیر اجازت نہیں اٹھائے' یہ سچ بول رہا ہے۔"

"اچھا' ٹھیک ہے میں ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتا ہوں۔ میں اس کے بستے کی تلاشی لینا چاہوں گا۔" شہباز کی نظر بستے پر پڑی کمرے میں آنے سے پہلے عثمان بستے کی زپ بند کررہا تھا۔

"نہیں آپ میرے بستے کی تلاشی نہیں لے سکتے۔" عثمان کا رنگ فق ہوگیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا بستہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ شہباز نے غصے سے بستہ اس سے چھین لیا اور زپ کھول کر بستہ الٹا دیا۔

بستے میں سے ساری چیزیں کاپیاں' کتابیں' قلم گرنے لگے اور آخر کار ایک کاپی کے گرنے کے ساتھ پیسے بھی زمین پر آ پڑے۔ حور پیسے دیکھ کر گھبرا سی گئی شہباز نے ایک زور کا طمانچہ عثمان کے منہ پر دے مارا اور غصے سے باہر نکل گیا حور روتے روتے بس عثمان کو دیکھتی رہ گئی جو اس سے نظریں چرا رہا تھا۔

❁......❁......❁
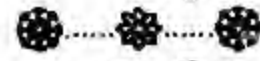
وہ لیپ ٹاپ پر کام کررہا تھا جب اس نے دیکھا حور عثمان کا ہاتھ پکڑے اسے زبردستی کمرے میں لارہی تھی وہ ان دونوں سے بے پروا سا ہوگیا اور لیپ ٹاپ پر مسلسل کام کرنے لگا۔

"شہباز! عثمان آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہے' آپ اسے معاف کردیں۔" حور نے شائستگی سے نظریں چرا کر بات کی جو عثمان کو کمرے میں زبردستی لے کر آئی تھی۔ شہباز نے عثمان کے چہرے پر سرسری سی نظر ڈالی جس کے چہرے پر شرمندگی کا احساس نہیں تھا۔

"عثمان! شہباز بھائی سے معافی مانگو۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے ہلایا جو بس دیواروں کو مسلسل گھور رہا تھا۔

"مجھے معاف کردیں۔" اس نے منہ بسور کر معافی مانگی۔ اس سے پہلے شہباز کچھ کہتا اس نے حور کی آنکھوں میں دیکھا جس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ شہباز اپنی محبت کی خاطر تھوڑا نرم سا پڑ گیا اور شائستگی سے بولا۔

"آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔" اس نے پیار سے جواب دیا عثمان نے خاموشی سے اپنا سر جھکا لیا۔

حور اور شہباز ایک دوسرے کو پھر تکتے رہ گئے جیسے انہوں نے عثمان کو اپنی غلطی کا احساس دلا دیا ہو۔

❁......❁......❁

"تمہیں چوری نہیں کرنی چاہیے تھی' مجھے تمہاری اس حرکت پر......" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی' جس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

"حور آپی! مجھ سے غلطی ہوگئی میں تو سر سعد کو تحفہ دے کر اپنا نام کرکٹ ٹیم میں شامل کروانا چاہتا تھا بس اسی وجہ سے پیسے چرائے۔" وہ حور کی ناراضگی پر پریشان سا ہوگیا۔

"تم نے مجھے شہباز کی نظروں میں گرادیا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

"تو پھر ماریں مجھے' میری جان نکال لیں...... میں ہوں ہی بُرا۔ آپ کو میری تکلیف سے زیادہ شہباز بھائی کی فکر ہے' آپ میری وہ پہلی والی حور آپی نہیں رہیں۔" وہ بھی روتے روتے پھٹ پڑا۔ حور اس کے یوں اچانک رونے پر پشیمان سی ہوگئی۔

"نہیں...... عثمان نہیں' تم سب سے اچھے ہو' مجھے تمہاری فکر ہے۔ میں تو ہر وقت اللہ سے دعا مانگتی ہوں کہ اللہ تمہیں ہر تکلیف سے بچا کر رکھے۔" وہ اس کے آنسوؤں پر پگھل سی گئی۔

"آپی! میں نے صرف پیسے اس لیے چرائے تھے کہ مجھے کرکٹ ٹیم میں جانا تھا۔" وہ رونے لگا۔

"عثمان! میں تمہارے سر سعد سے بات کروں گی' تم رو کر خود کو ہلکان مت کرو۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا اس کی تکلیف سچ میں اس سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔

"آپ سچ میں سر سعد سے بولیں گی؟" وہ حیرانی سے

اسے دیکھنے لگا۔

"ہاں، بس رونا بند کرو۔" حور نے اس کے آنسوؤں کو پونچھا۔ اس نے ٹیبل سے اس کا سیل فون اٹھایا اور نمبر ڈائل کر کے اس نے سیل فون افراتفری میں حور کو تھما دیا وہ نہ چاہ کر بھی عثمان کی ضد کے ہاتھوں ہار گئی۔

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

"ہیلو.... ہیلو کون؟" حور شائستگی سے بولی۔

"جی میں حور عثمان کی بہن۔" حور جو سر سعد سے دو تین دفعہ مل چکی تھی اس نے اپنا تعارف کروایا۔

"آپ کیسی ہیں؟" دوسری طرف سر سعد نے پیار سے پوچھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں، آپ سے ایک بات کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"جی ضرور۔" سر سعد نے شائستگی سے جواب دیا۔

"وہ...... میں...... یہ کہنا......" حور نے ابھی تک بات مکمل نہیں کی تھی کہ دوسری جانب سے آواز ابھری۔

"سنیے...... آپ کی آواز کٹ کر آرہی ہے لائن میں پرابلم ہے آپ میسج پر بات کرلیں۔" سر سعد نے زور سے بول کر بتایا۔

"جی ٹھیک ہے۔" وہ بھی بات کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کررہی تھی۔ اس نے میسج پر بات کرنا ہی مناسب سمجھا۔ اس سے پہلے کہ وہ میسج کرتی قیوم صاحب نے اسے پکارا۔

"حور بیٹی! کہاں ہو تم؟" وہ گھبرا سی گئی۔

"آپی! میں خود میسج کرلیتا ہوں آپ پاپا کی بات سن آئیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے مگر وعدہ کرو کہ آئندہ تم ایسی حرکت کبھی نہیں کرو گے جس سے میری اور بابا کی عزت پر کبھی کوئی آنچ آئے۔" حور نے پھر سے ہدایت دی اور وہ بے پروا ہو کر میسج ٹائپ کرتے ہوئے سر ہلانے لگا۔

❀......❀......❀

"سارا دن موبائل پر لگے رہتے ہو۔" وہ اس کو دیکھ کر مسکرائی جو بستر پر اس کا موبائل لے کر گیم کھیل رہا تھا۔

"آپی! آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ میں زیادہ وقت گھر پر رہتا ہوں آپ کی نظروں کے سامنے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں، یہ تو سچ ہے تمہارے گھر پر رہنے سے میں خوش ہوں۔ مگر موبائل پر گیم کھیلتے کھیلتے نظر کمزور نہ ہو جائے۔"

"آپی! میں آپ کی تصویر کھینچ لیتا ہوں، آج آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" حور ہنس کر بولی۔

"بہت باتیں بنانا سیکھ گئے ہو۔" اس نے دو تین تصویریں اس کی کھینچ لیں وہ یک دم چیخی۔

"اُف خدایا! بابا نے تو چائے مانگی تھی اور میں تمہاری باتوں میں بھول گئی۔" اسے فوراً یاد آیا تو وہ گھبرا کر بولی۔

"دیکھ لیں، حور آپی! غلطیاں آپ سے بھی ہوتی ہیں۔" وہ ہنسنے لگا۔

"اچھا، ابھی تمہیں دیکھتی ہوں ذرا چائے بنا کر بابا کو دے آؤں۔" وہ ہنستے ہنستے اس کا کان مروڑ کر چلی گئی اور وہ پھر سیل فون پر بزی ہو گیا۔

❀......❀......❀

قیوم صاحب اخبار پڑھ رہے تھے اور شہباز کے ہاتھ میں میگزین تھا۔ وہ جب چائے لے کر اندر داخل ہوئی تو شہباز نے شریر انداز میں اس کو آنکھ ماری۔ وہ باپ کی موجودگی سے ڈری اور اس کے ہاتھ میں موجود ٹرے کانپنے لگی۔

"کیا ہوا؟" قیوم صاحب اس کی کپکپاہٹ سے چونکے مگر وہ ٹرے سنبھالنے میں کامیاب ہو گئی۔

"کچھ نہیں بابا! وہ...... وہ...... ہنڈیا کا چولہا بند کرنا بھول گئی۔" قیوم صاحب فکرمندی سے بولے۔

"اوہو بیٹی! چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے جلد بازی کرنا اچھی بات نہیں۔ ابھی چائے تم پر گر جاتی تو......؟" قیوم صاحب نے پیار سے اسے سمجھایا۔

وہ ہاں میں سر ہلا کر فوراً کمرے سے باہر آ گئی اور شہباز کی ہنسی بمشکل اس کے قابو میں آئی۔ وہ برتن دھو رہی

تھی تو وہ ہنستا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ غصے سے اس کی طرف دیکھنے لگی تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"بس اتنی چھوٹی سی بات پر خفا ہوگئی۔"

"توبہ ہے بابا دیکھ لیتے تو...... اُف میری کیا عزت رہ جاتی۔" اس نے فکر مندی سے بتایا۔

"اچھا بابا! لو کان پکڑ کر اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوں اور آئندہ میری کیا مجال جو آپ کی شان میں گستاخی کروں۔" حور خفگی سے بولی۔

"ہر دفعہ وعدہ توڑ دیتے ہیں' جایئے مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔" اس نے بھی اسے معاف نہیں کیا جو شریر لہجے میں اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

"آپ بات نہیں کریں گی تو میرا معصوم دل دھڑکنا بھول جائے گا حور! کیا آپ ایک معصوم سے دل کی قاتلہ بننا چاہتی ہیں گی۔" اس نے پاس پڑا ایک چاقو اٹھالیا اور اسے حور کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ مضبوطی سے چاقو پکڑ کر بولی۔

"ہاں بالکل' میں یہ کام سر انجام دوں گی۔" اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ دوڑنے لگی۔

"محبت میں دھوکہ...... ٹھیک ہے آپ وار کریں' میں ہنس ہنس کر زخم سہ لوں گا۔" اس نے آنکھیں بند کر کے خود کو اس کے حوالے کردیا۔ حور نے آہستگی سے ایک گلاس میں پانی لیا اور سارا پانی اس کے سر پر انڈیل دیا۔ وہ ٹھنڈا پانی گرنے پر چلایا اور باورچی خانہ حور کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔

❀......❀......❀

وہ حور کی تصویریں کھینچ رہا تھا اور وہ مسکرا کر بولی۔

"اُف توبہ پورے فوٹو گرافر بن گئے ہو ہر وقت میری تصویریں لیتے رہتے ہو کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟"

"آپی! میں فوٹو گرافر نہیں کرکٹر بننا چاہتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم نے ہوم ورک کرلیا؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا جو جانتی تھی کہ وہ اپنے ہوم ورک سے بہت بے پروا رہتا ہے۔

"جی آپی! میں نے ہوم ورک کرلیا ہے بلکہ سبق بھی یاد کرلیا ہے اگر یقین نہیں آرہا تو آپ مجھ سے سن سکتی ہیں۔" اس نے فخر سے گردن اکڑا کر جواب دیا۔

"سچ عثمان! تم اسی طرح پڑھتے رہے تو ایک دن تم پوزیشن لے لوگے اور اگر ایسا تم نے کردیا تو بابا کی خوشی کا اندازہ لگانا مشکل ہوگیا۔" اس نے ہنستے ہنستے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"آپی! میں آپ کی ساری خواہشات پوری کردوں گا مگر ایک شرط پر؟" اس نے نظریں چرا کر بات کی۔

"شرط...... کیسی شرط؟" وہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بہت آسان شرط ہے۔" وہ اب اسے دیکھنے لگا جو پہلے نروس سا ہو رہا تھا۔

"شرط بتاؤ تو پھر اندازہ کر پاؤں گی آسان ہے کہ مشکل؟"

"آپی! وہ میں نے آپ کو بتایا تھا ناں کہ ہمارے اسکول میں کرکٹ ٹیم بنی ہے۔" اس نے پیار سے اسے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں اور اس میں تمہارا نام بھی شامل ہوگیا تھا پھر کوئی مسئلہ ہوگیا ہے کیا؟" اس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار چھا گئے۔

"نہیں آپی! میں نے تحفہ نہیں دیا تو سوچ رہا تھا اگر آپ میرے سر سعد کے لیے کوئی ڈش بنادیں تو وہ خوش ہوجائیں گے۔" اس نے دبی آواز سے بات کی کہ کوئی دوسرا اس بات کو سن نہ لے۔

"بس اتنی سی بات جناب! میں کل ہی تمہیں چکن بریانی پکادوں گی۔" اس نے خوشی سے اس کی بات مان لی۔

"سچ آپی......!" وہ خوشی سے چلایا۔

"ہاں بابا! اب مجھے دوسرے بھی کام کرنے دو تم بہت باتونی ہوگئے ہو۔" وہ ہنسی اور وہ پھر سے اس کے جانے کے بعد سیل فون پر بزی ہوگیا۔

❀......❀......❀

شہباز ایک دکان پر کھڑا حور کے لیے گفٹ لے رہا تھا جب پیچھے سے ایک ہاتھ اس کے کندھے پر آ گیا اس نے مڑ کر دیکھا تو خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ آج برسوں کے بعد وہ اپنے پرانے دوست سعد کو دیکھ رہا تھا۔

''سعد تم یہاں......'' شہباز نے اسے گلے سے لگا لیا۔

''ہاں میرے دوست! قسمت مجھے اس شہر میں کھینچ لائی اور تم اپنی سناؤ تم یہاں پر۔'' سعد نے حیرانگی سے پوچھا۔

''میں اسی شہر میں جاب کر رہا ہوں اور مجھے اس شہر میں آئے ہوئے تین ماہ ہو رہے ہیں۔''

''اچھا تم اسی شہر میں ہو یہ سن کر بہت اچھا لگا۔ میں تو اکیلا اس شہر میں گھوم گھوم کر تھک گیا تھا۔'' اس نے ہنستے ہنستے اپنی بوریت کو ظاہر کیا۔

''ابھی شادی نہیں ہوئی؟'' شہباز نے ہنستے ہنستے پوچھا۔

''نہیں یار! ہماری ایسی قسمت کہاں اور تم شاید بھابی جی کے لیے کچھ لے رہے تھے۔'' اس نے شریر نظروں سے اسے دیکھا جو ایک لیڈی پرفیوم ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔

''نہیں نہیں یار! ابھی شادی نہیں ہوئی' بس رشتہ طے ہوا ہے۔'' شہباز نے بھی شریر نظروں سے اسے دیکھا۔

''اُف دونوں کی قسمت ایک جیسی ہے پھر۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

اور شہباز نے بھی اس کا ساتھ دیا اور پھر دونوں دوست ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔

❀......❀......❀

شہباز غصے سے اپنا سامان سوٹ کیس میں ڈال رہا تھا اور وہ بت بنی کھڑی رہ گئی جبکہ قیوم صاحب فکر مندی سے ہچکچاتے ہوئے بولے۔

''بیٹا کوئی بات ہوئی ہے تو مجھے بتاؤ' یوں گھر چھوڑنا......؟'' قیوم صاحب اس کے اچانک فیصلے سے بوکھلا گئے تھے۔

''چچا جان! میرا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے اب۔'' اس نے حور کی جانب خفا نظروں سے دیکھ کر جواب دیا۔

''بیٹا کچھ تو بتاؤ آخر مجھ سے کیا غلطی ہوئی یا پھر حور سے۔'' قیوم صاحب نے پریشانی کے عالم میں اپنی بیٹی کو دیکھا جس کے چہرے کی رنگت زرد تھی۔

''غلطی شاید مجھ سے ہوئی ہے جو میں انسانوں کو سمجھ نہیں سکا۔'' اس نے اپنا سوٹ کیس سنبھالا اور جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ سکتی اس نے قیوم صاحب کا ہاتھ تھاما اور پیار سے بولا۔

''چچا جان! مجھے اجازت دیں میں آپ کا داماد نہ سہی مگر بیٹا ہمیشہ تھا اور رہوں گا۔'' اس نے انہیں آخری سلام کیا اور پھر چلا گیا۔ وہ کچھ چاہ کر بھی کچھ نہ کر سکی۔

''حور بیٹی! تمہارا اور اس کا ساتھ شاید اللہ تعالیٰ نے یہاں تک ہی رکھا تھا۔'' اس کے آنسو بہنے پر آخر کار قیوم صاحب سرد لہجے میں بولے۔ جو خود بھی اندر سے ٹوٹ رہے تھے کہ وہ ان کی معصوم بیٹی کا دل توڑ کر کیوں چلا گیا۔

''بابا! میرا قصور تو بتا کر جاتا آخر ایسی کیا بات ہو گئی جو یک دم مجھ سے تعلق توڑ دیا۔'' وہ باپ کے سامنے پھٹ پڑی اور روتے ہوئے بولی۔

''بس میری بچی! یہ سب تمہاری قسمت میں تھا' ہم پر یہ قیامت ٹوٹنی ہی تھی۔'' قیوم صاحب نے پریشانی سے جواب دیا اور پھر آہستہ قدموں سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

اس نے پھر خود کو آنسوؤں کے حوالے کر دیا اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔

❀......❀......❀

وہ بستر پر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی جب اس نے

اپنے کمرے کے باہر آہٹ سنی تو اس نے خود پر قابو پایا یہ سوچتے ہوئے کہ شاید اس کے بابا اسے دیکھنے آئے ہیں۔
مگر قیوم صاحب کے بجائے دبے قدموں سے اس نے عثمان کو آہنی الماری کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا جو بہت گھبرایا ہوا دکھائی دے رہا تھا مگر دوسرے ہی لمحے وہ حیران سی ہوگئی۔ عثمان نے اس کی الماری سے سیل فون نکالا اور اپنی جیب میں سے ایک سم نکال کر اس میں ڈالی۔
وہ حیرانگی اور خاموشی سے دیکھنے لگی عثمان نے فوراً میسج ٹائپ کرنا شروع کردیا اور پھر اس کا سیل فون لے کر باہر جانے لگا۔
"رات کے ایک بجے عثمان اس وقت کس کو میسج کررہا ہے؟" وہ منہ میں بڑبڑائی اور اس نے عثمان کو پکارا۔
"عثمان...... عثمان...... اس وقت کس کو میسج کررہے ہو؟" وہ بستر چھوڑ کر حیرانگی سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
وہ بہن کے اچانک سامنے آنے پر گھبرا سا گیا اور سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔
اس سے پہلے حور کے ہاتھ میں سیل فون آتا عثمان گھبرا کر بولا۔
"حور آپی...... حور آپی...... مجھے معاف کردو مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔" حور حیرانگی سے سیل فون کی اسکرین پر میسج پڑھنے لگی۔
"میں تمہیں نہیں بھول سکتا پچھلے ایک ماہ سے تم مجھے اپنی تصاویر میسج پر بھیج رہی ہو اب میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور حور! تم انکار کررہی ہو۔ پلیز یوں مجھے دھوکہ مت دو ایک بار مجھ سے بات کرو۔ پچھلے ایک ماہ سے میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں اور تم اپنے بابا کے ڈر سے فون نہیں اٹھا رہیں پلیز میرا فون اٹھاؤ۔ حور......!" وہ اپنا نام میسج میں پڑھ کر حیرانگی سے بولی۔
"یہ...... یہ...... کیا ہے یہ کس کا میسج ہے؟" اس نے عثمان کو حیرت سے دیکھا۔
"آپی...... وہ...... وہ...... میں نے سر سعد کو...... سر سعد کو......" اس کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ جس نے اپنے استاد کو حور بن کر کب سے بے وقوف بنا رکھا تھا۔
اس کے سیل فون پر بے شمار میسجز آنے لگے وہ میسج پڑھتے پڑھتے ٹھنڈی برف ہوگئی۔ ہر میسج میں سعد اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ وہ بالکل بھی اس شخص کو نہیں جانتی تھی۔
"آپی...... آپی مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ دوستی کو محبت سمجھ لیں گے۔ میں نے تو صرف اس لیے آپ کی طرف سے میسج کیے تھے کہ وہ مجھے کرکٹ ٹیم کا کپتان بنادیں گے مگر...... مجھے معاف کردیں آپی!" وہ اس کے آنسو گرنے پر فوراً ہاتھ جوڑ کر بولا۔ قیوم صاحب کمرے میں داخل ہوئے جنہوں نے دونوں کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ وہ عثمان کو جوتے سے پیٹنے لگے۔
"خدایا...... یہ تُو نے کیا کردیا صرف کھلاڑی بننے کے چکر میں بہن کی خوشیاں اجاڑ دیں۔" قیوم صاحب چیخنے لگے۔ حور زمین پر گرگئی۔
"آپی...... مجھے بچالیں آپی...... مجھے بچالیں دیکھیں بابا مجھے مار رہے ہیں......" وہ چیختے ہوئے اس کو مدد کے لیے پکارنے لگا۔
"اپنی بہن کی خوشیوں کو تباہ کردیا...... تجھے کرکٹ کی زبان میں سمجھاتا ہوں۔ تُو نے اپنی بہن کی عزت کو آج آؤٹ کردیا...... آؤٹ ہوگئی ہماری عزت...... اس گھر کی عزت......؟" قیوم صاحب غصے سے چیخنے چلانے لگے۔
وہ روتے روتے منہ میں بڑبڑائی۔
"ہاں...... میں آؤٹ ہوگئی...... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...... شہباز کی نظروں میں آؤٹ......" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

نہ چاہت کے جذبات الگ

نہ خوشیوں کے لمحات الگ

ہے ساری بات لکیروں کی

تیرے ہاتھ الگ میرے ہاتھ الگ

بی اماں کی اکلوتی بیٹی کی رخصتی کے دن جوں جوں قریب آ رہے تھے ان کے چہرے پر تو کیا گھر کے در و دیوار پر بھی حزن کے بادل نمودار ہونے لگے تھے۔ اچھا بھلا دو پوتیوں، بہو بیٹے کی ہنسی و چہکار کی آواز سے گونجتا صحن بی اماں کے چہرے پر چھائی اداسی دیکھ کر یکایک بے رونق ہو جاتا۔ ایک سناٹا سا چہار سو چھا جاتا، کسی میں ہمت نہ ہوتی کہ آگے بڑھ کر انہیں تسلی کے دو حرف بول سکے ورنہ کہیں کا ملبہ کہیں گر پڑتا۔ جو بھی بہو بیٹے نے ہمت بندھانے کی کوشش کی تو وہ ایسے تڑخ پڑتیں کہ وہ منہ ہی دیکھتے رہ جاتے۔

"ارے تم کیا جانو پودے کی طرح سینچ سینچ کر پروان چڑھائی بیٹی دوسروں کو دان کر دینے کا دکھ جب اپنے اوپر پڑے گی نا تو ماں کے آنسو یاد آئیں گے۔" وہ کچھ اور آبدیدہ ہو جاتیں دوپٹے کا پلو آنکھوں پر آ جاتا۔

"تم لوگوں کو تو سکون حاصل ہو جائے گا کہ بہن سے جان چھوٹی اس کی نت نئی فرمائشوں اور نخروں سے خلاصی حاصل ہو جائے گی۔" وہ کسی اور سوچ کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتیں، اپنے غم کو سوا کرنے کا ان کا یہ طریقہ بہت پرانا تھا کہ بندہ کسی اور طرح سوگوار ہو جائے۔

حالانکہ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں کہ نگینہ عرف نگو سے انہیں کوئی پرخاش نہیں تھی۔ اکلوتی بہن اور اکلوتی نند ہونے کے ناطے اور کچھ بی اماں کی حد سے بڑھی ہوئی محبت دیکھ کر بھی انہوں نے نگو کی کاہلی، پھوہڑپنے اور خودسر طبیعت سے سمجھوتہ کر لیا تھا کہ ہنس کر اس کی ناجائز ضد کو بھی پورا کرنے میں تامل نہ کرتے اور صبر نہ تو تھی ہی چودھویں صدی کی بہو کہ معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے زبان بندی کو ہی اپنا سب سے بڑا ہتھیار سمجھتی اور چپ چاپ خدمات کو اپنی سب سے بڑی نیکی، پھر بھی بی اماں کو شکایت رہتی کہ نگو کو بہن سمجھ نہیں رہی ہے۔

"آج نگو چپ چاپ کیوں ہے ضرور بھابی نے کیوں کا تیر پھینکا ہوگا۔" جس کی بنا پر ان کی سیدھی سادی بیٹی کو چپ لگ گئی ہے۔

"آج تنویر کا موڈ بیوی سے اچھا اور بہن سے آف کیوں تھا؟" ذرا ذرا سی بات کو وہ بیٹھے بیٹھے کینہ توز نگاہوں

سے تاڑتی رہتیں تاکہ بہن کی طرف سے وہ ذرہ برابر بھی غافل نہیں رہیں لیکن بی اماں مسلسل "توجہ فرمائیے" کا ریڈ سگنل آن کیے رہتیں۔ خدا خدا کر کے ان کی چہیتی اولاد کا رشتہ طے ہوا جس کے لیے وہ بہت فکر مند رہتی تھیں کہ پھولوں میں تولنے والا خاندان بھی نصیب ہوجائے خیر بہت جانچ پڑتال کے بعد مرزا صاحب کا گھرانہ قابل قبول ٹھہرا اور انہوں نے بھی پسندیدگی کی سند دے دی۔

دونوں گھرانوں میں شادی کی تیاریاں ہونے لگیں کیونکہ مرزا صاحب کے بڑے بیٹے کو واپس جرمنی جانا تھا اور اسی چھٹی کے عرصے میں شادی بھی ہونا قرار پائی تھی اور تاریخ طے ہوتے ہی بی اماں کی آنکھوں میں ساون بھادوں کا موسم آن ٹھہرا تھا۔

"نازوں کی پلی بیٹی کو غیروں کے ہاتھ سونپ دینا بھی کیا غضب ہے خیر میری اوقات ہی کیا ہے جب بڑے بڑے بادشاہوں، پیغمبروں اور ولیوں نے اپنی بیٹیوں کو بیاہا ہے اور دوسرے گھر کی راہ دکھائی تو میں کس کھاتے میں، میں تو ان کے پاؤں کی دھول بھی نہیں ہوں۔" ٹھنڈی سانس بھرتی وہ اس روز کے آخری آنسو پونچھتی اور دوسرے روز پھر یہ سلسلہ شروع ہوجاتا۔

ساتھ نگو بھی ان سے چپک کر دو چار آنسو بہا ہی لیتی یوں بی اماں کی آہوں کو تسلسل مل جاتا۔

ایسے حالات میں ان کو سمجھانا "آبیل مجھے مار" کے مترادف ہوتا بلکہ سبرینہ کو ہاں میں ہاں ملانے میں ہی عافیت نصیب ہوتی۔ ایسے میں مایوں کا دن بھی آن پہنچا ان کے لیے جیسے آج ہی رخصتی کا دن ہو۔ نگو پیلے سوٹ، پیلے پھولوں کے زیورات میں خود بھی سرسوں کا پھول بنی بیٹھی تھی، ساتھ ساتھ بی اماں کو تسلی دیتی خود بھی آبدیدہ ہوجاتی۔ گھر میں مہمان بھی اکٹھے تھے جو ہنس بول رہے تھے مذاق کا سلسلہ بھی جاری تھا ایسے میں اگر سبرینہ ان کی کسی بات پر ہنس دیتی تو بی اماں کڑی نگاہوں سے اس کی خبر لیتیں گویا اسے بہن کی رخصتی پر موج مستی سوجھ رہی ہے ایسے میں وہ اپنی ہنسی مسکراہٹ پر قفل لگائے سب کو اٹینڈ کررہی ہوتی کہ کوئی بات انہیں بری نہ لگ جائے اس آخری اور نازک وقت کہیں برسوں کی خدمت گزاری داؤ پر نہ لگ جائے۔

وہ خاندانی لڑکی تھی جسے اپنی رکھ رکھاؤ کا خوب احساس تھا جا آنسوؤں کی مسلسل دھار سے دل میں سوراخ تو کرسکتی تھی لیکن اپنی وضع قطع پر حرف نہ آنے دیتی۔ ایسے میں نگو رخصت بھی ہوگئی اور بی اماں بے ہوش، ایسی چوئشن پر دونوں میاں بیوی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، مہمان الگ تاسف کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

"بیٹی کی جدائی بہت کڑا وقت ہوتا ہے خالہ کو اندر لے کر چلو، بہت محبت تھی انہیں نگینہ سے۔ بہت دشوار ہوگا ان کے لیے یہ وقت سمجھنا۔"

"ارے کوئی ڈاکٹر کو تو بلاؤ۔"

"سنو ان کی بیٹی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ ماں کا یہ عالم ہے، بے چاری وہ بھی بیمار نہ پڑ جائے۔"

"کچھ زیادہ ہی صدمہ لے لیا ہے انہوں نے بیٹی کا۔"

ہر کوئی اپنی ہی بولی بول رہا تھا اور ہنسی خوشی والا ماحول ماتم کدہ بن گیا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ ہوش میں آئیں تو دوبارہ نگو نگو کرنے لگیں۔

"اماں...... اماں پلیز ٹینشن مت لیں، اس کی آئندہ زندگی کے خوشیوں سے ہمکنار ہونے کی دعا کریں، وہ بہت خوش رہے گی۔" سبرینہ نے لجاجت سے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"ارے جو بچی پہلا نوالہ میرے ہاتھ سے کھاتی تھی، اپنا ہر قدم میری آنکھ کے اشارے پر اٹھاتی تھی وہ کیا صدمہ نہیں جھیل رہی ہوگی جدائی پر۔ سسرال والے لاکھ اچھے سہی ماں کی محبت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔" ان کی الگ ہی کہانی تھی ساتھ ساتھ چھکوں پھکوں رونے کا سلسلہ جاری تھا۔

سب نے بہت تسلی دی، بڑی مشکلوں سے دو نوالے انہوں نے کھائے، تنویر نے سکون کی گولی دے دی تاکہ نیند آجائے۔ ایسے میں سبرینہ اور تنویر کیسے کھانا کھاتے، ماحول ہی مکدر ہوگیا تھا جیسے تیسے رات کٹی۔

دوسری صبح بارہ بجے تک سب بیدار ہوچکے تھے سبرینہ

سب کے لیے ناشتے کا بندوبست کررہی تھی۔ تھکا تھکا سا وجود جسے رات کو ذرا سا بھی آرام نہ مل سکا تھا' تنویر مسلسل نوٹ کررہا تھا مگر پھر بھی ماتھے پر شکن لائے بغیر وہ ہر فریضہ انجام دے رہی تھی۔ بی اماں بھی ستے چہرے سمیت میز پر آگئی تھیں سبرینہ نے ناشتہ دیا۔

"پہلے پتا تو کرلو بچی نے ناشتا کیا بھی کہ نہیں' وہ تو اس وقت تک کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتی تھی جب تک کہ میں نہ کھانا شروع کردیتی۔" ان کی راگنی شروع ہوچکی تھی۔

"آنی کا بھی شادی کا گھر ہوگا' پتا نہیں ابھی اٹھے بھی ہوں گے کہ نہیں۔ اتنی جلدی میکے سے فون جانا اچھا نہیں' پتا نہیں وہ لوگ کیا سوچیں۔" ان کی بھابھی نے طبیعت صاف کی تو وہ خاموش ہوگئیں۔ یہی بات سبرینہ سمجھانے کی کوشش کرتی تو وہ اس پر چڑھ دوڑتیں۔

ان کی انتہاپسندی کو سب ہی نوٹ کررہے تھے' ولیمے والے روز تو ان کی بے تابی عروج پر تھیں یوں گلے لگا کر روئیں کہ بیٹی کو سسرال نہیں مستقل بھیج دیا ہو جبکہ تگو خود حیران پریشان تھی جیسے پہلی بار ان کی یہ کیفیت دیکھ رہی ہو' کچھ گھریلو مہمان بھی دبی دبی ہنسی سمیت منظر سے آؤٹ ہوچکے تھے۔

ولیمے کے بعد ان کی گھریلو روٹین تھی اور بی اماں کی یادوں کا پٹارا جوگا ہے بگاہے کھلتا رہتا۔

"میری تگو ایسے رہتی تھی..... ایسے چلتی تھی...... ایسے مدھر بولتی تھی کہ کوئل کی کوک دم توڑ دیتی تھی۔ بچی جانے کیسے ذمہ داریوں کو نبھاتی ہوگی۔" اچھی بھلی چوبیس سالہ لڑکی بی اماں کی نگاہوں میں ابھی بھی بچی تھی۔

کبھی جو فون آتا تو شتم پشتم وجود میں جیسے بجلی دوڑ جاتی لپک کر سیل کان سے لگاتیں اور حال چال پوچھتیں۔

"ارے بچی میں کہاں تمہارا نمبر ملاسکتی ہوں' جانتی تو ہو کہ تمہاری ماں پڑھی لکھی نہیں ہے ورنہ پریشانی کس بات کی تھی روز ہی تم سے بات کرلیتی یہاں تو نمبر ملانے کے لیے دوسروں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔" ترچھی نگاہوں سے کام میں معروف سبرینہ کی طرف دیکھا جو اُن کی اس

طلب پر فوراً نمبر ملادیا کرتی تھی چاہے کتنے ہی اہم کام میں مشغول کیوں نا ہوتی۔ روایتی ساسوں کی طرح فوراً بہو کو عدالت میں گھسیٹنے میں کوئی تاخیر نہ کرتیں۔

عجیب غم زدہ سا گھر کا ماحول ہوگیا تھا' جب گھر کا بڑا اس طرح کا ماحول بنائے رکھے گا تو چھوٹوں کی کیا مجال کہ وہ اس میں رتی برابر بھی فرق لا سکتے۔ دونوں پوتیاں بھی گھٹے گھٹے ماحول میں جی رہی تھیں۔ سبرینہ تنویر کے سامنے ایک روز تو حال دل بیان ہی کر بیٹھی۔

"اماں کو تو خوش ہونا چاہیے کہ اب وہ تمام ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو چکی ہیں ورنہ تو آج کل عمر رسیدہ لڑکیاں ماں باپ کی راتوں کی نیند اڑائے دے رہی ہیں۔ اچھے رشتوں کے انتظار میں لڑکیاں بوڑھی ہو رہی ہیں' نگو تو پھر بھی مناسب عمر میں بیاہی گئی ہے۔ عجیب ماں ہیں' بیٹی کے سکھی رہنے کی دعا کریں اور خود سکھ پائیں ہر وقت آہیں بھرتی رہتی ہیں۔" کاؤچ پر نیم دراز تنویر مسکراتے ہوئے اسے پہلی بار جھنجلاہٹ کا شکار دیکھ رہا تھا۔

"جس طرح کہانیوں میں جادوگر کی جان کسی طوطے میں ہوتی ہے نا میری پیاری بیوی! اس طرح بی اماں کی جان نگو میں ہے اگر انہیں خوش دیکھنا چاہتی ہو تو ان کی ہاں میں ہاں ملایا کرو' خواہ غلط ہی بات کیوں نہ ہو۔" روٹھی روٹھی سی وہ اسے اور لطف دے رہی تھی۔

"چار دن کی زندگی ہے سبرینہ! اگر ان کا بوڑھا دل اسی بات پر تسکین پا جائے کہ کوئی ان کے جذبات کا حامی ہے تو کوئی بری بات نہیں باقی رہی نگو کی ذاتیات کی بات تو اس کے سسرال والے اب جس طرح چاہیں اسے ڈیل کریں' یہ ہمارا ہیڈک نہیں۔"

"اپنی بیٹی کی محبت کی دیوانگی میں میری ذات کی ناقدری کس قدر ہو رہی ہے انہیں شاید احساس بھی نہیں۔" مزید بحث اسے گوارا نہ تھی بس سوچ کے رہ گئی۔

ایسے میں نگو کی سال گرہ کا دن بھی آن پہنچا وہ جو اپنی سہیلیوں کو اکٹھا کر کے گھر میں دھوم دھام سے منایا کرتی تھی پر آج وہ نہیں تھی تو ایسا کوئی اہتمام بھی نہیں تھا اور پچھلے اہتمام کی رونقیں بی اماں کو صبح سے ہی شدت سے یاد آ رہی تھیں۔

"نگو تھی تو رونقیں تھیں' چھوٹی چھوٹی خوشیاں اہتمام سے منایا کرتی تھی اب تو گھر میں ہر طرف وحشت برستی ہے۔" سبرینہ محض دیکھ کر رہ گئی۔

"اماں چلیں اسے گفٹ دے کر آتے ہیں' ویسے بھی شادی کے بعد ایک بار بھی نہیں گئے اس کے گھر' وہ بھی خوش ہو جائے گی۔" اچانک خیال آنے پر وہ چہک کر بولی۔ جواباً انہوں نے بڑے کڑے تیوروں کے ساتھ اسے گھورا تو وہ اندر ہی اندر سہم کر رہ گئی تھی کہ کچھ غلط بول دیا ہو۔

"میں پہلی بار بیٹی کے گھر جاؤں گی تو قافلہ لے کر نہیں جاؤں گی۔ تمہاری دونوں بیٹیاں مجھے جی بھر کے اپنی بیٹی سے بات کرنے دیں گی؟ اس قدر آفت کی پرکالہ ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ اس کے سسرال والوں کے سامنے کتنی سبکی محسوس ہوگی' میں خود ہی جاؤں گی تنویر چھوڑ آئے گا اور ایک دو دن رہوں گی بھی اس کی ساس ہمیشہ بلاتی رہتی ہیں اتنی اچھی اور سادہ دل ہیں کون سا بار بار جانا ہوگا۔" اب ان کے عزائم کی اس کو خبر ہوئی تھی خیر اسی بہانے اسے کھل کر جینے کا تو موقع ملے گا جس لمحے کے لیے وہ ترس کے رہ گئی تھی کہ اپنی بچیوں اور شوہر کے ساتھ کچھ پُرلطف اور اطمینان بخش وقت گزار سکے۔

"جیسی آپ کی مرضی؟" آہستگی سے کہتی ان کی منتخب کردہ ڈشز بنانے لگی جو نگو کو بہت پسند تھیں اور بی اماں نے اسے آرڈر کر دیا تھا جن میں بیسن کے لڈو' ماش کی دال کے بڑے چٹپٹی کباب کا آمیزہ' گھر کی بنی رس ملائی وغیرہ۔ ایک سرشاری کے عالم میں سبرینہ نے سب چیزوں کی تیاری کر دی بی اماں بھی نہا دھو کر تیار تھیں۔

"ویسے تو تم کیک بھی گھر میں اچھا تیار کر لیتی ہو پر تمہاری تھکن کا بھی خیال آتا ہے۔" ان کی اب بھی سیری نہیں ہوئی تھی پھر بھی بہت بڑی کرم فرمائی تھی کہ نگو کے آگے اس کی تھکن کا بھی احساس ہوا تھا۔

"آپ کو پہلے کہنا تھا اب تو ٹائم بھی نہیں۔"

"چھوڑو...... جانے دو ویسے بھی میری بچی اتنی چنچو نہیں کہاں کھائے گی اتنا کچھ وہ۔ بس یہ تو اپنی خوشی سے لے جارہی ہوں۔" انداز اب بھی متکبرانہ تھا اور احسان جتانے والا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔

ادھر بی اماں ایک سرشاری کے عالم میں لدی پھندی نگو کے گھر پہنچی تھیں راستے سے انہوں نے کیک پھل اور خوب صورت سا سوٹ بھی گفٹ کے طور پر لے لیا تھا اور بیٹی کو سرپرائز دینے کے چکر میں فون تک نہ کیا تھا۔

نگو حیران پریشان انہیں دیکھ رہی تھی تک سک سے تیار وہ شاید کہیں جانے کی تیاری میں تھی۔ بیٹی کو گلے لگاتے ہی وہ پھر سے آبدیدہ ہوگئیں۔

"کیا ہوا اماں! خیر تو ہے...... گھر میں سب ٹھیک ہے نا۔ آپ رو کیوں رہی ہیں؟" چوڑیوں اور مہندی بھرے ہاتھوں سے وہ انہیں خود سے الگ کرتی گویا ہوئی دوبارہ سے بالوں کی سیٹنگ کو ہاتھوں سے درست کیا۔

"بس تجھے اتنے دنوں بعد دیکھ کر آنکھیں بھرآئیں۔" دوپٹے کے پلو سے آنکھیں خشک کیں۔

"اُف...... آپ بھی نا حد کرتی ہیں۔" وہ انہیں صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی' پیشانی پر ایک دو بل بھی پڑ گئے۔

"آپ کا رونا دھونا ابھی گیا نہیں' بچوں والی حرکت ہے آپ کی بھی اماں!" وہ ہنسی جیسے پہلی بار ان کا یہ پسندیدہ فعل دیکھ رہی ہو۔

"ارے بھئی بیٹی کو دیکھ کر ان کے جذبات قابو میں نہیں آرہے' چلو چھوڑو جانے دو تم فرحان کو فون کرو کب تک آئے گا اور کب ہم نکلیں گے۔" ساس نے پیار سے اسے سمجھایا۔

بی اماں کے دل کو کچھ دھچکا سا لگا' یہ وہ والی نگو تو لگ نہیں رہی تھی جو چونچال میں ان کا پلو ہر جگہ تھامے رکھتی تھی۔

"آپ لوگ کہیں جارہے ہیں؟" بہت خشک آواز ان کے گلے سے برآمد ہوئی۔

"ہاں بہن! آج نگو کی سال گرہ کی خوشی میں ہم ریسٹورنٹ میں کھانا بھی کھائیں گے اور کیک بھی کاٹیں گے۔ یہ سارا پروگرام فرحان کا طے کردہ ہے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔" ساس چہکیں۔ یہاں تو سارا ماجرا ہی الگ تھا' انہیں تو امید تھی ان کے گلے لگ کے کم از کم آدھ گھنٹہ تو ضرور روئے گی پردہ تو بے زاری سے فرحان کا نمبر ملا رہی تھی۔

ان کی بڑی بہو کافی ریفریشمنٹ رکھ کر خود تیار ہونے چلی گئی تھی۔ ساس نے ہی کمپنی دی۔ نگو بھائی' بھابی اور بھتیجوں کا حال پوچھتی رہی' بس یہ نہیں پوچھا کہ آپ کے جذبات کا کیا حال ہے۔ دن رات کس کی مالا جپنے میں گزر رہے ہیں۔ داماد صاحب آئے تو حال چال پوچھ کر جانے کی تیاریوں میں لگ گئے' انہیں بھی ساتھ چلنے کو کہا۔

"میں کہاں جاؤں گی بوڑھی جان! ابھی تو تھک کر آئی ہوں۔" کافی اصرار کے بعد بھی وہ جانے کو تیار نہ ہوئیں۔

"میں بہت ساری چیزیں تیرے لیے بنوا کر لائی ہوں' انہیں مناسب جگہ رکھوا دے ورنہ خراب ہونا شروع ہوجائیں گی۔" انہوں نے نشان دہی کی کہ شاید اسی بہانے وہ ساری چیزیں دیکھ کر خوش ہوجائے اور ان کے ارمان کو ٹھنڈک پہنچے پر وہ تیزی سے پرفیوم اسپرے کرنے لگی۔

"اماں آپ کمرے میں جائیں' خود مناسب جگہ پر رکھ دیں اور آرام کریں۔ ہم آپ کے لیے کھانا پیک کروالیں گے ابھی دیکھنے کی فرصت نہیں ہے۔" وہ خوشبوؤں میں بسی تیزی سے کمرے سے نکل گئی' یہ وہی نگو تھی جو ضد کر کر کے ان سے اپنی پسندیدہ چیزیں تیار کروایا کرتی تھی اور جب سے بی اماں کی طاقت کچن میں کھڑے ہونے کی ختم ہوگئی انہوں نے سبرینہ کو اس کی خواہشات پورا کرنے کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ جب وہ صوفے پر براجمان ہوکر ٹی وی دیکھتے ہوئے مزے لے لے کر کھاتی تو وہ واری جاتیں۔

آج بھی خدا نے اسے شاد و آباد ہی رکھا تھا پر اس میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں تھا' کارفرمائی تھی تو فرحان کی محبت کی اس کے بخت میں بھی تھا خوش رہنا پر آج اس کی

خوشیوں کی باگ ڈور کسی اور کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔
وہ رات کھانا کھائے بغیر سوگئی تھیں کیونکہ ان لوگوں کو واپسی میں بہت دیر ہوگئی تھی۔ نگو نے انہیں جگا کر اصرار کیا کہ کچھ کھالیں پر اب تو بڑھاپے کا معدہ تھا نامناسب ٹائم کا عادی نہیں رہا تھا سو وہ دوبارہ سوگئیں۔ کچھ ان کے بجھ کتے جذبات بھی سرد ہوگئے تھے۔
صبح ناشتے کی میز پر وہ کچھ بجھی بجھی سی تھیں اس کے برعکس نگو بہت کھلی کھلی' ان کی خوش مزاج سمدھن ان کو بھرپور پروٹوکول دے رہی تھیں اور خاطر مدارت میں بھی آگے آگے تھیں پر نگو جس کے لیے وہ شادی سے لے کر اب تک تین مہینے کے عرصے میں مسلسل آہ و بکا میں مبتلا تھیں جس کی فکر میں وہ گھل گھل کر آدھی ہو چکی تھیں کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا۔
"بیٹی کی جدائی کا گہرا اثر ہوا ہے بی اماں پر۔" وہ ان کی موجودگی کو سرسری انداز میں لے کر فرحان کو میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھ رہی تھی' فرحان کا بھی یہی ردعمل تھا۔ جس کی خاطر اپنی زندگی کو روگ لگا لیا تھا' وہ ان کی محبت سے بے فکر اپنی دنیا میں مگن ہو چکی تھی۔
اس کی چاہت فطری عمل تھا' شادی کے بعد لڑکی کا ماحول اور گھر بار ہی نہیں بدلتے' محبت کے پیکر بھی بدل جاتے ہیں۔ میکے کی چاہت ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ میکے میں اس کا یہ طرز عمل بی اماں کی محبت کی شدت پسندی کی وجہ سے تھا کہ انہوں نے بہو کو بیٹی کا درجہ نہیں دیا تھا اور نہ محبت تقسیم ہو کر انتہا پسندی کو جنم نہ دیتی۔
نگو کی محبت کی شوریدہ لہروں کو نیا راستہ نظر آیا تو اس نے رخ بدل لیا اور بی اماں اپنی ہی غیر منقسم شدہ جذبات کے دائروں میں گھر کر رہ گئیں' جس کا احساس انہیں اب ہوا تھا۔ نگو کے بخت کی خوشیاں اسے مل گئی تھیں۔
سبرینہ کے نصیب کی چاہتیں وہ کھا گئی تھیں' جس کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھمائی گئی تھی۔ شام تک وہ جانے کو تیار ہوگئیں' ان کی لائی ہوئی چیزیں ابھی تک بیٹی نے کھول کر نہیں دیکھی تھیں۔ آس پاس اشیائے خورد و نوش کا ڈھیر جو تھا نگو نے روکا۔
"ایک دو روز اور رہ لیں پھر بار بار کہاں آنا جانا ہوتا ہے اماں۔"
"نہیں...... سبرینہ کو اکیلے رہنے کی عادت نہیں' تنویر بھی رات کو دیر سے گھر آتا ہے۔ دو بچوں سمیت وہ ڈرتی ہوگی۔" پہلی بار بہو کی نفسیات سے وہ آگاہی ہوئی تھیں۔
"اب تم آنا......" دل تو چاہا کہہ دیں (اگر دل چاہے تو) پر بدمزگی نہیں پھیلانا چاہتی تھیں۔
رات میں بہت ساری چیزیں' بہو بیٹے اور پوتیوں کے لیے خریدیں' دل ایک نئی ہمک سے سرشار تھا۔ سبرینہ نے دوسری ہی شام انہیں گھر کے دروازے پر دیکھا تو نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کہاں وہ کچھ دن رہنے کے ارادے سے گئی تھیں' کہاں اتنی جلدی......
"کیا ہوا اماں! خیریت تو ہے' سب ٹھیک ٹھاک تو ہیں نا......" سلام کے بعد لڑکھڑا گئی۔
"ارے ہاں سب ٹھیک اور مست ہیں۔" وہ تیزی سے اندر آگئیں۔ "میں ہی نم مٹی کو سیراب کرنے چلی گئی تھی حالانکہ میرے آس پاس کی کھیتی سوکھی پڑی ہے۔" بیگ ایک طرف رکھتے ہی نم آنکھوں سمیت سبرینہ کو گلے لگا لیا وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیران پریشان ان کی نرم گرم گداز بانہوں میں سما گئی۔
"ڈر تو نہیں لگتا تھا اکیلے میں....." وہ جانتی تھیں وہ اکیلے میں ڈرتی ہے۔
"جی' بہت لگ تھا شام کو مغرب کے بعد لیکن منی کے پپا جلدی آگئے تھے ان چوبیس گھنٹوں میں پل پل گزرے وقت کے قصے انہیں سنانے تھے' کچھ تو وہ بھی جان گئی تھی کہ جس سکون کی طلب گار وہ ان کی غیر موجودگی میں تھی وہ راحت اب ان کا وجود فراہم کرے گا۔
کیونکہ نگو کو اس کے نصیب کی خوشیاں مل گئی تھیں اب اسے اپنے حصے کی کھوئی ہوئی محبتیں پانی تھیں۔

حصہ دوم

کھیل ہیں یہ سارے مقدر کے
نہ رہے گھر اور نہ رہے در کے
کس سے ہم قصۂ الم کہتے
لوگ سارے ملے تھے پتھر کے

(حصہ اول کا خلاصہ)

وہاب احمد کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے۔ ان کی بیگم نوشین غیر مہذب خاتون ہیں۔ گھر میں آئے دن مختلف پارٹیز کرانا ان کا شوق ہے۔ نوشین کو وہاب احمد سے چڑ ہے جبکہ وہاب احمد ہر طرح سے نوشین بیگم کا خیال رکھتے ہیں۔ تیمور حسن اور وہاب احمد دونوں ہم زلف ہیں کچھ عرصہ پہلے وہاب احمد کو بزنس میں نقصان ہوا تو تیمور حسن نے انہیں سہارا دیا اور ساتھ ہی اپنا بنگلہ بھی رہنے کے لیے دے دیا تھا۔ جس میں ابھی وہاب احمد اپنی فیملی کے ساتھ رہ رہے ہیں جبکہ تیمور حسن اپنی فیملی کے ساتھ لندن چلے گئے ہیں۔ وہاب احمد کے تین بچے ہیں نگین، ذوالنون اور نوفل ہیں۔ نگین یونیورسٹی میں پڑھتی ہے اور ایک لڑکے جاوید کو پسند کرتی ہے۔ ذوالنون اپنی اسٹڈی اور ٹریننگ کے سلسلے میں اسلام آباد میں ہے نوفل کالج کا طالب علم ہے اور بری صحبت نے اسے بگاڑ دیا ہے۔ وہاب احمد کا بھانجا علی بھی پڑھنے اور نوکری کے سلسلے میں وہاب ہاؤس میں رہتا ہے۔ تیمور حسن اپنی فیملی کے ساتھ حج پر جانا چاہتے ہیں مگر رابیل کا ویزا نہیں لگتا اس لیے وہ اسے وہاب احمد کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ نوشین کا رویہ رابیل کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے انہیں رابیل کا وہاب ہاؤس آنا پسند نہیں آیا وہ چاہتی ہیں کہ رابیل کسی بھی طرح یہاں سے واپس چلی جائے رابیل کو ان کا رویہ دکھ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ نوفل رابیل کو اپنے دوستوں سے ملوانے لے جاتا ہے نوفل کے دوستوں سے مل کر رابیل کو بہت غصہ آتا ہے اور وہ غصہ سے گھر آ جاتی ہے۔ نگین جاوید کے ساتھ بھاگنے کا پلان بناتی ہے اور گھر سے زیورات اور وہاب احمد کی الماری سے دولاکھ کیش بھی نکال لیتی ہے۔ کرن ذوالنون کی محبت میں گرفتار ہے لیکن ذوالنون اسے پڑھائی پر توجہ دینے کے لیے کہتا ہے اور اسے سمجھاتا ہے کہ ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

"دکھ تو اسی بات کا ہے بیٹی کہ تم بڑی ہوئی ہو تم جیسی بیٹی کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے تھا۔" وہاب احمد کے اس جملے نے نہ صرف نگین کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی بلکہ سب گھر والوں کے سر پر بھی حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ نگین کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔ وہ بری طرح شپٹا چکی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو وہاب احمد؟" نوشین نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں میں وہ بیٹی جو باپ کی عزت کو پاؤں تلے روند کے چلی جائے۔ اس کے لیے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟" وہاب احمد نے بہت ضبط سے کہا۔

"آپ بتائیں گے بھی کہ آخر ہوا کیا ہے؟" نوشین نے چلا کر پوچھا تو وہ غصے سے نگین کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"اپنی اس لاڈلی بیٹی سے پوچھو کہ یہ کہاں جارہی ہے؟"

"آپ جانتے ہیں پیا اپنے کلاس فیلوز اور اساتذہ کے ساتھ یونیورسٹی سے اسٹڈی ٹرپ پر جارہی ہے۔"

"جھوٹ بولا ہے اس نے ڈھول جھونکی ہے ہم سب کی آنکھوں میں یونیورسٹی سے کوئی اسٹڈی ٹرپ نہیں جارہا میں نے فون کرکے معلوم کرلیا ہے۔" وہاب احمد کی بات پر نگین کا بدن خوف سے کانپنے لگا۔ حلق میں کانٹے اگ آئے اس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا۔

"کیا.....؟" نوشین کو جھٹکا سا لگا۔ "تو پھر کہاں جارہی تھی یہ..... یہ سب تیاری کہاں جانے کی تھی؟"

"یہ گھر سے بھاگ رہی تھی ایک لڑکے کے ساتھ۔"

"کیا.....؟" نوشین کی تو حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اور نوشین بیگم کل جو دولاکھ کیش رقم میں نے لاکر اپنی الماری میں رکھی تھی وہ بھی الماری سے غائب ہے۔"

"م..... میں نے نہیں چرائے آپ کے دولاکھ۔" نگین نے ہکلاتے ہوئے کہا تو وہ تخی سے بولے۔

"اچھا! میں نے ابھی تمہارا نام بھی نہیں لیا اور چور خود ہی وضاحت کرنے لگا۔"

"یہ حرکت ضرور آپ کی لاڈلی رابیل کی ہوگی اور نام میری بچی کا لگایا جارہا ہے۔" نوشین نے رابیل کی طرف توپوں کا رخ موڑا۔

"اچھا ابھی معلوم ہوجائے گا کہ یہ حرکت کس کی لاڈلی نے کی ہے؟ ذرا نگی کا سامان چیک کرو تلاشی لو اس کے سامان کی نہ صرف میرے دولاکھ برآمد ہوں گے بلکہ اور بھی بہت کچھ نکلے گا اس کے سامان سے۔" وہاب احمد نے غصیلے لہجے میں کہا تو نگین رونے لگی۔ نوشین نے کانپتے ہاتھوں سے نگین کا سفری بیگ کھولا تو اس میں سے نہ صرف دولاکھ روپے نکلے بلکہ نوشین کے زیورات اور جو زیورات اس نے نگین کے لیے بنوا کے رکھے تھے وہ بھی اس بیگ سے برآمد ہوئے تھے۔ نوشین تو صدمے سے ڈھے سی گئی تھیں۔ اس کی اپنی بیٹی نے اس کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ سب کی نظروں میں گرادیا تھا۔

"کیوں اب آیا یقین؟" وہاب احمد نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا تو وہ پھر بھی رابیل کو بیچ میں گھسیٹنے سے باز نہ آئیں۔

"یہ یقیناً رابیل کی سازش ہے۔"

"ہاں یقیناً یہ رابیل ہی کی سازش ہے کہ اس نے تمہاری بیٹی کے ان کرتوتوں پر سے پردہ اٹھادیا اس کے جھوٹ کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اس گھر کی عزت کو نیلام ہونے سے بچالیا۔ رابیل نہ ہوتی' نہ کرتی یہ سب تو آج تمہاری یہ بیٹی ہمارے چہروں پر کالک مل کے چلی بھی گئی ہوتی اس خبیث جاوید کے ساتھ۔"

"جاوید۔" نوشین نے وہاب احمد کی زبان سے جاوید کا نام سنا تو اسے یقین آگیا کہ اس کی بیٹی ہی قصوروار ہے اور رابیل کا اس سارے معاملے میں کوئی قصور نہیں' کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ اس کا تو احسان ہے ان پر کہ اس نے انہیں رسوا ہونے سے بچالیا۔

"ہاں اور اگر اب بھی تم دونوں ماں بیٹی اپنے جرم سے انکاری ہو تو یہ ثبوت بھی دیکھ لو یہ تصویریں اور یہ ایس ایم ایس جو جاوید کے نمبر سے نگین کو کیا گیا اور نگین کا جوابی ایس ایم ایس بھی ملاحظہ کرو۔ یہ بس کے اڈے پر جارہی تھی' جبھی تو اکیلی جانا چاہتی تھی۔ جاوید سے کورٹ میرج کرکے ہنی مون کا پلان تھا اس اسٹڈی ٹور کے پیچھے۔" وہاب احمد نے رابیل کے دیئے ہوئے تمام ثبوت اس کے سامنے رکھ کر غصے سے کہا ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ نگین کو کڑی سزا دیتے مگر وہ باپ تھے ضبط کی انتہا پر تھے۔

"نگین تم جس شخص کے ساتھ بھاگنے کی پلاننگ کررہی تھیں ناں' وہ اس وقت حوالات میں "ہنی مون" منارہا ہے۔ کل جیل بھیج دیا جائے گا اسے کیونکہ اسے کل رات کسی لڑکی کے ساتھ ایک ہوٹل سے گرفتار کیا گیا تھا وہاں اس کی منگیتر بھی پہنچ گئی تھی اور ان دونوں کے بیچ خوب جھگڑا ہوا تھا۔ جس کے نتیجے میں جاوید نے اپنی منگیتر کو گولی مار کر ہلاک کردیا تھا' تم نے شاید آج کا اخبار نہیں پڑھا' پڑھ لیتا اس میں جاوید کی شرافت کی ساری داستان رقم ہے' اس کا تو پیشہ ہی یہ تھا لڑکیوں کو پیار کا جھانسہ دے کر دولت' عزت لوٹ کر نئے شکار کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا مگر اس بار وہ اپنے پیروں پر

کھڑا نہیں ہوسکے گا آئی جی مسٹر جمشید نے اس کے خلاف تمام ثبوت اکٹھے کرلیے ہیں اور تمہیں رانیل کا اور اپنی دوست زرین کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے مل کر ہمیں اس ذلت اور مصیبت سے بچالیا۔ رانیل نے بیٹی ہونے کا حق ادا کردیا' بہن ہونے کا فرض نبھایا ہے۔ اب بھی اگر تم دونوں کا احساس زندہ نہیں ہوتا تو تف ہے تم پر۔" وہاب احمد کے پے در پے کیے جانے والے انکشافات نے جہاں ان کو حیران کردیا تھا وہاں نگین اور نوشین کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا' نگین تو جاوید کی حقیقت جان کر خوف سے لرز اٹھی تھی۔ اسے احساس ہورہا تھا کہ وہ کتنی بڑی اور سنگین غلطی کرنے جارہی تھی۔ ایک فریب کے پیچھے بھاگ رہی تھی' ایک جھوٹے شخص پر اپنے سچے جذبے لٹانے چلی تھی۔ اپنے آپ کو اتنی آسانی سے اس شخص کو سونپ رہی تھی جو اسے استعمال کررہا تھا۔ احساس ذلت' احساس رسوائی اور احساس ندامت نے بیک وقت اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔

"جاؤ اپنے کمرے میں اور اس وقت تک مجھے اپنی شکل مت دکھانا جب تک تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس نہ ہوجائے۔ جاؤ اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں کہ تم میری بیٹی ہو اور میں کچھ غلط کر بیٹھوں' چلی جاؤ میری نظروں سے دور۔" وہاب احمد نے غصیلے اور درشت لہجے میں نگین سے کہا تو وہ روتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی۔ نوشین' زیورات اور رقم اٹھا کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ نوفل غصے سے مٹھیاں بھینچتا باہر نکل گیا۔ علی بھی لاؤنج کی طرف چل دیا۔

"رانیل بیٹی' تمہارا یہ احسان میں ساری زندگی نہیں اتار سکوں گا' جیتی رہو' سدا خوش رہو۔ مجھے فخر ہے تم میری بیٹی ہو۔ خوش رہو اللہ تمہیں ہر سکھ نصیب کرے..... آمین۔" وہاب احمد نے رانیل کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا۔

"تو یہ بات تھی جو تم نگین کے بارے میں مجھ سے کرنا چاہ رہی تھیں۔" علی نے رانیل کے لاؤنج میں آنے پر سنجیدگی سے کہا۔

"جی....."

"تم تو واقعی بہت جینئس ہو بہت سمجھ داری سے سارا معاملہ سنبھالا ہے تم نے آئی ایم امپریسڈ۔" علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے ایمان داری سے کہا۔

"آئی ایم سوری' میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکا۔" علی کا اشارہ نگین والے معاملے کی طرف تھا' وہ سمجھ گئی تھی۔

"اٹس او کے' ویسے بھی میں کچھ اچھا کرنے کے لیے کسی کی مدد کا انتظار نہیں کرتی' اللہ کا نام لے کر کام شروع کردیتی ہوں۔ کامیابی آپ ہی آپ ملتی چلی جاتی ہے۔" رانیل نے سنجیدگی سے جواب دیا' علی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"ایکسکیوز می۔" علی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ جانے کیوں رانیل کو محسوس ہورہا تھا کہ اگر وہ زیادہ دیر وہاں اس کے سامنے بیٹھی رہے گی تو پگھل جائے گی۔ اس کے دل میں عجیب سی کھلبلی مچ گئی تھی۔ دل بہت تیز تیز دھڑک رہا تھا' آنکھیں بند کیں تو آنکھوں میں بھی علی کی صورت سمائی تھی' اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

نوشین بیگم نگین کے کمرے میں آندھی طوفان کی طرح داخل ہوئیں۔ نگین بیڈ پر بیٹھی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔

"ماما....." نگین کے لب ہلے اور ساتھ ہی نوشین کا زور دار طمانچہ اس کے رخسار کو دہکا گیا' وہ لڑکھڑا کر بیڈ پر گرگئی۔

"مرگئی تمہاری ماما' میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میری بیٹی ہو کر اتنی گری ہوئی حرکت کرسکتی ہو۔"

"آپ کی بیٹی ہوں جبھی تو یہ گری ہوئی حرکت کی ہے۔" نگین بھی غصے سے بھڑک کر بولی۔

"شٹ اپ۔" نوشین غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے بولی۔

"تم اس دو ٹکے کے لفنگے جاوید کے لیے ہماری ناک کٹوانے چلی تھیں۔ باپ کی محنت کی کمائی سب کچھ اس فراڈیے پر لٹانے چلی تھیں۔ ڈوب مرو شرم سے آج اگر رانیل نہ ہوتی تو تم تو نکل گئی تھیں ہمارے ماتھے پر بدنامی کا دھبہ لگا کر وہ لڑکی جس سے میں شدید نفرت کرتی ہوں' اس

لڑکی کا احسان مند بنا دیا تم نے مجھے۔ میں اسے برا اور بدنام ثابت کررہی تھی' الٹا اس نے ثابت کردیا کہ برا اور بدنام ہمارا چلن ہے۔"

"تو دیکھ لیا نا مام' تقدیر کا کھیل' اللہ تو دیکھ رہا ہے نا کہ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے؟" ثمین نے زخمی سی ہنسی ہنس کر کہا۔

"بکواس بند کرو یہ سکھایا ہے میں نے تمہیں' جھوٹ کی تربیت دی ہے میں نے تمہیں۔" نوشین غصے سے بولیں۔

"ہاں یہی کچھ سکھایا ہے آپ نے ہمیں' جھوٹ' بے پروائی' رشتوں کی پامالی' غیر مردوں سے دوستی' اور گھر میں نفرت اور ناقدری کے مظاہرے...... یہی کچھ سکھایا ہے آپ نے مجھے۔ بیٹیاں تو ماں کا ہی عکس ہوتی ہیں ناں۔ میں نے وہی کیا ہے مام جو آج تک آپ کو اس گھر میں کرتے دیکھا ہے۔ ڈیڈی بہت اچھے ہیں مگر آپ نے بھی ان کی قدر نہیں کی۔ آپ نے ہر وہ کام کیا جو ڈیڈی کو پسند نہیں تھا۔ کتنا خیال رکھتے ہیں وہ آپ کا' ہم سب کا مگر ہم سب نے انہیں ہمیشہ مایوس ہی کیا ہے۔ دکھ ہی دیا ہے' آپ کی مسکراہٹ باہر لوگوں کے لیے غیر مردوں کے لیے ہے' اپنے شوہر کے لیے آپ کے پاس ایک سچی مسکراہٹ تک نہیں ہے۔ آپ نے ہمیں ڈیڈی کے خلاف کیا' ڈیڈی تو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ آج میں انتہائی غلط قدم اٹھانے جارہی تھی تو اس کے پیچھے بھی آپ کی تربیت اور نیت کارفرما تھی۔"

"کیا بک رہی ہو تم؟" نوشین نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"ٹھیک بک رہی ہوں' رانیل ٹھیک کہتی ہے کہ ہم اپنے ماحول کا' تربیت کا عکس ہوتے ہیں۔ ہم وہی کرتے ہیں جو ہمیں ماں سکھاتی ہے' آپ نے یہی کچھ سکھایا ہے اپنی اولاد کو تو پھر غم و غصہ کس بات پر ہے مام؟" ثمین نے سنجیدگی سے کہا تو نوشین پیچ و تاب کھاتی باہر نکل گئیں۔

"ناک میں دم کردیا ہے اس لڑکی نے' دیکھنا میں اس لڑکی کے ساتھ کرتی کیا ہوں؟ میری اولاد آج مجھے ہی طعنے دے رہی ہے سب اس رانیل کی وجہ سے ہوا ہے' سمجھ رہی ہوگی کہ میں اس کا شکر بجالاؤں گی ہونہہ' اس کی تو میں ایسی بینڈ بجاؤں گی کہ ساری زندگی یاد رکھے گی۔" نوشین غصے سے آگ بگولہ سوچ رہی تھیں اور اس کا دماغ ایک نئی سازش کا جال بن رہا تھا۔

❁❁......❁......❁❁

"کہاں ہو تم مسٹر ہینڈسم؟" کرن لال بھبوکا ہوئی اس کے روم میں آئی تھی۔ وہ بالکونی میں تھا موبائل پر گھر بات کررہا تھا اور کھانا ٹیبل پر لگا تھا۔ کرن کرسی کھسکا کر وہیں بیٹھ گئی اور کھانا کھانے لگی' چکن بریانی اور سلاد تھا۔ ذوالنون بات کرنے کے بعد کمرے میں آیا تو کرن کو اپنے کمرے میں دیکھ کر ہل کے رہ گیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں کسی دن اس کے کمرے میں بھی آسکتی ہے۔

"تم...... یہاں کیا کررہی ہو؟"

"دیکھ نہیں رہے بریانی کھا رہی ہوں۔" کرن کا اطمینان قابل دید تھا اور ذوالنون کو اپنی ریپوٹیشن خراب ہونے کا خدشہ تھا۔

"یہ بریانی بھی میری ہے اور روم بھی میرا ہے' چلو نکلو یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟"

"تمہیں اپنی عزت کی فکر ہے اور میری عزت کی کوئی پروا نہیں۔" وہ بریانی کھاتے ہوئے بولی۔

"تمہیں خود ہی پروا نہیں ہے اپنی عزت کی ورنہ تم میرے روم میں کبھی نہ آتیں۔"

"کیا مطلب؟ تم اتنے بدنیت اور میلی نظر کے مالک لگتے تو نہیں ہو' میں تو تمہیں شریف لڑکا سمجھتی ہوں تم خود بھی یہی کہتے ہو نا۔"

"کرن تم بہت اچھی لڑکی ہو خود کو اس طرح بے مول مت کرو۔ اور جب کسی کو پسند کرتے ہیں' کسی سے پیار کرتے ہیں تو خود کو اس کی مرضی اور اس کی پسند کے مطابق ڈھالنے کی کوشش بھی تو کرنی چاہیے نا یہی تو حقیقی محبت ہے' تم جیسا چاہتی ہو میں ویسا چاہوں یہ ضروری تو نہیں ہے۔ تم نے مجھے چاہا تو جواباً میں بھی تمہیں چاہوں یہ تو کوئی

محبت نہ ہوئی۔ آئی نو زندگی محبت کے بغیر کچھ نہیں' سب کو محبت دینی چاہیے سب کو اپنی محبت سے سرشار کرو' سب میں محبت بانٹو مگر واپسی کی امید مت رکھو۔" ذوالنون نے نہایت سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔

"تو تمہاری طرف سے میں جواب یہی سمجھوں۔" کرن نے بہت مایوسی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو ہنس پڑا وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"مذاق مت اڑاؤ میرا۔"

"ارے میری یہ مجال کہ میں آپ جیسی پری لڑکی کا مذاق اڑاؤں۔ تو وئے تمہیں پتا ہے مجھے مشرقی انداز واطوار میں ڈھلی شریک حیات کی خواہش ہے' بیوی ایسی ہو جو بہت اچھا کھانا پکا سکتی ہو' اپنے گھر کو سجانا سنوارنا جانتی ہو' رشتوں کو آپس میں جوڑے رکھنے کا گر جانتی ہو' بہت سلجھی ہوئی اور پڑھی لکھی ہو' اللہ جی سے بھی اس کی خوب دوستی ہو' کیئرنگ ہو جیسی میری خالہ جان ہیں وہ لندن میں رہتی ہیں لیکن اپنی مشرقیت اپنا مذہب ان کے ہر عمل میں چھلکتا ہے۔ وہ ہر کام میں اس بات کا خیال رکھتی ہیں کہ کچھ غلط نہ ہوجائے۔" ذوالنون نے اشمین کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی لڑکی' تم اپنے لیے آرڈر پر بنوالیتا' گئے وہ زمانے جب تمہاری خالہ جیسی اللہ میاں کی گائے ملا کرتی تھیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے مسٹر ذوالنون اب آپ کو اچھی لڑکی ہی مل جائے تو غنیمت سمجھیں۔ جارہی ہوں میں اور آئندہ تمہارے پیچھے بھی نہیں آؤں گی۔" کرن نے بہت سپاٹ اور سخت لہجے میں کہا۔

"ارے ہم اچھے دوست تو ہیں ناں دوستی بھی ختم کررہی ہو کیا؟"

"دوستی کے بعد محبت ہوسکتی ہے مگر محبت کے بعد دوستی نہیں' صرف دوستی نہیں مسٹر ذوالنون' کیونکہ دوا موت سے پہلے دی جاتی ہے موت کے بعد نہیں۔" کرن نے اس کے چہرے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور اس کمرے سے تیزی سے باہر نکل گئی۔

"او گاڈ!" ذوالنون نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے گہرا سانس لبوں سے خارج کیا۔

❁ ❁ .... ❁ .... ❁ ❁

"ہائے رابیل۔" زرین اس سے ملنے وہاب لاج آئی تھی۔

"السلام علیکم زرین آپی' کیسی ہیں آپ؟" رابیل نے خوش دلی سے اس سے گلے ملتے ہوئے سلام دعا کی۔

"بہت خوش ہوں' کہ ہم نے اپنی دوست کو برباد ہونے سے بچالیا' شکر ہے اللہ کا۔"

"السلام علیکم علی بھائی۔" رابیل نے چونک کر زرین کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا' علی روش پر سے گزر رہا تھا' یہ داستہ گیسٹ روم کی طرف جاتا تھا۔

"وعلیکم السلام کیا حال ہے سسٹر؟" علی نے اخلاقاً رک کر مسکراتے ہوئے اس کی خیریت دریافت کی۔

"بالکل ٹھیک ہوں تھینکس۔"

"او کے آپ لوگ باتیں کریں مجھے کچھ کام ہے۔" علی نے مسکرا کر کہا' اور آگے بڑھ گیا۔ رابیل کے دل کی دھڑکن بھی بڑھ گئی تھی۔

"ہائے کیا پرسنالٹی ہے علی بھائی کی' مگر مجال ہے جو کسی لڑکی سے فرینک ہوجائیں۔ لڑکیاں تھک کر ہار مان کر انہیں بھائی کہنے پر مجبور ہوجاتی ہیں میری طرح۔" زرین نے سرد آہ بھر کر اس انداز سے کہا کہ رابیل بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ علی نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے یوں ہنستے دیکھا تو لمحے بھر کو تو ساکت سا کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ کتنی دلکش تھی اس کی ہنسی اور جب سے وہ یہاں آئی تھی شاید پہلی بار کھل کر ہنس رہی تھی۔

"رابیل ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔ بہت کیئرنگ اور سویٹ بھی۔ ممانی نجانے کیوں اس معصوم کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہیں انہیں تو اب رابیل کا احسان مند ہونا چاہیے کہ اس کی سمجھداری کی وجہ سے ان کی بیٹی گھر سے بھاگنے سے' رسوا ہونے سے بچ گئی۔ رابیل اگر ان کی زیادتیوں کا بدلہ لینا چاہتی تو بہت آسان تھا اس کے لیے

کہ جو نگین کرنے جارہی تھی اسے کرنے دیتی مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور نگین کو اپنی بہن سمجھتے ہوئے اس گھر کی وہاب ماموں کی عزت کو اپنی عزت سمجھتے ہوئے کچھ بھی برا ہونے سے بچالیا۔

علی نے دل میں سوچا اور ساتھ ساتھ اپنا سوٹ کیس پیک کیا۔وہ تین چار دن کے لیے اسلام آباد اپنے گھر جارہا تھا۔ضروری کام بھی تھا اور امینہ اور عثمان بیگ بھی اسے یاد کررہے تھے۔اس کی فلائیٹ شام پانچ بجے کی تھی اور اس وقت پونے تین بج رہے تھے۔وہ نوشین کو اپنے جانے سے آگاہ کرکے خدا حافظ کہہ کر باہر آیا تو رانیل کو لان میں ٹہلتے دیکھا۔

"رانیل میں اسلام آباد جارہا ہوں تمہیں کچھ منگوانا ہو تو بتاؤ۔" علی نے جانے کیوں اس سے ایسا کہا مگر رانیل کو خوش گوار حیرت ہوئی تھی ان کے پوچھنے سے وہ مسکرادی۔

"نہیں تھینک یو ویری مچ۔"

"اوکے گڈ بائے۔" علی نے مسکرا کر کہا اور جانے کے لیے مڑا۔

"آپ واپس کب آئیں گے؟" رانیل کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔علی کے آگے بڑھتے قدم رک گئے اس نے گردن گھما کر دیکھا تو وہ اس کے دیکھنے پر خجل سی ہوکر نظریں جھکا گئی۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو گھبراہٹ میں آپس میں پیوست کرتی الگ کرتی وہ علی کو بہت بھلی لگی۔

"آئی ایم سوری مجھے آپ سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔" رانیل نے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے خجالت سے کہا۔

"اٹس اوکے' میں ان شاء اللہ تین چار دن تک لوٹ آؤں گا' تم اپنا خیال رکھنا۔اللہ حافظ۔" علی نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اللہ حافظ۔" رانیل نے بھی جواباً مسکراتے ہوئے کہا اور جب تک علی کی گاڑی گیٹ سے باہر نہیں نکل گئی وہ اسے دیکھتی رہی تھی۔اسے لگا جیسے اس کا دل بھی علی اپنے ساتھ ہی لے گیا ہو۔وہ اپنے دل کی بدلتی کیفیت پر حیران بھی تھی اور شاداں بھی تھی۔نوشین کی زبان کے زخم اسے علی کی یاد اور علی کے خیال سے بھرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ چپکے سے ایک شرمیلی مسکان اب بھی اس کے ہونٹوں پہ آ ٹھہری تھی۔

❁❁......❁......❁❁

کرن نے اپنے جذبوں پر بند باندھ لیا تھا' ایسا نہیں تھا کہ اس نے ذوالنون کی چاہ چھوڑ دی تھی بلکہ یہ چاہت تو ہر گزرتے دن کے ساتھ اور گہری ہوتی جارہی تھی۔بس ذوالنون کے سامنے اب وہ ایک کالج فیلو کے انداز میں ہی رہتی تھی۔کہیں سامنا ہوجاتا تو حال احوال پوچھ لیا۔دل جلتا تھا کہ وہ اتنی دوریاں کیوں رکھتا ہے اپنے اور اس کے بیچ ہمیشہ اتنے فاصلوں سے کیوں ملتا ہے؟ کبھی کچھ کہتا کیوں نہیں ہے؟ کوئی ایسی بات جس سے اسے لگے کہ وہ اسے یاد کرتا ہے' اہمیت دیتا ہے' اسے اپنے لیے خاص سمجھتا ہے۔

وہ بریک کے دوران لان میں بیٹھی تھی۔ذوالنون اسے دیکھ کر وہیں چلا آیا۔کرن اسے اپنا تصوری سمجھ رہی تھی۔

"ہیلو! کیا حال ہے؟"

"مصروف زندگی میں تیری یاد کے سوا
آتا نہیں ہے کوئی میرا حال پوچھنے"

کرن نے بے خودی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

"ارے میں پوچھ تو رہا ہوں تمہارا حال؟" وہ ہنستے ہوئے بولا تو جواب میں کرن نے پھر شعر پڑھا۔

دل دکھایا کریں اجازت ہے
بھول جانے کی بات مت کرنا

تجھے بھولنے کو اک پل چاہیے
وہ پل کہ جسے موت کہتے ہیں لوگ!

ذوالنون نے اس کی شربتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواباً یہ شعر پڑھا تو کرن کے اندر جیسے بجلی سی کوندی تھی۔ آنکھیں جھپک جھپک کر اسے دیکھ کر جیسے اس کی اپنی سامنے موجودگی کا یقین کررہی ہو۔

"ارے یار اب میں اتنا بھی کٹھور نہیں ہوں جتنا تم

مجھے سمجھتی ہو۔" وہ اس کے یوں دیکھنے پر بولا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہیں کیا سمجھتی ہوں؟" کرن نے حقیقت میں لوٹتے ہوئے معنی خیز جواب دیا۔

"ہاں تو یہ تمہارا ہی قصور ہے میں نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھ سے پیار کرو۔" ذوالنون نے کہا۔ "بہت سے لوگ ملیں گے تمہیں ابھی زندگی میں اتنی جلدی دل کو پابند مت کرو۔ میں تمہاری بہت عزت کرتا ہوں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں مگر تمہیں اپنا پابند نہیں بنانا چاہتا' میں نہیں چاہتا کہ تم ٹین ایج کے جذباتی فیصلے میں اپنی عمر گنواؤ' تمہارے سامنے تو اچھے لڑکوں کی رشتوں کی قطاریں لگ جائیں گی' تم اتنی حسین ہو کہ کوئی بھی لڑکا تمہاری خواہش کرسکتا ہے۔ مگر ابھی صحیح وقت نہیں ہے۔ مناسب عمر نہیں ہے۔" ذوالنون نے ایک بار پھر اسے رسان سے سمجھایا' وہ سبز گھاس کے تنکے توڑتے ہوئے بولی۔

"ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو مگر محبت کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔" کرن نے ہنس کر کہا تو وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گیا۔ اسے کرن کی دیوانگی سے خوف آرہا تھا۔ ذوالنون بلاشبہ خوش شکل نوجوان تھا۔ پانچ فٹ آٹھ انچ قد اور بھرا بھرا جسم فوجی کٹ بالوں میں ایک دم ہیرو لگتا تھا۔ کالج کی لڑکیاں اسے سراہے بنا نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ ذہین تھا' ٹاپ کرنے والا بہترین اسٹوڈنٹ تھا' اساتذہ کا بھی منظور نظر تھا۔ کرن لاکھ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچی چلی آئی تھی۔ کرن کو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

❁❁ ...... ❁ ...... ❁❁

نگین اس دن کے بعد سے کمرے میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے رہ رہ کر اپنی کم عقلی اور نادانی پر غصہ آرہا تھا۔ اپنی اس حد تک جانے والی حرکت پر ندامت کا احساس اسے مارے جارہا تھا۔ ایک فلرٹ اور لالچی ہوس کے پجاری شخص کے لیے اپنے جذبے لٹانے اور اپنے گھر والوں کی عزت داؤ پر لگانے کا احساس اسے اندر ہی اندر کچوکے لگا رہا تھا۔ جاوید کی اصلیت اس نے اخبارات میں پڑھ لی تھی۔ اسے اپنی منگیتر کے قتل کے الزام پر پھانسی کا امکان تھا اور اللہ کا شکر ہوا کہ ذرین کے والد آئی جی جمشید نے جاوید کے موبائل فون سے نگین کا سیل نمبر اور ایس ایم ایس ڈیلیٹ کروا دیے تھے اور رابیل کے کہنے پر ہی انہوں نے نگین کے نمبر پر میسج کیا تھا تاکہ رابیل بھی گھر والوں کے سامنے نگین کو اس غلط اقدام سے روک سکے۔ اس نے وہاب احمد کو سب کچھ بتادیا' دکھا اور سنا دیا تھا۔ جبھی سب کچھ حسب توقع ہوتا چلا گیا۔ مگر اب نگین نظریں نہیں ملا پارہی تھی' وہ تو خود اپنی ہی نظروں میں گرگئی تھی۔ رو رو کر اس نے اپنی حالت خراب کرلی تھی۔ رابیل کچھ سوچ کر ہمت کرکے اس کے کمرے میں آگئی۔ نگین بیڈ پر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ رابیل اس کے سامنے ہی بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ نگین نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ آہستگی سے بولی۔

"آئی ایم سوری!"

"تم کیوں معافی مانگ رہی ہو؟ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے تم سب سے' میں نے سب کا مان توڑا ہے' شرم سے سر جھکایا ہے' خاص کر ڈیڈی کو بہت دکھ دیا ہے' میں نے۔" نگین نے بھیگتے لہجے میں ندامت سے کہا۔

"آپ کو احساس ہوگیا ہے نا کہ آپ نے سب غلط کیا تو پھر تو سب ٹھیک ہوگیا۔ احساس ندامت ہو اور آنکھوں سے آنسو بھی بہہ نکلیں تو انسان اندر باہر سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں توبہ کرلیں' کہ آئندہ آپ کبھی کچھ غلط نہیں کریں گی' اللہ آپ کو ضرور معاف کردیں گے۔ ڈیڈی بہت دکھی ہیں آپ کے لیے' آپ ان سے معافی مانگ لیں وہ آپ کو معاف کردیں گے۔" رابیل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے کہا۔

"میں ان سے نظریں نہیں ملا پاؤں گی میں تو اپنے آپ سے نظریں نہیں ملا پارہی رابیل۔" وہ رونے لگی تھی' رابیل دکھی ہوگئی۔

"نگی آپی! خود کو سنبھالیں' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' اچھا انسان وہ ہے جسے اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور

وہ اسے سدھار لے۔ خود کو کمرے میں بند کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ آپ باہر نکلیں' نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کریں' اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کریں' اپنے ڈیڈی اور بھائیوں کا فخر بنیں۔ آپ سب کچھ کرسکتی ہیں۔"

"تم بہت اچھی ہو رابیل۔" نگین نے اس کے رخسار پر ہاتھ پھیرا۔

"جو گزر گیا اسے بھول جائیں نگی آپی! ان شاء اللہ آگے سب بہت اچھا ہوگا۔ آپ سمجھ تو گئی ہیں ناں اب سنبھل بھی جائیں گی۔ چلیں اس کمرے سے باہر نکلیں۔" رابیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں ڈیڈی کا سامنا نہیں کرسکتی۔"

"ایک دن تو سامنا ہوگا نا ان سے تو پھر آج ہی کیوں نہیں؟"

"نہیں رابیل مجھ میں ہمت نہیں ہے ڈیڈی کے سامنے جانے کی۔"

"میں آپ کے ساتھ چلوں۔"

"تم! ہاں چلو تمہیں ساتھ دیکھ کر شاید ڈیڈی زیادہ غصہ نہ کریں۔"

"آئی ایم شیور وہ بالکل بھی غصہ نہیں کریں گے' چلیں۔" رابیل نے پریقین لہجے میں کہا اور مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے باہر لے آئی۔

وہاب احمد اپنے کمرے میں تھے۔ رابیل نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر نگین کا ہاتھ پکڑے اندر داخل ہوگئی۔ وہاب احمد صوفے پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ نوشین ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی نیل پالش لگا رہی تھی۔ دونوں نے انہیں دیکھا رابیل کو دیکھ کر تو نوشین کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"ڈیڈی ہم نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" رابیل نے وہاب احمد کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دیے اور اخبار تہہ کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں بھلا میں اپنی بیٹی کے آنے سے ڈسٹرب کیوں ہوں گا آؤ۔"

"ڈیڈی' نگی آپی بہت شرمندہ ہیں اور آپ سے معافی مانگنے آئی ہیں' پلیز انہیں معاف کردیجیے۔" رابیل نے بہت جھجکتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی نگین کو ان کے قریب کردیا۔ وہاب احمد رخ پھیر کے بیٹھ گئے گویا اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ نگین تڑپ کر رہ گئی' رابیل نے اس کے شانوں کو پکڑ کر ہلکے سے دباؤ کے ساتھ اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"ڈیڈی' میں کچھ نہیں کہوں گی..... سوائے اس کے کہ..... مجھے..... معاف کردیں' پلیز ڈیڈی اپنی بیٹی کو معاف کردیں ورنہ..... آپ کی نگی مرجائے گی۔" نگین گھٹنوں کے بل ان کے سامنے نیچے کارپٹ پر بیٹھی ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے روتے ہوئے ملتجی تھی۔ وہاب احمد کے سینے میں اولاد کی محبت سے بھرا دل تڑپ اٹھا انہوں نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ دیا۔ رابیل نے سکون کا سانس لیا اور چپکے سے کمرے سے باہر چلی گئی۔ نوشین نے خشمگیں نگاہوں سے رابیل کو دیکھا اور پھر نگین کو جو وہاب احمد کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ نوشین نے بھی شکر ادا کیا کہ باپ بیٹی میں جو ناراضگی تھی وہ بالآخر ختم ہوگئی اور اس کا سارا کریڈٹ بھی رابیل کو جاتا تھا اور یہ بات نوشین کو مزید سلگا رہی تھی۔

......☆☆☆......

رابیل' لان میں اکیلی بیٹھی تھی' ابھی مما پاپا سے بات ہوئی تھی' ان کے لیے بہت اداس ہو رہی تھی۔ نوشین کے رویے نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا۔ نگین اور نوفل بھی اب سنبھل گئے تھے۔ سوائے نوشین کے رویے اور سوچ کے رابیل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ اس سے اس قدر بدظن اور بدگمان کیوں ہیں۔"

"ہیلو سس!" نوفل اس کے پاس آکر بولا۔

"آؤ نوفل کیسے ہو؟" رابیل نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں ایک دم فٹ ہوں۔" وہ اس کے سامنے والی لان چیئر پر بیٹھ گیا۔

"سوری اس دن کے لیے۔" وہ خجل سا ہو کر بولا ڈنر والی رات جو کچھ اس کے دوستوں نے کہا اس پر معذرت کررہا تھا وہ۔

"کوئی بات نہیں تم سمجھ گئے یہی میرا مقصد تھا۔"

"تھینکس! آپ بہت اچھی ہیں اور بہت ذہین بھی ہم اتنے سمجھدار نہیں ہیں آپ اتنی کم عمری میں اتنی سمجھداری کی باتیں کیسے کرلیتی ہیں؟" نوفل نے اس کے روشن چمکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔

"میں نے اب تک کی زندگی سے یہی کچھ سیکھا ہے کتابوں سے لوگوں کے رویوں سے اپنے پیرنٹس سے ٹیچرز سے انسان اگر چاہے تو ہر پل زندگی سے ہر انسان سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے تم بھی دل لگا کر پڑھو تمہیں اپنے ڈیڈی کا بازو بننا ہے ان کا نام روشن کرنا ہے۔ ان کا قابل فخر بیٹا بننا ہے۔" رابیل نے بڑی بوڑھیوں کی طرح اسے سمجھایا۔

"ان شاءاللہ۔" نوفل نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"میں نے تم سے ایک کام کہا تھا وہ ہوگیا کیا؟"

"جی ہوگیا میں نے نگی آپی کی سم بلاک کروادی تھی اور ان کو نئی سم بھی لادی تھی۔"

"پرانی سم کس کے نام رجسٹرڈ تھی؟" رابیل نے پوچھا۔

"نگی آپی کی پرانی سم ان رجسٹرڈ تھی۔"

"چلو یہ تو اچھا ہی ہوا کہ ان رجسٹرڈ ہے ورنہ پولیس انویسٹی گیشن میں اگر جاوید کے موبائل کالز کی ڈی ٹیلو نکلوائی گئی تو نگی کا سیل نمبر بھی ٹریس ہوجاتا اور پرابلم کری ایٹ ہوسکتی تھی۔" رابیل نے مطمئن ہو کر کہا۔

"آپ بہت جینئس ہیں پولیس والوں کی طرح بات کو گہرائی تک جا کر سوچتی ہیں۔" نوفل نے سراہا تو وہ ہنس دی۔

"آپ کو ہمارے گھر میں صرف دکھ ملے اور آپ نے اتنے خلوص اور پیار سے سب نظر انداز کیا' بلکہ نگی آپی کے معاملے میں اتنے خلوص اور سچائی کے ساتھ سب حل کیا اس گھر کی اور ہم سب کی عزت بچالی۔"

"عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے بھائی۔"

"ہاں لیکن وسیلہ تو آپ ہی بنیں ناں اگر آپ مام کے رویے کی وجہ سے میرے اور نگی آپی کے رویے کی وجہ سے سب کچھ ہونے دیتیں تو کون روک سکتا تھا اور آپ نے بنا کسی صلے کے بنا کسی ایوارڈ کے اتنا کچھ کیا ہمارے لیے کیوں؟"

"بات یہ ہے میرے بھائی کہ میں ایسی ہی ہوں۔"

❁ ❁ .... ❁ .... ❁ ❁

رات کو نوشین کے کچھ مہمان گھر پر مدعو تھے۔ مرد خواتین دونوں ہی تھے۔ عجیب ہنگامہ بپا تھا گھر پہ۔ وہاب احمد ایک دن کے لیے کراچی گئے تھے۔ رات کو کسی وقت ان کی واپسی متوقع تھی اور نوشین کو اندازہ تھا کہ اکثر رات کو فلائیٹ لیٹ ہوجاتی ہے یا وہاب احمد رات کے سفر کو ملتوی کرتے ہوئے اگلی صبح تک اپنی واپسی ملتوی کردیتے ہیں اسی لیے ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نوشین نے اپنے سرکل کے لوگوں کو مدعو کرلیا تھا۔ اصل میں ان کے یہ دوست ان کی لندن پلٹ بھانجی سے ملنے کی غرض سے آئے تھے اسے دیکھنا چاہتے تھے کہ نوشین جو بڑی بڑی باتیں بناتی ہے اس کی بھانجی کیسی ہے؟ رابیل سے مل کر بھی متاثر ہوئے خاص کر مرد حضرات تو اسے گہری اور میلی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں جو چمک تھی وہ رابیل کو بہت ناگوار محسوس ہورہی تھی' جب وہ سب کھانے میں مصروف ہوئے تو وہ نکل کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"ہیلو پریٹی گرل' تم یہاں کیوں آگئیں ہمارے ساتھ ڈنر انجوائے کرونا۔" اویس جو مسز مہر النساء کا بگڑا ہوا بیٹا تھا۔ رابیل پر کب سے نظر رکھے ہوئے تھا' اس کے جاتے ہی خود بھی پیچھے چلا آیا۔ رابیل اسے یوں اپنے کمرے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے نوشین کے رویے اور سوچ سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔

"آپ پلیز جائیے' مجھے ڈنر نہیں کرنا' میرے سر میں

درد ہو رہا ہے۔" رائنل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کہیں تو میں سر دبا دوں۔" اویس مزید آگے بڑھا۔

"آپ جایئے یہاں سے' واحیات' نوفل۔" وہ تیزی سے جواب دیتی انہیں پکار رہی تھی۔

"اوکے' اوکے میں جاتا ہوں۔" اویس نے اس کے آواز دینے پر سٹپٹا کر کہا تو اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور عمیر اندر چلا آیا۔

"کیوں بھئی کیا ہو رہا ہے؟ ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔" عمیر نے بہت عامیانہ لہجے میں کہا' اس کی ہوس زدہ نظریں رائنل پر جمی تھیں۔

"ایکسکیوزمی آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" نگین اس طرف آ نکلی تھی اور صورت حال دیکھتے ہی بھانپ گئی تھی کہ وہ دونوں رائنل کو پریشان کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اس نے نوشین کو بھی آواز دی۔

"موم پلیز انہیں یہاں سے بلائیں' رائنل کے بیڈ روم میں آنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"تو آپ کے بیڈ روم میں آ جائیں پھر تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا نا۔" عمیر نے نگین کو مکروہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے تپ کر لال ہوگئی۔

"شٹ اپ۔" وہ غصے سے بولی نوشین سب دیکھ رہی تھی۔ وہ جان بوجھ کر دیر سے آئی تھی۔

"موم ان لوگوں کو ڈرائنگ روم میں لے جائیں پلیز۔"

"اوکے ناراض کیوں ہوتی ہو ڈیئر جا رہے ہیں ہم۔" اویس نے نگین کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے مسز وہاب' آپ کی بھانجی بہت حسین ہے۔" عمیر نے جاتے جاتے رائنل پر نگاہ ڈالی تھی۔ رائنل سلگ گئی۔

"موم' ان لوگوں کو کیوں بلایا ہے آپ نے گھر پر' جنہیں تمیز نہیں ہے لڑکی سے بات کرنے کی' کیسے بے حیائی سے رائنل کے کمرے میں گھسے چلے آئے۔" نگین نے ان کے جاتے ہی کہا۔

"خود ہی تو نہیں آئے تھے' پہلے یاد آئی تھی انہیں دعوت نظارہ دے کر۔" نوشین نے بے نیازی سے کہا۔

"او پلیز مام' بس کر دیں یہ ڈرامہ۔ میں رائنل کو اپنے کمرے میں لے جا رہی ہوں' یہ وہاں سو جائے گی۔" نگین نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ فوراً کہنے لگیں۔

"تم ایسا کرو رائنل کو گیسٹ روم میں جا کے سو جاؤ' علی تو ویسے بھی اسلام آباد گیا ہوا ہے' وہاں کوئی نہیں جائے گا اور نہ ہی ان لوگوں کا شور تمہیں ڈسٹرب کرے گا۔"

"جی بہتر۔" رائنل نے آہستہ سے کہا۔

نگین اس کا ہاتھ پکڑ کر گیسٹ روم میں چلی آئی اور جب نگین کو نیند آنے لگی تو وہ اپنے کمرے میں آ کر سو گئی۔ نوشین کے مہمان بھی تب تک جا چکے تھے۔

علی کو ضروری کام تھا اس لیے اچانک ہی واپس آنا پڑا تھا' رات کے گیارہ بج رہے تھے جب وہ وہاب لاج پہنچا۔ سب سو رہے تھے وہ سیدھا گیسٹ روم میں چلا آیا۔ لائٹ آن کر کے اپنا سوٹ کیس سائیڈ پر رکھا' بیڈ کے کنارے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارے اور الماری سے اپنا شلوار قمیص نکال کر واش روم میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر آیا تو صوفے پر سوئی ہوئی رائنل کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"یہ یہاں کیوں سو رہی ہے؟" علی نے حیرت سے خود سے سوال کیا اور ہولے سے صوفے کے قریب آ گیا۔

"کیا پھر اس کے ساتھ اس گھر میں کوئی گیم کھیلی گئی ہے؟ کیا پھر کچھ غلط ہوا ہے رائنل کے ساتھ؟ کیا ممانی نے اسے پھر سے ہرٹ کیا ہے؟ آخر ایسا کیا ہوا ہے' جو اسے یہاں گیسٹ روم میں پناہ لینا پڑی؟ اور یہ بیڈ پر سونے کی بجائے یہاں صوفے پر کیوں سو رہی ہے؟" ایسے بہت سے سوال علی کے دل و دماغ میں سر اٹھا رہے تھے۔ اس نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر بکھرے ریشمی بالوں کو نرمی سے پیچھے کیا تو اس کا چہرہ ایسے سامنے آ گیا جیسے بدلی سے چاند نکل آیا ہو۔ علی نے غیر

ارادی طور پر اس کی پیشانی کو چھوا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ تو بخار میں جل رہی ہے۔ اس نے اس کی نبض چیک کی وہ واقعی تیز بخار میں مبتلا تھی۔

اوگاڈ! اسے تو بہت تیز بخار ہے مگر یہ یہاں کیوں ہے؟ ممانی کو پتا چلا تو خوامخواہ کا اسکینڈل بن جائے گا۔" علی نے مدھم لہجے میں خود کلامی کی عین اسی وقت کمرے کا دروازہ بہت بری طرح بجنا شروع ہوگیا۔ دستک اتنی تیز تھی کہ رابیل بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی' اس نے علی کو دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ علی نے دروازہ کھول دیا۔ سامنے نوشین کھڑی تھیں۔ علی کو دیکھتے ہی پریشان لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"علی بیٹا! تم نے رابیل کو کہیں دیکھا ہے' میں نے سارا گھر دیکھ لیا کہیں نہیں ملی رابیل' ہائے میں کیا جواب دوں گی اپنی بہن کو' کہاں چلی گئی وہ؟"

"ممانی' آپ اپنا بی پی ہائی مت کریں' پریشان مت ہوں' رابیل یہاں ہے وہ دیکھیں۔" علی نے سنجیدگی سے بتاتے ہوئے سائیڈ پر ہوکر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تو وہ بجلی کی تیزی سے اندر داخل ہوئیں۔ رابیل نیند اور بخار سے بوجھل آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور اٹھ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

"ہائے میرے اللہ' یہ یہاں کیا کررہی ہے' یہ حرافہ تمہارے بیڈروم میں کیسے آئی علی؟" نوشین نے رابیل کو خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے علی سے پوچھا تو علی کو جیسے کرنٹ سا لگا تھا' اسے اب احساس ہورہا تھا کہ اس نے نوشین کو رابیل کی یہاں موجودگی کا بتا کر کتنی بڑی غلطی اور بے وقوفی کی ہے۔ علی نے پریشانی سے کہا۔

"ممانی' آئی ڈونٹ نو' میں تو خود کچھ دیر پہلے آیا ہوں اور یہ یہاں پہلے سے موجود تھی۔"

"میں جانتی ہوں اسے' یہ کن چکروں میں ہے' تم نے اسے ویسے منہ نہیں لگایا تو یہ ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے کیوں ری بے شرم' تجھے ذرا حیا نہ آئی ایک غیر مرد کے کمرے میں گھستے ہوئے۔ شرم نہ آئی تجھے رات کے اس پہر منہ کالا کرنے آئی تھی اپنا' میرے بھانجے کو بدنام کرنا چاہتی ہے۔" نوشین کی زبان جتنی تیزی سے چل رہی تھی ہاتھ اتنی ہی تیزی سے رابیل کے بال نوچ رہے تھے۔ علی اس افتاد پر پٹپٹا کے رہ گیا۔ اس نے نوشین کے ہاتھ پکڑے۔

"ممانی' کیا کررہی ہیں آپ چھوڑیں اسے۔"

"میں اسے اپنے گھر میں نہیں رہنے دوں گی' یہ میری بدنامی کا باعث بنے گی' نکل لڑکی یہاں سے ابھی اور اسی وقت' نکل جا نہیں تو میں کسی ملی یا چپڑاسی سے تیرا نکاح پڑھوادوں گی۔" نوشین نے رابیل کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی جانب دھکیلا۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے تم نے؟" وہاب احمد نے گرتی ہوئی رابیل کو اپنے بازوؤں میں تھاما تھا۔ نوشین انہیں یوں اچانک دیکھ کر بوکھلا گئیں۔ رابیل کی حالت کاٹو تو بدن میں لہو نہیں' ہورہی تھی۔ علی نے دیکھا' رابیل کی رنگت سفید پڑ گئی تھی' صدمے سے وہ گنگ ہوگئی تھی۔ لگتا تھا جیسے جسم میں جان ہی نہ ہو وہ بہت بے کلی سی محسوس کررہا تھا دل میں' یہ سب بہت برا لگ رہا تھا اسے۔

"آئیے' آئیے آپ بھی دیکھیے اپنی لاڈلی کے کارنامے' تماشا تو یہ بنا رہی ہے ہمارا' اسے علی نے بھی لفٹ نہیں کروائی تو یہ یہاں علی کے کمرے میں پہنچ گئی' اسے رجھانے کے لیے' اسے بدنام کرنے کے لیے۔" نوشین نے بڑی بے رحمی سے رابیل کے پاکیزہ کردار پر تہمت لگائی تھی۔

"یہ سب بکواس ہے میری رابیل ایسا نہیں کرسکتی۔" وہاب احمد نے رابیل کی سرد پڑتی حالت کو تشویش سے دیکھتے ہوئے پریقین لہجے میں کہا تو علی نے فوراً کہا۔

"ماموں جان! ایسا کچھ نہیں ہوا' ممانی کو غلط فہمی ہوئی ہے' آپ جانتے ہیں مجھے بھی اور رابیل کو بھی' ہم ایسی گری ہوئی حرکت نہیں کرسکتے۔"

"مجھے یقین ہے بیٹا۔" وہاب احمد نے دل سے کہا۔ نگین' نوفل اور بوا جی بھی آوازیں سن کر وہاں آگئے

تھے اور صورت حال جاننے کے بعد نگین اور بواجی تو صدمے سے دنگ رہ گئیں کہ نوشین نے کتنی گھٹیا چال چلی تھی رابیل کو برا ثابت کرنے کے لیے۔

"رابیل کو اب میں اس گھر میں ایسے تو نہیں رکھوں گی اُسے نکیل ڈالنا ہی ہوگی بہت بے لگام ہے یا اسے لگام ڈالنا ضروری ہوگیا ہے آپ ابھی اور اسی وقت اس کا نکاح کرادیں یا اسے لندن کی ٹکٹ کٹوادیں میں اسے یوں شتر بے مہار کی طرح مزید نہیں پھرنے دوں گی۔" نوشین نے چلاتے ہوئے کہا تو رابیل صوفے پر بے دم سی ہوکر ڈھے گئی۔ علی نے بے قراری سے اسے دیکھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے یہ کیا بکے جارہی ہو؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں اسے یہاں رکھنا ہے تو ابھی اس کا نکاح پڑھوائیں۔"

"ابھی تم ہتھیلی پر سرسوں جمانے چلی ہو نکاح کوئی مذاق ہے کیا؟ اس وقت کون ملے گا جس سے میں رابیل کا نکاح کردوں؟"

"مالی ہے چوکیدار کا بیٹا ہے۔" نوشین نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"واٹ......!" وہاب احمد اور نگین کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا۔

"ہاں تو آپ کا کیا خیال ہے علی شادی کرے گا اس بے حیا لڑکی سے۔"

"شٹ اپ۔" وہاب احمد نے غصے سے کہا۔

"تمہارا اپنا خون ہے یہ تمہاری سگی بہن کی اولاد ہے اگر خدانخواستہ ایسی ویسی کوئی بات ہوتی بھی تو تمہاری سمجھ داری اور رشتے داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اس معاملے کو خاموشی سے ہینڈل کرلیتیں نہ کہ شور مچاتیں۔"

"ہاں تو اتنا تو کررہی ہوں کہ اسے یہاں رکھا ہوا ہے اب تک اب اگر ذوالنون یہاں ہوتا تو میں اسی سے اس کا نکاح کرادیتی تاکہ یہ ادھر ادھر منہ مارنے سے باز آجاتی اس نے تو نوفل سے بھی ہاتھ ملالیا اور شاید دل بھی۔"

نوشین کا یہ جملہ مکمل ہوا تھا ساتھ ہی وہاب احمد کا زور دار تھپڑ نوشین کے گال پر پڑا تھا ان کا صبر و ضبط جواب دے گیا تھا۔

"او مائی گاڈ موم شی از مائی سسٹر۔" نوفل نے تڑپ کر کہا۔ رابیل تو ساکت سی بیٹھی سب کچھ سن رہی تھی۔ جھیل رہی تھی اس کے دل پر کتنے زخم لگے تھے روح میں کتنے خنجر پیوست ہورہے تھے یہ وہی جانتی تھی یا اس کا خدا جانتا تھا۔

"بس سدھر گئے نوشین بیگم مگر تم نہ سدھرنا۔" وہاب احمد نے تلخی اور تاسف بھرے لہجے میں کہا علی لب کاٹ رہا تھا یہ سب کیا ہورہا تھا؟

"میں سب کو بتاؤں گی اس کے کارنامے دیکھنا صبح تک اگر تم نے اس کا نکاح نہ کیا نہ تو میں رابیل کے ساتھ جو کروں گی وہ تم سب دیکھو گے۔" نوشین نے سب کے سامنے تھپڑ پڑنے پر غصے سے مزید آگ بگولہ ہوتے ہوئے انتقامی لہجے میں کہا۔

"تم اپنے گھر کی اپنے شوہر کی اپنے خاندان کی عزت اچھال رہی ہو جو کام تمہاری بیٹی کرنے سے رہ گئی تھی رابیل کی بدولت وہ کام تم کرنا چاہتی ہو بڑے افسوس کی بات ہے۔"

"افسوس کرنے کا موقع تو آپ کو ضرور ملے گا بس صبح ہونے دو ذرا۔" نوشین نے غصے سے کہا۔

"رابیل کا نکاح آج ہوگا اور ابھی ہوگا بواجی آپ جاکے میاں جی کو فون کریں اور نوفل تم ہمدانی انکل کو فون کرو کہ یہاں فوراً پہنچیں۔" وہاب احمد نے اچانک سے کچھ سوچ کر کہا۔

"او کے ڈیڈ۔" نوفل نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا بواجی بھی اس کے پیچھے گئی تھیں۔

"نگی بیٹی بہن کو پانی پلاؤ سنبھالو اسے۔" وہاب احمد نے نگین سے کہا تو وہ فوراً رابیل کی طرف لپکی۔

"خبردار جو تم اس کے قریب بھی پھٹکیں دور رہو اس سے۔" نوشین نے غصے سے کہا۔

"موم پلیز بس کردیں اب رابیل کو گیسٹ روم میں آپ نے ہی بھیجا تھا کہ علی یہاں نہیں ہیں تو رابیل یہاں

سو جائے گی اور اب آپ اس معصوم پر تہمت لگا رہی ہیں۔"
نگین نے سپاٹ لہجے میں کہا تو انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے سا سے دیکھا۔

"میں نے تو دوپہر ممانی کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ میں رات کو گھر پہنچ جاؤں گا۔ اس کا مطلب ہے ممانی نے یہ ڈرامہ جان بوجھ کر رچایا ہے رائبل کو بدنام کرنے کے لیے او مائی گاڈ! اتنی بڑی سازش اس معصوم لڑکی کے خلاف اف......" علی نے دل میں سوچا۔

"علی بیٹا تم دیکھ رہے ہو نا یہاں کیا ہو رہا ہے اب میری عزت تمہارے ہاتھ میں ہے یوں سمجھو کہ ایک مجبور باپ تم سے اپنی عزت کی بھیک مانگ رہا ہے۔"

"ماموں جان! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟" علی نے وہاب احمد کی بات سن کر ان کے لہجے کی بے بسی پر ان کے ہاتھ تھام کر بے کلی سے کہا تو وہ مدھم اور بکھرے ہوئے لہجے میں بولے۔

"علی بیٹے تم میری رائبل سے شادی کر لو۔"

"جی......" علی نے رائبل کی طرف دیکھا وہ گم صم سی بت بنی بیٹھی تھی اس نے بھی وہاب احمد کی بات سن کر پل بھر کو علی کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ علی کیوں کرے گا رائبل سے شادی یہ سب جانتا ہے اس کے بارے میں اور اس کے ماں باپ کی مرضی اور موجودگی کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے اس کی شادی؟" نوشین نے فٹ سے منہ کھولا تھا وہاب احمد نے اطمینان سے کہا۔

"ویسے ہی جیسے رائبل کی شادی ہو سکتی ہے۔"

"رائبل کے ماں باپ اس شادی کو نہیں مانیں گے میں تو وقتی طور پر اسے یہاں رکھنے کے لیے اس کا نکاح کرانے کا کہہ رہی تھی۔ بھلا تیمور اور افشین ہماری کرائی شادی کو تسلیم کریں گے۔" نوشین نے تیزی سے کہا۔

"اسی لیے ابھی نکاح ہوگا جیسا کہ تم چاہتی ہو اور اگر اس کے بعد تم نے رائبل کو کسی بھی طرح پریشان کرنے کی کوشش کی تو پھر میں یہ بھول جاؤں گا کہ تم میری بیوی اور میرے بچوں کی ماں ہو۔" وہاب احمد نے سخت اور حکمیہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ، میں بھی دیکھتی ہوں یہ نکاح کتنے دن چلتا ہے؟" نوشین نے طنز و تنفر بھرے لہجے میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"علی بیٹے تم نے جواب نہیں دیا بیٹا اس وقت اس مسئلے کا یہی حل ہے تم نے دیکھا یہ عورت کس طرح اس بچی کو برباد کرنے پر تلی ہے اور کیسے میری عزت تار تار کرنا چاہتی ہے میری مجبوری سمجھو بیٹا اس وقت اس سے زیادہ بہتر حل کوئی نہیں ہے اس مسئلے کا گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی اور تم پر زبردستی نہیں ہوگی کہ تم بعد میں یہ نکاح ختم کر سکتے ہو جہاں تمہارا دل چاہے بعد میں وہاں شادی کر لینا مگر اس وقت میری بات رکھ لو۔"

"ٹھیک ہے ماموں جان! میں رائبل سے نکاح کے لیے تیار ہوں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا تو رائبل کے اندر ایک اور خنجر اتر گیا تھا علی جسے وہ دل سے پیار کرنے لگی تھی اس کا پیار اسے مل رہا تھا مگر بھیک میں، مجبوری کے کاسے میں رکھ کر حالات کی سنگینی کو کم کرنے کے خیال سے اس گھر کی عزت کو بچانے کے عوض اسے اس کا پیار مجبوراً اپنانا رہا تھا، وہ ایک ان چاہی ہستی کی حیثیت سے علی کی زندگی میں داخل ہو رہی تھی وہ بھی کچھ دنوں کے لیے اور پھر علیحدگی۔

"علیحدگی کا خیال وہ بھی نکاح کے بعد۔" رائبل کی سانس تھمنے لگی تھی اسے پتا ہی نہیں چلا کب اس نے نکاح نامے پر دستخط کیے۔

نگین رائبل کو اس کے کمرے میں لے آئی اسے درد اور بخار کی دو گولیاں کھلائیں اور بیڈ پر لٹا دیا۔ اس کے موبائل کی بپ بجی تو اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا۔ سعودی عرب سے تیمور اور افشین کا فون تھا۔ اس کا دکھ لاکھوں میل دور بیٹھے اس کے ماں باپ کے دل تک بھی پہنچ گیا تھا شاید جبھی انہوں نے بے چین ہو کر اسے فون کیا تھا۔

"السلام علیکم!" رائبل نے سیل آن کیا۔

"وعلیکم السلام جانی، میری گڑیا کیسی ہو؟" دوسری

جانب اُشمین بول رہی تھیں' ان کی آواز میں ممتا اور محبت دونوں ہی چھلک رہی تھیں۔

"مما' مما جلدی سے واپس آجائیں میں آپ کو اور پاپا کو بہت مس کررہی ہوں۔" وہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کررہی تھی۔

"میری گڑیا! ہم بھی تمہیں بہت زیادہ مس کررہے ہیں پہلی بار تم ہم سے اتنی دور گئی ہونا۔ ہم تمہارے لیے یہاں بہت ساری دعائیں مانگیں گے اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے' محبتیں دیں' کوئی دکھ نہ دیں اللہ جی میری رابیل کو۔" اُشمین نے محبت سے کہا اور پھر تیمور نے ریسیور لے لیا۔

"جی پاپا کی جان! کیسی ہے میری گڑیا؟"

"آئی مس یو پاپا جانی۔" وہ ٹھکتی ہوئی آواز میں بولی۔

"آئی نو بیٹا' وہاں بھی تو آپ کے اپنے ہیں ناں سب۔"

"میرا دل نہیں لگ رہا یہاں' بس آپ جلدی سے آجائیں پھر ہم واپس لندن چلیں گے اپنے گھر میں رہیں گے۔"

"ان شاء اللہ! بیٹا ایسا ہی ہوگا مگر آپ رو کیوں رہی ہو کیا ہوا ہے..... کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

"نہیں تو' بس آپ کی یاد آرہی تھی۔"

"او میرا بچہ' میری جان! بس ہم حج کے بعد پاکستان ہی آئیں گے ڈونٹ وری چندا اپنا خیال رکھنا۔" تیمور نے بہت محبت بھرے لہجے میں کہا تو اس نے بمشکل اللہ حافظ کہا اور سیل آف کردیا۔

رابیل بلک بلک کر رو رہی تھی حیران تھی کہ اس کا کردار کیسا تنا بے مول ہوگیا۔

"علی بیٹا کھانا کھالو" بواجی اس کے لیے کھانا لے کر آئی تھیں۔

"میری تو بھوک ہی مرگئی ہے۔" علی نے بے دلی سے ہاتھوں کو بھینچتے ہوئے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا تم دل برا نہ کرو' رابیل بہت اچھی اور نیک اوصاف کی مالک ہے' اسے نوشین بیگم کی آنکھ سے مت دیکھنا' بیٹا یہ اس بچی کے ساتھ دوہری زیادتی ہوگی۔"

بواجی نے اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا تو پریشانی سے پوچھنے لگا۔

"آخر ممانی کو رابیل سے کیا مسئلہ ہے' جس دن سے وہ اس گھر میں آئی ہے میں نے نہیں دیکھا کہ وہ لڑکی سکون سے یہاں رہی ہو یا کسی نے اسے خوش کرنے کے لیے کچھ کیا ہو بلکہ ہر کسی نے اسے دکھ ہی دیا ہے اور ممانی نے تو حد ہی کردی ہے آخر کیا دشمنی ہے ان کی رابیل کے ساتھ وہ کیوں اس کے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک روا رکھے ہوئے ہیں حالانکہ وہ تو ان کی سگی بھانجی ہے؟"

"بیٹا' بات یہ ہے کہ نوشین تیمور میاں کو پسند کرتی تھی جبکہ تیمور حسن کو اُشمین پسند تھی اور وہاب احمد نے بھی پہلے اُشمین کے لیے رشتہ مانگا تھا' مگر چونکہ تیمور حسن کے ماں باپ نے ان سے پہلے تیمور اور اُشمین کے رشتے کی بات کرلی تھی' اس لیے انہوں نے وہاب احمد کے لیے نوشین کو مانگ لیا۔ بس نوشین کو اسی بات کا غصہ تھا کہ تیمور نے اس کی جگہ اُشمین کو کیوں پسند کیا....." بواجی نے آہستہ آہستہ اسے ساری بات بتادی' نگین نجانے کب آئی تھی' اس نے بھی ساری بات سن لی تھی اور اس کی سمجھ میں بھی نوشین کا رویہ آگیا تھا اور وہاب احمد کے ساتھ اس کی بیزاری اور سرد مہری کی وجہ بھی خود بخود کلیئر ہوگئی تھی۔ اسے افسوس ہورہا تھا اپنی ماں پر کہ انہوں نے اتنے اچھے شریک حیات کی قدر نہیں کی' خود بھی حسد کی آگ میں جلتی رہیں اور اپنے شوہر کو بھی اپنی محبت سے محروم رکھا اور رابیل کو اپنے بدلے کی آگ میں جلانے لگیں۔

"بیٹا..... تم کھانا کھالینا' میں چلتی ہوں۔" بواجی یہ کہہ کر جانے لگیں تو نگین کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"بواجی آپ جاکر آرام کریں مجھے علی بھائی سے بات کرنی ہے۔"

"اچھا بیٹا۔" بواجی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کمرے سے باہر چلی گئیں۔ علی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب تم اس وقت یہاں کیوں آ گئیں' رات کے اس پہر ممانی نے تمہیں میرے کمرے میں دیکھ لیا تو پھر ایک ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔" علی نے اسے دیکھتے ہوئے بیزاری اور بے چینی سے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں' اب کوئی ہنگامہ نہیں ہوگا۔ ویسے بھی موم اس وقت ڈیڈ سے لڑنے میں مصروف ہیں۔" تکین نے جواب دیا تو علی نے گہرا سانس لیا۔

"کہو کیا بات ہے؟" علی نے اسے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو بھی رابیل کی نیت پر شک ہے کیا؟"

"نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ معصوم ہے وہ ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتی اس پر عمل تو بہت دور کی بات ہے۔" علی نے ایمان داری سے جواب دیا' تو تکین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ آپ بھی رابیل کو غلط نہ سمجھ رہے ہوں۔"

"تکین میں بھی آنکھیں اور کان رکھتا ہوں' عقل اور سمجھ مجھ میں بھی ہے' خاموش اس لیے رہا کہ میری عادت نہیں ہے کسی کے مسئلے میں یا معاملے میں مداخلت کرنے کی ہاں مگر اب جبکہ رابیل کو میرے ساتھ نتھی کیا گیا ہے مجھے بھی اس گیم میں گھسیٹا گیا ہے تو اب رابیل کے ساتھ میں کچھ غلط نہیں ہونے دوں گا' اس کے پیرنٹس کے آنے تک وہ میری منکوحہ ہے' پھر جیسے اس کے ماں باپ اور ماموں جان مناسب سمجھیں گے ویسا ہی ہوگا۔" علی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تو آپ سچ مچ' رابیل سے یہ نکاح ختم کرلیں گے؟"

"ایسا کچھ بھی کہنا اس وقت نامناسب اور قبل از وقت ہوگا ابھی تو میرا دماغ اس الجھن سے ہی باہر نہیں نکل پا رہا کہ یہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے؟ میں تو بہت محتاط رہا ہر معاملے میں اور اس طرح سے میرا نکاح ہوگیا' مجبوراً اور مصلحتاً بہت اپ سیٹ ہوں میں اس وقت' میرے پیرنٹس کو معلوم ہوگا تو ایک اور ٹینشن کری ایٹ ہو جائے گی۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اس کے چہرے اور لہجے سے پریشانی صاف چھلک رہی تھی۔

"آپ پھپھو پھوپا جی کی فکر نہ کریں انہیں ڈیڈی منا لیں گے' بس آپ جو بھی فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں اور رابیل کے کردار کی پاکیزگی پر شک بھی مت کیجیے وہ بہت پیاری لڑکی ہے اس نے مجھ پر جو احسان کیا ہے وہ میں ساری زندگی بھول نہیں سکتی' اور نہ اس کا بدلہ دے سکتی ہوں۔ اس نے سب کے ساتھ اچھا کیا باوجود اس کے ہم نے اس کے ساتھ برا کیا۔ اور کچھ دیر پہلے جو کچھ بھی ہوا وہ بھی موم کی گیم تھی انہوں نے خود رابیل کو گیسٹ روم میں سونے کے لیے بھیجا تھا۔"

"وہ کیوں؟" علی نے پوچھا تو اس نے ساری بات بتادی۔

"کوئی عورت اپنی سگی بھانجی کے ساتھ ایسا کرسکتی ہے' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے جان بوجھ کر رابیل کو یہاں بھیجا... اوہ میرے خدا! اتنی بے حسی اف' تکی تم رابیل کا خیال رکھنا اس کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی اور اس صورت حال میں' میں مرد ہو کر اتنا اپ سیٹ' ٹینس اور پریشان ہوں تو اس معصوم پہ کیا گزر رہی ہوگی؟"

"تم بھی جا کر آرام کرو رات بہت ہوگئی ہے صبح رابیل کو ڈاکٹر کے پاس لے چلیں گے چیک اپ کے لیے۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا اوکے گڈ نائٹ۔" تکین نے بھی اٹھتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی آئی۔

"میں نے کہہ دیا ہے وہاب! یہ نکاح چند دنوں کا ہے افشین اور تیمور کے آتے ہی علی رابیل کو طلاق دے دے گا اور میں رابیل کی شادی ذوالنون سے کرواؤں گی پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" نوشین نے وہاب احمد سے مسلسل الجھتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ ٹھیک کرنے کی اہلیت اور نیت رکھتی ہوتیں تو یہ سب بھی غلط نہ ہوتا' نکاح کوئی کھیل نہیں ہے اور ذوالنون سے تم کیوں بیاہنا چاہتی ہو رابیل کو' تم تو اس سے شدید

نفرت کرتی ہو نا پھر یہ سب کس لیے؟ اسے اپنی بہو بنانے کا خیال کیوں آیا تمہارے سازشی دماغ میں' اتنی نفرت کے باوجود؟"

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں رابیل کو محبت سے رکھوں گی' اسے تو میں ایسے رکھوں گی کہ اس کے ماں باپ دن رات تڑپیں گے اس کے لیے' وہ ہر روز مریں گے' ہر روز جئیں گے' بڑا ناز ہے نا انہیں اپنی اولاد پر' تربیت پر' زندگی پر' محبت پر' ہاہاہا...... دیکھنا میں کیسے ان کا ناز توڑتی ہوں' کیسے؟ ان کا غرور خاک میں ملاتی ہوں' ہونہہ۔"

"غرور انہیں نہیں ہے تمہیں ہے نوشین بیگم! تم بہت ہی گھمنڈی عورت ہو اور ذوالنون کی عمر شادی کی نہیں ہے وہ اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتا ہے' ورنہ لڑکیاں تو وہاں بھی بہت ہیں اس کے لیے' اور میں رابیل پر مزید ظلم نہیں ہونے دوں گا سمجھیں تم۔"

"تم بھی سن لو وہاب احمد۔" نوشین نے ان کا گریبان پکڑ کر کہا۔ "علی رابیل کو طلاق دے گا' پھر میں نگین کی شادی علی سے کراؤں گی میری بیٹی عیش کرے گی اس کے ساتھ۔ دیکھنا تم نگی ہی علی کی دلہن بنے گی۔"

"نگی کی گھر سے بھاگنے والی پلاننگ علی کے علم میں ہے وہ کیوں شادی کرنے لگا تمہاری بیٹی سے۔" وہاب احمد نے غصے سے اس کے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹائے اور حقیقت پسندانہ انداز میں کہا تو وہ نیند سے بوجھل لہجے میں بولی۔

"ہاہا! تمہاری سوچ ہے وہاب احمد' تم نے مجھے جانا ہی نہیں ہے' تم نوشین بیگم کو جانتے ہی نہیں ہو ابھی۔"

"مجھ سے زیادہ تمہیں اور کون جانے گا نوشین بیگم؟"

نگین جو اپنے کمرے میں جاتے جاتے ان کی آوازیں سن کر رک گئی تھی ساری باتیں سننے کے بعد اشک بہاتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی' اسی وقت دور سے مؤذن کی آواز سنائی دی۔

"اللہ اکبر' اللہ اکبر کی صدا فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ بہت عرصہ ہوا تھا اللہ سے ہمکلام ہوئے اس کے دربار میں حاضری دیئے برسوں گزر گئے تھے۔ نگین کے قدم خود بخود وضو کے لیے اٹھ گئے۔ اس نے نماز ادا کی اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگی' رابیل کی خوشیوں اور نوفل اور ذوالنون کی صحت وسلامتی کے لیے خصوصی دعا کی۔

اس رات کی صبح بہت خاموش تھی۔ وہاب لاج کے در و دیوار تک دم سادھے اداس نظروں سے ایک دوجے کو تک رہے تھے۔ گھر کے مکین ایسے خاموش تھے جیسے کوئی سانحہ ہو گیا ہو۔ سانحہ تو گزرا تھا' مگر ایک ہستی پر رابیل پر جس کا اعتبار تار تار ہوا تھا' جس کے کردار کو داغدار قرار دیا گیا تھا اور جس کی پاداش میں اسے ایک مجبوری کے بندھن میں باندھ دیا گیا تھا۔ علی سے تو وہ محبت کرنے لگی تھی مگر اپنے نام کے ساتھ علی کا نام جس طرح منسوب ہوا تھا' اس کی رتی برابر بھی خوشی نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بوجھ سا اس کے دل پہ آ پڑا تھا کہ وہ ایک ان چاہی ہستی بن کر محبت کے سر پہ مسلط کر دی گئی ہے' اس کی عزت نفس مجروح ہوئی تھی' اسے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ اپنی ہی نظروں میں بے وقعت سی ہو گئی تھی وہ' اس کی آن اور انا پر گہری چوٹ پڑی تھی اور یہ سب وہ بڑے حوصلے سے سہہ رہی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ اس نے یہ سب کیسے سہہ لیا تھا؟ شاید اس کے ماں باپ کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں جو اسے اتنا ضبط' صبر اور حوصلہ بخشتے ہوئے تھیں۔

رابیل لان میں گم صم سی بیٹھی تھی جبھی علی وہاں چلا آیا۔ رابیل کی حالت دیکھ کر وہ تڑپ کے رہ گیا' اگرچہ وہ سلیقے سے تیار ہوئی تھی مگر آنکھوں کی سوجن اور سرخی اس کے دکھ اور درد کی کہانی بیان کر رہی تھی۔ علی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا درد کیسے بانٹے؟ اسے کیسے خوش کرے؟

"کیسی ہو رابیل؟" علی نے ہمت کر کے پوچھا۔

"الحمدللہ' بہت اچھی ہوں۔ میری وجہ سے آپ زبردستی کے بندھن میں بندھ گئے' میں جانتی ہوں کہ کسی کی زندگی میں زبردستی مسلط ہونا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے' لیکن آپ آزاد ہیں مما پاپا کے آنے پر آپ مجھے بھی اس رشتے سے آزاد کر دیجیے گا۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ

تکلیف برداشت کریں ہر انسان کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق ہوتا ہے۔"

"اور اگر میں اپنی زندگی تمہاری مرضی سے گزارنا چاہوں تو۔" علی نے اس کی بات کے جواب میں نرمی سے کہا تو رابیل نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا جہاں خلوص تھا' مسکراہٹ تھی' مگر رابیل کے دل میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی' اسے یہی لگا کہ وہ اسے دکھ کی کیفیت سے باہر نکالنے کے لیے ایسا کہہ رہا ہے۔

"زندگی بھر کے فیصلے جلد بازی میں نہیں کیے جاتے مسٹر علی! اور آپ کی زندگی سے آپ کے والدین بھی جڑے ہوئے ہیں' ان کی رائے اور خواہش بھی یقیناً آپ کی مرضی اور خواہش پر اثر انداز ہوگی.... اور نوشین آنٹی کو تو آپ جانتے ہی ہیں جیسے انہوں نے یہ رشتہ کروایا ہے ویسے ہی وہ اسے ختم بھی کروادیں گی۔" رابیل نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے اپنے مما پاپا کو یہ سب بتایا؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟" وہ حیرتوں میں گھرا پوچھنے لگا۔

"انہوں نے تمہیں اتنی تکلیف دی' ہرٹ کیا' یہ سب کرکے بھی وہ مزے میں ہیں تم کیوں برداشت کررہی ہو ممانی کا یہ رویہ؟"

"کیوں کہ یہ میرے اپنے ہیں' میری ماں کے رشتے ہیں اگر یہ مجھے تکلیف دے کر خوش ہیں تو یہ میرے لیے پریشانی کی بات نہیں ہے' پریشانی کی بات تب ہوتی اگر میں ان کے لیے تکلیف کا باعث بن جاتی۔ نوشین خالہ کسی گلٹ یا کسی محرومی کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں' کوئی احساس محرومی ہے شاید۔ یا کوئی غصہ کوئی انتقام...... مجھے ان پر غصہ نہیں آتا بلکہ رحم آتا ہے ان پر' اور میں اپنے مما پاپا کو یہ سب بتا کر دکھی اور پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ مناسب وقت آنے پر انہیں خود ہی سب کچھ معلوم ہوجائے گا اور میں وہاب انکل جنہیں میں ہمیشہ سے ڈیڈی کہتی ہوں انہیں شرمندہ بھی نہیں دیکھ سکتی میں۔ مجھے ان سب سے پیار ہے اور رشتوں کو مضبوط بنانے کے لیے بہت کچھ نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔" رابیل نے سنجیدگی سے دھیرے دھیرے اپنی بات مکمل کی تو علی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کی سوچ اور ہمت پر اسے رشک آرہا تھا۔

"اور رات بھی تم خاموش رہیں ممانی' جھوٹ بولتی رہیں اور تم نے سچ بھی نہیں بولا۔"

"آپ کو میری بے گناہی پر یقین تھا؟"

"ہاں سو فیصد۔"

"بس اسی لیے خاموش تھی' جب میرا دل صاف تھا تو میں کیوں وضاحت دیتی میں اپنی صفائی کیوں پیش کرتی؟" وہ اس کی بات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ رابیل ایسی لڑکی تو نہیں تھی کہ اسے اتنی آسانی سے نظر انداز کیا جاسکے' وہ اپنی ہر بات میں' اپنے ہر عمل میں' اپنے ہر انداز میں' اپنے وجود کے تمام تر حسن میں ایسی کشش تو رکھتی تھی کہ علی جیسا ان رومینٹک اور محبت کے چکر سے دور رہنے والا مرد بھی اس کے سامنے زیر ہوگیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ اس کا دل رابیل کی محبت میں ڈوب چکا ہے' اس کا روم روم رابیل کی ہمراہی کا طلب گار ہے۔ وہ اس کو اپنی زندگی سے الگ کرنے کا اقدام کبھی نہیں اٹھا سکے گا۔ یکا یک ہی علی کے دل کی دنیا بدل گئی تھی۔ اس حسن و محبت کی دیوی کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا تھا۔ اس اپسرا کو اپنے سارے سچے جذبوں کا مالک اور حق دار مان لیا تھا۔ اسے اب تمام دکھوں سے بچانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس کے آنسوؤں کے جذب ہونے کے لیے اپنا دامن کشادہ کرلیا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اپنا آپ رابیل کو سونپ دیا تھا اور بہت ہلکا پھلکا ہوکر اب وہ مسکرا رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" رابیل کو گہری سوچ میں گم دیکھ کر علی نے پوچھا۔

"میں سوچ رہی ہوں کہ واپس لندن چلی جاؤں' ڈیڈی سے کہتی ہوں وہ میری ٹکٹ کروادیں یا پھر...... دادا ابو کے گھر بھیج دیں مجھے۔" رابیل نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟ اب کون تمہیں تنگ کرے گا' تمہارا تو نکاح

بھی ہو چکا ہے؟"

"اسی لیے جانا چاہتی ہوں توشین آنٹی پھر سے کچھ الٹا سیدھا کریں گی اور میں مزید اس کھیل کا حصہ نہیں بننا چاہتی میرے کردار کو بے اعتبار کرنے کی کوشش کی انہوں نے اس کے بعد بچا ہی کیا ہے؟" وہ اپنے آنسو پیتے ہوئے دکھ سے بولی۔

"ہار مان رہی ہو ان سے؟"

"نہیں بلکہ میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی شکست سے دل برداشتہ ہو کر مزید اپنا وقار کھو دیں۔ میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔" علی نے اس کی باتیں سن کر اسے محبت و رشک و فخر سے دیکھا۔

"لیکن تم کہیں نہیں جاؤ گی کیونکہ ممانی تمہارے نانا ابو کے گھر بھی کچھ غلط باتیں کر سکتی ہیں تمہارے متعلق اس طرح بات پورے خاندان میں پھیل جائے گی اور میں نہیں چاہتا کہ تم پر مزید کوئی کیچڑ اچھالا جائے تم ڈیڈی کے ساتھ ثمین اور نوفل کے ساتھ نانا ابو کے گھر ان سب سے ملنے ضرور جانا مگر وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی پریشانی ہو تو فوراً مجھے بتانا اوکے۔" علی نے سنجیدہ مگر دوستانہ لہجے میں کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

❁ ❁ ......❁...... ❁ ❁

گھر میں عید کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ رابیل بھی ثمین اور نوفل کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی۔ ان دونوں سے اس کی اب گہری دوستی ہو گئی تھی اور ذوالنون سے بھی فون پر بات ہوتی رہتی تھی۔ رابیل ایک دو بار ثمین کے ساتھ یونیورسٹی بھی گئی تھی اور اس نے اس کی سہیلیوں کے ساتھ خوب انجوائے کیا تھا ثمین اور نوفل رابیل کے ساتھ بہت بے تکلف ہو گئے تھے۔ بہن بھائی والا رشتہ صحیح معنوں میں قائم ہو گیا تھا ان کے بیچ جس سے وہاب احمد تو بہت خوش تھے مگر توشین اتنی ہی خائف اور نالاں تھیں۔ ثمین اور نوفل اب اپنی تعلیم پر بھی دل سے توجہ دے رہے تھے۔ رابیل کو اس بات کی بہت خوشی تھی۔ علی صبح فیکٹری کے لیے گھر سے نکلتا اور رات کو نو دس بجے تک ہی وہاب لاج میں اس کے قدم پڑتے تھے۔ اس کو کھانے پینے کا ہوش بھی نہیں تھا۔ ان دنوں اور اس کا بنگلہ بھی تیار ہو گیا تھا جسے وہ ڈیکوریٹ کروا رہا تھا آج کل۔ توشین کی شدید خواہش تھی کہ اس کے نئے بنگلے میں اس کی بیٹی ثمین دلہن بن کر جائے اور راج کرے رابیل نام کا کانٹا انہیں علی کی زندگی سے نکالنا تھا اور یہ سب وہ تیمور اور افشین کے آنے تک کر دینا چاہتی تھیں۔

وہاب احمد کی سختی کی وجہ سے رابیل کو زیادہ تو کچھ نہیں کہہ رہی تھیں مگر اپنے رویے سے اسے مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش ضرور کرتی رہتی تھیں کہ اس کا علی سے نکاح عارضی ہے زبردستی کا رشتہ جوڑا ہے علی سے مجبوراً علی کو یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا ہے ورنہ وہ اس جیسی بدکردار لڑکی کے ساتھ کوئی تعلق رکھنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

علی اسلام آباد اپنے ماں باپ کے ساتھ عید منانے جا رہا تھا یہ سن کر رابیل کا دل اداس ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ عید کے دن تو وہ گھر پر ہوگا اس سے باتیں کرنے اور اسے دیکھنے کا موقع میسر آئے گا مگر وہ تو جا رہا تھا کل رات کی فلائٹ تھی اس کی اور توشین نے علی کی والدہ اپنی نند امینہ عزیز کو فون کر کے رابیل کے بارے میں بہت غلط انداز میں بتایا اور علی سے نکاح کا قصہ بھی نمک مرچ لگا کر سنا دیا۔ امینہ تو شدید غصے میں آ گئی کہ علی نے ان سے پوچھے بنا اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟ اور اس نے اب تک ان سے اس بات کو چھپا کر کیوں رکھا ہوا ہے؟

"آپا! اس میں علی بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے وہ تو وہاب نے اسے منع کر دیا تھا کیونکہ طلاق تو علی نے دے ہی دینی ہے رابیل کو اس لیے وہاب نے سوچا کہ گھر کی بات گھر ہی میں رہے تو اچھا ہے خوامخواہ آپ بھی پریشان ہوں گی..... میں تو مجبوراً آپ کو بتا رہی ہوں کیونکہ اس لڑکی کے تیور مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے آپ علی کو اچھی طرح سمجھا دیجیے گا کہ وہ رابیل کو تین حرف لکھ کر فارغ کر دے بھلا وہ لڑکی ہمارے علی کے لائق تھوڑی ہے۔" توشین نے امینہ کے غصے پر تیزی سے آگ چھڑکتے

ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہتی ہو مگر وہاب کو میرا بیٹا ہی ملا تھا قربانی کا بکرا بنانے کے لیے۔" امینہ نے سنجیدہ سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپا! اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں ناں اور پھر کون سا یہ مستقل بندھن ہے۔ ہم نے کسی کو نہیں بتایا گھر کی بات گھر میں ہی رہے تو بہتر ہے لوگ سنیں گے تو جانے کیسی کیسی باتیں بنائیں گے؟"

"ہاں کہتی تو تم ٹھیک ہو اچھا علی آئے گا تو بات کروں گی اس سے تم سناؤ نگی کیسی ہے؟ امتحان کب ہو رہے ہیں اس کے؟" امینہ نے سنجیدگی سے کہا اور نگین کا پوچھنے کی دیر تھی نوشین نے اس کی تعریفوں کے پل باندھنا شروع کردیئے اتنا تو اس نے امینہ کو سمجھا ہی دیا تھا کہ انہیں نگین سے اچھی بہو نہیں مل سکتی۔

"علی تم نے ایک کال گرل کو اپنا نام دے دیا شرم نہیں آئی تمہیں رابیل جیسی بے حیا لڑکی سے نکاح کرتے ہوئے کیا ہو گیا ہے تمہاری سوچ کو۔" امینہ سے تو صبر ہی نہ ہوا علی کو فون کر بیٹھیں اور جو منہ میں آیا بولتی چلی گئیں۔ علی پریشان تھا کہ ان کو رابیل اور ان کے نکاح کا کس نے بتایا؟

"امی پلیز آپ کو کسی نے بہت غلط بتایا ہے رابیل ہرگز ایسی نہیں ہے۔ میں گھر آ کر آپ کو ساری بات بتاؤں گا تب تک آپ اپنا غصہ ٹھنڈا کرلیں۔" علی نے بہت تحمل سے جواب دیا تو انہوں نے فون بند کردیا۔

"آخر ممانی کو کیا ملے گا یوں سب کا سکون برباد کر کے؟" وہ خود کلامی کرتے ہوئے اپنا سامان پیک کر رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی اس کے اجازت دینے پر دروازہ کھلا اور رابیل اندر چلی آئی۔

"السلام علیکم!" رابیل نے اسے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام خیریت تم یہاں؟"

"جی خیریت ہے آپ اسلام آباد جارہے ہیں۔"

"ہاں عید کے لیے جارہا ہوں گھر والے انتظار کررہے ہوں گے۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلوں پھپو سے بھی مل لوں گی۔"

"ہرگز نہیں۔" علی نے سوٹ کیس بند کیا۔

"کیوں.....؟ کیا انہیں بھی میرے آنے کی خوشی نہیں ہوگی؟"

"رابیل پلیز میرے پاس تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں ہے یوں سمجھ لو کہ وہاں بھی تمہارے خلاف ایک محاذ کھل چکا ہے اور ویسے بھی میں ایسے کیسے تمہیں وہاں لے جاسکتا ہوں میں وہاں عید منانے جارہا ہوں کوئی ہنی مون نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ جانا ضروری ہو۔" علی کو امینہ کے فون نے ان کے غصے اور ناراضگی نے ڈسٹرب کردیا تھا اسی لیے وہ سارا غصہ رابیل پر نکال بیٹھا تھا۔ رابیل اس کے لہجے کی بیزاری اور درشتی سے بہت دل گیر ہوئی تھی۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ آپ ہنی مون منانے جارہے ہیں۔ جو میرا جانا ضروری ہو اور ویسے بھی ہمارا نکاح مجبوری کا زبردستی اور چند دنوں کا ہے اس میں ایسا کچھ میں سوچ بھی نہیں سکتی..... آئی ایم سوری میں نے بہت ہی بچکانہ اور احمقانہ فرمائش کردی آپ سے۔ اطمینان سے جائیں اور آپ کو ایڈوانس میں عید مبارک۔" رابیل نے سنجیدہ مگر مدھم لہجے میں کہا اور اپنی بات مکمل کرتے ہی کمرے سے باہر نکل گئی۔ علی کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر رابیل نے اسے مہلت ہی نہ دی۔ علی کو اپنے رویے اور لہجے کی سختی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا اس پر ناحق اپنا غصہ نکال دیا وہ کتنی ہرٹ ہوئی تھی اس کے رویے سے یہ خیال ہی علی کو بے چین کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ جانے سے پہلے رابیل سے معذرت کرلے مگر رابیل اس کے سامنے ہی نہیں آئی شاید اس سے خفا تھی؟ وہ اسی بے چینی میں اسلام آباد روانہ ہوگیا۔

❀ ❀ ......❀...... ❀ ❀

ذوالنون گھر جانے کی تیاری کررہا تھا۔ اس نے نگین اور نوفل کے ساتھ ساتھ رابیل کے لیے بھی گفٹس خریدے تھے۔ وہ گفٹس رکھ رہا تھا کہ کرن آ گئی۔

''گھر جارہے ہو؟'' کرن نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں اور بہت ایکسائیٹڈ ہوں' ممی ڈیڈی نوفل' نگی اور مائی سویٹ کزن رابیل سب سے ملاقات ہوگی' ان شاء اللہ اینڈ آئی شیور اس بار ہم عید پر بہت انجوائے کریں گے' میں نے سب کے لیے گفٹس بھی خریدے ہیں۔'' ذوالنون نے خوشی سے بھرپور لہجے میں بتایا۔

''رابیل کے لیے بھی۔'' کرن نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اس کی کیفیت اور اس کے لہجے کی چبھن کو محسوس کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں رابیل کے لیے ایک ڈریس' ایک جیولری سیٹ اور ہینڈ بیگ خریدا ہے' اسے یقیناً پسند آئیں گی یہ سب چیزیں۔''

''تمہیں لیڈیز شاپنگ کا بہت تجربہ ہے۔''

''ہاں جب میں لندن میں تھا نا تو خالہ اور رابیل کے ساتھ اور کبھی نبیل بھائی کے ساتھ شاپنگ کرتا تھا۔ رابیل کی پسند ناپسند کا بھی مجھے پتا ہے۔'' اس نے تفصیل سے بتایا۔

''سب کے لیے گفٹس خریدے ہیں' میرے لیے تو کچھ نہیں خریدا ہوگا نا۔'' کرن نے بچوں کی طرح منہ پھلا کر کہا۔

''نہیں' خریدنے لگا تھا پھر یہ سوچ کر نہیں خریدا کہ اگر ایک بار گفٹ دے دیا تو تم ہر عید پر مجھ سے گفٹ کی آس لگا کے بیٹھ جاؤ گی۔'' ذوالنون نے شرارت سے کہا۔

''دفعہ ہو جاؤ تم' تمہیں تو کسی کا دل رکھنا بھی نہیں آتا۔ اتنا برا سوچتے ہو تم میرے لیے' میں اتنی گئی گزری ہوں تمہاری نظر میں' تم ....'' کرن نے اسے دونوں ہاتھوں سے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔ اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔ ذوالنون گھبرا گیا۔

''او کم آن' کرن' میں تو مذاق کررہا تھا یار' تم تو بچوں کی طرح رونے لگیں' دیکھو میں تمہارے لیے بھی کچھ لایا ہوں۔'' اس نے جلدی سے اپنے سفری بیگ میں سے ایک ڈبہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ بھیگی آواز میں بولی۔

''کچھ نہیں لائے تم میرے لیے' یہ تمہاری رابیل کا گفٹ ہوگا جواب مجھے بہلانے کے لیے دے رہے ہو۔''

''رابیل کا گفٹ میں کسی کو نہیں دے سکتا سمجھیں' اور اتنی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی' تم میری دوست ہو اور تمہارے لیے میں نے یہ بینگلز خریدے ہیں' یہ دیکھو ڈبے پر تمہارا نام بھی لکھا ہے کرن۔'' ذوالنون نے اسے ڈبے پر لکھے اس کے نام پر انگلی رکھ کر دکھاتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے ڈبہ لے لیا۔

❁❁.....❁.....❁❁

''وہاب لاج'' میں بہت عرصے بعد اتنی پر رونق اور خوش گوار عید منائی جارہی تھی' جہاں سبھی ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی موجود تھے۔ قربانی کے بعد نگین اور رابیل نے شنو اور بوا جی کے ساتھ مل کر کچن میں پکوان پکائے' ذوالنون نے بھی ان کی مدد کی' رات کو لان میں باربی کیو کا انتظام کیا' سبھی بہت انجوائے کررہے تھے۔ رابیل کو مما پاپا' نبیل اور علی کی کمی شدت سے محسوس ہورہی تھی۔ مما پاپا اور نبیل کا فون آ گیا تھا۔ رابیل نے انہیں عید کی اور مما پاپا کو حج کی سعادت حاصل کرنے پر مبارک باد دی۔ ایک علی سے بات نہیں ہوئی تھی' اس کا فون تو آیا تھا مگر علی نے سبھی سے بات کی تھی سوائے رابیل کے' کچھ اور نہ سہی کزن ہونے کے ناطے ہی عید مبارک کہہ دیتا۔ نوشین کو ضرور خوشی ہوئی تھی کہ علی نے رابیل سے بات نہیں کی اور رابیل کا دل بجھ کے رہ گیا تھا۔ رات کو سونے کے لیے لیٹی تو علی کی وجیہہ شخصیت اس کی آنکھوں میں آ سمائی تھی اور ساتھ ہی آنسو بھی بہہ نکلے تھے۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ میں تو علی سے بہت پیار کرنے لگی ہوں اور علی کیا انہیں بھی مجھ سے محبت ہے؟

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

صدف آصف

پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر پر کبھی پیڑ اُگائے نہیں جاتے
احساس اگر ہو تو وفا پھولے پھلے گی
دستورِ محبت سکھائے نہیں جاتے

"ارے مامی! یہ سونو کا کون سا نیا ڈرامہ ہے؟" شاہ مراد کا قہقہہ بڑا فطری اور زوردار تھا، ہمیشہ کی طرح رخشی اس کی خوش مزاجی کا ساتھ دینے کے بجائے اپنی جگہ چور سی بن گئیں۔ اس پر حمیرا کے ماتھے پر پڑنے والے ان گنت بل، شرمندگی نے بری طرح سے آگھیرا یہ اولاد بھی کبھی کبھی انسان کے لیے کیسا امتحان ثابت ہوتی ہے۔

"بس بیٹا! میں کیا کہوں، تمہیں تو اس ضدی لڑکی کا پتا ہے۔" انہوں نے قریب بیٹھے شاہ مراد کو دھیرے سے صفائی دیتے ہوئے التجا کی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس رہنے دو رخشی کیا ہم سمجھتے نہیں جب سے سونیا سے شاہ مراد کے رشتے کی بات اوپن ہوئی ہے، محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے وہ تو ابا جی کی خواہش تھی ورنہ وہ کیا سمجھتی ہے کہ میرے بیٹے کو رشتوں کی کوئی کمی ہے۔" حمیرا کیوں کسی سے دبتی وہ رخشی کی نند ہونے کے ساتھ ساتھ سمدھن بننے جارہی تھی۔ سونو سے محبت اپنی جگہ پر دروازے پر لٹکتے سفید کارڈ کو دیکھ کر جل بھن گئی فوراً ہی بھابی کے لتے لےڈالے۔

"نہیں حمیرا! ایسی تو کوئی بات نہیں دراصل سونو کی طبیعت آج صبح سے خراب ہے اسی لیے شاید......" جھوٹ بولتے ہوئے زبان لڑکھڑائی تو انہوں نے امداد طلب نگاہوں سے شاہ مراد کو دیکھا وہ مسکرا کر پیاری مامی کی مدد کو میدان میں کود پڑا آخر بات سونو کی تھی جس کی چاہ میں وہ کسی اونچے پہاڑ سے بھی کود سکتا تھا، ساتھ میں وہ بھی تو کودے شرارتی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوگئی۔

"اوہو مما! میں بھی کتنا بھلکڑ ہوگیا ہوں، ابھی یاد آیا سونو کے سر میں صبح سے درد تھا تو میں نے ہی اسے فون پر یہ مشورہ دیا کہ دروازے پر 'ڈونٹ ڈسٹرب' کا بورڈ لکھ کر لگاؤ اور مزے سے سو جاؤ تاکہ کوئی تنگ نہ کرے غلطی میری ہے کہ آپ لوگوں کو بتانا بھول گیا۔" شاہ مراد نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے بات بنائی۔

"ہاں...... ہاں بیٹا جی! ابھی سے یہ حال ہے تو شادی کے بعد جانے تمہارا کیا بنے گا؟" ان کی نگاہوں کی کاٹ نے شاہ مراد کو پانی پانی کردیا مگر کیا کرتا اس کے لیے سونیا کا وجود لازم وملزوم تھا اس کے بغیر جینا...... مشکل...... بہت ہی مشکل...... شاہ نے جھرجھری سی لی۔ رخشی کو اس لمحے بیٹی کی ہٹ دھرمی پر شدید غصہ آیا مگر نند کے سامنے منہ کھولنے کا مطلب بات کو مزید طول دینا تھا۔

"اچھا مامی! اب ہم چلتے ہیں، سونو کی طبیعت ٹھیک ہوجائے تو اسے یاد دلایئے گا کہ اسے امی کے ساتھ شاپنگ پر جانا ہے آپ اس کے ساتھ پروگرام سیٹ کرکے امی کو فون پر بتادیجیے گا۔" شاہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا اور اپنے گھنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سونیا کو پہلے سے بتا دینا تاکہ میں جس دن اسے شاپنگ کے لیے لینے آؤں وہ پہلے سے تیار رہے، یہ نہ ہو کہ جب میں آؤں تو دروازے پر یہی تختی دوبارہ لگی ہوئی ملے اندر نہیں آؤں گی، اسے باہر سے ہی پک کرلوں گی، ہم لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔" حمیرا نے بڑے مرے دل

سے بیٹے کی یاددہانی پر وہ بات کی جس کی وجہ سے وہ یہاں آئی تھی تاکہ مل بیٹھ کر پروگرام سیٹ کیا جائے، پر سونیا کے یوں کمرہ بند کرکے بیٹھنے پر ان کا موڈ سخت آف ہوگیا تھا۔ رخشی نے اثبات میں سر ہلایا، نند کا غصہ جائز ہی لگا، سونو نے کام ہی ایسا کیا تھا۔

"اچھا مامی! پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔" شاہ مراد کو بچپن سے ہی کم گو اور معاملہ فہم چھوٹی مامی سے کچھ خاص انسیت محسوس ہوتی آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"سونیا سے بات کرنی ہی پڑے گی۔" رخشی نے خیالوں میں کھوئے کھوئے نند کو دروازے تک چھوڑا۔

"ایک بات کہوں رخشی! بیٹی کو اتنا سر نہ چڑھاؤ کہ پرائے گھر جاکر اس کا گزارا مشکل ہوجائے۔" حمیرا کے الفاظ تیر کی مانند رخشی کے دل میں پیوست ہوئے لب بھینچ کر رہ گئیں۔

"ممی! پلیز اس میں مامی کا کیا قصور؟" شاہ مراد کی آنکھوں میں التجا کے ساتھ، لہجہ سوالیہ ہوگیا۔

"چلو۔" انہوں نے نگاہ اٹھا کر اپنے خوبرو بیٹے کو گھورا، گورا چٹا، براؤن آنکھوں اور براؤن بالوں والا شاہ مراد، جس کے چہرے پر رہنے والی نرمی اس کی وجاہت میں اضافہ کرتی، غصہ ایک دم پیار میں بدل گیا، تنی ہوئی بھنویں، معمول پر آگئیں۔

"اس لڑکی میں بچپنا بھی تو بہت ہے، ہوگئی ہوگی شاہ مراد سے کسی بات پر کھٹ پٹ ورنہ ہمارا خون اتنا بدلحاظ تو نہیں۔" حمیرا کی ایک عادت اچھی تھی، وہ ناریل جیسی تھیں، اوپر سے کڑک اندر سے نرم، اسی لیے دل فوراً صاف کرلیتی تھی۔

......☆☆☆......

"مما! آپ یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟" سونیا نہا کر لان میں چائے کا مگ تھامے داخل ہوئی تو ماں کو لان چیئر پر سوچ میں گم بیٹھا پایا۔ رخشی نے سر اٹھا کر دیکھا سرو قد، چمپئی رنگت والی سونیا کی سنہری آنکھوں کو کاجل کی ڈوری نے سحر انگیزی بخشی، کمر سے نیچے جاتے ہوئے لمبے گھنے بالوں سے موتی کی طرح ٹپکتا پانی، جو گیلے ہونے کی وجہ سے باندھے نہیں گئے تھے رخشی نے نظریں ہٹائیں۔

"سونو! چلو دوپٹا سر پر لو۔" انہوں نے چاروں قل پڑھ کر اس پر پھونکتے ہوئے، نصیحت کی۔

"مما! مجھے پتا ہے۔ آپ مجھ سے زیادہ دیر ناراض رہ ہی نہیں سکتی۔" سونیا ماں کی محبت پر کھل ہی اٹھی، ماں کے گلے لگ کر مکھن کی پوری ٹکیہ صرف کی رخشی کی ناراضگی پھر عود آئی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے کہ جب تمہاری حمیرا پھوپو اور شاہ مراد آیا کریں تو کمرے سے نکل کر ان سے تمیز کے ساتھ ملا کرو، پر تم پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں کہتی ہوں وہ تمہاری ہونے والی ساس ہیں کچھ تو خیال کرو۔ یہ ان کی اچھائی ہے کہ وہ رشتے داری کی وجہ سے یہ نخرے برداشت بھی کررہی ہیں، کہیں غیروں میں رشتہ ہوا ہوتا تو دوسرے دن ہی ٹوٹ چکا ہوتا جانتی ہو تمہارے یوں کمرہ بند کرکے بیٹھنے پر وہ کتنا ناراض ہوکر گئی ہیں۔" رخشی جو بہت دیر سے بھری بیٹھی تھی بیٹی کے پوچھنے پر الٹ پڑیں، سونیا نے ماں کی حقیقت پسندی کو سلام پیش کیا اور کھسیا کر ہنس دی۔

"اُفوہ! مما اگر میں وہ کارڈ نہیں لگاتی تو آپ کا لاڈلا شاہ کا بچہ دال کچا میرے کمرے میں گھس کر دماغ چاٹنے لگتا، پھوپو کی تو آپ رہنے ہی دیں ان کی عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔" سونیا نے بے پروائی سے اپنے بالوں کو سمیٹا اور کیچر لگایا، ہوا سے لٹیں منہ پر آرہی تھیں۔

"سونو میں دیکھ رہی ہوں کہ میری نرمی کا تم بے جا فائدہ اٹھا رہی ہو اگر تمہارے پاپا کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی کہ تم نے حمیرا کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، تو تمہارا دماغ ٹھکانے لگادیں گے ساتھ میں مجھے بھی خوب سنائیں گے پتا ہے نا اپنی اکلوتی بہن کے معاملے میں وہ کتنا ٹچی ہیں...... ویسے بھی حمیرا نے کبھی تمہیں غلط نہیں ڈانٹا جو بھی کہا تمہارے بھلے کے لیے ہی کہا۔" رخشی کو اچھی طرح

اندازہ تھا کہ بیٹی کی جان باپ کے خوف سے نکلتی ہے اسی لیے ظفر اقبال کا نام لے کر ڈرو دیا۔ ویسے بھی وہ ان ماؤں میں سے نہیں تھی، جو بچوں کے دلوں میں سسرال والوں کے خلاف کدورتیں پالتی ہیں۔

"اوہ! مما جی وہ کیا کہتے ہیں..... کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے تو بس اس شاہ کی وجہ سے مجھے پھوپو کو بھی اگنور کرنا پڑا۔" سونیا نے مسکرا کر ماں کو گلے لگا کر منانے کی ایک اور کوشش کی۔

"بیٹا! آخر ایسا کب تک چلے گا تم لوگوں کی باقاعدہ منگنی ہونے والی ہے مگر تمہارے مزاج ہی نہیں ملتے، کیا کمی ہے شاہ مراد میں، اگر ابھی حمیرا اس کے لیے ایک لڑکی ڈھونڈنے نکلے تو کھڑے دم ہزاروں مل جائیں گی، مراد بھائی کا اپنا اتنا بڑا بزنس ہے پڑھا لکھا ہینڈسم اور اکلوتا لڑکا' اس دور میں ایسے لڑکوں کی تو بہت ڈیمانڈ ہے۔ دور کیوں جائیں تمہارے چھوٹے چاچا اظہر نے خود اپنے منہ سے حمیرا کو آفر دی کہ کہ اگر اقبال بھائی یہ رشتہ نہ کرنا چاہیں تو میں شاہ کو اپنا داماد بنا لوں گا۔" رخشی نے اسے سمجھانے کی بھی ٹھانی چاہی تاکہ وہ اپنی عقل کا تالا کھولے پر سونیا تو سونیا ہے وہی ڈھاک کے تین پات۔

"اچھا..... یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے پھوپو کو چاہیے فوراً ہی اس سونی کے لیے ہاں کردیں، ویسے بھی پنکی ہی شاہ سے میرے سارے بدلے لے گی اتنا ہونٹنگ کرے گی کہ اس کا بینک اکاؤنٹ زیرو ہوجائے گا۔" سونیا نے ہنستے ہوئے اپنے تیئں مسخری کی پر ماں کا غصہ دیکھ کر منہ بسور کر بیٹھ گئی۔

"اظہر کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ شاہ مراد ایسا نہیں چاہتا اور حمیرا کو بھی مرحوم باپ کی خواہش کا پاس ہے ورنہ تمہاری حرکتیں ایسی ہیں کے یہ رشتہ ختم ہونے میں دو منٹ نہ لگیں۔" رخشی نے پیار سے بیٹی کے بالوں کو سنوارتے ہوئے نرمی سے سمجھانا چاہا، سونیا نے گلابی ہونٹوں کو بے دردی سے کاٹتے ہوئے سر ہلایا۔

"مما! پلیز یہاں بھی آپ سب نے اس وال دال

کچھ کی بات کو ہی اہمیت دی تاکہ وہ نہیں چاہتا اس لیے یہ رشتہ قائم ہے۔ کبھی کسی نے میری چاہ کا سوچا میں شاہ کے ساتھ شادی کے لیے مری نہیں جارہی۔" سونیا کا لہجہ ایک دم گلوگیر ہوگیا۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا! پر ہم سب نے مل کر جو فیصلہ کیا وہ تم دونوں کی بھلائی میں کیا اسی میں ہمارے خاندان کی بقاء بھی ہے۔" رخشی نے بیٹی کی نم آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مما! یہ ہی بات تو مجھے کاٹتی ہے' خاندان کی بقاء یہ ٹھیکرے کی مانگ' بچپن کی منگ وغیرہ نری جہالت اتنا ترقی یافتہ ہونے کے باوجود آپ لوگ ابھی تک ان فضول رسم و رواج کو لیے بیٹھے ہیں میں کوئی بھیڑ بکری تھوڑی ہوں کہ آپ کے خاندان کو جوڑے رکھنے کے چکر میں بھینٹ چڑھا دی جاؤں۔ میں آج کی پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہوں جس کی اپنی بھی کوئی پسند ناپسند ہے۔" وہ غصے میں کھڑی ہوگئی۔

"کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟ ایسا ہے بھی تو اس بات کو ہمیشہ کے لیے یہیں دفن کردو ورنہ بہت سے طوفان اس گھر کا راستہ دیکھ لیں گے۔" رخشی نے بے مروتی سے بیٹی کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"مما! ایک فضول سی بات کے لیے آپ کا اپنی بیٹی پر سے اعتبار اٹھ گیا' آپ کیا سمجھتی ہیں کہ میں نے جو اس بات کے خلاف آواز اٹھائی ہے تو وہ کسی اور کی محبت میں..... نہیں مما! ایسا بالکل نہیں بس میرا نقطہ نظر اتنا سا ہے کہ جب ہمارے مذہب نے بھی شادی کے لیے لڑکے اور لڑکی کو پسندیدگی کا حق دیا ہے تو پھر آپ لوگ یہ رشتے پالنوں میں کیوں طے کردیتے ہیں؟" سونیا کی جذباتی تقریر نے رخشی پر کوئی اثر نہیں کیا اسے سونو کی بھلائی مقصود تھی سونیا کی اتنی عمر بھی نہ تھی جتنے وسیع تجربے سے وہ گزر چکی تھی۔ اس نے شاہ کی صاف شفاف آنکھوں میں سونیا کے لیے گہری، سچی، پانی جیسی ستھری محبت ہلکورے لیتی دیکھی تھی۔ پر سونو کا بس چلتا تو

وہ شاہ کو کچا چبا جاتی جس کی وجہ سے وہ اپنی ماں کی نگاہوں میں مشکوک ٹھہری۔ رخشی سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ بیٹی کی منہ زوری نے ان کی جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ اسے کیسے سمجھاتی جو اپنی ذات میں گم۔ سچائی کو جھٹلانے میں لگی تھی۔ یہ سمجھے بغیر کہ یہ 'میں' ہی تو ہمیشہ سے محبت کی نفی ہے۔ رخشی ٹھنڈی سانس بھرتی اندر چلی گئیں۔ سونیا چائے کا سپ لیتی ان لمحات میں کھو گئی جب شاہ مراد نے اتراتے ہوئے اسے یہ منحوس خبر سنائی جس کے بعد سے ان ماں بیٹی میں ٹکراؤ شروع ہوگیا۔

......☆☆☆......

"سونو تمہیں پتا ہے کہ اب تم ہمیشہ کے لیے میری بنادی جاؤ گی میرا بس چلے نا تو ساری دنیا کو اپنی اس خوشی میں شامل کرلوں۔" شاہ مراد کا چہرہ جوش و جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا۔ سونیا نے حیران ہوکر اس کی بات سنی۔

یہ مسئلہ اس دن سے شروع ہوا جب شاہ مراد نے بڑے حق سے سونیا کو اس کے کالج سے پک کیا اور اس کے کانوں میں یہ پیار بھری سرگوشی کی' سونیا کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا وہ ویسے ہی بہت لیے دیے سے رہنے والی لڑکی تھی اپنے کزن کا بدلا رویہ اس سے زیادہ اس کی پیار بھری سرگوشی میں کہی گئی بات ٹھک سے دماغ میں جا لگی۔

"شاہ جی! خیریت تو ہے یا آج آپ کے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہوگیا ہے؟" سونیا نے عادت کے مطابق اپنی مخروطی انگلی گھمائی اور بغیر لحاظ کیے اسے جھاڑا اور ساتھ ہی گاڑی میں بجتے والے رومینٹک گانے کی جگہ کرکٹ کی کمنٹری ٹیون کردی' شاہ کے پیارے موڈ کا ستیاناس ہوکر رہ گیا۔

"لڑکی! ذرا سنبھل کر تمیز سے بابدولت نہ صرف تمہارے بچپن کے منگیتر ہیں بلکہ مستقبل میں مجازی خدا بننے والے ہیں۔" شاہ مراد کی شوخیاں عروج پر تھیں مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر وارننگ دی یہ جانے بغیر کے سونیا پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔ وہ جانتا بھی تو کیسے اس پر تو اپنے پیار کو پانے کا سرور طاری تھا۔ حمیرا نے جیسے ہی اسے خوش خبری سنائی وہ بے اختیار گاڑی نکال اور اپنی پریم کتھا سنانے سونیا کے کالج پہنچ گیا لیکن اس سرپرائز سے سونیا کا تو دماغ پوری طرح سے خراب ہوگیا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی اس کی مرضی کے بغیر گھر میں کھانا بھی نہیں پکتا کہاں یہ رشتہ طے پانے کی اتنی بڑی بات' اسے ہضم نہ ہوپائی۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا میرے مما' پاپا میری مرضی جانے بغیر یہ فیصلہ کر ہی نہیں سکتے۔" سونیا نے اپنی پیاری سی ناک سکوڑ کر بڑے مان سے کہا اور اسے زبان چڑائی تو شاہ کو ایک دم پیار آ گیا۔ وہ جب سے گاڑی میں بیٹھی تھی کٹکھنی بلی بنی ہوئی تھی۔

"اچھا' چلو گھر جا کر مامی سے پوچھ لینا اگر یہ بات صحیح نکلی تو اپنے ہاتھوں سے پیزا بنا کر کھلاؤ گی۔ ویسے میں کوئی مذاق نہیں کررہا۔" شاہ مراد نے اس کی سحر انگیز آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے چیلنج دیا۔

"ہمارے گھر میں تو کبھی ایسا کوئی ذکر نہیں ہوا ویسے بھی میں ایسی فضول رسموں کو نہیں مانتی یقیناً شاہ مراد مذاق کررہا ہوگا۔" اس نے خود کو تسلی دی۔ ویسے بھی سونیا نے اپنی زندگی میں شاہ مراد کو بہت کم ہی سنجیدہ دیکھا۔ سونو کا موڈ بحالی کی طرف رواں دواں ہونے لگا مسکرائی اور گاڑی میں رکھی سی ڈیز چیک کرنے لگی تاکہ من پسند گانے لگائے۔

"پلیز سونو! میری زندگی کے اتنے پیارے پل کو یوں چٹکیوں میں نہ اڑاؤ تم میری زندگی کا وہ سپنا ہو جس کی تعبیر پانے کے لیے میں ہمیشہ سے بے کل رہا اور اب پورا ہونے کا یقین ہوا تو پلیز کوئی نیا مسئلہ نہ کھڑا کردینا ورنہ میں تو جان سے ہی جاؤں گا۔" شاہ مراد نے اسٹیئرنگ چھوڑ کر دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے دل میں اندیشے جو اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"ارے...... شاہ کے بچے سنبھالو۔" گاڑی لہرائی تو سونیا چیخی۔ اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر شاہ مراد کی ہنسی چھوٹ گئی تو اس نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"اچھا سنو تو جب میں نے ڈرتے ڈرتے امی سے تم

سے شادی کرنے کی بات کی تو وہ خوب ہنسیں اور میرا ایک کان پکڑ کر بولیں۔ 'بیٹا جی! وہ تو بچپن سے ہی تمہارے نام پر بک ہے اب تو ڈلیوری گھر لانے کا وقت قریب ہے۔' میں تو امی کی یہ بات سن کر اسی وقت بھنگڑا ڈالنے لگا پھر وہ بولیں کہ ہم سب سونیا کے امتحان ختم ہونے کا انتظار کررہے ہیں تا کہ دھوم دھام سے رسم ادا کرکے تم دونوں کی منگنی باقاعدہ طور پر اناؤنس کردی جائے۔ یہ تھی ساری بات اب بھی تمہیں کوئی شک ہے؟" شاہ مراد نے اپنی خوشی شیئر کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ہونہہ...." کیا یہ سچ بول رہا ہے؟ اتنی سنجیدگی سے ایسا مذاق کر نہیں سکتا سونیا اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئی۔

"اب بتاؤ مجھ سے شادی کرو گی؟" شاہ نے ایک ہاتھ سے گاڑی سنبھالی اور دوسرے ہاتھ سے ایک گلاب پیش کرتے ہوئے اسے پرپوز کیا گھمبیر لہجہ، پیار بھری مدہوش آنکھیں، چہرے پر چھائی بچی خوشی کی چمک اور شاہ کی مخصوص خوشبو اس پر پرپوز کرنے کا پیارا انداز ایک لمحہ کو تو سونو کا دل بھی اس کی سنگت کے لیے مچل اٹھا پر وہ ہی ازلی ضدی پن انا اور لفظ 'بک' نے تو جیسے تن بدن میں چنگاریاں سی بھر دیں۔ میں کیا کوئی بے جان چیز ہوں؟ جس کی برسوں پہلے بکنگ کردی گئی ہو۔ منفی سوچوں کی بوچھاڑ نازک سا دل.... فوراً سر جھٹک کر اس کی شخصیت کے ٹرانس سے باہر نکل آئی۔

"بک.... آپ کا.... بک ہونے سے کیا مطلب ہے؟ میں کوئی چیز ہوں کہ میری بکنگ کردی گئی۔ جی نہیں..... صاحب میں اس دور کی ایک باشعور لڑکی ہوں، میری اپنی بھی کوئی مرضی ہے۔ زبردستی کا تو سوال ہی نہیں ہوتا، ویسے بھی میں جب تک مما سے نہ پوچھ لوں، آپ کی بات پر یقین نہیں کروں گی۔" اس کے تیکھے انداز اور گلابی ہونٹوں سے مسلسل ہونے والی گولہ باری پر شاہ کی ہنسی چھوٹ گئی، سونو کی ان ہی اداؤں نے اسے دیوانہ بنایا ہوا تھا وہ کوئی عام سطحی سی لڑکی نہیں تھی جو ان جذبوں کی حدت سے پگھل جائے، شاہ کی پسند اتنی ہلکی ہو ہی نہیں سکتی ہے، اس کے کردار کی مضبوطی نے ہی تو اس کے حسن کے گرد کشش کا ہالہ کھینچا تھا۔ اس کی محبت اور زندگی نے ہمیشہ اپنی ذات کے تقدس کا خیال رکھا ورنہ شاہ مراد جب سے ایم بی اے مکمل کرکے باپ کی فیکٹری میں جی ایم بنا جہاں جاتا وہاں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا، سونیا میں بس ایک ہی برائی تھی۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی سادہ لوحی وہ ڈرتا تھا کہ کسی دن دنیا کے ہاتھوں ایسی چوٹ نہ کھا بیٹھے کہ ازالہ مشکل ہوجائے۔ وہ سونیا کے معاملے میں غیر معمولی حد تک جاکر حساسیت کا شکار ہونے لگتا۔ محبت میں حساسیت نہ ہو تو وہ محبت نہ ہوئی...... محبت تو اس بہار کا نام ہے جو خزاں رسیدہ پتوں کو بھی ہرا ابھرا کردیتی ہے۔

"سونو پلیز! جو بھی فیصلہ کرنا یہ سوچ لینا کہ تمہارے منہ سے نکلنے والی ایک نہ میرے جسم سے جاں نکال دے گی۔" وہ گھر کے سامنے اترنے لگی تو شاہ نے اپنے بھاری مردانہ ہاتھوں سے اس کے سفید نرم و ملائم ہاتھوں کو تھام کر التجا کی۔ سونو کا دل اس کی طرف لپکا مگر اس نے ناگواری کا خول چڑھا کر شاہ کو گھورا مگر وہ اتنے دل کش انداز میں اسے دیکھنے میں مصروف تھا کہ سونیا کی دل کی دھڑکن بے قابو ہوئی پلکیں لرزنے لگیں، دل فریاد کر اٹھا پر اس نے کان نہ دھرنے کا فیصلہ کیا۔ غصے سے گاڑی کا دروازہ بند کیا اس کی طرف دیکھے بغیر بھاگ کھڑی ہوئی اندر کی کیفیت سے باہر نکلنے کے لیے جلدی سے دروازے پر لگی بیل پر انگلی رکھ دی۔

شاہ نے اس کے چہرے پر قوس قزح کے بکھرے رنگوں کو اپنی نگاہوں میں جذب کیا اور مسکراتا ہوا زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔ دل بہت خوش تھا محبت ہر شے میں جلوہ گر دکھائی دی دنیا محبت کے گرد گھومتی نظر آئی اسے محبت کا احساس کیا ہوا لگا کہ زندگی جگمگا اٹھی ہو محبت مٹی نہیں دل میں بستی ہے پر وہ دوسرا رخ بھول بیٹھا کے 'محبت' کے لیے سازشیں بھی کی گئیں دشمنیاں بھی پالی گئیں تخت و تاج بھی چھینے گئے۔

......☆☆☆......

"ممّا! یہ شاہ کا بچہ دال دال کچا' کیا فضول قسم کی باتیں کررہا ہے؟" سونیا نے بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا، کالا گاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر رکھا اور ماں کے پاس کچن میں پہنچتے ہوئے بری طرح سے ہانپ اٹھی۔ بعض دفعہ باہر والوں سے لڑنے کے مقابلے میں خود سے جنگ کرنا زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔

"ارے... یہ کالج سے گھر کے راستے کے بیچ میرا شاہ کہاں سے آگیا؟" رخشی نے پیار سے بیٹی کو پانی کا گلاس پکڑایا متضاد جذبوں کی ایسی یورش چھائی کہ پسینہ پسینہ ہوگئی چہرہ الگ غصے کے مارے سرخ ٹماٹر بن گیا، رخشی نے پیار سے بیٹی کو دیکھا جو ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر دھم سے بیٹھ گئی۔

"وہ مجھے پک کرنے کالج آیا تھا بڑی شو مار رہا تھا کہ میں اس کی منگ ہوں بچپن سے اس کے نام پر' بک' ہوں وغیرہ... وغیرہ مجھے تو اس کی باتوں پر یقین ہی نہیں آیا جھوٹا کہیں کا میں نے بھی جتادیا کہ میری زندگی کا اتنا اہم فیصلہ میرے ممّا' پاپا مجھ سے پوچھے بغیر کر ہی نہیں سکتے' ٹھیک کہا نا؟" اس کی اتنی طویل مبالغہ آرائی پر مبنی بات کے ختم ہوجانے کے باوجود رخشی کی خاموشی پر اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"بتایئے نا ممّا! میں نے غلط تو نہیں کہا نا؟" سونیا نے جلدی جلدی پانی کا گلاس خالی کیا اور سوچ میں کھوئی ہوئی ماں کا چہرہ اپنی طرف موڑ کر سوال کیا، رخشی نے بیٹی سے نظریں چرائی اور مڑ کر سالن گرم کرنے لگی۔

"ممّا! آپ چپ کیوں ہیں کیا وہ ٹھیک کہہ رہا تھا؟" سونیا نے پیر پٹخے۔

"چلو ایسا کرو پہلے تم کھانا کھالو پھر ہم دونوں آرام سے بیٹھ کر اس بارے میں بات کریں گے میں نے تمہارا پسندیدہ لوکی گوشت اور مٹر پلاؤ پکایا ہے۔" رخشی بیٹی کی ضدی طبیعت سے واقف تھی اسی لیے فی الحال اسے دوسری طرف گھمانا چاہا۔ جانتی تھی کہ اگر بات اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تو بھوک ہڑتال سے بھی گریز نہیں کرے گی اکلوتے بچے کبھی کبھی والدین کی بے جا محبت کا ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔

"شاہ مراد! تم سے تو میں صحیح معنوں میں نمٹوں گی' ایسی بھی کیا بے صبری؟ یہ لڑکا اپنا معاملہ خود بگاڑے گا پھر ماہی ناہی کرکے میرے پیچھے گھومے گا۔" انہوں نے دانت کچکچا کر دل ہی دل میں شاہ مراد کو مخاطب کیا' وہ سونیا کی فطرت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے اپنے طریقے سے سمجھاتیں پر شاہ نے جذباتیت دکھا کر کلہاڑی خود ہی پیروں پر ماری تھی۔

"تو ممّا تو پہلے مجھے پوری بات بتایئے اس کے بعد ہی میں کچھ کھانے پینے کا سوچوں گی۔" اس نے قطعیت سے کہتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم ماں کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھالیا۔

"بیٹا! بات یہ ہے کہ شاہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا، تم واقعی اس کی تصغیرے کی مانگ ہو۔" رخشی نے دھیمے سے اسے بتایا۔

"ممّا! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟ میں آپ لوگوں پر اتنی بھاری ہوگئی تھی کہ میرے بڑے ہونے کا انتظار بھی نہ کیا، پالنے سے ہی مجھے فضول رسم ورواج کے بھینٹ چڑھادیا۔" سونو ایک دم جذباتی ہوگئی دل میں درد کی ایسی لہر اٹھی کہ آنکھ سے آنسو بہہ نکلے یہ سوچ کر دماغ پھٹنے لگا کہ شاہ کے سامنے تو بڑی شیخیاں مار آئی پر اس کا استحقاق بھرا انداز بلاوجہ تھا، اپنا آپ بے مایہ ہلکا اور حقیر لگا۔

"سونو میری جان! جیسا تم سوچ رہی ہو ایسی بات بالکل نہیں اصل میں تمہاری پیدائش پر اباجی نے ہی تم دونوں کی منگنی کا اعلان کردیا تھا، شاہ اس وقت پانچ سال کا تھا۔ اباجی کینسر میں مبتلا تھے ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا ہم سب ان کو اسپتال سے گھر لے آئے تو انہوں نے تمہارے پاپا اور حمیرا سے یہ بات کی اس وقت حالات ہی ایسے ہوگئے کہ ان کی آخری خواہش سمجھتے ہوئے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عام حالات ہوتے تو تمہارے پاپا

کبھی نہیں مانتے جانتی ہو نا وہ تمہارے معاملے میں کتنے
روشن خیال ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کوئی بیٹا! ایسے وقت میں
اپنے باپ کو کیسے مایوس کرتا' حمیرا نے بھی باپ کی بات پر
سر جھکا دیا' ہم سب ایسی پوزیشن میں بھلا کیا بولتے ان کی
خوشی کی وجہ سے خاموش ہوگئے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ
تمہارے پاپا نے سب کو تاکید کردی کہ گھر کی بات گھر تک
ہی محدود رکھی جائے۔ یہ بالکل نہیں چاہتے تھے کہ اس بات
کی بھنک تم لوگوں کے جوان ہونے اور شاہ مراد کے کسی
قابل بننے سے قبل پہنچیں اور تم دونوں پڑھائی لکھائی میں
دل لگانے کی جگہ فضول قسم کے خرافات میں پڑ جاؤ۔“
انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر بیٹی کو اصل بات بتائی، سونیا
خاموشی سے ماں کو تکنے لگی پھر اس کے دماغ نے ایک اور
صلاح دی۔

”ماما دادا جی کے فیصلے کے آگے سب مجبور ہوگئے پر شاہ
مراد کو پہلے یہ بات کیوں بتائی گئی مجھ سے صاف چھپالیا
گیا' ہاں بھئی وہ مرد ہے نا اسے اولیت دی گئی میں لڑکی
ہوں اس لیے مجھ کو کسی قابل ہی نہیں سمجھا حالاں کہ یہ
صرف اس کا ہی نہیں میری زندگی کا بھی بہت اہم معاملہ تھا
پر اس کو پہلے اعتماد میں لیا گیا اس نے مجھے پسند کرلیا، تو
سب منگنی کی تیاری میں لگ گئے اور فرض کریں اگر وہ انکار
کردیتا تو اس وقت آپ لوگ کیا کرتے؟“ سونیا نے طیش
میں بلاسوچے سمجھے اپنے حساب سے معنی اور مطلب ڈھونڈ
نکالے۔ وہ شاہ کو ناپسند نہیں کرتی تھی اگر ویسے ہی اس سے
پوچھا جاتا تو شاید وہ انکار نہ کرتی مگر ان حالات کے تحت
جس طرح اسے مجبور کیا جارہا تھا وہ ناقابل برداشت لگ رہا
تھا منفی سوچوں نے سارے راستے مسدود کردیے تھے۔

”ہیں...... ہیں لڑکی کیا بکے جارہی ہو ہوش میں تو ہو
جیسا الٹا سیدھا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ارے حمیرا
نے تو مجھ سے کافی دن پہلے ہی کہا تھا کہ تمہیں بھی بتادوں
مگر میں نے ہی تمہارے امتحانات ختم ہونے کے انتظار
میں اپنا منہ بند رکھا، فائنل ایگزام کی تیاری کے دوران تمہارا
دھیان دوسری باتوں میں لگانا کیا صحیح ہوتا؟ بس اتنی سی
بات کا فسانہ بن گیا وہ کیا کہتے ہیں...... نیکی برباد گناہ
لازم۔“ رخشی نے جلدی جلدی بات سنبھالنی چاہی تاکہ شاہ
کے خلاف سونو کے دل پر چھایا غبار صاف ہوسکے۔

”مما! آپ شاہ کی محبت میں چاہے کوئی بھی صفائی
پیش کریں، میں یہ بات بھول نہیں سکتی کہ سب نے زندگی
کے اس اہم معاملے میں اسے فوقیت دی اور مجھے دیوار سے
لگا دیا اور ہاں پھوپو کو ابھی منگنی کا دن مقرر کرنے سے منع
کردیں' ابھی میں ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار نہیں۔“
سونو نے بچوں کی طرح منہ بنا کر ماں کو فیصلہ سنایا اور اٹھ
کھڑی ہوئی، بیٹی کے تیور نے رخشی کے ہاتھ پاؤں
پھلادیے تھے۔

”سونو جانو! ساری عمر میں نے سسرال والوں کے
ساتھ بہت اچھے طریقے سے نبھا کیا اب تم یوں واویلا مچا
کر کیوں سر پر خاک ڈلواؤ گی، شاہ بہت اچھا لڑکا ہے وہ
تمہیں خوش رکھے گا بیٹی غصہ تھوک دو میرا دل گواہی دیتا
ہے کہ تم اس کے ساتھ ایک بھرپور زندگی گزارو گی اور ماں کا
دل کبھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔“ انہوں نے بیٹی کا ہاتھ
سہلاتے ہوئے کہا۔ اسے پیار سے منانے کی کوشش
کی...... ان کی آنکھیں بھرآئیں۔

”آپ سمجھتی کیوں نہیں اس نے بچپن سے اب تک
مجھے بہت ستایا ہے، آگے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔“
سونو نے ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو دھیرے سے کہا
رخشی بیٹی کے خودساختہ اندیشوں سے بلبلا اٹھیں۔

”اچھا ٹھیک ہے اب میں کچھ نہیں کہوں گی تمہارے
پاپا ہی اس معاملے میں تم سے نمٹیں گے۔“ ویسے کو تو انہوں
نے یہ دھمکی دے دی مگر جانتی تھیں کہ ظفر اقبال کے سامنے
ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی پورے گھر کو بھونچال
کی زد پر لے آئے گا۔ ظفر اقبال لاکھ نرم طبیعت کے سہی پر
اپنی زبان اور اصولوں کے معاملے میں خاصے بدلحاظ اور
بے لچک ہوجاتے۔

”ابھی تو غصے میں ہے، چند دنوں میں خود ٹھیک
ہوجائے گی۔“ سونو کا چہرہ اتر گیا وہ خاموشی سے اپنے

کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ انہوں نے اپنی نازوں پلی پیاری بیٹی کو جاتے دیکھا اور سوچا مگر اس نے تو جیسے پورے گھر سے کنارہ کشی اختیار کرلی، ماں سے بات چیت کم کردی صرف باپ کے سامنے اپنے آپ کو نارمل ظاہر کرتی ورنہ 'ڈونٹ ڈسٹرب' کی تختی اپنے دروازے پر لگا کر اندر پڑی رہتی۔ شاہ بھی اسے کئی بار منانے آیا، پھول لایا، چاکلیٹ لایا، مگر اس نے ساری چیزیں ڈسٹ بن میں پھینک دیں وہ دستک دے دے کر ہار گیا مگر وہ پتھر بنی رہی اٹھ کر دروازہ نہیں کھولا۔

شاہ کو رخشی نے بھی اس کی جلد بازی پر خوب جھاڑ پلائی وہ خود سونو کے مزاج کے حساب سے بات کرتیں تو بات یوں نہ بگڑتی۔ شاہ سر جھکا کر ہنستا رہا غلطی بھی تو اس کی ہی تھی سزا بھی سب سے زیادہ وہی پا رہا تھا ایک طرف محبت تو دوسری طرف ماں کے منہ کے بگڑتے ہوئے زاویے۔ جائے تو جائے کہاں..... آج کل وہ دنیا کا سب سے مظلوم شخص شیو بڑھائے کپڑوں سے بے پروا سونو کو منانے کے طریقے سوچنے میں جتا ہوا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے بے پروا انداز اس پر بہت جچ رہے تھے۔

رخشی بیٹی کی حرکتوں پر سر پکڑ کر بیٹھ جاتی مگر آج تو سونو نے حد کردی۔ شاہ کی گاڑی دیکھتے ہی خود کو کمرے میں بند کرلیا اور حمیرا کی آمد کا بھی نوٹس نہیں لیا۔

......☆☆☆......

"یہ سب کیا لادے چلے آرہے ہو؟" شاہ مراد نے بہت سارے پیکٹس لا کر رخشی کے سامنے ڈھیر کردیے تو انہوں نے ٹی وی کا ریموٹ سائیڈ پر رکھا اور مسکرا کر شاہ سے پوچھنے لگیں جس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"کیا مامی! ایک ہفتہ ہوگیا ہے آپ کی لاڈلی کو روٹھے ہوئے نہ ہی فون اٹھاتی ہے اور نہ ہی خود سے بات کرتی ہے اب منانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" اس کے چہرے پر اتنی معصوم سی بے چارگی تھی کہ رخشی نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما۔

"اچھا رکو میں اسے بلاتی ہوں۔" رخشی نے سونیا کے کمرے میں جا کے اسے شاہ مراد کے آنے کی اطلاع دی۔

"ممی! پلیز پتا ہے نہ امتحان سر پر ہیں تیاری کرنے دیں۔" اس نے ماں سے نظریں چرائیں اور جلدی سے کتاب کھول کر منہ کے آگے کرلی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا تم دو منٹ میں باہر آجاؤ بھلے سلام دعا کر کے واپس پڑھنے بیٹھ جانا۔" رخشی نے سختی سے کہا۔

"اف..... ممی بھی نہ..... بیٹی کے سوا پوری دنیا کی فکر میں جتلا رہتی ہیں۔" اس نے چڑ کر کتاب بند کی اور ماں کے پیچھے آگئی۔

"السلام علیکم!" اس نے روٹھے پن سے سلام داغا اور واپس مڑنے لگی۔

"سونو..... پلیز سنو یہ دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟" شاہ مراد اس کے پیچھے لپکا۔

"کیا ہے؟" وہ مروت میں واپس پلٹی ٹیبل پر نقرئی کاغذ میں لپٹا ایک بڑا سا پیکٹ تھا دل میں اشتیاق جاگا اور جلدی سے کھولا۔

"میرے لیے یہ لائے ہو؟" شاہ مراد کے قریب آکر چیخی، رخشی اور شاہ مراد کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ سونیا کی بچپن کی تصویر تھی جس میں وہ روتی ہوئی باربی ڈول لگ رہی تھی۔ جسے شاہ مراد نے انلارج کروا کر بہت نفیس فریم میں لگوایا تھا۔

"اتنی روتی دھوتی تصویر کوئی اور اچھی تصویر نہیں ملی۔" ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی مگر ظاہر نہ کیا ورنہ شاہ مراد پھیل جاتا۔

شاہ مراد نے مسکرا کر سونیا کو دیکھا۔

......☆☆☆......

"رخشی! ارے خاتون کہاں ہوں؟" ظفر اقبال بڑے خوش گوار موڈ میں پورے گھر میں گھوم گھوم کر بیوی کو پکار رہے تھے۔

"جی یہاں ہوں، پیچھے رشیدہ ماسی سے دھلائی کروا رہی ہوں۔" صفائی کا جنون انہیں ہر وقت مصروف رکھتا میاں جی کی آواز پر مسکرا کر جواب دیا۔

"خاتون! چھوڑیں کام وام آرام سے بیٹھ کر میری بات سنیں ایک خوش خبری سنانی ہے آپ کو۔" ظفر اقبال نے پیار بھری نظروں سے بیوی کو دیکھا، جس کی بدولت گھر جنت بنا ہوا تھا، وہ ہائے ہائے کرتی رہ گئیں پر انہوں نے وائپر بیوی کے ہاتھ سے چھین کر ماسی کو دیا اور ان کے گیلے ہاتھ تھامے زبردستی کمرے میں لے آئے۔ ماسی نے صاحب کی شرارت کو مسکرا کر دیکھا اور پانی ڈال کر وائپر چلانے لگی۔

"اُفوہ...... آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ رشیدہ کا تو خیال کر لیتے، بڑھاپے میں اس کے سامنے ہی چونچلے دکھانے لگے۔" رخشی نے جھینپ کر تولیہ سے ہاتھ پونچھے اور ناز سے بولیں۔

ظفر اقبال مسکراتے ہوئے بستر پر دراز ہو کر بیوی کا غصہ انجوائے کرنے لگے۔ دبلی پتلی گوری چٹی سی ان کی من موہنی شریک حیات میں اب بھی اتنا دم تھا کہ وہ ان کا دل اچھل پتھل کر کے رکھ دیتیں۔ کہیں سے جوان بیٹی کی ماں لگتی ہی نہیں تھیں۔

"خاتون! اب انسان چونچلے اپنی بیوی کو ہی دکھا سکتا ہے، پڑوسن کو دکھاؤں گا تو جوتے ہی کھاؤں گا اور یہ تم نے بوڑھا کسے کہا؟ دل ہونا چاہیے، عمر میں کیا رکھا ہے۔" ظفر اقبال نے رخشی کے چوٹی کو کھینچ کر انہیں اپنے نزدیک کیا تو وہ بیر بہوٹی بن گئی، چہرے پر اترتی لالی ظفر اقبال کو کام کی باتیں بھلانے لگی۔ ان دونوں کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کے پیچھے، ظفر اقبال کی ہلکی پھلکی طبیعت کا بھی خاصا دخل تھا۔ وہ زندگی کو بوجھل کرنے کی جگہ ہنستے مسکراتے گزارتے آئے۔

"خیر سنیے آج بڑی سالی صاحبہ کا فون آیا تھا وہ زوہیب، صہیب اور بہو کے ساتھ اگلے ہفتے کراچی پہنچ رہی ہیں۔" انہوں نے اپنے تئیں بیوی کو خوش خبری سنائی مگر وہ چپ چاپ کسی سوچ میں گم ہوگئیں۔

"کیا ہوا بھئی؟ ہم تو امید کر رہے تھے کہ اس خوشی میں آپ کہیں گی۔ 'جانو! کچھ میٹھا ہو جائے' مگر یہاں تو چہرہ ساڑھے بارہ بجا رہا ہے۔" ان کی شوخیاں جاری و ساری تھیں۔

اچھا...... آپا آرہی ہیں؟" رخشی نے ان کے ٹوکنے پر اپنے آپ کو سنبھالا۔

"لو ہم تو سمجھے آپ خوشی سے جھوم اٹھیں گی مگر لگتا ہے خاتون کا موڈ راگ درباری چھیڑنے والا ہو رہا ہے۔" ظفر اقبال کا لہجہ کچھ کچھ معنی خیز ہو چلا ان کو ہمیشہ حیرت ہوتی کہ رخشی کبھی اپنی بہن سے ملنے کے لیے اتاؤلی نہیں ہوئیں اور دردانہ کا بھی حال، بہن سے جدا نہیں ورنہ لاہور کون سا دور تھا۔ دونوں طرف ویسی گرم جوشی دکھائی نہیں دیتی جو عموماً والدین کے انتقال کے بعد ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے سالوں میں کسی شادی بیاہ کے موقع پر ہی ملاقات ہو جائے تو ہو جائے...... ورنہ فون پر ہی کبھی کبھار ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کر لی جاتی۔

"کیا اس وقت ان لوگوں کا آنا مناسب ہوگا؟ ابھی حمیرا شاہ اور سلو کی منگنی پر زور دے رہی ہے۔" رخشی نے شوہر کی طرف دیکھا وہ کچھ ہراساں سی نظر آئیں۔

"ارے بیگم صاحبہ! آپ بھی کمال کرتی ہیں یہ ہی تو مناسب وقت ہے، ہماری آدھی گھر والی بھی ایسی خوشیوں بھری گھڑی میں یہاں موجود ہوں گی، ورنہ شادی کے اتنے سالوں بعد بھی، ان سے وہ بے تکلفی پیدا نہ ہو سکی، جو کہ اس رشتے کا خاصہ ہے۔ بھئی لوگ سسرال والوں کی آمد سے گھبرا جاتے ہیں ہم تو ترستے ہیں کہ ہمارے سسرال سے بھی کوئی آئے؟" ظفر اقبال کچھ کھو سے گئے۔

"چلیں میں ان لوگوں کے لیے اوپر والا پورشن ٹھیک کروا دیتی ہوں۔" رخشی نے شوہر کی رضا کو جانا تو تھوڑی گرم جوشی دکھائی ورنہ حقیقتاً اس وقت اپنی بہن کا آنا اسے بہت کھلا۔ سلو نے بھی بچپن کی منگنی والی بات کو لے کر گھر میں ایک ہنگامہ مچایا ہوا تھا اس پر دردی آپا کا مزاج۔

"ایک بات پوچھوں خاتون! ناراض تو نہیں ہوں گی؟" وہ خاصے سنجیدہ نظر آرہے تھے۔

"جی پوچھیے؟" وہ متوحش سی شوہر کا چہرہ دیکھنے

نئے افق کے معتبر باذوق قارئین کے لیے بطورِ خاص
مئی کا شمارہ
آپ بیتی نمبر
ہوگا
دیس بدیس کی ایسی سچی کہانیاں جنہیں پڑھ کر آپ کو شاید اپنی زندگی کے فیصلے تبدیل کرنا پڑ جائیں۔
ہنستی رلاتی تحریریں جو برسوں آپ کے ذہن و دل سے محو نہیں ہوں گی۔
نئے اور پرانے لکھاریوں کا گلدستہ، آپ کے عین ذوق مطالعہ کے مطابق
ہنستی رلاتی تحریریں جو برسوں آپ کے ذہن و دل سے محو نہیں ہوں گی۔
نئے اور پرانے لکھاریوں کا گلدستہ آپ کے عین ذوق مطالعہ کے مطابق
زحمت سے بچنے کے لیے آج ہی اپنے ہاکر کو کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔
ایک اور مطبوعات
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز
7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔

لگیں، کہیں سوتو کے انکار کی بھنک ان کے کانوں میں تو نہیں پڑگئی۔

"کیا آپ دونوں بہنوں کے بیچ کسی بات پر کوئی اختلاف ہے؟" انہوں نے رخشی کا چہرہ جانچا۔

"ارے نہیں...... پر آپ نے ایسا کیوں سوچا؟" وہ اپنے لمبے بالوں کو کھول کر دوبارہ چوٹی کی شکل دیتے ہوئے چونکیں۔

"بس دونوں میں وہ گرم جوشی کبھی دکھائی نہیں دی جو ہم سب بھائی بہنوں کے بیچ میں ہے' دری آپا اگر ہم سے کہیں ملتی بھی ہیں تو خاصی لیے دیے سے رہتی ہیں اسی لیے مجھے لگا کہ شاید وہ مجھے پسند نہیں کرتیں آج ان کا فون آیا تو میں خود حیرت زدہ رہ گیا کہ زندگی میں پہلی بار انہوں نے مجھ سے اتنے پیار سے بات کی۔" ظفر اقبال الجھے الجھے سے لگے۔

"ارے نہیں بس آپا کی عادت ہی کچھ ایسی ہے ویسے بھی آپ اپنے بہن بھائیوں کا موازنہ کسی دوسرے سے کیسے کر سکتے ہیں پانچوں انگلیاں برابر تھوڑی ہوتی ہیں۔" رخشی نے نرمی سے بات بنائی تو ظفر نے سر ہلا دیا۔ ان کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ وہ چیزوں کے پیچھے نہیں پڑتے نہ ہی انہیں کسی بات کی بہت زیادہ کرید ہوتی جو بتا دیا بس وہ ہی سمجھ لیا۔

"اچھا خیر جو بھی ہو ہم مہمان نواز لوگ ہیں۔ ان سب کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونی چاہیے کچھ لانا ہو تو ڈرائیور کے ساتھ جا کر لے آیئے گا۔" انہوں نے بیوی کے گالوں کو پیار سے تھپتھپایا اور لیپ ٹاپ اٹھا کر ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گئے۔ رخشندہ نے ٹھنڈی سانس بھری شوہر کو تو سمجھا لیا مگر اسے آج تک اپنی آپا کو سمجھانا نہ آیا۔

......☆☆☆......

دردانہ رخشندہ کے والد کریم الدین کی پہلی اہلیہ سے تھی، زمرد بی بی کے انتقال کے بعد کریم الدین نے گھر کے حالات سے مجبور ہو کر مہناز سے دوسری شادی کی جو رشتے کے انتظار میں گھر کی دہلیز تھامے عمر کی تیسویں سیڑھی چڑھ چکی تھیں انہیں بن ماں کی اس بچی پر بہت پیار آیا جو منہ دکھائی میں تحفے کے طور پر ملی تھی انہوں نے اس پر اپنا پیار لٹانا چاہا لیکن جانے دردانہ کے مزاج میں کہاں سے اتنی تلخی بھری تھی کہ وہ ہمیشہ ان کے خلوص کو چاپلوسی سمجھتی۔ ان کے اور اپنے بیچ فاصلے کی دیوار، پہلے دن سے قائم کی تو گزرتے وقت کے ساتھ بدگمانی کے پانی سے مضبوط کرتی چلی گئی۔ مہناز ایک نیک خاتون تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کیے بن ماں کی بچی کا نہ صرف لحاظ کرتی بلکہ بہت خیال رکھتیں۔ بچپن سے ہی اسے اپنی چلانے کی عادت ہوتی۔ اگر کبھی کسی بات پر نہ کر دی جاتی، تو وہ رونا دھونا مچا دیتی۔ مجبوراً کریم الدین اس کی خواہش پورا کر دیتے شاید یہی وجہ تھی کے دن بہ دن اس کی خودسری بڑھنے لگی اور وہ اپنے آپ کو کوئی بڑی شے سمجھنے لگی۔

دماغ میں شاطرانہ سوچ اسے نت نئے ڈراموں پر آمادہ رکھتی وہ جہاں کریم الدین اور مہناز کو پاس پاس بیٹھے دیکھتی۔ کبھی اس کے کان میں درد اٹھتا تو کبھی پیٹ میں مروڑ۔ دونوں میاں بیوی اپنے آپ کو بھول کر اس کی خدمت میں لگ جاتے۔ رخشی کی پیدائش کے بعد تو جیسے دردانہ کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ گیا۔ باپ کی محبت میں شراکت ورشراکت کا کلیہ اسے بالکل نہیں بھاتا، ہر وقت جلتی کڑھتی رہتی، کہتے ہیں چہرے سوچوں کے عکاس ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس کی ساری خوب صورتی کو منفی سوچوں نے کھانا شروع کر دیا۔

رخشی اسکول جانے لگی تو اچانک کریم الدین کا ٹرانسفر لاہور ہو گیا۔ نیا محلہ نئے لوگ' یہاں آ کر مہناز نے سب کو یہی بتایا کہ دونوں ان کی سگی بیٹیاں ہیں۔ مہناز نے شروع سے بچت کر کر کے کمیٹیاں ڈالیں اور جب مناسب پیسے جمع ہو گئے تو ایک درمیانے علاقے میں مناسب گھر خرید لیا۔ کریم الدین بیوی کے اتنے مشکور ہوئے کہ گھر مہناز کے نام پر ہی کر دیا۔

وقت کا دھارا بہتے ہوئے بہت آگے نکل گیا مگر نہیں بدلا تو دردانہ کا مزاج بلکہ دن بہ دن اس کی زبان کی دھار

میں تیزی آتی گئی۔ رخشی کو تو دیکھتے ہی اس کے دل میں کانٹا سا چبھ جاتا اس کی خوب صورتی، نشیلی آنکھیں، متوالی چال ان سب پر بھاری پیار اور اخلاق دردانہ کو ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رکھتا۔ لوگوں کی تعریفیں اسے ناگوار گزرتیں۔ اب تو کریم الدین بھی بڑی بیٹی کی روش سے پریشان رہنے لگے۔ دری نے گریجویشن کرلیا اور رخشی انٹر میں آگئی تو انہوں نے جلد از جلد بڑی بیٹی کی شادی کی ٹھانی۔ مہناز نے دردانہ کے رشتے کے سلسلے میں آس پاس کے لوگوں سے کہنا شروع کردیا۔ آخر ان کی مراد بر آئی۔ پچھلی گلی میں رہنے والی فاطمہ خالہ نے اپنے بھانجے سرفراز کے لیے مہناز سے بات کی۔ ان کی بہن جو کہ ایک پیسے والے گھرانے میں بیاہی گئی تھی، ان لوگوں کا اپنا چاولوں کا بڑا کاروبار تھا لڑکا بھی پڑھا لکھا اور خوب رو تھا۔ ان لوگوں کو جس شام آنا تھا رخشی نے خوشی خوشی ماں کے ساتھ مل کر گھر کو چمکایا۔ بہن سے ڈرتے ڈرتے چھیڑ چھاڑ بھی کی جواب میں دری کے چہرے پر آنے والی دلکش مسکراہٹ نے اس کا دل شاد کردیا۔ پھر تیار کر خود گلابی سوٹ پہنا۔ آپا کو سبز لباس پہنا کر ہلکا سا میک اپ بھی کردیا۔ نماز پڑھ کر بہن کی خوشیوں کے لیے دل سے ڈھیروں دعائیں مانگی۔ پر وہ ہوگیا جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

لڑکے والے ان سب سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ سرفراز میاں خود بھی ساتھ آئے تھے۔ کریم الدین نے لڑکے والوں کی خواہش برادری کے معاملے میں روشن خیالی کا ثبوت دیا، بیٹی کو ایک نظر دکھانے کی اجازت دے دی۔ رخشی ان سب کے بیچ تتلی بنی پھر رہی تھی۔ سرفراز اسے دلہا بھائی کے روپ میں اتنا بھایا کہ بھائی جان..... بھائی جان کہتے اس کا منہ نہیں سوکھا۔ سارا کام خوش اسلوبی سے ہوگیا ان لوگوں نے گھر جاکر جواب دینے کا عندیہ دیا۔ رخشی کالج سے آکر سوئی ہوئی تھی کہ برتن ٹوٹنے کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی۔ بھاگی بھاگی صحن میں پہنچی تو نیا تماشہ کھڑا تھا۔ ہکا بکا ہی کھڑی رہ گئی۔

"آپ تو یہ ہی چاہتی تھی کہ ہر جگہ آپ کی بیٹی کی واہ واہ ہو۔ جب ہی تو سجا بنا کر گلابی جوڑا پہنا کر اس منحوس سرفراز کے آگے پیش کردیا، میں دیکھ نہیں رہی تھی کہ یہ کیسی بچھی جارہی تھی۔" رخشی کو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہاں کیا ہورہا ہے۔

مہناز الگ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی اپنے اور اپنی بیٹی پر لگنے والے فرد جرم کی صفائی دینا چاہ رہی تھیں، دردانہ کا جلال عروج پر تھا۔ وہ شیشے کے سارے وہ برتن توڑنے پر تل گئی جس میں کل ان لوگوں کو ناشتہ پیش کیا گیا تھا۔

"آپا! ہوا کیا ہے خیر تو ہے؟" اس نے گھبرا کر دونوں سے پوچھا۔

"او ہو آگئی خیر کا پوچھنے والی' ارے جہاں تیرے جیسی چنڈال ہو وہاں خیر کہاں؟ شر ہی ہوگا۔" دردانہ کی جلتی نگاہوں نے اس کا طواف کیا۔ بہن کے انداز پر وہ گھبرا اٹھی۔

"کیا بول رہی ہو آپا اپنی چھوٹی بہن کے لیے ایسی بات کرتے تمہیں ذرا شرم نہیں آئی؟" رخشی کو اس کے انداز تخاطب پر ایک دم غصہ آگیا۔

"ادھر آ" بہن کی بچی میں تجھے بتاتی ہوں' نہیں ہوں تیری بہن میں' تو سوتیلی ہے اور سوتیلی ہی رہے گی' جب ہی تو 'تو نے اور تیری ماں نے اپنا اصلی چہرہ دکھادیا۔" دردانہ رخشی کے پوچھنے پر دوڑ کر اس کے پاس گئی اور بالوں کو اپنے ہاتھوں سے مروڑا۔ نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اتنی تکلیف اسے بال کھینچنے پر نہیں ہوئی، جتنی لفظ 'سوتیلی' پر ہوئی مہناز اور کریم الدین نے آج تک یہ بات چھوٹی بیٹی سے چھپائے رکھی اور دردانہ کو بھی سختی سے منع کیا تھا کہ کبھی بھی اس کے منہ سے لفظ 'سوتیلا' نہ نکلے مگر آج غصے کی شدت میں وہ سب کچھ بھول بیٹھی۔ رخشی نے بے یقین نگاہوں سے ماں کو دیکھا جو ان دونوں کو الگ کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جارہی تھی۔

"دری بیٹا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو کچھ سوچ سمجھ کر بولو۔" مہناز کو لگا آج ان کی ہمیشہ کی زبان بندی ساری عمر کی

قربانیاں رائیگاں ہوجائیں گی۔

"ہاں تو آپ کے کہنے سے حقیقت بدل تو نہیں جائے گی، سوتیلے کو سوتیلا ہی کہا جائے گا۔ ایک بات اور آئندہ میرے لیے رشتے وشتے کا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں اگر آپ کی بیٹی کی جوانی نہیں سنبھل رہی تو بیاہ دے اسے سرفراز کے ساتھ باپ کٹنے....." ابھی دردانہ کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر پڑا وہ پاس پڑے پلنگ پر جاگری۔ کریم الدین جو ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے بڑی بیٹی کی اتنی گندی بات ان سے برداشت نہ ہوئی انہوں نے کانپتی ہوئی رخشی کو اپنے بازوؤں میں چھپالیا۔

"بس کرو دری بہت ہوگیا تماشہ چلو اپنے کمرے میں۔" وہ طیش میں چیخے اور دردانہ نے کھا جانے والی نظروں سے دونوں ماں بیٹی کو گھورا اور دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی اور زور سے دروازہ بند کرلیا۔

"کاش کریم الدین آپ یہ سختی پہلے دن سے دکھاتے تو آج ہمیں یہ سب تماشہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔" مہناز کی شکوہ کناں نگاہیں ان کی نظروں سے ٹکرائیں شرمندگی اور پچھتاوؤں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ بھی کیا کرتے شریف آدمی ٹھہرے، بن ماں کی بچی سمجھ کر دردانہ کی غلطیوں کو ہمیشہ صرف نظر کیا امید نہ تھی کے نتیجہ یہ نکلے گا۔

سرفراز کے گھر فوراً انکار کہلوادیا گیا جس نے دردانہ کی جگہ رخشندہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ فاطمہ خالہ نے بہت سمجھایا۔ 'بڑی کی نہ سہی چھوٹی کی ہی کردو، اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نہ جانے دو سرفراز بہت ہاتھ پاؤں جوڑ رہا ہے کے شادی کرے گا تو صرف رخشندہ سے' مگر مہناز اس معاملے میں پتھر ہوگئیں۔

کریم الدین نے ایک مہینے کے اندر اندر سادگی سے دردانہ کی شادی اپنے دوست کے بیٹے ریحان سے کردی، خوش شکل کم تعلیم یافتہ ریحان ایک دفتر میں معمولی عہدے پر فائز تھا۔ شاید دردانہ کو اس سے بھی اچھا رشتہ مل جاتا۔ مگر اس نے جس طرح گھر میں جنگ کا محاذ کھول رکھا تھا۔ رو رو کر واویلا مچاتی۔ کریم الدین اپنی عزت سے ڈر گئے تھے۔ یہاں معاملہ صرف ایک بیٹی کا نہ تھا۔ دردانہ کی زبان سے رخشندہ کی بدنامی کا بھی خدشہ انہیں ڈرا رہا تھا۔ اسی لیے اسے عزت سے بیاہ دینا ناگزیر ہوگیا دردانہ ایسی روکھی پھیکی شادی سے خوش نہ تھی۔ ایسی جلی کٹی کے رخصتی کے بعد پلٹ کر میکے نہ آئی۔ کریم الدین کے زور دینے پر مہناز ایک دو دفعہ اس کے گھر بھی گئیں، پر دردانہ نے انہیں دروازے سے ہی لوٹا دیا۔ پاس پڑوس سے خیریت پتا کی تو برابر میں رہنے والی ایک عورت نے مہناز کو بتایا کے ان کے داماد ریحان کی نوکری ختم ہوگئی ہے اور گھر میں کھانے کے بھی لالے پڑے ہوئے ہیں، اسی بات پر میاں بیوی میں اکثر تو تکار ہوتی ہے کہ سارا محلہ تماشہ دیکھتا ہے۔ لاڈلی بیٹی کی حالت کا سن کر کریم الدین دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جلدی میں کیے گئے فیصلے کا انجام اچھا نہ نکلا۔ خود کو موردالزام ٹھہرانے لگے۔

دردانہ کی جذباتیت اور غصے نے اسے دکھوں کی بھیڑ میں اکیلا چھوڑ دیا مگر وہ ہی 'میں' کا جھگڑا۔ اس سے نکلتی تو سکون پاتی۔ کریم الدین سے برداشت نہ ہوا۔ گاڑی بھر کر کھانے پینے کا سامان لیا اور لاڈلی بیٹی کے گھر جا پہنچے۔ دردانہ باپ کی آواز سن کر منہ موڑ کر کھڑی ہوگئی یہ بھی غنیمت رہا کہ اس نے راشن لینے پر اعتراض نہیں کیا، شاید پیٹ کی آگ نے اس کی انا کے شعلوں کو وقتی طور پر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیا۔ اس کے بعد کریم الدین نے معمول بنالیا کہ وہ ہر ماہ ایک معقول رقم کا ڈرافٹ داماد کے نام بھیج دیتے۔ مہناز کی نیکی کے صلے میں رخشندہ کی شادی بہت اچھے خاندان میں طے پا گئی، ظفر اقبال کا تعلق شہر کے ایک مشہور متمول گھرانے سے تھا۔ ان کی اماں کوثر کی خوب صورتی اور کم عمری بھاگئی۔ وہ بیاہ کر کراچی چلی گئی جہاں اس کے شوہر کی گارمنٹس کی فیکٹری تھی۔ اس کے فرض کی ادائیگی کے بعد بہت جلد ہی آگے پیچھے مہناز اور کریم الدین چل بسے۔ رخشی روتی ہوئی لاہور پہنچی۔ پہلی بار دونوں بہنیں گلے مل کر روئیں۔

بہن کی مخدوش حالت دیکھ کر اس نے باپ کی وراثت میں سے حصہ لینے سے انکار کردیا۔

کہتے ہیں ماں سے میکہ جب وہ ہی نہیں رہی تو پھر رخشی بار بار لاہور جا کر کیا کرتی۔ بہن تو ماں جائی بھی نہ تھی۔ دل کو زخموں کے سوا کچھ نہ دیا۔ مکان کے پکے کاغذات بنوا کر اس سے فوراً دستخط لیے کہ کہیں بعد میں رخشی کوئی دعوانہ کر بیٹھے بہناز کا ارمانوں سے بنایا گیا مکان دردانہ کی دسترس میں چلا گیا، جسے بیچ کر اس نے کچھ پیسوں سے ریحان احمد کو ایک پرچون کی دکان کروائی اور باقی پیسے اپنی فضول خرچیوں اور للّے تللّوں پر لگا کر اڑا دیئے۔ رخشی نے باپ سے کیا وعدہ نبھایا۔ ہمیشہ بڑی بہن کا خیال رکھنے کی کوشش کی، چھوٹی ہوتے ہوئے بھی وہ بڑی بنی۔ ہر عید تہوار پر بہن بہنوئی کو تحائف کا بڑا سا پیکٹ بھیجتی، اپنے دونوں بھانجوں کو عیدی کے نام پر معقول رقم بھجواتی۔ ریحان بھی پیسے والی سالی کی وجہ سے اب بیوی سے دبنے لگا تو دردانہ کو بھی احساس ہوا کہ عورت میکے سے بھاری ہوتی ہے، اسی لیے اپنے اختلافات کی ہوا شوہر یا بچوں کو لگنے نہ دی۔ گزرتے وقت کے ساتھ دردانہ کے مزاج کی سختی کم ہوئی تو انہوں نے چھوٹی بہن سے ٹوٹے روابط بحال کر ہی لیے۔ فون پر حال احوال پتا کر ہی لیتی۔ ریحان کے بعد حالات سے لڑتے لڑتے تھک گئیں۔ زندگی کی کٹھنائیوں میں رخشی جس طرح تازہ ہوا کا روزن ثابت ہوئی پھر کیا وہ پاگل تھی، جو اس کو اپنے ہاتھوں سے بند کرتی۔ دونوں بہنوں کے درمیان ایک خاموش سمجھوتہ ہو گیا اسی لیے کبھی یہ ذکر دوبارہ نہیں نکلا کہ وہ ایک دوسرے کی سوتیلی بہنیں ہیں، سب انہیں سگی ہی سمجھتے تھے۔ اب کئی سالوں بعد دردانہ نے خود سے رخشی کے گھر آنے کا عندیہ دیا تو ماضی کے سارے منظر اس کی نگاہوں میں پھر گئے، ماں کی مشقت بھری زندگی کیا یاد آئی، آنکھیں بھر آئیں۔ آج بھی آسائشوں کی بہتات میں دردانہ کی وجہ سے والدین کو ملنے والی تکلیفوں کو یاد کر کے لگتا جیسے ہر سو کانٹے سے اگ آئے ہوں۔

......☆☆☆......

"مامی! ڈارلنگ کیا ہو رہا ہے؟ بڑی مزیدار خوشبو آ رہی ہے۔" شاہ نے کچن میں گھستے ہی مامی رخشی کی طرف منہ کر کے جب کہ ڈارلنگ سونو کی طرف جھک کر کہا، اسے چڑانے کا مزہ ہی الگ ہوتا اور وہ ہی ہوا سونیا کا منہ چھوٹی بچی کی طرح بن گیا۔

"بس بیٹا! بریانی دم دے رہی ہوں' آ گئے ہو تو اب لنچ کر کے جانا۔" وہ بریانی کی طرف متوجہ تھیں، دیکھے بغیر بولیں۔ سونیا جو رائتہ بنا رہی تھی کام چھوڑ کر جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی مگر شاہ، جس کی ساری حسیں اس کی مانیٹرنگ پر فائز رہتیں۔ جلدی سے بڑھ کر نرم و ملائم کلائی تھام کر اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ سونیا نے ماں کا لحاظ کیا اور اسے غصے سے گھورنے پر ہی اکتفا کیا' شاہ مراد نے کاندھے اچکا کر اسے دیکھا اس کا استحقاق بھرا انداز سونو کو آگ لگا تا تھا مگر ماں کے سمجھانے کا کچھ اثر تھا سو زبان بند رکھی۔

"واہ...... واہ آپ نے تو میرے پیٹ کی بات چھین لی، اب اتنا اصرار کر رہی ہیں۔ تو آپ کا دل توڑنے کی جسارت کم از کم میں تو نہیں کر سکتا۔" شاہ نے شرارت سے پیٹ پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہا۔

"اللہ جی! اب یہ شام تک مسلط رہے گا، اتر ابھی تو کتنا رہا ہے؟" سونیا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوچا۔ براؤن جینز اور اسکن کلر کی ٹی شرٹ میں' ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو میں بڑا ہی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"کیا نظر لگاؤ گی؟ مامی مجھ پر کچھ مرچیں وار کر جلا دیں۔ بڑا ہلکا خون ہے، بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے۔ خاص طور پر بری نظر والوں کی۔" شاہ نے کالر کھڑے کرتے ہوئے خصوصی طور پر سونیا کو اپنی مدح بھری نگاہوں کی زد پر رکھا ساتھ ساتھ سونیا کی برداشت پر حیران ہوا۔

"ہاں بھئی میرا بیٹا ہے ہی شہزادہ اللہ نظر بد سے بچائے۔" رخشی نے مصروف انداز میں اسے جواب دیا وہ کباب تلنے کے لیے پین میں جلدی سے آئل الٹنے لگیں۔

"مامی! وہ کیا ہے ناکباب کچھ زیادہ فرائی کریں مجھے بہت پسند ہیں۔" شاہ نے رخشی سے فرمائش کی۔

"میں نے پہلی بار اتنی محنت سے چکن کباب خالہ کی فیملی کے لیے بنائے اور یہ شاہ کا بچہ۔" سونیا کی برداشت کی حد یہیں آکر ختم ہوگئی۔

"مما! پلیز اتنے سالوں بعد بڑی خالہ اور میرے کزنز آرہے ہیں اور آپ مفتا توڑنے والوں کو جمع کرنے میں لگ گئیں ان کا کیا ہے یہ تو روزانہ ہی یہاں پائے جاتے ہیں۔" سونو نے کزنز پر زور دیتے ہوئے غصے میں شاہ کو گھورا۔

"بولی...... بولی...... شکر ہے کچھ تو بولی اب مزہ آیا نا ورنہ زندگی ویران ہوگئی تھی۔" شاہ کی ہنسی چھوٹ پڑی۔ کتنے دنوں بعد تو اس کا دیدار ہوا تھا آنکھوں کی پیاس بھلے بجھ گئی ہو مگر من کی پیاس کا کیا کرتا؟ وہ سبز لباس میں ویسے بھی غضب ڈھا رہی تھی، آنکھوں پر لائنر، گلابی لپ، مہکتے کھلے بال۔ شاید مہمانوں کی آمد کی وجہ سے اس طرح خود کو سجانے کا اہتمام کیا تھا ورنہ اول جلول حلیہ بنائے رکھتی۔

"ارے سونو! یہ میری مامی جان کا گھر ہے، جب تمہارے سسرال آؤں نا تو بھلے بھوکا ہی بھگا دینا۔" وہ 'جان' کہہ کر تھوڑا اس کے نزدیک ہوا اور شرارتی انداز میں ایک آنکھ دبائی۔ سونو نے سلگ کر اس کے آہنی بازو پر ایک مکا مارا۔

"آہ......" چوٹ لگنے پر خود ہی اپنا نازک سا ہاتھ دبا کر بیٹھ گئی۔ شاہ اس کی حالت کو انجوائے کرنے لگا۔

"غصے میں اور دلربا لگتی ہے۔" شاہ نے سوچا اور دلکش سی مسکراہٹ اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔

"سونو! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے جو منہ میں آتا ہے بغیر سوچے سمجھے بول دیتی ہو۔ شاہ کو یہاں آنے کے لیے تمہاری پرمیشن کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی کا کیا بنے گا؟" رخشی نے کوکنگ رینج کی آنچ دھیمی کی اور ہاتھ پونچھتی ہوئی مڑی۔ سونو کی کلاس لینے لگیں جو سر جھکائے منہ پھلائے کھڑی اپنے دوپٹے کا کونا مروڑ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں بچوں کی باتوں کو انجوائے کررہی تھی۔ مگر ابھی سونیا کو دبا کر رکھنا ضروری تھا ورنہ دردانہ آپا کے سامنے جانے کون سے گل کھلا بیٹھے۔

"ارے مامی کیوں پریشان ہورہی ہیں سسرال جاکر اچھے اچھوں کے کس بل نکل جاتے ہیں۔ آپ کی سونو بھی سدھر ہی جائے گی۔" شاہ نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے مزید جلانے کی سعی کی تو وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی رخشی نے بیٹی کو جاتے دیکھا اور شاہ کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھا۔ وہ سر جھکا کر ہاتھ جوڑنے لگا۔

شاہ مراد کو ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ اس کے بے ضرر مذاق کو سونیا اس انداز میں لے گی تو وہ بھول کر بھی ایسی باتیں نہ کرتا۔

......☆☆☆......

"خالہ جی! مٹر پلاؤ اور آلو قیمہ تو پکا رہی ہوں خالو جی کے لیے بکرے کے گوشت کا اسٹو بھی بنا دیا ہے، ان کو بہت مرغوب ہے نا۔" سفینہ جوان لوگوں سے چھلے ہوئے مٹر لینے آئی تھی بتاتی ہوئی پیالہ لے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ دردانہ کی سواری باد بہاری اپنے بڑے بیٹے زوہیب، اس کی بیوی سفینہ، پوتی اور چھوٹے بیٹے صہیب کے ساتھ کراچی میں اتری تھی۔

"آپا! آپ کی بہو سفینہ مجھے بہت پسند آئی۔ ماشاءاللہ سے خاصی سمجھدار اور سلیقہ شعور ہے، جب سے آئی ہے پورا کچن اکیلے ہی سنبھالا ہوا ہے، مجھے تو کام کرنے ہی نہیں دیتی۔ میں تو کہتی ہوں کے آپ بہت خوش قسمت ہیں ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو سسرال میں کافی لیے دیئے سے رہتی ہیں چہ جائیکہ خالہ ساس کا گھر مگر وہ تو لگتا ہے اس خاندان میں جانے کب سے رچی بسی ہے۔ بس میں تو چاہتی ہوں میری سونو بھی ایسے ہی گن اپنا لے۔" رخشی کی نظریں سفینہ کا پیچھا کررہی تھیں ہنستی مسکراتی سفینہ انہیں بہت بھائی تو انہوں نے کھلے دل سے بہن کے سامنے اعتراف کر ڈالا۔

"اے رخشی یہ تم اپنی سونو کا موازنہ ہر ایک کے ساتھ

مت کرنے بیٹھ جایا کرو ہاں نہیں تو میری بھانجی کی تو بات ہی الگ ہے اور یہ سفینہ بس بہن...... دور کے ڈھول سہانے...... بڑی گھنی ہے اس کو تو عادت ہے دوسروں کی چاکری کر کے نمبر بڑھانے کی ورنہ مجھ سے پوچھو یہ میرا ہی دم ہے جو اس چاپلوس کے ساتھ گزارا کر رہی ہوں۔ بس بہن سیدھی ہوں نا اسی لیے سب اپنی مرضی چلا لیتے ہیں۔''
دردانہ کو بہو کی تعریف بالکل نہیں بھائی۔ بہن کو مکھن لگانے کے ساتھ ساتھ سفینہ کے بارے میں بھی مدح سرائی کی رخشی کو ان کے منہ سے ایسی باتیں سن کر دکھ ہوا۔ اگر وہ بڑی بہن کی مزاج آشنا نہ ہوتی تو شاید ان کی بات پر یقین بھی کر لیتیں مگر وہ تو خود ان کی زخمی تھیں۔
''آپا! پھر بھی مجھے تو وہ اچھی لگی اب دیکھیے نا آپ کی بڑی بہو گھر کو سنبھالنے والی ہے تو جب صہیب کی دلہن آئے گی تو وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلے گی کیوں کہ جس گھر کی بڑی بہو ٹھیک ہو وہاں عموماً بعد میں آنے والی بہوؤں کو بھی گھر کے نظام میں اتنی مداخلت کا موقع نہیں ملتا۔'' رخشی نے نرمی سے ان پر سفینہ کی خوبیاں عیاں کرنے کی کوشش کی تو دردانہ نے منہ بنا کر سر جھٹکا۔
انہیں کراچی آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ دونوں بہنیں دھوپ میں تخت پر بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔
''ارے رخشی تم دیکھنا میری چھوٹی بہو تو بڑی پر بھی بھاری ہوگی۔'' دردانہ کا لہجہ معنی خیز تھا۔
''اچھا تو کیا صہیب کے لیے بھی لڑکی ڈھونڈ رکھی ہے؟'' رخشی نے نئے آلوؤں کو چھری سے کھرچتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔
''نہیں بہن ایک سفینہ کو غیروں سے لا کر بھر پائی اب چھوٹی تو اپنے میکے سے ہی لاؤں گی۔'' دردانہ کی بات نے رخشی کے اندر خطرے کی گھنٹیاں سی بجا دیں۔
''کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں؟'' چھری رخشی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔
''اے لو اتنی نا سمجھ تو تم کبھی نہیں تھی جوان بیٹی کی ماں ہو میں صہیب کے لیے سونیا کا ہاتھ مانگ رہی ہوں،

ویسے تو اسے لڑکیوں کی کمی نہیں پر میں نے سوچا کہ میری بھانجی ہوگی تو میرا خیال بھی زیادہ رکھے گی میں بھی اسے پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گی۔ ویسے بھی صہیب نے تو جب سے سونو کو دیکھا ہے ضد لگا رکھی ہے کہ چھوٹی خالہ سے رشتے کی بات کریں۔'' انہوں نے خوش دلی سے قہقہہ لگایا پر رخشی پھٹی پھٹی نگاہوں سے بہن کو دیکھنے لگیں۔
''آہ...... یا اللہ...... رحم لگتا ہے کہ میرا کوئی نیا امتحان شروع ہونے والا ہے؟'' ان کی نگاہیں آسمان کی طرف مدد کے لیے اٹھیں۔
''ارے اس دفعہ تو میں کراچی آئی ہی بہت خاص مقصد سے ہوں۔ اپنے صہیب کے لیے تمہاری سونو کا ہاتھ مانگنا چاہتی ہوں۔'' دردانہ کی محبت کا پردہ جلد ہی چاک ہو گیا سونو جو ماں اور خالہ جانی کو چائے دینے آ رہی تھی حیران ہو کر ان کی باتیں سننے لگی۔
''آپا! برا مت مانیے گا صہیب اچھا لڑکا ہے پر میں شاید آپ کو بتانا بھول گئی سونیا کی بات تو میری نند کے بیٹے شاہ مراد سے بچپن سے ہی طے ہے ہم لوگ تو جلد ان دونوں کی باقاعدہ منگنی کرنے کا سوچ رہے ہیں۔'' اس نے سنبھل سنبھل کر بات بتائی۔
''ارے واہ، بہن! کر دیا نا پرایا سونو کا رشتہ بھی طے کر دیا مجھے ہوا بھی نہ لگنے دی۔ ویسے بھی ابھی رسم ہوئی تو نہیں نا انہیں منع کر دو کوئی آفت نہیں آئے گی اب تو نے رشتے جوڑنے کا موقع تمہارے ہاتھ میں ہے سوچ لو اب یا تو نیا تعلق جڑے گا یا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔'' انہوں نے سفاکی سے کہا اور جذباتی بلیک میلنگ شروع کر دی۔
''آپا! جو تعلق اتنی کچی بنیادوں پر جما ہو...... ان کا قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب میں اپنے سسرال سے دشمنی تو نہیں مول سکتی رہی صہیب کی بات میں خود اس کا رشتہ کسی اچھی لڑکی سے کروا دوں گی۔'' رخشی نے بہن کا ہاتھ تھام کر لجاجت سے کہا جسے دردانہ نے ناراضی سے چھڑا لیا شاید دردانہ کے ذہن میں وہ ہی برسوں پرانی رخشندہ تھی۔ جوان کے ذرا سے غصہ پر دبک جاتی تھی مگر وہ بھول گئیں تھیں کہ

وقت ایک سا نہیں رہتا اب تو پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا تھا۔

"بس بہن رہنے دو دیکھ لی تمہاری محبت تم ہمیشہ ان لوگوں سے دب کر رہتا رہی صہیب کے لیے لڑکی ڈھونڈنے کی بات تو میں سالوں سے یہ ہی کام کر رہی ہوں لاہور میں میرا بہت بڑا امیرج بیورو ہے سفینہ کو بھی تو میں نے ہی پسند کیا تھا جس کی تعریف کرتے تمہاری زبان نہیں ٹھہر رہی میرے صہیب کو بھی کمی نہیں ہوگی۔ خیر میں جب تک کراچی میں ہوں سوچ لو ویسے بھی ابھی رسم ہوئی تو نہیں اگر تم میں ہمت نہیں تو میں اس معاملے میں خود ظفر میاں سے بات کرنے کو تیار ہوں۔" وہ جوش میں ہوش کھو بیٹھیں زور وشور سے بہن پر برس پڑیں۔

"آپ ان سے کوئی بات مت کیجیے گا مجھے ہی کچھ سوچنے دیں۔" رخشی کا چہرہ اتر گیا دردانہ آج بھی پہلے جیسی تھیں۔ مفاد کی ماری رخشی نے فی الحال اسے ٹالنے کے لیے ایسا بول دیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات شوہر کے کانوں تک پہنچے۔ وہ جو بڑی آپا! بڑی آپا کر کے انہیں اتنی عزت دے رہے ہیں وہ ان سے بھی جائیں۔ دردانہ بہن کو سوچوں میں گم دیکھ کر وہاں سے دھیرے سے اٹھ گئیں۔

سو لوٹرے تھامے حیران و پریشان کھڑی نظر آئی تو دردانہ نے جلدی سے کر مچھ کے آنسو بہاتے ہوئے اسے بھینچ لیا۔ سونیا بھی بڑی خالہ سے چمٹ گئی۔ ننھیالی رشتوں کے لیے ترسی ہوئی سونیا کو ماں کا انداز بہت برا لگا تھا وہ خالہ کی محبت سے بڑی متاثر نظر آئی۔

"بڑی خالہ کتنی اچھی ہیں مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں۔ صہیب بھائی بھی کتنے سنجیدہ مزاج اور اسمارٹ ہیں کم از کم شاہ جیسے بدتمیز تو نہیں کیا مضائقہ ہے جو میں خالہ جانی کے گھر بیاہ کر چلی جاؤں وہ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں پھوپو کی طرح نہیں کہ ہر وقت کی نصیحتیں۔ سفینہ بھابی بھی کتنی اچھی ہیں۔" شاہ سے تازہ تازہ منہ ماری ہوئی تھی اسی لیے سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ چائے کے کپ میں جھانکتے ہوئے اس نے اپنے اندر بھی جھانک لیا اور بھولپن سے مسکرا دی کم عمری نے اسے دنیا کو پہچاننے کی صلاحیت ہی کہاں بخشی تھی۔ اس پر دردانہ کا ہر وقت کا محبتیں نچھاور کرنا اس کی روح کو جیسے اندر تک سیراب کر گیا۔

......☆☆☆......

سونیا بی بی کن کاموں میں لگی رہتی ہیں دو گھڑی ہمارے پاس بھی بیٹھ جائیں۔" صہیب نے مسکرا کر ٹیبل کا شیشہ چمکاتی سونیا کو آواز لگائی' اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی رخشندہ کا دماغ خراب نہیں ہوا تھا' گھر کے اکثر کام وہ خود کرتیں اور یہ ہی عادت انہوں نے بیٹی کو بھی سکھائی تھیں۔ زوہیب جو بھائی کے پاس ہی بیٹھا چائے پی رہا تھا مسکرا اٹھا۔

"جی بولیے کوئی کام تھا؟" سونیا خوش دلی سے بولی اسے اپنا یہ کم گو لیے دیے سے رہنے والا کزن برا نہیں لگتا تھا جو کتابوں میں کھویا رہتا' شاہ کی طرح نہیں' جانے کیا بات تھی اتنا چڑنے کے باوجود اس کی ہر بات کی تان شاہ پر ہی آ کر ٹوٹتی تھی یہ محبت تو نہیں' اس نے خود کو ٹٹولا پھر سر جھٹک کر صہیب کے پاس جا بیٹھی۔

"جناب! یہ بتایئے شاعری وغیرہ سے بھی کوئی دلچسپی ہے؟" صہیب نے خوش گوار ماحول کا لطف اٹھاتے ہوئے تازہ سانس اپنے اندر کھینچی اور مسکرا کر بولا۔ خالہ جان کا گھر کتنے اچھے علاقے میں ہے بڑے سے لان میں لہلاتے پھولوں کے پودے آنکھوں کو تراوٹ بخشتے ایک ان کا گھر گلی میں گھستے ہی گٹر کی بدبو سے دماغ سڑنے لگتا۔

"خیر شادی کے بعد تو میں اوپر والی منزل میں شفٹ ہو جاؤں گا انسان کی اپنی پرائیوی بھی کوئی چیز ہے۔" صہیب کا دماغ تیزی سے منصوبہ بندی کرنے لگا اور اس نے فخر سے سر اٹھا کر سنہری بارڈر والی سنگ مرمر کی سیڑھیوں کو دیکھا جو اوپری منزل پر جا کر گم ہو گئیں تھیں۔

"جی بس اچھے شعر کو سننے کی حد تک بہت گہرائی میں نہیں جاتی۔" اس نے بے پروائی سے کہا صہیب اپنی سوچوں سے باہر آیا تو دل سونیا کے معصوم حسن پر فدا ہونے لگا مدہوش ہو کر اسے یک ٹک دیکھنے لگا۔

"مصیب! دیکھو سونیا کچھ کہہ رہی ہے۔" زوہیب کی نگاہیں ان دونوں پر ہی لگی تھیں بھائی کو عین وقت پر پکارا تو وہ ہوش و حواس کی دنیا میں لوٹ آیا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"ہماری گڑیا کو شعر و شاعری سے کچھ خاص لگاؤ نہیں۔" زوہیب نے دانت پیس کر بھائی کو دیکھا اور کمک فراہم کی۔

"اچھا چلو کوئی بات نہیں اچھی لگنے لگے گی۔" مصیب نے بالوں میں خاص ادا سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بالکل اب تم شعر و شاعری میں دلچسپی لینا شروع کر دو ورنہ بعد میں مشکل ہو جائے گی ہمارا مصیب کا اس معاملے میں ذوق بہت اعلیٰ ہے۔" زوہیب نے فوراً ہی ایک جھوٹ گھڑا اور بھائی کو آنکھ مارتا ہوا مہی کو گود میں اٹھا کر ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تاکہ دونوں تنہائی میں بے تکلف ہو سکیں وہ اس کھیل کا پرانا کھلاڑی جو ٹھہرا۔

"یہ زوہیب بھائی کو کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا ان کی؟" سونیا نے منہ بگاڑا بڑی خالہ کی بات اس کے کانوں میں پڑ چکی تھی مگر وہ انجان بن گئی۔

"ارے کچھ نہیں ان کی تو عادت ہے مذاق کی۔" اس کے تیکھے تیوروں سے مصیب گھبرا اٹھا وہ بنتی بات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

"خیر ہمیں کراچی آئے ہوئے کافی دن ہو گئے مگر آپ کیسی میزبان ہیں کہ گھمایا پھرایا بھی نہیں۔" مصیب مطلب کی بات کی طرف آیا اسے ویسے بھی گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا پھر خالو کی بڑی سی گاڑی میں بیٹھنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔

"ہونہہ یہ تو ہے چلیں، پھر بناتے ہیں ایک پروگرام آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ کس سخی کزن سے پالا پڑا ہے۔" وہ ہنس دی۔ مصیب کو لگا کہ آس پاس جلترنگ سے بج اٹھے ہوں وہ اس کی ہنسی میں کھونے لگا۔

"ارے..... سونو! ذرا ناشتے میں میری مدد کروانا۔" سفینہ کسی کام سے باہر آئی تو مصیب کو یوں سونیا کے قریب بیٹھا دیکھ کر اس کا دل دھڑکا ذہن میں فوراً شکر ہے اور چڑیا کا خیال آیا بہانے سے اسے بلا لیا۔ وہ مصیب کو اچھی طرح سے جانتی تھی جسے گلی کی ہر دوسری لڑکی سے عشق ہو جاتا تھا جھوٹا، سنکی، خود غرض انسان جو ایک خوب صورت جسم کو ہی پیار کا محور سمجھتا تھا۔

جب سے سفینہ کراچی آئی اسے سونیا اور رخشی نے اتنی عزت اور مان دیا وہ بھولی بھالی سی نیک روحیں کیا جانیں کے پل بھر میں کیسی کیسی سازشیں پروان چڑھ جاتی ہیں۔

"اف میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلانے کے لیے سونیا جی آپ کا خیال بھی کافی ہے۔" مصیب نے اسے بھابی کی پکار پر جاتے دیکھا تو سرشاری سے انگڑائی لی۔

"اس منحوس کا کیا کروں جو سونو تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے؟" ایک دم شاہ مراد کا مسکراتا چہرہ نگاہوں میں گھوما تو ہاتھ فضاء میں ہی ٹھہر گئے۔ مصیب نے مسکراتے لبوں کو سختی سے بھینچا اچھائی کا خول چٹخنے لگا تنہائی میں اپنے اوپر نقاب چڑھانے کی ضرورت ہی کیا تھی دل ہی دل میں عادت کے مطابق شاہ مراد کو بری بری گالیوں سے نوازنے لگا۔

.....☆☆☆.....

"کیا حال ہے بھابی، بہن کیا آئیں آپ نے تو ہم لوگوں کو بھلا ہی دیا۔" حمیرا رخشی اور سونیا کو دیکھ کر کھل اٹھی۔ شگفتگی سے مذاق کیا جو سونیا کو طنز لگا وردانہ کے زیر سایہ رہ کر اپنوں کے لیے اس کی سوچوں میں بھی آلودگی سی جھلکنے لگی تھی۔

"واہ! تم اور شاہ کو کیسے بھلا سکتی ہوں۔ بس وہ مہمانوں کی وجہ سے مصروفیت بڑھ گئی۔ آج آپا سب کو لے کر اپنی کسی ملنے والوں کی طرف نکلی تو میں جلدی سے تیار ہو کر یہاں آ گئی۔" رخشی نے محبت سے نند کو گلے لگا کر چوما۔

"سونو بیٹا! کیا سوچ رہی ہو بیٹھو نا؟" حمیرا نے سونیا کو سوچوں میں گم پایا تو بولی۔

"بیٹا! پہلے ایسا کرو ڈرائیور سے سامان نکلوا کر کچن میں

رکھواؤ اور پھر بوا سے اچھی سی چائے بنوا کر ساری چیزیں پلیٹوں میں رکھ کر لے آؤ۔" رخشی نے اسے ست ست سا بیٹھے دیکھا تو فوراً ہی اٹینشن کیا۔ وہ یہاں آنے کو بالکل تیار نہیں تھی رخشی زبردستی لے کر آئیں تھیں۔

"سونو بوا تو چھٹی پر ہیں تم لوگ بیٹھو میں چائے بنا لاتی ہوں۔" انہوں نے اندر کی طرف بڑھتی سونیا کو دیکھا تو پیار سے پکارا۔

"ارے نہیں بھلا سونیا کے ہوتے ہوئے تم کیوں چائے بناؤں گی بیٹھ جاؤ۔" رخشی نے نند کا ہاتھ تھام کر دوبارہ صوفے پر بٹھایا۔

"بھابی! خیریت تو ہے.... کیا کیا بنا لائیں؟" حمیرا نے مسکرا کر پوچھا اپنوں کو دیکھ کر موڈ ایک دم خوش گوار ہو گیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں میں نے آج آمیگنی اور اسپرنگ رول بنائے تھے جانتی ہوں کے شاہ کو بہت پسند ہیں بس اسی لیے سب اٹھا کر گاڑی میں رکھوایا اور آ گئی۔" رخشی کا انداز اور خلوص بناوٹ سے اتنا پاک ہوتا کہ حمیرا بھی بھی کبھی بھائی کی قسمت پر رشک کرتی۔

"وہ آئیں گھر میں ہمارے.... کبھی ہم ان کو بھی اپنے غریب خانے کو دیکھتے ہیں۔" شاہ مراد بوا کو چائے کا کہنے کچن میں داخل ہوا تو سرخ کرتے اور بلیک ٹراؤزر میں سونیا کو چائے کا پانی رکھتے دیکھا۔ اس کی تو دل کی کلی کھل اٹھی۔

"ویسے اس کو غریب خانہ کہتے ہیں تو محل کیا ہوں گے؟" سونیا نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر اس شاندار چمکتے کچن کو دیکھا جس کے کیبنٹ کی ووڈ کی چمک اپنی قیمت خود بتا رہی تھی مراد احمد نے اپنے گھر کو ہر مہنگی سے مہنگی اور قیمتی اشیاء سے سجایا تھا وہ سر کھجانے لگا۔

ہا..... ہا..... اب محل ہے یا جھونپڑا تمہارا ہی ہے۔ اس کی اصل قیمت تو اس وقت پتا چلے گی جب میری سونو کے قدم یہاں پڑیں گے۔" شاہ نے اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے پیار سے کہا اتنے دنوں بعد دیکھا تو لگا آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی ورنہ دنیا اندھیری سی لگنے لگی تھی۔

"بس..... بس..... اپنا منہ دھو ہی رکھو میری جوتی کو بھی یہاں آنے کا کوئی شوق نہیں۔" سونیا نے اس سے نگاہیں ملائے بغیر پانی میں چائے کی پتی ڈالتے ہوئے تختی سے جواب دیا یہ جانے بغیر کے اس کی بات نے شاہ مراد کے دل کو کیسا زخمی کر دیا۔ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا اور دونوں ہاتھوں کو کاؤنٹر پر اس طرح رکھا کے وہ اس کے گھیرے میں پھنس کر رہ گئی۔

"مس سونیا ظفر آنا تو آپ کو اسی گھر میں ہے اگر مجھ سے جدا ہونے کا کوئی خیال آپ کے دماغ کے آس پاس بھی بھٹک رہا ہو تو اسے فوراً جھٹک دیں میرا تعلق ایک غیرت مند خاندان سے ہے ہم اپنی عورتوں کے معاملے میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں آپ کو چھوڑ دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" شاہ مراد کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں۔ سونیا گھبرا کر کسمانے لگی مگر اپنی جگہ چھوڑنے کی ہمت نہ کر سکی۔

"شاہ مراد! تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ میں تمہاری زر خرید ونڈی نہیں ہوں جو تمہارے اشاروں پر چلوں گی۔" سونو نے چبا چبا کر کہا۔

"آ..... آ..... ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی تم مجھے اس وقت سے پیاری ہو جب مجھے پیار کا مطلب بھی پتہ نہیں تھا۔ منگیتر والی بات تو مجھے ابھی پتا چلی ہے اب تو پیار اور غیرت دونوں ہی جذبے تمہاری آزادی کے بیچ میں حائل ہیں۔ میرے سوا کسی اور کی بنا دی جاؤ یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گا۔ یقین نہ ہو تو آزما لو اٹس مائی چیلنج۔" شاہ مراد کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔

"تمہاری بات 'میں' سے شروع ہو کر 'میں' پر ہی کیوں ختم ہو جاتی ہے اگر یہ ہم دونوں کی زندگی کا معاملہ ہے تو صرف تمہاری مرضی کیوں؟ میں کچھ نہیں شاہ مراد صاحب ٹھیک ہے کر لیجیے زبردستی پھر یہ جسم تو

اس گھر میں آئے گا پر میری روح بہت پیچھے رہ جائے گی۔" سونیا کو اس کی محبت بھی دھونس اور دھمکی لگی وہ اس کی محبت کو سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔

"اتنی بے زار ہو مجھ سے؟" شاہ مراد کی آنکھوں میں اچانک نمی اتر آئی وہ جھٹکے سے وہاں سے ہٹا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا سونیا وہیں کاؤنٹر پر سر ٹکا کر بری طرح رو دی۔ انسانی فطرت بھی عجب تغیرات کا مجموعہ ہے۔ حاصل محبت کو نظر انداز کر کے لاحاصل چیزوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے، شاید مغالطے میں رہنا اسے پسند ہوتا ہے تب ہی تو سونیا بھی لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھی رہی دل کی آنکھ سے دیکھتی تو شاہ کی محبت کی سچائی پر ایمان لے آتی۔

☆☆☆

"کیا بات ہے، ہماری سونیا گڑیا کیوں اداس لگ رہی ہے۔" دردانہ نے سونیا کے برابر بیٹھ کر پیار سے پوچھا، جو کتابیں اپنے سامنے پھیلائے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ شاہ مراد نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا۔ اس دن کی لڑائی کے بعد سے دونوں میں بات چیت بھی بند تھی۔

"کچھ نہیں خالہ جانی! بس پڑھتے پڑھتے سر میں درد ہونے لگا تو یہاں آ گئی۔"

"اچھا یہاں آؤ میں بالوں میں تیل لگا دوں۔ ایسا مساج کروں گی کہ سارا درد بھاگ جائے گا، بچپن میں تمہاری ماں کے کرتی تو وہ فریش ہو جاتی تھی۔ یہ تو بس رخشی کے سسرال والوں کی وجہ سے بیچ میں دوریاں حائل ہو گئیں۔" انہوں نے تیل کی بوتل کھول کر اس کے سر پر مساج کرتے ہوئے جھوٹ گھڑا۔ اس بات پر تو پورے گھر کو کمال حاصل تھا۔

"وہ ہی تو بڑی خالہ میری ساری سہیلیاں اپنے ننھیال والوں کے قصے سناتی ہیں تو میرے پاس بتانے کو کچھ ہوتا ہی نہیں۔ بس حسرت سے ان سب کا منہ تکا کرتی۔" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی دردانہ کا شاطر دماغ فوراً کام میں لگ گیا۔

"میری بچی! ایسا ظلم..... پر تم ظفر میاں سے کہہ کر ٹکٹ کراتی اور لاہور آ جاتی مگر شاید تمہیں غریب خالہ سے ملنے میں شرم محسوس ہوتی ہوگی۔ اپنی ماں کی طرح۔" دردانہ نے فوراً اس کے جذباتی پن کا فائدہ اٹھا کر بے پر کا کوا بنایا۔ موقع جو مل گیا پھر کیوں نہ فیض یاب ہوتیں۔ ویسے بھی رخشی ظفر اقبال کے ساتھ کسی کام سے باہر گئیں ہوئی تھی میدان صاف دیکھ کر وہ کود پڑیں۔

"نہیں خالہ جانی! آپ غلط سوچ رہی ہیں۔ ہمارے گھر میں کوئی ایسا نہیں سوچتا نہ میں نہ ہی مما۔" سونو نے فوراً ہی مڑ کر خالہ کو دیکھا اور ماں کی حمایت کی۔

"اے میں یہ کب کہہ رہی ہوں کہ وہ ایسا سوچتی ہے۔ وہ بیچاری تو بہت اچھی ہے پر اسے سسرال میں گزارا بھی تو کرنا ہے۔" سونیا کے بے ضرر سے اعتراض پر دردانہ نے فوراً پینترا بدلا۔

"بڑی خالہ! میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" اس نے مڑ کر بغور دردانہ کو دیکھا۔

"بچے! برا مت ماننا تمہاری پھوپی حمیرا بہت تیز ہے اور شاہ مراد اس سے بھی چار ہاتھ آگے۔ رخشی نے تو تمہیں کبھی بتایا نہیں ہوگا اور نہ ہی تم اس سے پوچھنا پر حمیرا نے ساری عمر میری بہن کو غریب میکے کا طعنے دیا اسے اپنے بھائی کی دولت کا شروع سے بہت زعم تھا میری بہن بیچاری کیا کرتی، اپنا گھر بچانے کے لیے مجھ سے ملنے سے معذرت کر لی ارے تمہارے ددھیال والوں نے اس کے دل پر بہت گھاؤ ڈالے مگر وہ وفا شعار بندی منہ سے اف نہ نکالا سر جھکا کر گزارا کیا وہ تو ان لوگوں کے دباؤ میں اس قدر رہتی ہے کہ اگر میں ابھی بھی ان لوگوں کے خلاف کچھ منہ سے نکالوں تو الٹا مجھ سے ہی لڑ بیٹھے گی۔" دردانہ نے بھانجی کے بھولے پن کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سوچوں کا رخ منفی سمت پر موڑ دیا۔ سونیا کنفیوز سی انہیں تکے گئی کبھی لگتا کہ حمیرا پھوپو ایسی نہیں کبھی سوچتی بڑی خالہ کہہ تو صحیح رہی ہیں۔ جب ہی تو شاہ کے رشتے والے معاملے پر اس کی ماں بیٹی کی جگہ ان لوگوں کا ساتھ دیتی ہے۔ دردانہ نے بیج بو دیا اس کا کام ختم سونیا کو سوچوں میں

گم پا کر مسکرا دیں۔

"نہیں بڑی خالہ! شاہ مراد اور پھوپو ایسے نہیں ہیں۔" وہ کچھ بھی سوچتی پر دل کا ایک کونا ابھی بھی ان لوگوں کی حمایت کررہا تھا۔ اس سے قبل کے دردانہ اور فساد پھیلاتی' دروازہ کھلا وہ دبک کر مستعدی سے مساج کرنے لگیں۔

"ارے واہ بھئی خالہ اور بھانجی میں بڑے لاڈ ہورہے ہیں؟" ظفر اقبال سامان سے لدے پھندے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئے تو دردانہ کو سونیا کے سر کا مساج کرتا دیکھ کر چہکے۔

"ہاں بھیا! ہم تو محبت والے لوگ ہیں پیسہ کوڑی تو ہے نہیں پیار محبت ہی بانٹنے آگئے تمہیں بہت زحمت دے رہے ہیں اب واپسی کا سوچ رہی ہوں۔" دردانہ نے مسکرا کر بہنوئی سے لجاحت سے کہا رخشی جوان کے پیچھے اندر داخل ہوئی تھی بہن کے جانے کا سن کر دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ کوئی طوفان لانے سے پہلے آپا نے واپسی کا تو سوچا ورنہ تو اس کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔

"یہ کیا آپا! ہمیں غیر سمجھتی ہیں اتنے سالوں بعد تو آئی ہیں ابھی تو میں آپ کو بالکل جانے نہیں دوں گا خیر یہ لیجیے میں نے اپنی آپا کے لیے یہ تین سوٹ خریدے ہیں امید ہے کہ پسند آئیں گے؟" ظفر اقبال نے رخشی کے کچھ کہنے سے قبل ہی ان کے جانے کا پروگرام ملتوی کردیا خوش دلی سے مسکراتے ہوئے شفون کے قیمتی سوٹ ان کی گود میں رکھے رخشی کے چہرے پر پھیلی مایوسی دردانہ کو مزہ دے گئی۔ وہ کون سا سچ بول رہی تھیں۔ ابھی تو ان کا پلان ادھورا تھا سوٹ دیکھ کر ان کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی ظفر اقبال کو دعائیں دینے۔

......☆☆☆......

"رخشی خالہ! آجاؤں اندر؟" سفینہ مسکراتی ہوئی رخشندہ کے کمرے میں داخل ہوئی جو اپنی الماری ٹھیک کررہی تھی۔

"ہاں...... ہاں...... سفینہ آؤ نا اپنوں کو اجازت کی کیا ضرورت؟" وہ خوش دلی سے مڑی اور صوفے پر سے کپڑے بیڈ پر رکھ کر سفینہ کے لیے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

"خالہ! آپ اور سونیا مجھے بہت اچھی لگیں اوروں سے بالکل مختلف بے غرض...... بے ریا۔" رخشی کو اس کا لہجہ کھی سا لگا وہ کچھ کچھ سمجھ گئی۔

"ہونہہ...... آپا شروع سے ہی کچھ الگ مزاج کی ہیں ابھی شروع شروع کی بات ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمہارے ساتھ سیٹ ہوجائیں گی ویسے بھی میری ایک بات پلو سے باندھے رکھنا یہ مشرقی عورت ہی ہے جسے دکھ جھیلنے کا سلیقہ ہوتا ہے ہاں درختوں کی طرح جو دھوپ کی سختی جھیل کر بھی اپنے نیچے بیٹھنے والوں کو سایہ فراہم کرتے ہیں بالکل اسی طرح ہماری عورتوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہی گھرانے جڑے رہتے ہیں۔" رخشی نے بظاہر اس کی دل جوئی کے لیے نصیحتیں کی ورنہ وہ جانتی تھی کہ آپا کے ساتھ گزارا کرنا ایسا سہل نہیں۔

"چھوڑیں خالہ! میری قسمت میں جو برائی لکھی تھی وہ مجھے مل گئی مگر سونو......" ابھی اس نے یہ ہی بولا تھا کہ دردانہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی اور سفینہ کا رنگ فق ہوگیا۔

آیئے نا آپا! بیٹھیے میں نے سفینہ کو بلایا تھا مشورہ کرسکوں کہ پنک پر کون سے کپڑے پہنوں؟" رخشی نے دردانہ کا لال بھبوکا چہرہ اور سفینہ کو گھبراتا دیکھ کر جلدی سے بات بنائی۔

"ہاں کیوں نہیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہوگا پر مجھے بھی ابھی سفینہ سے بہت ضروری کام ہے۔" انہوں نے دونوں کو گھور کر دیکھا۔

"چلو کوئی نہیں میں یہ بادامی کرتا شلوار پہن لوں گی تم جاؤ دیکھو انہیں کیا کام ہے؟" رخشی نے نرمی سے کہا اور سفینہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"بہو! ذرا میرے کمرے تک چلنا۔" انہوں نے کچا چبا جانے والی نگاہوں سے دیکھا بناوٹی لگاوٹ دکھائی۔

"جی چلیے۔" سفینہ کے منہ سے مری مری آواز نکلی وہ فوراً ان کے پیچھے سر جھکا کر چل دی رخشی کو شبہ سا تھا جیسے

درواینہ کو اس کا اور سفینہ کا تنہائی میں بات کرنا پسند نہیں۔ پہلے بھی وہ ان دونوں کو بات کرتا دیکھ کر چوکنا ہو جاتیں۔ اکیلا نہ چھوڑتی۔ اکثر بیچ میں کود پڑتیں آج ان کے اندازوں کی تصدیق ہوگئی مگر کیوں؟ رخشی حیران ہوئیں۔

......☆☆☆......

"کیا بات ہے امی کن سوچوں میں گم ہیں؟" شاہ نے ڈائننگ ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ میں سے ایک سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے ماں سے سوال کیا۔

"پتا نہیں مجھے تو رخشی اور سونیا کی سمجھ نہیں آرہی؟" اسے حمیرا بہت چڑی ہوئی لگیں ٹھنڈی سانس بھر کے اوپر کی طرف دیکھا۔

"کیوں اب کیا ہوگیا؟" شاہ نے ماں کے پیچھے کھڑے ہو کر کاندھے دبانا شروع کردیا۔

"ارے ہونا کیا ہے، آج مجھے سونیا کو ساتھ لے کر شاپنگ پر جانا تھا تیاریاں پوری ہو تو رسم کی تاریخ رکھی جائے مگر صبح ہی تمہاری مامی کا فون آگیا کہ سونیا اپنی خالہ کی فیملی کے ساتھ پکنک پر جارہی ہے اس لیے شاپنگ پر نہیں جائے گی تو آج کا پروگرام کینسل کردیں۔" انہوں نے تفصیل بتائی تو شاہ کے دل پر کانٹا سا چبھا پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس کے ماموں کے گھر کوئی پروگرام بنا پر اسے خبر نہیں۔

"او...... ہاں پتا ہے سونو کی کال تو آئی تھی جانتی ہیں نا کتنا بھلکڑ ہوگیا ہوں۔" شاہ نے ماں سے نظریں چراتے ہوئے بات بنائی ورنہ آج اس نے آفس سے چھٹی ہی اس لیے کی تھی کہ وہ ان دونوں کو شاپنگ پر لے کر جائے گا۔ حمیرا ماں تھیں بیٹے کی بدلتی رنگت بھانپ کر افسردہ ہوگئیں بھتیجی پر جی بھر کر غصہ آیا۔

"شاہ! ادھر آکر بیٹھو میری بات غور سے سنو۔" انہوں نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے برابر والی کرسی پر بٹھایا پیار سے ماتھے پر گرے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"جی امی! بولیے۔" وہ ماں کی محبت پر زبردستی مسکرایا۔

"بیٹا! مجھے سونو بہت پیاری ہے مگر تم سے زیادہ نہیں بھلا اس طرح سے زندگی کی گاڑی کیسے چلے گی؟ ہمیشہ شادی اس سے کرنی چاہیے جو تمہیں چاہے زندگی مسرتوں سے بھر جاتی ہے ورنہ وہ ہی حال ہوتا ہے جو تمہارا ہو رہا ہے۔ اس بارے میں اچھی طرح سے سوچ لو ابھی بھی دیر نہیں ہوئی۔" انہوں نے بڑی سنجیدگی سے بیٹے کو دبے لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیر تو ہو چکی ہے امی! اب تو یہ مرض ناقابل علاج ہے۔" اس نے سینہ مسلتے ہوئے بے قراری سے کہا حمیرا نے بیٹے کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ سفید ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں اونچا لمبا اس کی وجاہت نظر انداز کی جانے والی تو نہیں لیکن شاید سونو کو شاہ کی محبت بن مانگے مل گئی جب ہی اس نے قدر نہ جانی۔

"تم اس کی خاطر کتنا بھی جھوٹ بولو مجھے سب خبر رہتی ہے اس دن بھی جب وہ لوگ یہاں آئے اس لڑکی نے جانے ایسا کیا کہا کہ تم تیزی سے گاڑی بھگاتے جانے کہاں نکل پڑے۔ وہ بھی رخشی کو لے کر فوراً واپس چلی گئی۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں جو ان باتوں کو نہ سمجھوں بالشت بھر کی لڑکی نے نچایا ہوا ہے اپنے معاملات سدھار لو ورنہ...... جس دن میرا دماغ خراب ہوا میں ظفر بھائی سے بات کرنے پہنچ جاؤں گی۔" جوان بیٹے کی بے چارگی پر ان کا مزاج ابلتے پانی جیسا ہوگیا۔ شاہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے بات ماموں تک جانے کا مطلب کچھ بھی ہوسکتا تھا وہ سونیا کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"پلیز امی! مجھے ایک بار سونو سے بات کر لینے دیں اس کے بعد بھلے آپ ماموں سے بات کرلیجیے گا۔" اس نے ماں کے کندھے دباتے ہوئے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"ٹھیک ہے مگر یہ بات یاد رکھنا زبردستی قائم کیے جانے والے رشتے ناپائیدار ہوتے ہیں ویسے بھی میرے بیٹے میں کوئی کمی نہیں جو ہر وقت اپنی تذلیل کرواتا پھرے یا تو سونو سدھر جائے ورنہ میں جا کر خود ہی یہ رشتہ ختم کردوں گی۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ لہجے کی سختی نے شاہ مراد کو اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا اس نے ہمیشہ یہ ہی محسوس

کیا جیسے اس کی روح کے تار سونو کی محبت سے جڑے ہوئے ہیں اس کے بغیر جینے کا تصور بہت پھیکا اور اتنا بے رنگ لگتا۔ شاہ نے ایک جھرجھری لی اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

......☆☆☆......

"بات سنو بی بی! جو ماں سے زیادہ پیار جتائے، پھاپھا کٹنی کہلائے اگر میری بہن اور بھانجی کے لیے تمہارا کلیجہ پھڑک رہا ہے یا ان کی ہمدردی میں پاگل ہوئی جا رہی ہو تو مجھے علاج کرنا آتا ہے اچھی طرح سے جانتی ہو نا؟" دردانہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سفینہ کو بستر پر دھکیلا اور اس پر چھپٹی ثوبیہ جو بستر پر لیٹی فیڈر پی رہی تھی سہم گئی۔

"اماں! وہ میں تو بس خالہ کی مدد کر رہی تھی۔" سفینہ کے منہ سے بے ربط جملے نکلے۔

"بس..... بس سب جانتی ہوں زیادہ دوسروں کی بھلائی میں ہلکان ہوئی تو خود پر ترس کھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑوں گی۔" دردانہ نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹی۔ سفینہ چپ ہو گئی، جگ بیتی تو انسان بھول سکتا ہے من بیتی بھولنا بہت مشکل ہوتا ہے اس نے تو پانچ سال جیسے کانٹوں پر گزارے تھے۔

"اماں! رخشی خالہ اتنی اچھی ہیں اور سونیا تو ابھی بہت ہی کم عمر اور معصوم ہے میں کہہ رہی ہوں کے صہیب کو تو کئی اور لڑکیاں مل جائیں گی۔" اس کی شادی شاہ سے ہونے دیں۔" اس نے دردانہ کو خاموش دیکھا تو کھسن لگاتے ہوئے سمجھانا چاہا مگر دردانہ نے دانت کچکچا کر اس کا ہاتھ مروڑ دیا۔

"آہ... اماں... پلیز میرا ہاتھ تو چھوڑیں۔ بہت درد ہو رہا ہے۔" اس کے منہ سے سسکاری نکلی مگر دردانہ کی گرفت اس کی نازک کلائی پر اور سخت ہو گئی۔

"لڑکی اپنے جامے میں رہو مجھے زوہیب نے سب بتا دیا ہے تو صہیب اور سونو کی شادی کی بڑی مخالفت کر رہی ہے اگر رخشی سے کچھ کہا تو چوٹی سے پکڑ کر گھر سے نکالنے میں دیر نہیں کروں گی ویسے بھی تم جیسیوں کا کوئی دوسرا ٹھکانا کہاں ہوتا ہے؟" دردانہ نے دھیمی آواز میں دھمکی دی۔

"میری بات مان لیجیے میں تو غیر بھی سونو تو آپ کی بھانجی ہے پلیز اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔" اس نے لجاحت سے منت کی۔

"دنیا کے بازار میں اپنے لیے خود سے بر تلاش کرنے والی لڑکیوں کے منہ سے نصیحتیں مزہ نہیں دیتیں اس لیے میرے اور سونیا کے معاملے سے دور ہی رہو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر ہے ورنہ جتنی ستی ساوتری بن کر رخشی کے سامنے پیش ہوتی ہو نا سارا کچا چھٹا کھول کر رکھ دوں گی۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔" دردانہ جب بدلحاظ ہوتی تو انتہا کو پہنچ جاتیں۔

"اماں! سوچ سمجھ کر بولیے بات کھلی تو سارے چہرے ہی بے نقاب ہو جائیں گے پھر کیا میں اور کیا آپ؟ سب ایک ہی قطار میں کھڑے نظر آئیں گے میرا تماشہ بنانا ہو تو خود تماشہ بننے کے لیے بھی تیار رہنا۔" سفینہ بھی اذیت کی انتہاؤں پر پہنچ کر بولی۔

"بکواس بند کرو بڑی چلی ہے مجھے سکھانے ارے مجھے جانتی ہو نا؟ ثوبیہ کو یتیم خانے میں پھنکوا دوں گی بچی کی صورت کو ترسا دوں کی ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی۔" دردانہ نے اپنے ہاتھوں کی گرفت اس پر سخت کی اور دکھتی رگ پر پاؤں دھرا۔

"آپ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی ہیں۔" سفینہ نے تنفر سے دردانہ کو دیکھا۔

"ہاں تم جانتی ہو نا کہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں پر تم کچھ نہیں کر سکتی کس زعم میں ہو بی بی تمہارے میکے والے بھی منہ نہیں لگاتے ورنہ کیا تھا امیر ماموں سے کہہ کر زوہیب کو نوکری نہ دلوا دیتی اب ایک راستہ کھل رہا ہے تو چلیں دیوار بننے بھلائی اسی میں ہے کہ اپنا منہ بند رکھو۔" دردانہ کے مزاج کا سورج سوا نیزے تک جا پہنچا تھا معاملہ صرف بیٹے کی شادی کا نہیں ان سب کی بقا کا بھی تھا۔ جتنا قرضہ چڑھا ہوا تھا اس کی جلد واپسی کی تدبیر نہ کی تو گھر واپسی کی بھی امید نہ تھی۔

"اچھا اماں! میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی بس میری گڑیا کو میرے پاس رہنے دو۔" سفینہ نے اس کی سخت گرفت سے نکلنا چاہا تو وردانہ نے زور کا جھٹکا دے کر اسے پرے دھکیل دیا اور وہ بستر پر جا گری۔

"ہاں یہ ہی بہتر ہے۔ سفینہ ذرا سوچو تمہارا میاں کماتا ہی کتنا ہے یہ میرا ہی حوصلہ ہے کہ تم سب کا خرچہ اٹھا رہی ہوں کل کو میں نہ رہی تو تم سب کا کیا ہوگا ایک صہیب ہے اسے ہڈیاں گلا گلا کر پڑھایا لکھایا مگر وہ چھوٹی موٹی نوکری کرنے کو تیار نہیں میں کس کے پاس جا کے فریاد کروں یار رکھنا میرے بعد تم سب کی زندگی جہنم بن کر رہ جائے گی۔" وردانہ نے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھے اور بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"ویسے کون سی ہماری زندگیاں جنت کا نمونہ ہیں ساری عمر آپ نے دوسروں کے ساتھ برا کیا پھر بھلا اچھائی کی امید کیسے لگائے بیٹھی ہیں آپ کچھ بھی کہیں اگر مجھے موقع ملا تو میں ان لوگوں کو اس دھوکے سے بچا کر رہوں گی یہ کون سا فلسفہ ہے کہ اپنے دکھوں کو کم کرنے کے لیے دوسروں کو دھوکا دیا جائے میں نے تو عمر بھر دھوپ میں جلنا ہے کوئی شجر کوئی سایہ دور دور تک دکھائی نہیں دیتا پر میں سونو کو ایسی حالت تک پہنچنے نہیں دوں گی۔" سفینہ نے اپنی بیٹی ثوبیہ کو تھپکتے ہوئے سوچا ویسے بھی ایک بیٹی کی ماں بننے کے بعد سے اس کا دل سارے جگ کی بیٹیوں کے لیے گداز ہو گیا تھا۔

☆☆☆
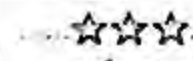
"کیا بات ہے؟ لوگ آج کل بہت مصروف ہیں لفٹ ہی نہیں کراتے۔" سونو جلدی جلدی میکر سے سینڈوچ نکال رہی تھی، اس کے یوں قریب آ کر زور سے پوچھنے پر وہ ڈر کر اچھل پڑی۔ اس کی بچگانہ حرکت پر ناگواری سے منہ بنایا۔

"سونو یار! کبھی تو مسکرا دیا کرو۔" شاہ مراد نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا ماں سے بات کرنے کے بعد اس کا دل اتنا ہولا کہ وہ صبح صبح ہی ماموں کے گھر پہنچ گیا اس سے دل میں اٹھتا درد شیئر کرنے کی معصوم سی خواہش نے سر اٹھایا پر سونو اسے نظر انداز کر کے اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو گئی۔ وہ بری طرح سے جل بھن کر کباب ہو گیا۔

"شاہ بیٹا! تم کب آئے؟" رخشی کچن میں آئی تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ اس سے زیادہ اس کی خاموشی نے پریشان کیا ورنہ جہاں وہ موجود ہو وہاں ہنگامے آنکھ مچولی کھیلتے نظر آتے۔

"بس مامی! غیروں سے کیا شکوہ اپنے بھی اپنے نہیں رہے۔" اس نے سرخ آنکھوں سے سونیا کو گھورا اور افسردگی سے بولا۔

"ہائے ایسے کیوں بول رہے ہو؟" رخشی نے پیار سے اس کی کمر پر دھپ لگائی۔

"آپ لوگوں نے پکنک کا پروگرام بنا لیا مجھے بتایا بھی نہیں کم از کم مجھے آپ سے تو یہ امید نہ تھی۔" شاہ کی آنکھوں سے ناراضگی جھلکنے لگی حقیقت یہ تھی کہ ہزار لڑائی سہی پر سونیا نے ماں سے پوچھا تھا کہ شاہ کو بھی بلا لیں پر انہوں نے منع کر دیا وہ خود ماں کی اس بات پر حیران رہ گئی۔

"وہ بیٹا! ان لوگوں نے اچانک ہی بیٹھے بیٹھے پکنک رکھ لی میں نے سوچا تم آفس میں ہو گے اس لیے بتایا نہیں۔" رخشی کو جلدی میں یہ ہی بہانہ سوجھا ورنہ حقیقت یہ تھی کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وردانہ آپا اور شاہ مراد کا آپس میں زیادہ ٹاکرا ہو اور وہ اس کے سامنے الٹا سیدھا بول دیں۔ پر انسان ہزار تدبیریں کر لے جو برائی درپیش ہوتی ہے وہ ہو کے ہی رہتی ہے۔

"چلیں کوئی بات نہیں میں بھی پوری تیاری سے آیا ہوں۔" اس نے سائیڈ میں رکھے بیگ کی طرف اشارہ کیا، جس میں بیٹ بال، ببل گم، چپس کے پیکٹ، منرل واٹر کی بوتلیں اور جوس کے ڈبے رکھے نظر آئے۔ مامی کو پشیمان سا دیکھ کر اس نے اپنے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔ اپنی جون میں واپس آتا بے تکلفی سے باتیں کرتا شاہ مراد رخشی کو بہت بھایا۔

"واہ یار! شکریہ بہت بھوک لگ رہی ہے۔" ناشتہ کرکے نہیں نکلا تھا اسی لیے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"مما! ان کو بول دیں زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں یہ میں نے مہمانوں کے لیے بنائے ہیں۔" اس نے ابھی دوسرے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے سونیا نے جلدی سے ٹرے اٹھالی۔ مجبوراً ہاتھ ٹشو سے پونچھے۔

"سینڈوچ مزے کے بنے ہیں پر تھانیدارنی جی......" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا جو کالی جینز بلیو شرٹ اور کالے اسکارف میں بڑی نکھری نکھری سی لگی۔

"کیوں بھئی ہم نے تو سنا ہے کہ..... مہمان اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے یہ تمہارے مہمان کیسے ہیں جو ایسے ہی چل پڑے۔" شاہ نے قہقہہ لگا کر اسے جلایا۔

"اے بیٹا! ہماری فکر چھوڑو یہ بتاؤ کہ کسی کے گھر جانے کے بھی کوئی ادب آداب ہیں کے نہیں یوں ہی صبح صبح منہ اٹھا کر چل پڑے اور یہ کچن میں گھسے کیا کررہے ہو؟ بھئی ایمان کی بات ہے میرا صہیب تو ایسی باتوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔" دروانہ کا انداز بہت ہی تضحیک آمیز تھا وہ ابھی ابھی کچن میں داخل ہوئی تو شاہ مراد کی بات سن کر جل گئیں۔

آنٹی جی! پلیز میرے ماموں کا گھر ہے کسی غیر کا نہیں جو میں آنے سے پہلے اجازت طلب کرتا پھروں۔" شاہ کا انداز بہت استحقاق بھرا تھا ان کی بے جا مداخلت بہت کھلی اسی لیے اس نے منہ بنا کر جواب دیا ورنہ وہ بڑوں کا بہت احترام کرتا تھا۔ سونیا کو بھی بڑی خالہ کا شاہ کو یوں ٹوکنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

"آپا! کیا کہہ رہی ہیں اگر آپ کے بہنوئی کو پتا چلا تو وہ کافی برا منائیں گے۔" رخشی نے گھبرا کر ان کا ہاتھ دبایا۔

"اوئی میں نے ایسا کیا غلط بول دیا جو سب پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ بھائی خدا لگتی بولتی ہوں جسے برا لگے کان بند کرلے جوان لڑکی کا گھر ہے ایسے ہر وقت کا آنا جانا تھٹھے بازی ہی ہی ہو ہو یہ کوئی شریفوں کے ڈھنگ ہیں کوئی دیکھے تو کیا سوچے ویسے بھی لڑکوں کا کیا جاتا ہے بدنامی تو لڑکی کی ہوتی ہے۔" دروانہ نے اپنا داؤ کھیلا وہ اس گھر میں جو سوچ کر آئی تھی اس کے لیے شاہ مراد کا پتا کاٹنا تو ضروری تھا اسی لیے اس موقع پر پہنچ کر ہنگامہ شروع کردیا تھا۔

"بڑی خالہ کو میرا کتنا خیال ہے بات تو غلط نہیں۔" ان کی باتوں نے سونیا پر سوچ کے در وا کیے۔

"او...... میرے اللہ آپا کیا بولے جارہی ہیں پلیز خاموش ہوجائیں یا یہاں سے چلی جائیں یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔" رخشی نے شاہ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تو دروانہ کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"ہاں بہن غلطی ہوگئی جو بھانجی کی محبت میں بول پڑے تم تو بے عزتی کرنے پر اتر آئی۔" دروانہ نے سونیا کی طرف دیکھ کر دوپٹے کے پلو سے مصنوعی آنسو پونچھے۔

"مما! بڑی خالہ نے ایسا کیا غلط بول دیا کے سب نے ان کا پیچھا ہی لے لیا کمال ہے انہیں میری عزت کا اتنا خیال ہے جو باتیں آپ کو سوچنی چاہیے وہ سوچ رہی ہیں پھر بھی آپ ایسا بول رہی ہیں۔" دروانہ کی کئی دنوں سے کی جانے والی برین واشنگ بڑے صحیح وقت پر کام آئی وہ آج کل ان ہی کے کانوں سے سن رہی تھی ان ہی کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"چپ ہوجاؤ جن باتوں کا تمہیں پتا نہیں اس بارے میں بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" شاہ نے بڑی درد بھری نگاہوں سے سونو کو دیکھا جو رخشی کے جلال کا نشانہ بنی اسے دروانہ کی باتوں نے وہ دکھ نہیں پہنچایا جو زخم سونو کی زبان سے لگے پھر اس نے خاموشی سے اپنا بیگ اٹھایا اور رخشی کی پکار کو نظر انداز کرتا تیزی سے باہر نکل گیا۔

دروانہ نے فاتحانہ نظروں سے رخشی کو دیکھا جو سر پر ہاتھ رکھے آنسو بہا رہی تھی۔ سونو اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔ پکنک دھری کی دھری رہ گئی تھی زوہیب اور صہیب کو پتا چلا تو ان کا موڈ آف ہوگیا۔ سیر سپاٹے کا موقع جو ہاتھ سے نکل گیا تھا لگے ماں کو سنانے کہ ان کی وجہ سے ہی یہ

سب ہوا کیا ضرورت تھی جھگڑا بڑھانے کی پر سونیا کے رد عمل نے انہیں شاداں و فرحاں کر دیا۔

گھر کا ماحول ایک دم بدل گیا سفینہ نے دکھ بھری نگاہوں سے ساس اور خالہ ساس کو دیکھا دل ہی دل میں اپنا عہد دہرایا۔

......☆☆☆......

"سونو جانی! چلو ادھر آ کر بیٹھو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے اچار، پراٹھے کا ناشتہ کراؤں میری تو کوئی بیٹی نہیں سارے ارمان تم پر ہی پورے کروں گی۔" دردانہ نے چھوٹا سا لقمہ بنا کر سونیا کے منہ میں ڈالا۔ اس نے نوالہ چباتے ہوئے سرشاری سے آنکھیں بند کرلیں صہیب جو سامنے تخت پر پڑا اینٹھ رہا تھا جلدی سے سونو کے برابر آ کر چپک کر بیٹھ گیا وہ فوراً کھسک کر دور ہوئی۔

"اماں! یہ کیا سونیا سے ملتے ہی مجھے بھول گئی میں بھی کھاؤں گا۔" صہیب نے سونیا کے منہ میں جاتا ہوا نوالہ لپک لیا تو سونیا جھجک کر پیچھے ہوگئی اسے برا تو لگا پر خالہ کی محبت میں برداشت کر گئی دردانہ نے پیار بھری نگاہوں سے دونوں کو ساتھ ساتھ بیٹھا دیکھا۔ رخشی جو دھوپ میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی اندر تک کھول اٹھی۔

"دادی! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے مجھے بھی کھلا دیں نا۔" پوتی نے ان کی ٹانگیں پکڑ کر ہلایا تو انہوں نے ناگواری سے اسے گھورا۔

"او بے بی! تم یہاں آ کر میرے پاس بیٹھو دادی تمہیں بھی کھلائیں گی۔" سونیا نے پیار سے ثوبیہ کو اپنے اور صہیب کے درمیان جگہ بنا کر بٹھایا معصوم سی یہ بچی سونیا کو بہت پیاری لگتی تھی، عام بچوں سے الگ نہ کوئی ضد نہ ہی بلاوجہ کا رونا دھونا چپ چاپ اپنے کھلونے سے کھیلتی رہتی۔ وہ کالج سے واپسی پر اس کے لیے روزانہ بہت سی چاکلیٹس لاتی تو ثوبیہ کی آنکھوں میں روشنیاں سی بھر جاتیں۔

گھر کے ماحول میں پچھلے چند دنوں سے تناؤ سا تھا رخشی اور سونو میں بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی پر دونوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ظفر اقبال کو ان دونوں کے اختلافات کی ہوا بھی نہ لگنے پائے باپ سے کیا گیا وعدہ رخشی کے پیروں کی زنجیر بن گیا ورنہ آپا کو کھڑے دم چلتا کر دیتی۔ دردانہ اسی نرم مزاجی کا تو فائدہ اٹھا رہی تھی۔ رخشی پر اس کا دباؤ مسلسل بڑھ رہا تھا اس نے مطالبہ کیا کے صہیب اور سونو کے رشتہ کی بات ظفر اقبال کے کان میں ڈالے۔ رخشی مختلف بہانے بنا بنا کر تھک گئی پر دل کی بات کی بہن کو خبر نہ ہونے دی اسے پتا تھا کے آپا کو جانا تو پڑے گا ہی وہ کب تک اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں پڑی رہیں گی وہ صبر سے اس گھڑی کا ہی انتظار کر رہی تھی کہ جیسے ہی وہ رخت سفر باندھیں اور لاہور روانہ ہوں وہ دوسرے دن ہی نند کی طرف دوڑ لگائے سونیا نے اسے جتنا ستایا۔ اس کے بعد تو اس نے تہیہ کر لیا اب تو رسم کی بات نہیں ہوگی بلکہ ڈائریکٹ شادی کی بات طے کی جائے گی۔

آپا کے ارادے اس پر سفینہ کے ساتھ ان کا رویہ اس کا گھبرایا ہوا انداز رخشی کو اشاروں کنایوں میں بہت کچھ سمجھانے کی کوشش ان سب باتوں نے مل کر رخشی کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجادی تھیں ایک اور بات جو اسے سخت بری لگتی وہ صہیب کا بہانے بہانے سے سونو گرد منڈلانا دونوں میاں بیوی نے اپنے گھر کا ماحول اور بیٹی کی تربیت جتنے سیدھے سادے انداز میں کی اس کا نتیجہ یہ نکلا کے سونو کو کھرے کھوٹے کی پہچان نہ ہو پاتی۔ سب کو اپنی طرح صاف دل کا سمجھ کر ملتی رخشی کا دل اس دن سے ڈرتا تھا کہ ننھیال کی محبت کے جھولے جھولتی سونیا جس طرح ان لوگوں کے ساتھ پینگیں بڑھانے میں مصروف ہے ایک دفعہ اعتماد کی یہ رسی ٹوٹی تو وہ دھڑام سے منہ کے بل جا گرے گی۔ وہ بس اپنی بچی کو ایسی ہی تکلیف سے بچانا چاہتی تھی مگر دردانہ آپا موقع ہی نہیں دیتیں۔

......☆☆☆......

دل اداس ہوا تو فضاء میں عجیب حبس طاری ہو گیا سونیا بیزاری لان میں نکل آئی۔

"شنو کا بچہ، دال دال کچا، لگتا ہے اس بار پکا پکا ناراض

ہوگیا ہے۔ کتنے دنوں سے آیا ہی نہیں۔ شاید اس دن مجھ سے کچھ زیادتی ہوگی خیر وہ بھی تو کم نہیں چلو اچھا ہے ’خس کم جہاں پاک‘ سونیا نے سورج کی شعاعوں کو گھورتے ہوئے سوچا جنہوں نے لان کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ شاہ مراد کی یاد نے اسے بے چین کیے ہوئے تھی، وہ دونوں ہمیشہ ایسے ہی لڑتے پھر مان بھی جاتے، مگر اس بار توانا کا کھیل درمیاں آگیا تھا اب کس کی جیت کس کی ہار ہوتی یہ تو آنے والے وقت کو ہی خبر تھی۔

”اف! کتنا خشک اور بورنگ موسم ہے کیا کروں؟؟“ سونیا نے آسمان کی طرف دیکھا جس کا رنگ بدلنے لگا وہ تھک کر سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئی کہ اچانک دور سے بادلوں کے گرجنے کی آواز آئی اور تیز ہوائیں چلنے لگیں وہ موسم کی تبدیلی پر خوش ہوکر کھڑی ہوگئی تھوڑی ہی دیر میں بارش کے قطروں نے اس کے حسین رخساروں کو چھولیا، مست ہواؤں کے ساتھ ہونے والی تیز پھوار نے لان کے بچے بچے کو سیراب کردیا مگر جانے کیوں اس کی پیاس بڑھ گئی موسم کا لطف اٹھانے لان کے بیچوں بیچ جاکر کھڑی ہوئی۔ ہوا کے ساتھ جھومتے ہوئے شفاف پانی کے قطرے اسے بھونے لگے۔ اس نے جھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا موسم کی خوش گوار تبدیلی نے جیسے جادو بھری چٹکی بجا کر سارا منظر ہی بدل دیا تھا۔ دھل کر صاف ہوجانے والے ہرے بھرے جھومتے درخت‘ لچکتی ٹہنیاں‘ ہنستے پھول جن پر سے ٹپکتا شفاف پانی، سونیا نے بڑھ کر اسے اپنی اوک میں بھر کر فضاء میں اچھال دیا۔

”پچھلے سال ہونے والی بارشوں میں شاہ مراد نے کتنی شرارتیں کی، مگر اس سال وہ سڑا ہوا منہ بنا کر گھر ہی پڑا ہوگا۔“ سونیا کو ایک دم اس پر غصہ آیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جب کوئی ہم پر نثار ہوتا رہتا ہے تو ہمیں اس کے جذبوں کی قدر نہیں ہوتی، جب وہ خاموشی سے پیچھے ہٹ جاتا ہے تو ہمیں اس کی یاد ستانے لگتی ہے۔ سونو بھی شاہ مراد کے سحر میں لاشعوری طور پر اتنا جکڑ چکی تھی کہ ہر خاص موقع پر اس کے سنگ گزارے پل کی حسین یادوں کی یلغار اسے اپنے نشانے پر رکھ لیتی پر وہ جب اس بات کا اقرار کرنے لگتی توانا دیوار بن کر راہ میں کھڑی ہوجاتی۔ پر اس وقت چہرے پر پڑنے والی پانی کی بوندوں نے یہ احساس دلا ہی دیا کہ شاہ مراد کی کمی بہت شدت سے محسوس ہورہی ہے۔

”شاہ مراد! میری زندگی میں تمہاری کچھ نہ کچھ تو اہمیت ہے، ورنہ اس طرح سے تمہاری یاد نہ ستاتی۔“ سونیا نے آنکھیں بند کرکے بارش سے لطف اٹھا کر پہلی بار اپنے دل میں اعتراف کیا۔ ایک پیاری سی مسکراہٹ نے اس کے گرد محبت کا ہالہ بنا کر اسے انمول بنادیا۔

صہیب جو اس کے ساتھ اس پیارے موسم کو انجوائے کرنے، اسے ڈھونڈتا باہر آیا تو سونو کے بھیگتے حسن کی حشر سامانیوں نے اسے جیسے بے خود کردیا، بھیگی زلفیں، بند آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے لمبی پلکوں پر ٹھہرے پانی کے قطرے۔ وہ اس وقت قدرت کی صناعی کا ایک شاہکار نظر آرہی تھی۔ صہیب جیسے آوارہ مزاج کا دل مستی میں ڈولا، بے خودی میں وہ اس کی طرف بڑھا کہ شاہ کی کڑکتی آواز نے اس کا نشہ ہرن کردیا۔

”سونو! چلو جلدی اندر جاؤ۔ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے۔ فوراً کپڑے بدل کر آؤ۔“ شاہ نے قہر آلود نگاہوں سے صہیب کو گھورتے ہوئے اپنا اپر اتار کر سونیا کو اس میں لپیٹا اور سختی سے گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔ وہ آنکھیں کھولے حیران و پریشان اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔ شاہ کا جلال دیکھ کر صہیب ڈر کر وہیں دبک گیا۔ وہ دونوں بارش میں اتنے مگن تھے کہ کھلے دروازے سے اندر آتے شاہ مراد پر نظر ہی نہ پڑی۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے۔ شاہ پلیز! میرا ہاتھ تو چھوڑو۔“ سونیا جس نے اس کے چیخنے پر آنکھیں کھولیں تمام باتوں سے لاعلم اس کے ہاتھوں کی سخت گرفت سے نکلنے کو بے تاب ہوئی۔ سفید کلائی پر شاہ کی انگلیوں کے نشان ثبت ہوچکے تھے اس کے جارحانہ انداز پر کچھ دیر قبل اٹھنے والی محبت کا جذبہ ایک دم ہوا ہوگیا۔

”مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی، پہلے تم اندر جاؤ اور

کپڑے تبدیل کرو بال خشک کرو اور انسانوں کے حلیے میں واپس آؤ۔" شاہ نے اس کے بھیگے بدن سے نظریں چرائی اور گرجا، سونیا جو ساری باتوں سے لاعلم تھی اس کے اس طرح سے رعب جمانے پر اس کا دماغ بھی گرم ہوگیا سارے سنہرے جذبے غصے کے ریلے میں بہہ گئے اور وہ پیر پٹخ کر باتھ روم میں گھس گئی۔

"اس کی بری نگاہوں سے اپنی سچی موتی سی سونیا کو چھپا کر رکھنا پڑے گا۔" شاہ وہیں کھڑا مٹھیاں بھینچتا سامنے کھڑے صہیب کو گھورنے لگا۔

☆☆☆

"سونو! میں تمہیں پہلی اور آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ اگر آئندہ تم مجھے اپنے اس گھٹیا کزن کے آس پاس بھی نظر آئی تو تمہاری خیر نہیں۔" سونیا نے جیسے ہی موبائل پر شاہ کی کال اٹینڈ کی وہ بولا۔ سونیا کا دل عجیب سا ہوگیا۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی اپنا من پسند سوپ دیکھ رہی تھی کہ اس کا فون آگیا۔ وہ خوامخواہ الجھنے لگا۔

"شاہ مراد! اب آپ اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ میں کس سے بات کروں اور کس سے نہیں؟" سونیا نے بھی غصے سے پوچھا۔ دردانہ کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ بھی وہیں بیٹھی کینو پر ہاتھ صاف کر رہی تھیں۔

"ہاں بالکل جو میں کہوں گا تمہیں وہ سب ماننا پڑے گا۔ تم جانتی ہو نا کہ میں تمہارے لیے کتنا ٹچی ہوں یہ بات قطعی برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی ایرا غیرا منہ اٹھا کر تمہیں گھورتا رہے۔" شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فون میں سے نکل پڑے اپنی پیاری مامی کی وجہ سے اس نے لحاظ کیا ورنہ اسی وقت یہ قصہ بے باق کر دیتا۔ فون پر اسے پیار سے سمجھانے کے لیے کال کی تھی مگر اس کے بے فکرے انداز گفتگو پر وہ جوش سے ابل پڑا تھا۔

"اے مسٹر! تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟ پلیز جاؤ اور جا کر اپنے گھر والوں پر حکم چلاؤ مجھ پر نہیں میں کوئی تمہاری ملکیت نہیں ہوں، ویسے میرے سیدھے سادھے کزن نے تمہارا بگاڑا کیا ہے؟ جو تم ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے ہو، مگر تم لوگوں کو تو زبردستی کرنے کی عادت ہے نا۔" کوئی سونیا کو باتیں سنائے بھلا اسے کہاں برداشت۔ بغیر سوچے سمجھے فون پر ہی چلانے لگی۔ دردانہ نے صہیب کا ہاتھ دبایا۔ دونوں ہی کینو کھانا چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"میں کون ہوں؟ اس کا پتا تمہیں جلد ہی لگ جائے گا۔ رسم گئی بھاڑ میں۔ سونیا ظفر! تم تیار رہنا اب تو ڈائریکٹ شادی ہی ہوگی۔ ناؤ ویٹ اینڈ واچ۔" شاہ کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ یہ بے وقوف لڑکی سمجھتی ہی نہیں۔ اپنے ساتھ ساتھ میرا نقصان بھی کرائے گی مگر ابھی شاہ مراد زندہ ہے اس کے پیار کو کوئی میلی نظر سے دیکھنے کی ہمت بھی کرے گا تو وہ آنکھیں نکالنے کی جرأت رکھتا تھا۔

"او ہیلو یہ دھونس کسی اور پر جمانا تم جیسے شکی انسان سے شادی..... معاف کردو پلیز آئندہ یہاں فون کرنے کی زحمت مت کرنا۔ کم از کم میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی۔" سونیا نے غصہ میں اس کو جواب دیا اور اپنا سیل فون زمین پر دے مارا۔ رخشی شور کی آواز سن کر اس طرف نکل آئیں۔ سینے پر ہاتھ رکھے جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"اچھا کیا بیٹا! تم کیا کسی سے کم ہو؟ جو بویہ تو میری بہن کا دماغ ہی خراب ہے جو ایسے شکی اور بدمزاج لڑکے سے رشتہ جوڑنے چلی۔" دردانہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روتی ہوئی سونیا کو گلے سے لگالیا۔

"آپا پلیز! یہ پہلے ہی بے انتہا بدتمیز اور زبان دراز ہوگئی ہے، اس کی بے جا حمایت کرکے مزید سر پر نہ چڑھائیں۔" رخشی نے غصے سے سونیا کو گھسیٹ کر دردانہ سے الگ کیا۔ وہ بیٹی سے اتنی بے وقوفی کی امید نہیں رکھتی تھی۔ ان سب کے سامنے اس نے جو تماشا لگایا۔ اس کے بعد تو دردانہ کو کھل کر بولنے کا موقع مل گیا۔

"ہاں آپ کے لیے تو میں ہی دنیا میں سب بری ہوں' وہ آپ کا لاڈلا کچھ بھی کہے، میرے ساتھ بھلے جانوروں

جیسا سلوک کرے، آپ کو نظر نہیں آتا۔" سونیا روتے ہوئے بولی۔

"جی خالہ! سونیا ٹھیک تو کہہ رہی ہے۔ ہم اس دن بھی بارش میں کھڑے لان کا نظارہ ہی تو کررہے تھے کہ شاہ مراد آیا اور اسے جانوروں کی طرح گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا بھلا یہ کوئی شرافت ہے۔ نری غنڈہ گردی ہے۔ میرا تو اس پر ہاتھ اٹھ جاتا پر خالو کا لحاظ کرگیا۔" صہیب نے بھی غلط بیانی کرتے ہوئے ہیرو بننے کی کوشش کی۔ رخشی نے اسے کڑی نظروں سے گھورا اور سونیا کو لے کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"جانے دے بیٹا! شاہ مراد کا غصہ ہی ہماری راہیں ہموار کرے گا۔" دردانہ نے فلسفہ جھاڑا۔ صہیب کی باچھیں چر گئیں، دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ایک سی فطرت' ایک سا مزاج۔ سوچتے بھی ایک جیسا ہی تھے۔

"مجھے بھی یہ ہی لگتا ہے۔ ویسے اماں میری اداکاری سے خالہ بھی متاثر لگی نا۔" صہیب ہمیشہ کی طرح خوش فہمیوں کے پہاڑ پر چڑھنا شروع ہوگیا مگر یہ اس کی خواب خیالی تھی۔

رخشی نے پانی سر سے اونچا ہوتا دیکھا تو مجبوراً کچھ باتیں ظفر اقبال کے گوش گزار کردیں، جس پر انہوں نے سونیا کی وہ کلاس لگائی کہ اس کے ہوش ٹھکانے آگئے، دو دن تک کمرے میں ہی بند رہی پر رخشی نے اس بار اسے منایا بھی نہیں۔ ہاں دردانہ اور صہیب جا کر جی حضوری میں لگے رہتے۔

اپنے گھر کا ماحول بگڑتا دیکھ کر آخر رخشی نے خود ہی دردانہ سے وہاں سے جانے کی درخواست کردی جس پر پہلے تو وہ خوب لڑیں پھر اگلے ہفتے واپسی کا عندیہ دیا منتوں سے لڑتے لڑتے رخشی کا بی پی شوٹ کرگیا سفینہ نے خالہ ساس کے گھر کا شیرازہ یوں بکھرتے دیکھا تو رنجیدہ ہوگئی، اس نے زوہیب کو بھی اس معاملے میں شرمندہ کرنا چاہا، پر وہ کچا گھڑا ثابت ہوا، ویسے بھی اس کی کوئی اپنی سوچ تو تھی نہیں۔ ان ہی لوگوں کا محتاج۔ بیوی اور بچی کا خرچہ بھی دردانہ جیسے تیسے پورا کرتی، پھر وہ کیسے ان کے آگے کچھ بول پاتا، بھائی نے الگ آسرا دیا کہ سونیا سے شادی کے بعد خالو سسر کی فیکٹری میں سب سے پہلے بھائی کو منیجر کی نوکری دلائے گا، جب مفاد پرستی کا دور دورہ ہو تو کوئی پاگل ہی ہوگا جو سچ بول کر کانٹوں بھری راہوں پر قدم رکھے گا۔

"سونیا بی بی! دنیا پیسے کی ہے تم مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتی ہونا اسی لیے نظر انداز کرتی ہوں۔" صہیب نے صبح کالج جاتے ہوئے لان میں سونیا کو پکڑ لیا۔ جو کترا کر نکل رہی تھی۔

"ارے نہیں صہیب بھائی! بس پڑھائی میں مصروف رہتی ہوں۔" صہیب کے اس طرح اواس شکل بنانے سے وہ تھوڑی شرمندگی سے بولی۔

"یہ شاہ کا بچہ بھی کتنی لڑائیاں کرواد ے۔ فضول میں مما کا دماغ بھی خراب کردیا۔" اس کی تان آ کر اسی پر ٹوٹتی۔ اس وقت بھی اسی کی غلطی دکھائی دی۔

شاہ مراد سے لڑائی کے بعد سے سونیا صہیب سے کھنچ سی گئی، ماں کی طبیعت خرابی کا ذمہ دار بھی خود کو جانا تو پاؤں پکڑ کر معافی مانگی رخشی نے بھی موقع دیکھ کر اس سے وعدہ لیا کہ وہ شاہ مراد کی بات مانے گی اور صہیب سے بات چیت نہیں رکھے گی۔ مگر صہیب مسلسل اس کے آگے منہ لٹکائے شریف بنا پھرتا۔ وہ نرم دل لڑکی پریشان ہوگئی تھی کہ کس کی سنے اور کس کی نہیں۔ ویسے بھی اسے شروع سے اب تک ہر معاملے میں شاہ ہی قصوروار دکھائی دیتا ورنہ صہیب تو اس کے سامنے بڑی شرافت سے رہتا۔ وہ اسے غلط سمجھتی بھی تو کیسے؟

......☆☆☆......

"بھابی! آپ کے پاس ٹائم ہو تو مجھے آپ سے ایک مشورہ کرنا ہے؟" سونیا نے اپنی لال ہوتی ناک کو ٹشو پیپر سے رگڑتے ہوئے سفینہ سے پوچھا جو کچن میں دال کو بگھار لگا رہی تھی۔

"ہاں جانو پوچھو۔" اس نے چولہا بند کرکے تولیے سے ہاتھ پونچھا اور مسکرا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیسے کہوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ اصل میں بڑی خالہ کا آج کل مجھ پر بہت دباؤ ڈال رہی ہیں کہ میں صہیب سے شادی کے لیے رضامند ہوجاؤں، باقی معاملات وہ سنبھال لیں گی۔ مما کی طبیعت یہ بات سنتے ہی خراب ہونے لگتی ہے پر خالہ نے باتوں میں یہ بھی جتایا کہ اگر میں نے انکار کیا تو شاید وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے سارے رشتے ناتے توڑ دیں گی ان حالات میں میرے پاگل ہونے میں تھوڑی کسر ہی رہ گئی ہے۔ ذہنی طور پر بہت منتشر ہوگئی ہوں تو آپ کے پاس چلی آئی، ایک طرف شاہ مراد اور پھوپو ہیں تو دوسری طرف میری وہ خالہ جنہوں نے مجھے ننھیال کی محبت کا مزہ چکھایا۔ میں پھنس گئی ہوں۔" سونیا نے سر پکڑا تو سفینہ کو اس پر بہت ترس آیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی ساس کی جذباتی بلیک میلنگ کے آگے اس بچی کا ٹھہرنا مشکل ہوگا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے میں لے آئی۔

"سونیا! تم پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو؟" سفینہ نے محبت سے اس کا چہرہ اوپر کیا اور بالوں کی لٹ کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"جی بھابی! پوچھیں؟" سونو نے سفینہ کو اپنی گلابی آنکھیں سے دیکھا۔

"شاہ اتنا اچھا ہے پھر تم کیوں مسلسل شادی سے انکار کررہی ہو؟" سفینہ نے بے دھڑک ہوکر پوچھا کیونکہ آج اس کی ساس اپنے بیٹوں کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ وہ تو سفینہ کو بھی یہاں اکیلا چھوڑنے کا خطرہ مول لینے کے حق میں نہیں تھی، زبردستی ساتھ لے جانا چاہتی تھی، مگر رخشی کی طبیعت خرابی اور کھانا پکانے کا عذر کرکے وہ رک گئی۔ جلدی جلدی کالی مسور کی دال گوشت اور بگھارے چاول بنا کر وہ سونیا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ایسا موقع دوبارہ ملنا مشکل تھا۔

"رہنے دیں بھابی۔ وہ کتنا اچھا ہے مجھ سے بہتر کون جانتا ہوگا۔ ہر وقت کی دھونس، دھمکی اپنے مرد ہونے کا احساس دلاتا رہتا ہے ویسے بھی میں شروع سے ان بچپن کی منگنیوں ونگیوں سے الرجک تھی، اپنی دوستوں کا خوب مذاق اڑاتی تھی اب وہ ہی فضول رسم میرے ساتھ باندھ دی گئی۔" سونیا ایک دم پھٹ پڑی۔

"ہا...... ہا...... اب میں کیا کہوں لڑکی کبھی انسان کو ہیرے کی قدر نہیں ہوتی' وہ کوئلے کو ہی قیمتی جان کر اٹھا لیتا ہے۔ ہاتھ منہ کالے ہوجائے۔ تو پتا چلتا ہے کہ اپنے ساتھ کیسا ظلم ڈھایا۔" سفینہ نے درد بھری آہ بھری اور تکیے سے کمر ٹکادی۔

"میں سمجھی نہیں؟" اس کی موٹی عقل سے امید بھی یہی کی جاسکتی تھی۔

"میری ایک بات مانو گی' میں جو بات تم سے کرنے جارہی ہوں' اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کروگی ورنہ میرے ساتھ بہت برا ہوگا میری گڑیا مجھ سے چھن جائے گی۔ میری زندگی میں خوشی کی واحد کرن میری بچی ہے ورنہ تو میری روح تک کرچی کرچی ہوچکی ہے۔ وعدہ کرو۔" سفینہ کی پرسوچ نگاہوں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا۔ سونو کے بھولپن نے اسے ڈرایا اس کے باوجود وہ رسک لینے کو تیار ہوگئی۔ اپنا ہاتھ آگے کیا جسے سونیا نے گرم جوشی سے تھام لیا۔

"جی بھابی! آپ بولیے میں آپ کو کبھی کسی مشکل میں نہیں ڈالوں گی اور یہ گڑیا کو کون آپ سے چھینے گا؟" سفینہ کے انداز نے اس کے اندر کھد بدھ مچادی تھی، وہ سرک کر اس کے نزدیک ہوگئی۔

"تمہاری بڑی خالہ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے تمہیں سچ بتایا تو وہ میری بیٹی کو کسی یتیم خانے بھجوادیں گی۔" سفینہ روہانسی ہوگئی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ' کیا تم چاہتی ہو کہ جب تم صہیب کی دلہن بن کر اپنے سسرال میں قدم رکھو تو کہیں سے کوئی لڑکی چیل کی طرح آئے اور تمہیں نوچ ڈالے، تمہارے نئے نویلے دلہا کی جوتیوں سے تواضع کرے؟" سفینہ کا لہجہ جذباتی ہوگیا۔

"ارے بھابی! کیسی بات کررہی ہیں؟ بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے، وہ بھی نئی دلہن کے ساتھ لڑکی کو سب سے زیادہ اس دن مان سمان دیا جاتا ہے۔ مجھے تو ایسی کوئی دلہن نظر نہیں آئی ویسے بھی صہیب بھائی سے شادی مشکل ہے۔" سونو نے حیرانی سے کہا، اسے شک ہوا کے شاید سفینہ بھابی مذاق کررہی ہیں۔

"دنیا میں ایک ایسی دلہن موجود ہے۔" سفینہ روتے ہوئے بولی، سونیا گھبرا اٹھی۔

"کون.... کون ہے وہ بھابی؟ جس پر اس سہانی گھڑی یہ افتاد آپڑی۔" سونیا نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ جو تمہارے سامنے بیٹھی ہے.... تمہاری سفینہ بھابی.... جس نے اس لڑکی کے ہاتھوں مار کھائی، جس کو اس کے دلہا نے شادی کا جھانسہ دے کر خوب تحائف اور پیسے بٹورے اور بعد میں شادی سے انکار کردیا۔" سفینہ نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا، جیسے دنیا سے بھی چھپانا چاہتی ہو پھر پھوٹ پھوٹ کررو دی۔ سونو کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کے وہ اس بات پر اسے کیسے تسلی دے، جلدی سے دوڑ کر پانی میں گلوکوز ملا کر لائی اور اسے پلایا تو سفینہ کو تھوڑا قرار آیا۔

"تم رخشی خالہ کی بات مان لو اور کوشش کرو جب تک ہم یہاں سے چلے نہیں جاتے میری ساس یعنی اپنی خالہ اور صہیب میاں سے دور ہی رہو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔" سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دیوانوں کی طرح کہا، فرزانوں کی صف سے وہ اسی دن نکل گئی جب زوہیب کو دل دے بیٹھی۔

"بھابی! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ خالہ کی فیملی ایسی بھی ہوسکتی ہے، پتا نہیں کیوں مجھے اس بات کا یقین نہیں ہورہا؟" اس کی آنکھوں میں تشکیک کے رنگ لہرا اٹھے، سفینہ مسکرادی۔

"ہاں تم بھی ٹھیک ہو کیوں کہ جو میں جانتی ہوں، وہ تم نہیں جانتی۔ بعض اوقات چمکتے پتھر کو قیمتی سمجھ لیا جاتا ہے، اس کی چمک دمک ہمیں یوں مسحور کردیتی ہے کہ اصلی نقلی کے پھیر میں ہی نہیں پڑتے مگر جب وقت پڑنے پر ان کی قیمت لگوائی جاتی ہے تو وہ ایک پیسے کے بھی نہیں نکلتے بس یہ ہی فرق شاہ مراد اور صہیب میں ہے۔ وہ ہیرا ہے تو صہیب اس کے آگے ایک نقلی پتھر۔" سفینہ کھوئی کھوئی سی بولی۔ سونیا جو سفینہ کے پاس سیکھنے آئی تھی اور الجھ گئی، پریشانی سے سر کو تھام کر بیٹھ گئی۔

"بھابی! آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟" اس نے تھوڑی دیر بعد خیالوں میں کھوئی سفینہ کو جھنجھوڑا۔

"سونیا! میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارا دل خراب کروں۔ اشاروں میں سمجھانا چاہا کے تم ایسے ہی سمجھ جاؤ پر لگتا ہے تمہیں ساری بات بتانی ہی پڑے گی اس کے لیے بھلے مجھے اپنے زخموں سے وہ کھرنڈ اتارنے پڑیں جو پانچ سال سے میرے جسم پر ہی نہیں روح پر بھی لگائے گئے۔" سفینہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"پلیز بھابی! ساری بات بتائیں ورنہ میرا دل بند ہوجائے گا۔" سونیا نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی تو سفینہ نے حامی بھری۔

سفینہ حال کو فراموش کیے بہت پیچھے چلی گئی۔ جب وہ اماں کی معصوم سی سنی تھی مگر زوہیب سے عشق کرکے برباد ہوگئی۔

محبت بھی کیا چیز ہے؟ ایک ایسا طلسمی دروازہ ہے جس سے ایک بار داخل ہونے کے بعد واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ محبت کرنے والے اس کی فسوں گری میں یوں گرفتار ہوجاتے ہیں کہ وادی عشق میں چلتے چلے جانے کا جنون کم ہی نہیں ہوتا بڑھتا ہی رہتا ہے۔ محبت سا سحر دنیا میں دوسرا کوئی نہیں، محبت کے متوالوں کی آنکھوں پر خود فراموشی کی پٹی سی بندھ جاتی ہے پھر وہ ہی نظر آتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں عقل کے بیری بن جاتے ہیں، محبت کے سوز وگداز میں کھوئے اس کے اسرار ورموز کی کھوج میں مدہوش ہوجاتے ہیں۔

اس پر تم عشق کی داستانیں رقم کرنے والوں کا انداز بیاں کچے معصوم دلوں کو یوں مسحر کرلیتا ہے کہ ہر کوئی اس

کوچہ عشق میں ایک بار تو قدم رکھنا چاہیے ہی چاہیے...... یہ تو وہ آگ ہے جسے ایک بار چھو جائے وہ اس میں جلتا ہی رہتا ہے۔ ایسا خوش ذائقہ پھل جو ایک بار چکھ لے اس کی مٹھاس مرتے دم تک زبان سے نہیں جاتی بس محبت سچی ہونی چاہیے ورنہ ایسا زہر بن جاتی ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ سفینہ بھی اس عشق کے کھیل میں اپنا آپ ہار بیٹھی۔

......☆☆☆......

سفینہ کی والدہ سروری بانو کی اپنے سسرال والوں سے کبھی نہیں بنی۔ زبان درازی وہ میکے سے جہیز میں ساتھ لائیں تھی۔ شادی کے بعد انہوں نے سمجھوتے کی چادر سے اپنا سر ڈھانپنے کی کوشش ہی نہ کی۔ شوہر سے ہمیشہ شکایتیں رہیں، سفینہ کی پیدائش کا بھی کچھ خاص اثر نہ ہوا۔ اب تو اشرف علی ان کی باتوں سے گھبرا کر دوستوں میں وقت گزارنے لگے، نتیجہ روز کی کل کل بڑھ گئی آخران کے لڑائیاں ایک دن اس نہج پر پہنچ گئیں کہ اشرف کے منہ سے طلاق کے تین لفظ نکل گئے، پشیمانی سی پشیمانی......

شریف آدمی اپنے جذباتی قدم پر اتنے افسردہ ہوئے کے سفینہ کا حق بھی سروری بانو کو دے دیا جو روتی ہوئی بھائی کے ساتھ جا رہی تھیں۔ انہیں شوہر سے اس حد تک جانے کی امید نہ تھی۔ گھر چھوٹا سا ہی سہی پر وہ اس کی ملکہ تھیں۔ اس طرح میکے واپسی کا تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ اب تو انہیں نہ اپنا ہوش رہا، نہ سفینہ کا دل کچوکے لگاتا کہ ان کی زبان درازی ان کی بربادی کی ذمہ دار بنی وہ زبان جو سسرال میں کترنی کی طرح چلتی تھی، یہاں آ کر کہیں رکھ کر بھول گئیں۔ بھابی سلمٰی خداترس تھیں۔ نند پر ٹوٹنے والی افتاد پر افسردہ ہو کر ان کی دل جوئی میں لگ گئیں کل کی تیز وطرار سروری بانو کی نفسیات آج نئے گل کھلانے لگی۔ اتنی زود رنج ہوئی کے خود کو دنیا کی سب سے بدنصیب عورت تصور کر بیٹھیں، ایسے میں ان کی توجہ اکلوتی بیٹی پر سے بھی ہٹ گئی۔ اشرف علی کا دل یہاں سے اتنا بےزار ہوا کے دوست کے بلاوے پر ہمیشہ کے لیے سعودی عرب سدھار گئے ایسے وقت میں سفینہ کو ماں کی محبت کی بہت ضرورت تھی، وہ باپ کو یاد کر کے چھپ چھپ کر روتی پر یہاں آ کر سروری نے اپنی دنیا بسالی۔ وہ ہوتی اور اس کا کونہ سفینہ ماں کو تکتی رہتی۔ ماں لمبی لمبی نمازوں کی ادائیگی میں مصروف رہتی یا قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو جاتی، جب دنیا دار تھی تو ایک وقت کی نماز نہ پڑھتی۔ آج مذہبی ہوئی تو دنیا سے کنارہ کش ہو گئی۔ ایک نظر اٹھا کر بھی نا بیٹی کو پیار سے دیکھتی اور خوش ہوتی، نا قیمتی لباس میں ملبوس بیٹی گڑیا سی لگتی۔

سفینہ ماموں کی بچیوں جیسے کپڑے پہنتی ان کے ساتھ ہی گاڑی میں، ان کے اسکول جاتی۔ اس کو بھی اتنا ہی جیب خرچ ملتا جو دوسروں کے لیے مقرر تھا۔ گھر میں مجال ہے جو اس کے ساتھ ذرا فرق روا رکھا گیا ہو۔ مامی سلمٰی بھی ایسی نیک روح سفینہ پر شوہر کی اتنی عنایات دیکھ کر بھی منہ نہ بناتی۔ سروری اسی بات پر خوش ہوتی بھر بھر کر انہیں دعائیں دیتیں۔

کاش وہ اس وقت صرف بیٹی کی آنکھ میں جھانک لیتیں جو پیاسی تھی، یہ پیاس اس وقت اور بڑھ جاتی جب ماموں بیٹے کے پاس ہونے پر اسے گلے لگاتے یا بیٹی کو گود میں اٹھا کر اس کا منہ چوم لیتے۔ سفینہ کا دل ایسے وقت میں مچل مچل اٹھتا۔ وہ اس پوری رات نہیں سوتی جب اس کے کزنز اپنے امی اور ابو سے پورے استحقاق کے ساتھ ناز نخرے اٹھواتے وہ ماں کا پلو تھام کر بیٹھ جاتی جو تہجد کی نماز پڑھنے میں مصروف ہوتیں۔

''ہونہہ کیا بات ہے؟ بیٹی نماز پڑھ رہی ہوں ایسے کرو گی تو گناہ ہوگا۔ سو جاؤ۔'' سروری بیٹی کے ہاتھ سے اپنا پلو چھڑا کر دوبارہ نیت باندھتی اور سفینہ ماں کو دیکھتی رہ جاتی جس کی طویل نمازیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ بجا ہے دین اسلام کے احکامات پر عمل کیا جانا پر دین اور دنیا کے درمیان توازن قائم رکھنا بھی اہم بات ہے، ورنہ زندگی دشوار ہو جاتی ہے، یہ تو نقطہ سروری سمجھ نہ پائیں۔ دنیا میں گم ہوئیں تو دین کا ہوش نہیں۔ دین کی طرف لوٹی تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر بیٹھی حالانکہ

سفینہ کا بھی ان پر حق تھا۔
وقت اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے۔ سروری کے بالوں میں چاندنی بکھر گئی اور سفینہ اپنی کمزوریوں کے ساتھ جوان ہوگئی اس کی خوب صورتی میں کوئی کلام نہ تھا۔ خاموش طبع سی پیاسی آنکھوں والی سفینہ کے بچپن سنبھالنے سے سلمٰی کو بہت آسانی ہوگئی۔ سفی نے بھی اپنی زندگی سے سمجھوتا کرہی لیا۔ اچانک ٹھہرے پانی میں زوہیب نے اپنی پرجوش محبت کا پتھر پھینک کر ہلچل سی مچادی۔ اس کی کزن وجیہہ اس دن بخار کی وجہ سے کالج نہیں گئی، وہ اکیلی ڈرائیور کے انتظار میں کالج کے گیٹ پر کھڑی تھی کہ زوہیب نے اس کے قریب آکر اسے ایک لفافہ پکڑایا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اتفاق سے اسی وقت گاڑی بھی آگئی۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ لفافہ بیگ میں ٹھونسا اور زوہیب کی مدھ برساتی نگاہوں سے بچتی بچاتی گاڑی میں جا بیٹھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ابھی تک لرز رہے تھے۔ دوپہر میں جب سب سوگئے تو اس نے وہ گلابی لفافہ چاک کیا، گلاب کی بہت ساری پتیاں اس کے دامن پر گر گئیں، تازہ پھول کی خوش بو نے مسحور کردیا اس نے وہ مختصر نوٹ کئی بار پڑھا جو صرف ایک لائن اور موبائل نمبر پر مشتمل تھا۔ زوہیب نے اپنا سیل فون نمبر لکھنے کے ساتھ نوٹ میں اس سے صرف ایک بار بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بقول زوہیب کہ اگر اس نے فون نہیں کیا تو وہ ساری رات اس کے گھر کے باہر آ کھڑا رہے گا۔
''میں اتنی پاگل...... اپنی اہمیت پر ہی خوش ہوگئی، یہ جانے بنا کہ اس نے ایسے دس لفافے بنائے ہوئے تھے، جو وہ آئے دن لڑکیوں میں بانٹتا رہتا' سفینہ نے بٹی کے بلانے پر اپنی داستان حیات وہیں روک دی۔ ثوبیہ رخشی کے پاس ہی لیٹی تھی۔ وہ جلدی سے اس کا ساگو دانہ رخشی کو دے کر لوٹی تو سونو کو اپنی جگہ مجسمہ کی طرح بیٹھا پایا۔
''اس کے بعد کیا ہوا بھابی؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔
''بس میں وہ بے وقوف لڑکی جس کی قسمت خراب تھی۔ یہ سوچ کر اسے فون کر بیٹھی کہ پہلی اور آخری دفعہ بات کروں گی یہ پہلی اور آخری بار کی غلطی ہی تو زندگی کی سب سے بڑی غلطی بن جاتی ہے اس کی باتوں کے سنہرے جال میں ایسا لپٹی کہ نکلنا مشکل ہوگیا۔
مجھے نہیں پتا تھا کہ زوہیب کو گاڑی اور بڑے سے گھر نے متاثر کیا۔ اسے غلط فہمی ہوئی، میں نے بھی کبھی اسے یہ بتانے کی کوشش نہ کی میں جو ہمیشہ محبتوں کو ترسی ہوئی تھی ڈرتی تھی کہ یہ خوشیاں مجھ سے چھن نہ جائیں، اسی جھوٹ کی سزا تو پارہی ہوں اب تک خیر میں اس کی محبت کی عادی ہوگئی۔ زندگی میں رنگ سے بھر گئے۔ زوہیب کی باتوں نے مجھے جیسے ساتویں آسمان پر پہنچادیا۔ قدم زمین پر ٹکتے ہی نہیں' فضاؤں پر چلتی' خوشیوں کے رنگ میرے آس پاس منڈلانے لگے، اس کے سپنوں میں کھوئی رہتی، جہاں وہ میرا راج کمار اور میں اس کی رانی بنی اس کے دل پر حکومت کرتی، زوہیب نے آہستہ آہستہ مجھ پر یہ بات واضح کردی کہ اس کا تعلق سفید پوش گھرانے سے ہے۔
مجھے اس بات سے بھلا کیا فرق پڑتا۔ وہ مجھ پر شادی کے لیے زور دینے لگا، پر میرے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ بات منہ سے کیسے نکالوں...... ابھی تو میری کزن جو مجھ سے عمر میں بڑی تھی، وہ بھی پڑھائی لکھائی میں مصروف تھی، میں نے اسے انتظار کا کہا مگر اس کا منصوبہ تو کچھ اور ہی تھا۔'' سفینہ کی آنکھوں میں یادوں کے دیے جل اٹھے۔ سونو اس کی پریم کتھا حیرانی سے سننے لگی۔
''خیر ایک دن زوہیب نے مجھے بتایا کہ اماں اس کا رشتہ کراچی میں رہنے والی اپنی بہن کی بیٹی سے طے کررہی ہیں، جو نہ صرف بہت خوب صورت بلکہ امیر کبیر بھی ہے۔'' سفینہ نے آنکھوں کو پونچھتے ہوئے سونیا کو بغور دیکھا۔
''کس سے مجھ سے ان کا دماغ تو ٹھیک تھا؟'' سونیا یہ سفید جھوٹ سن کر اچھل پڑی۔
''میں یہ بات سن کر مچل اٹھی، اس کی محبت کا نشہ ایسا چڑھا کہ اترنا مشکل تھا میں نے اس سے دو دن کا وقت مانگا اور پہلی بار اپنی امی سے میری گرما گرمی ہوئی۔ میں کمرا بند

کر کے بیٹھ گئی۔ زوہیب سے شادی کے لیے ہاں کے علاوہ میں کوئی دوسری بات سننے کو تیار ہی نہ تھی۔ سلمیٰ مامی نے مجھے بہت سمجھایا مگر عقل ہوتی تو یہ دن تھوڑی دیکھتی۔ راشد ماموں نے اپنے ذرائع سے زوہیب کے بارے میں پتا کروایا تو بہت مایوس ہوئے۔" سفینہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"اب بھی ان لمحوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو گھبراہٹ ہوتی ہے اور شرمندگی الگ' تمہارے کزن نے مجھ پر ایسا کیا جادو کیا کہ میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی، ان ماموں کو ہی خودسری دکھانے لگی جن کے احسانات گننے کھڑی ہو جاؤں تو شاید ساری گنتی ختم ہو جائے، پر ان کی نیکیاں ختم نہ ہوں۔ خیر انہوں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے مجھے بٹھا کر سب سمجھایا۔ زوہیب کے بارے میں وہ سب بتایا جو اس نے مجھ سے چھپایا۔ وہ گندے سے علاقے کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا ہے۔ کئی لڑکیوں سے فلرٹ کر چکا ہے، کام دھام کچھ نہیں کرتا۔ اس کی ماں کا چھوٹا سا میرج بیورو ہے، ان سب کی کمائی کا یہی ذریعہ ہے۔ تمہاری خالہ اپنی زبان کی وجہ سے پورے محلے میں بدنام ہیں، اکثر کلائنٹ کو بے وقوف بنانے کے لیے اپنے ہی ہینڈسم بیٹوں کو لڑکا بنا کر پیش کر دیتی ہیں۔ کچھ شادیاں بھی کرائی ہیں۔ زوہیب نے انٹر سے آگے پڑھا نہیں ایک بھائی اور ہے، صہیب جو ماسٹرز کرنے کے باوجود روزگار ہے۔" یہ سب بتاتے ہوئے سفینہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ سونو حیران و پریشان اپنی خالہ اور ان کے بیٹوں کے کارنامے سن رہی تھی۔

"آپ نے کیا اپنے ماموں کی باتوں پر یقین کیا؟" سونیا نے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو تھام کر پوچھا۔

"نہیں...... راشد ماموں کے یہ سب بتانے سے قبل ہی میرے پاس زوہیب کی کال آگئی تھی۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کئی جھوٹ بول کر مجھے ورغلا دیا۔" سفینہ کا لہجہ ایک بار پھر کھویا سا گیا۔ یاد ماضی اس کے لیے تو واقعی عذاب بنی ہوئی تھی۔

"زوہیب بھائی نے کیا کہا؟" سونیا کو بے چینی ہوئی۔

"انہوں نے ماموں کے گھر پہنچنے سے قبل ہی مجھے فون کیا اور کہنے لگے کہ میرے راشد ماموں نے اسے آفر کی ہے کہ اگر وہ مجھے چھوڑ دے تو وہ اسے منہ مانگے پیسے دیں گے مگر اس نے منع کر دیا کیوں کہ وہ صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔" سفینہ بےدردی سے ہنسی۔

"کیا بھابی! انہوں نے تھرڈ کلاس فلمی ڈائیلاگ بولا اور آپ نے ان کی باتوں پر یقین کر لیا؟" سونیا نے حیرت سے سفینہ کو گھورا۔

"بس جب آنکھوں پر محبت کی پٹی بندھی ہو تو محبوب کی غلط بات بھی صحیح لگنے لگتی ہے پھر تمہاری خالہ کے گھرانے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کچھ اور کرنا جانتے ہو یا نہ جانتے ہو سامنے والے کو کنوینس کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ خیر میں ان لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر ماموں کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ یہیں تمہاری خالہ سے چوک ہو گئی۔ وہ سمجھی کہ میں اپنے ساتھ خوب دھن دولت لے کر ان کے گھر اتروں گی۔ ماموں نے اچانک کھڑی ہو جانے والی اس شادی میں بہت کچھ دیا۔ مناسب زیور اور سامان کے ساتھ مجھے ہمیشہ کے لیے وداع کر دیا۔ امی نے بھی ایسے موقع پر خاموشی اختیار کر لی۔ شاید میں نے ان کو بھی بہت مایوس کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ انہیں میری پروا نہیں۔ پر امی نے میری رخصتی سے ایک دن قبل مجھے بتایا کہ میری بھلائی کے لیے انہوں نے ساری عمر ماموں اور مامی کے گھر سر جھکا کر گزارا کیا، اپنے آپ کو ایک کمرے تک محدود رکھا کہ کہیں بھابی یہ نہ سمجھیں کہ طلاق یافتہ نند ان کی زندگی میں دخل دینے آگئی ہے۔ ان کے صبر کا یہ صلہ ملا کہ راشد ماموں نے اپنے بڑے بیٹے سے میری شادی طے کر دی۔ فراز کے ڈاکٹر بننے کے بعد نہ صرف اس رشتے کا اعلان کیا جانا تھا بلکہ ہماری رخصتی بھی ہو جاتی پر میں نے زوہیب کو بیچ میں لا کر اپنے ہاتھوں سے اپنے نصیب پھوڑ ڈالے...... ہائے سونو میں نے اپنی ذات پر کیسا ستم ڈھایا۔" سفینہ کی ہچکیاں

بند نہیں ہورہی تھی؛ اس کی بری حالت دیکھ کر سونیا بھی رونے لگی۔

"رخصتی کے بعد کیا ہوا؟" سونیا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"تمہاری خالہ کا خاندان اگر صرف غریب ہوتا تو میں پھر بھی خاموشی سے گزارا کرلیتی پر یہ لوگ تو غلیظ نکلے، میں جب رخصت ہوکر ان کے گھر اتری تو سب کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میرے ماموں مجھے جہیز میں گاڑی۔ بنگلہ دیں گے۔ بے تحاشا دیا جانے والا زیور کپڑا بھی ان کی نگاہوں میں نہ سمایا؛ خیر ابھی میں دروازے پر ہی پہنچی تھی کہ ایک خوب صورت لڑکی چیل کی طرح آکر مجھ پر جھپٹی اور دیوانوں کی طرح مجھے نوچنے لگی، اس کے بھائی نے شیروانی پہنے زوہیب کی جوتیوں سے تواضع شروع کردی۔ وہ تو صہیب اور محلے والوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ تمہاری خالہ جو میرج بیورو چلاتی ہیں۔ وہیں انہوں نے موٹی فیس لے کر اس لڑکی کا رشتہ زوہیب سے طے کردیا تھا۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔ فیس وصول کرنے کے بعد وہ لڑکی میں ہی کوئی عیب نکال کر لڑکے والوں کی جانب سے انکار کہلوا دیتی۔ لڑکی والے اپنی عزت کے خاطر چپ ہوجاتے تو کوئی ان کے دفتر میں آکر شور شرابا کرنے لگتے۔ خیر اس لڑکی کو کہیں سے زوہیب کی شادی کی خبر ملی تو وہ گھر کا پتا ڈھونڈتی ہوئی یہاں پہنچ گئی پھر شادی کے پہلے دن سے میرا جو تماشہ بنا تو آج تک میں سرکس کا مسخرہ بنی ہوئی ہوں۔" سفینہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر اپنے آنسو پونچھے۔

"آپ نے اپنے ماموں سے مدد کیوں نہیں لی؟" سونیا نے ان کا دکھ اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔

"بس یہیں ان لوگوں کی نہ چلی بہت کوشش کی کہ میں ماموں کے در پر ہاتھ پھیلانے جاؤں پر میں نہ گئی۔ یہاں میں نے اپنے آپ سے بھی ضد باندھ لی۔ اس وجہ سے زوہیب نے مجھ پر ہاتھ بھی اٹھایا۔ پر اپنے کیے کی سزا خود کو دی پھر اماں کے انتقال کے بعد۔ ماموں کی پوری فیملی ہمیشہ کے لیے امریکا شفٹ ہوگئی۔ جانے سے پہلے وہ مجھ سے رسمی طور پر چیزوں سے لدے پھندے ملنے آئے۔ پر زوہیب اور اماں نے ان سے ایسی بے رخی برتی کہ وہ دس منٹ سے زیادہ نہ بیٹھے۔" سفینہ نے زخمی مسکان لبوں پر سجالی۔

"آپ ایسے حالات میں کیسے گزارا کررہی ہیں۔ طلاق لے لیتی۔" سونیا کو زوہیب بھائی سے نفرت محسوس ہوئی۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ زندگی کا ایسا بھیانک چہرہ دیکھنے کے لیے ایک اور سفینہ تیار ہوجائے۔ میں نے ثوبیہ کی خاطر اپنے آپ کو قربان کردیا۔ ساری خوشیاں اپنی بچی سے وابستہ کرلی۔ اپنے اوپر سمجھوتے کی ایک چادر تان لی۔ جس کے ایک ایک تار میں آنسو پرو دیے۔ پرائیوٹ گریجویشن کیا۔ اب ماسٹرز کی تیاری کررہی ہوں۔ امتحان دینے کے بعد کہیں جاب کے لیے اپلائی کروں گی۔ اسی لیے مجھے پڑھنے سے نہیں روکا گیا۔ میں تو کراچی آنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ امتحان نزدیک تھے۔ پر مجبوراً آنا پڑا۔" اتنی لمبی تمہید کے بعد سفینہ اب اس بات کی طرف آرہی تھی۔ جس کی وجہ سے سونو کی زندگی بھی عذاب بن سکتی تھی۔ کافی دیر گزر چکی تھی اسے ڈر تھا کہ کہیں دردانہ واپس آگئی تو باتیں ادھوری نہ رہ جائیں۔ دروازے سے جھانکا۔ ثوبیہ بھی رخشی کے پاس کھا پی کر سوگئی تھی۔

"اچانک کیا ہوا؟" سونیا حیران ہوئی کہ اب بھی کوئی بات باقی رہ گئی ہے۔

"تمہاری خالہ پر کچھ لوگوں کا قرضہ چڑھا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے ہمارے گھر آکر خوب ہنگامہ مچایا۔ اماں نے ہاتھ پیر جوڑ کر چھ مہینے کا وقت مانگا اور گھر بند کرکے کراچی دوڑی چلی آئیں۔" سفینہ نے جلدی جلدی بتایا۔

"قرضہ... ! کیسا قرضہ؟" سونیا ایک کے بعد ایک ہونے والے انکشافات سے تھرا اٹھی۔

"صہیب صاحب کو باہر جانے کا شوق چرایا؛ تو کسی ایجنٹ کے ذریعے کام کروایا تھا انہوں نے ادھر ادھر سے کر کرا

کر اور بیٹے کے سعودی عرب جانے کے بعد منافع کے ساتھ پیسے کی واپسی کا لالچ دے کر چار لاکھ کا قرضہ لیا۔ باقی زوہیب نے مجھ سے زبردستی زیور کا ایک سیٹ لے کر بیچا۔ سارے پیسے جمع کرکے ایجنٹ کے دفتر میں دے آئے۔ وہ کہتے ہیں نا جو زیادہ سیانا بنتا ہے وہ ہی بڑی چوٹ کھاتا ہے بس ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا..... چور کو پڑ گئے مور، ایجنٹ ان کے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں کے پیسے لے کر بھاگ گیا۔" سفینہ نے سونیا کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

"اوہ! مائی گاڈ! پھر کیا ہوا؟" سونیا کے دماغ کی چولیں ہل گئیں، بعض لوگ اپنے چہروں پر کئی تہیں چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں ایک تہہ اترتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی ہے جب کہ اس کے نیچے کئی تہیں چھپی رہ جاتی ہیں۔ اصل تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ شاید چھل اور فریب میں مبتلا انسان اپنی صورت خود بھی بھول جاتا ہے۔

"جب ان لوگوں کو پتا چلا کہ صہیب کا جانا کینسل ہوگیا تو انہوں نے اپنے پیسوں کا تقاضا کرنا شروع کردیا کبھی ایک آکر باتیں سناتا تو کبھی دوسرا ان مشکل حالات میں بھی صہیب کے دماغ نے کام دکھایا۔ اس نے ان کو یہ پٹی پڑھائی کہ امیر خالہ سے تعلقات استوار کریں تو وہ اپنی مردانہ وجاہت کے بل پر ان کی بھولی بھالی بیٹی کو پھنسا کر اسے اتنا مجبور کردے گا کہ وہ خود اپنے گھر والوں سے صہیب کے ساتھ شادی کی ضد کرے گی۔" سفینہ نے ان ماں بیٹوں کا منصوبہ لفظ بہ لفظ سنادیا۔ سونیا دل پر ہاتھ رکھ کر رہ جہا کی تھا رہ گئی۔

"ان کو مجھ سے شادی کرکے کیا فائدہ ہوتا۔"

"او بھالی گڑیا! امیر والدین کی اکلوتی اولاد تمہاری دولت سے یہ لوگ ہی تو فیض اٹھاتے۔ میرے معاملے میں دھوکا کھانے کے بعد اس بار پکا کام کرنا چاہتے تھے۔" سفینہ اذیت سے مسکرائی۔

"دیکھو گڑیا! بعد کے رونے سے پہلے کا رونا بہتر ہے میرا مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں بلکہ تمہاری آنکھوں پر جمی محبت کی اس برف کو پگھلانا تھا، جس کی وجہ سے تم شاہ مراد کی اچھائیوں کو دیکھ نہیں پا رہی تھی، وہ عقل مند ہے صہیب کی اصلیت پہچان گیا اسی لیے تمہیں اس سے بچانا چاہتا تھا اور تم اس کی اچھائیوں کو بھلائے لڑنے مرنے پر تیار رہتی، اب بھی وقت ہے مجھ سے ہی کچھ سبق سیکھو ایک دن کی اذیت زندگی بھر کے جھلنے سے بہتر ہے۔" سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر حوصلہ دیا، اس کے آنسو پونچھے جو شاید پچھتاوے کے تھے۔

"شکریہ بھابی! اگر آپ میری آنکھیں نہ کھولتیں تو میں مما اور شاہ کو غلط اور بڑی خالہ کو صحیح سمجھتی رہتی سو نائس آف یو۔" سونیا کو لگا کہ آج بہت سی گرہیں کھل گئیں اور اب اسے بہت سی چیزیں سمجھ میں آنے لگیں تھیں۔

"بس جانو ایک بات کا خیال رکھنا کہ تم وہ غلطی نہ دہرانا جو میں نے کی کیوں کہ کافی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم چیزوں کو بگاڑ دیتے ہیں تو دوش قسمت کو دینے لگتے ہیں میں نے بھی جذبات میں آکر غلط فیصلہ کیا ورنہ ایک خوش گوار زندگی میری منتظر تھی۔ میں نے خود وہ کھڑکی اپنے ہاتھوں سے بند کردی جہاں سے تازہ ہوا کا جھونکا میری روح کو سرشار کرسکتا تھا اب تو بس دم ہی گھٹتا رہتا ہے۔" سفینہ کی آنکھوں میں پچھتاوے کے موتی چمکے اور سونیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

......☆☆☆......

ظفر میاں مہربانی ہوگی ایک کام کیجیے گا ہم سب کی پرسوں کی واپسی کی بکنگ کروادیں۔" دردانہ نے کچھ سوچ کر ظفر اقبال کو چائے پیش کی اور افسردگی سے کہا۔

"ارے آپا! خیریت تو ہے؟" وہ جو کچھ لکھنے میں مصروف تھے ان کی فرمائش پر چونک اٹھے۔

بس بھیا! لگتا ہے کہ اب یہاں سے اپنا دانہ پانی اٹھ گیا، پہلے تو بہن کو ہی ہمارا یہاں رہنا پسند نہ تھا اب بھانجی بھی کھنچی کھنچی سی رہنے لگی ہے۔" ساری عمر انہوں نے زبان کی ہی روٹی کھائی تھی اور اب بھی میٹھے لہجے میں زہر اگلا۔

"نہیں بھئی ابھی تو آپ بالکل نہیں جا سکتی سونیا کے کون سے آٹھ دس بھائی ہیں ایک زوہیب اور صہیب ہی تو ہیں اتنی بڑی تقریب سر پر کھڑی ہے ان دونوں کو ہی تو میرے سارے معاملات دیکھنے ہیں۔" انہوں چمکتا ہوا کارڈ دردانہ کی طرف بڑھا کر ماں سے کہا اور کمرے میں موجود باقی نفوس بھی ان دونوں کی گفتگو سننے لگے۔

"میں کچھ بھی نہیں کیا کہہ رہے ہیں! کون سی تقریب؟" ان کو اچنبھا ہوا شک تو انہیں ہو ہی رہا تھا کہ اندرون خانہ کچھ چل رہا ہے۔ حمیرا بھی دو ایک بار آئی تھی۔ رخشی اور سونو بھی ڈرائیور کے ساتھ کہیں گئی مگر سب نے ان کا جیسے بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ کوئی سن گن ہی نہیں مل پا رہی تھی تو انہوں نے یہ چال چلی مگر یہاں بھی مات کھانی پڑی۔

"لگتا ہے رخشی نے بتایا نہیں کہہ دی تھی کہ کارڈ چھپ جائیں تو سرپرائز دے گی آپا سے زیادہ سونیا کی شادی پر کون خوش ہوگا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولے اور کارڈ صہیب کے ہاتھ سے گر گیا جو اس نے ماں سے پڑھنے کے لیے لیا تھا۔

"نہیں بھائی! کاہے کی آپا ہم کو غیر سمجھا گیا کارڈ چھپوانے کے بعد بتایا گیا۔" دردانہ کا تو غصے سے برا حال ہو گیا رخشی کو گھورتے ہوئے چبا چبا کر بولیں۔ وہ تو بہنوئی سے تھوڑا ڈرتی تھی ورنہ ایک ہنگامہ مچا ڈالتی۔

"چلیں چھوڑیں نا آپا! دل میلا نہ کریں کچھ غلط فہمی ہو گئی شاید ورنہ رخشی نے تو خود مجھے کہا تھا کہ وہ آپ کو سرپرائز دینا چاہ رہی ہے۔" ظفر اقبال کا موبائل بج اٹھا تو وہ دردانہ کے کاندھے پر پیار سے دلاسہ دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ویسے بھی ان کو ان کے کاروباری مسائل اتنا مصروف رکھتے وہ خواتین کے مسائل میں کم ہی الجھتے۔

"چلو اٹھو سب سامان باندھو اب یہاں رہ کر کیا شادی کے ڈھول بجاؤ گے؟" ظفر اقبال کے باہر نکلتے ہی وہ اپنی جون میں واپس آئی، ان کی پاٹ دار آواز پورے ہال میں گونج اٹھی۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی رخشی کا دل لرزا اس پر اب بھی اپنی بہن کا رعب تھا۔ پر ایک جانور بھی اپنی اولاد کے لیے طاقت ور سے بھڑ جاتا ہے۔ وہ تو پھر اشرف المخلوقات میں سے تھی۔ کیسے سونیا کو اپنی بہن کی لالچ کے بھینٹ چڑھنے دیتی۔

جب سونیا نے روتے ہوئے اس سے معافی مانگی اور سفینہ نے آپا کی عیاری کا پردہ چاک کیا تو وہ ہل کر رہ گئی۔ یقین نہ کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ اور اس کی ماں۔ اس سوراخ سے ایک بار نہیں کئی بار ڈسے جا چکے تھے۔

"آپا اب اور نہیں۔" رخشی نے آنسو پونچھے اور طبیعت کی خرابی کی پروا کیے بغیر اسی وقت شاہ مراد کو بلا کر صہیب کے حوالے سے کچھ باتیں بتائی۔ ہر بات بتانا مناسب نہ ٹھہرا۔ داماد بننے جا رہا تھا۔ وہ راستے کھلے رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی لیے بہن کا پردہ رکھا۔ اس کے حامی بھرنے کے بعد میاں جی کو لے کر خاموشی سے حمیرا کے یہاں پہنچ گئی۔ گلے شکوے دور ہوئے تو دونوں کی ڈائریکٹ شادی کی بات طے پا گئی۔ دردانہ کو کرید تو بہت ہوئی مگر اس نے ہنس کر ٹال دیا۔ سفینہ کو بھی صہیب اور سونیا کی پہرہ داری پر لگا دیا کہ معاملات مزید خرابی کی طرف نہ جائیں۔

سفینہ اور زوہیب کے سمجھانے پر دردانہ بڑی مشکلوں سے شادی میں شرکت پر راضی ہوئی اور صہیب نے بھی قسمت کا لکھا سمجھ کر ہار مان لی۔

دردانہ بڑی حیل وحجت کے بعد مان ہی گئیں تو رخشی اور سونیا نے چین کا سانس لیا۔ رشتے توڑنا کچھ مشکل نہیں مگر ساری مشکلات تو انہیں جوڑے رکھنے میں ہی پیش آتی ہیں۔ رخشی نے بھی ہمیشہ اپنی آپا کو ان کی برائیوں سمیت اپنایا تھا اور آج کیسے چھوڑ دیتی۔

......☆☆☆......

"بھابی..... او میری بھابی! تم جیو ہزاروں سال۔" شاہ مراد نے ماموں کا گیٹ کراس کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے سفینہ کو مکھن پالش کی، جو بیل کی آواز پر گیٹ کھولنے آئی تھی۔

"اے نوشے میاں آج آپ کا یہاں کیا کام؟ سب گھر والے مہندی کی رسم ادا کرنے آپ کے گھر گئے ہوئے ہیں یہ نہ ہو کہ دلہا کی گمشدگی پر مسجد میں اعلان ہو جائے۔" سفینہ نے جلدی سے دونوں ہاتھ پھیلا کر شرارت سے اس کا راستہ روکا۔

"اتنی کچی گولیاں ہم نے بھی نہیں کھیلیں۔ ایک دوست کو اسٹینڈ بائے کیا ہوا ہے۔ جیسے ہی رسم شروع کرنے کی تیاری ہو وہ فوراً کال کردے گا اور ہم دوڑتے بھاگتے پہنچ جائیں گے۔ فی الحال تو آپ دربان بننے کی بجائے مہربان ہو جائیں۔ صرف اس کا ایک دیدار کرادیں۔ قسم سے شادی کے دن تک کے لیے افاقہ ہو جائے گا۔ پھر ایسا موقع کب ملے گا؟" شاہ نے سفینہ کے ہاتھ پاؤں جوڑنا شروع کردیے۔

"لڑکے! کیوں مجھے سب سے جوتے پڑواؤ گے چلو جلدی سے رفو چکر ہو جاؤ۔" سفینہ کو شاہ مراد کو ستانے میں مزہ آرہا تھا دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"لڑکی! محبت کرنے والوں کی بددعاؤں سے ڈرو دعائیں سمیٹ لو زندگی سنور جائے گی۔" شاہ مراد نے آنکھ بند کرکے سفینہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اچھا شاہ بابا! صرف پانچ منٹ اس سے زیادہ دیر ہوئی تو میں سونیا کے کمرے میں آکر تمہیں باہر نکال دوں گی۔" سفینہ نے راستہ چھوڑا اور انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تو وہ مسکراتا ہوا سونیا کے کمرے کی طرف دوڑ گیا۔

"بھابی! کون آیا ہے دروازے پر؟ قسم سے اس مہندی نے تو مجھے محتاج کردیا ہے۔ پلیز ذرا بالوں میں کیچر تو لگادیں۔" شاہ مراد اندر داخل ہوا تو اس کی طرف سونیا کی پیٹھ تھی۔

اس نے سفینہ سمجھ کر بے تکلفی سے فرمائش کی وہ ہاتھوں پر لگی مہندی کو بچانے کے آگے پھیلائے سکھانے کی کوششوں میں ہلکان ہوئی جارہی تھی۔ شاہ مراد نے مسکراتے ہوئے اس کے خوش بودار بالوں کو سمیٹا اور الٹے سیدھے طریقے سے کیچر لگانے لگا۔ سونیا کو کچھ عجیب احساس ہوا۔ مہک یہ

باتیں یاد رکھنے کی

راتوں کو اکثر اٹھ کر بیٹھ جانا اور سوچتے رہنا ایسا کیوں ہوا ہے؟ وہیں پر اپنی خامیاں تلاش کریں۔ کہیں کوئی آپ کی اپنی غلطی تو نہیں ہے۔

پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ضرور ہوتے ہیں جو ہاتھوں کو زخمی کردیتے ہیں' سارے پھول اچھے ضرور ہوتے ہیں مگر ساروں کے ساتھ کانٹے نہیں ہوتے۔

انسان کو اتنا بے حس نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی آپ کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہو تو اسے جھٹک دو ایسا نہ ہو جب آپ اس کی طرف ہاتھ بڑھاؤ تو اس وقت بہت دیر ہو جائے۔

انسان جب مایوس ہو جاتا ہے ہر طرف سے تو اسے آخر میں رب یاد آجاتا ہے' پہلے رب کو بھولا ہوا ہوتا ہے آخر ہم انسان اپنے حقیقی مالک کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ یاد اس وقت کرتے ہیں جب ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں بچتا سوائے خدا کے حضور جھکنے کے۔

ضروری نہیں ہوتا کہ جس انسان سے محبت ہو وہ مل جائے محبت قربانی مانگتی ہے۔

رات کو سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں موت آجائے کیونکہ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی (معافی مانگنے کا)

ایمان زہرا شہزادی...... چکوال

تو وہی پیاری سی مہک تھی اور چونک کر مڑی۔

"شاہ! تم یہاں کیسے؟" حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں، سبز اور زرد چنا پٹی کے شرارے اور زرد دوپٹے میں نیند سے بھری گلابی آنکھیں چہرے پر ابٹن کا سنہرہ پن...... شاہ مراد کی محبت لٹاتی نگاہوں سے اس کا نگاہیں ملانا دشوار ہو گیا۔

"آہ! کیا دیکھوں...... اور کیا نہ دیکھوں؟ سونو تم پہلے سے اتنی خوب صورت تھی یا میرے نام کی مہندی اپنے ہاتھوں پر لگانے کے بعد ہوگئی ہو؟" شاہ نے دل پر ہاتھ رکھ

کر بے ہوشی کی ایکٹنگ کی تو سونیا شرما کر رہ گئی۔
"اُفوہ! یہ بتاؤ یہاں کیوں آئے ہو جلدی سے نکلو یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو بدنامی ہوگی۔" سونیا نے زبردستی لہجے میں سختی پیدا کی۔
"بات سنو...... مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے مزید رکنے کا بس وہ چیز مجھے دے دو جس کی وجہ سے مجھے اتنا لمبا سفر طے کرکے یہاں آنا پڑا۔" شاہ مراد نے مسخری کی انتہا کردی۔ ایک آنکھ دبا کر بولا تو سونیا جل گئی۔
"کون سی چیز؟ میرے پاس تمہاری کوئی چیز نہیں۔" حسب عادت وہ چڑ کر بولی۔
"یار! وہ ڈونٹ ڈسٹرب والا کارڈ لینے آیا ہوں۔" شاہ مراد نے سنجیدگی سے کہا۔
"وہ کارڈ میری الماری میں پڑا ہوگا پر اس وقت تمہیں اس سے کیا کام ہے؟" سونیا نے منہ بنا کر پوچھا۔
"سنو جان! اسے پہلی فرصت میں جلاؤں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کے بعد کسی بات پر آپ کا موڈ آف ہوجائے اور ہمارے کمرے کے دروازے پر وہ عالم آویزاں کردیا جائے قسم سے میں تو مر ہی جاؤں گا.... تم نے پہلے ہی اتنا تڑپایا ہے اب مزید دوری کی ہمت نہیں۔" شاہ مراد کا لہجہ محبت سے چور چور ہونے لگا، آنکھوں سے پیار کی روشنی نکل کر سونیا کے روم روم میں سمانے لگی۔ اس کا دل محبت کی تال پر ناچ اٹھا' پلکیں لرزنے لگیں' ہاتھ کپکپا اٹھے اس سے پہلے کہ شاہ مراد ان ہاتھوں کو تھام لیتا اور گیلی مہندی کا ڈیزائن خراب ہوجاتا سفینہ نے ولن والی انٹری دی اور شاہ کے ہائے ہائے کرنے کے باوجود اسے کانوں سے پکڑ کر باہر کا راستہ دکھایا۔ پیچھے سے سونیا کی چوڑیوں سی کھنکتی ہنسی سے اس کا دل جھوم اٹھا۔

......☆☆☆......

"سفینہ! یہ لو اس لفافے میں دو لاکھ روپے ہیں، میرے اکاؤنٹ میں ابھی اتنے ہی تھے۔ امید ہے کہ تم لوگوں کی جان کچھ دنوں کے لیے، قرضہ مانگنے والوں سے چھوٹ جائے گی، باقی کا انتظام بعد میں کرکے بھیجتی ہوں۔" ان لوگوں کی واپسی سے قبل رخشی نے اشارے سے سفینہ کو کمرے میں بلا کر ایک لفافہ اس کی مٹھی میں دبا دیا۔
"نہیں...... نہیں...... خالہ میں یہ کیسے لے سکتی ہوں؟" اس نے گھبرا کر لفافہ واپس کردیا۔
"بس رکھ لو میں نہیں چاہتی کہ تم مزید لوگوں کی باتیں سنو۔" رخشی نے آنسو پونچھے' کچھ بھی تھا دردانہ اس کی بہن تھی سوتیلی ہی سہی پر ان کا باپ تو ایک ہی تھا ایسا آدمی جس کی شرافت کی قسمیں زمانہ کھاتا تھا' آج دردانہ کی ضد اور کم فہمی نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔
"میں...... اماں سے کیا کہوں گی؟" وہ متذبذب ہوئی۔
"کچھ بھی کہہ دینا۔ کہنا تم نے اپنے امریکا والے ماموں سے قرضہ چکانے کے لیے منگوائے ہیں' ویسے بھی جب پیسے ان کے ہاتھ میں آئیں گے تو وہ ان لوگوں سے اپنی جان چھڑانے کی فکر میں ہلکان ہوجائیں گی تاکہ سوال وجواب میں الجھیں گی۔" رخشی بھی ان لوگوں کی نفسیات اچھی طرح سے سمجھتیں تھی' مسکرا کر بولی تو سفینہ نے وہ لفافہ مٹھی میں دبا لیا۔
"جب محبت کا دیا انسان کے اندر جلتا ہے تو اس کا عکس نور بن کر چہروں پر چھایا ہوتا ہے، رخشی خالہ جیسے پرخلوص لوگوں کی وجہ سے ہی اس دنیا کا کاروبار چل رہا ہے ورنہ برے لوگوں نے تو اسے کب کا تباہ کردیا ہوتا۔" رخشی کو چپ چاپ کمرے سے جاتا دیکھ کر سفینہ سوچنے لگی اداس مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوگئی۔

اختتام

محفل آرا تھے مگر پھر بھی کم نما ہوتے گئے
دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہوتے گئے
ناشناسی دہر کی تنہا ہمیں کرتی گئی
ہوتے ہوتے ہم زمانہ سے جدا ہوتے گئے

"جی باجی آپ نے بلایا تھا؟" وہ گیلے ہاتھ دوپٹے کے پلو سے پونچھتی اندر داخل ہوئی۔

"جی میں نے ہی ملکہ عالیہ مردہ امیر کو بلانے کی جسارت کی ہے۔" عارفہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے طنز سے بولی۔

"شکر ہے خیال تو آیا میرے کمرے میں جھانکنے کا۔" غصے سے کہتے ہوئے عارفہ نے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگالی اور پاس ہی اوندھا پڑا ڈائجسٹ اٹھالیا جو مردہ کو آتے دیکھ کر غصے سے پاس ہی بیڈ پہ پٹخ دیا تھا۔

"سالن پکا کر آٹا گوندھ رہی تھی۔ ساتھ میں بریانی کا مصالحہ بھی تیار کرلیا' اسی وجہ سے دیر ہوگئی۔" وہ شرمندگی سے وضاحت دینے لگی۔

"آپ بتائیں آپ کو مجھ سے کیا کام تھا؟" رسانیت سے پوچھا۔

"میری الماری کی صفائی کرنی ہے سب کچھ الٹ پلٹ پڑا ہے۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتی تو ہو مگر پھر بھی جب تک تمہیں کہا نہ جائے' مجال ہے جو کوئی کام ہوجائے تم سے۔" عارفہ اس کی آنکھوں میں اپنی گہری براؤن آنکھیں ڈال کر اپنے مخصوص جتاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"میں ابھی سب کچھ سیٹ کردیتی ہوں۔" وہ پھرتی سے دیوار گیر چوبی الماری کی طرف مڑی۔

ہینگ شدہ ریشمی اور سوتی کپڑے الگ الگ خانوں میں لٹکائے' باقی کاٹھ کباڑ باہر نکال دیے۔ تاگوں کی قینچی بنا کر پیروں کو ہلاتے ہوئے عارفہ مطالعہ کے دوران اسے ہدایات دیتی رہی۔

"یہ لینن کا سوٹ باہر نکال دو۔ پانچ مرتبہ پہن چکی ہوں یہ آف وہائٹ کرتے کی کڑھائی اب ذرا دل کو نہیں بھا رہی۔"

"مگر کیوں باجی! آپ نے تو بڑے شوق سے اس کرتے پر کڑھائی کروائی تھی؟" کرتا ہاتھ میں تھامے اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں اب میرا پہننے کو دل نہیں کرتا۔ آنٹی جمیلہ کی بیٹی نگین ہو بہو ایسی کڑھائی والی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ میرا تو

دل ہی اوب گیا اس کرتے سے۔" عارفہ نے ناگواری سے کہا تو اس نے سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلا دیا۔

"یہ دو چار جوڑے اب تم رکھ لو۔ میرے کسی کام کے نہیں۔" ساتھ ہی شاہانہ انداز سے اسے اپنے پرانے جوڑے مرحمت کیے گئے تو اس کے چہرے پہ بے ساختہ سرشاری کے رنگ امڈ آئے تھے۔ جوڑوں کو بازوؤں میں بھر کر لمحے بھر کے لیے بھینچ ڈالا۔ عارفہ کے مخصوص پرفیوم کی خوشبو نے اس کے دل و دماغ پہ کیف آگئیں سا تاثر ڈالا۔

"ارے مروہ! کہاں رہ گئی ہو کچھ ہانڈی کی بھی خبر ہے یا نہیں۔" اسی دم مامی نسیم اسے پکارتی ادھر آ نکلیں۔

"جی مامی! بس آ رہی تھی۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"امی! مروہ میرے کمرے کی صفائی کررہی ہے۔ فی الحال ایک دو گھنٹے تک یہاں سے کہیں نہیں جائے گی۔" عارفہ نے دھونس بھرے انداز میں ماں سے کہا۔

"ارے تو کچن کون دیکھے گا۔ دن دیکھو ڈھل چکا ہے' تمہارے ابو تو آتے ہی کھانے کا شور مچادیں گے' اسے جانے دو' باقی کی صفائی کل کردے گی۔" نسیم عارفہ کے پاس بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے محبت سے بولیں' جیسے صاحب زادی سے درخواست کی جارہی ہو۔

"میری فرینڈ ربیعہ کی آمد کسی دن متوقع ہے۔ میں چاہتی ہوں' میرا روم بالکل صاف ستھرا ہو۔ دن کو یہ محترمہ کالج چلی جاتی ہیں اور باقی کا وقت آپ اسے اپنے کاموں میں کھپا دیتی ہیں۔" انتہائی آف موڈ میں بولتے ہوئے عارفہ اٹھ بیٹھی۔

مروہ ہاتھوں میں کپڑے دبوچے ان کے حکم کی منتظر کھڑی تھی۔

اکثر ہی ایسا ہوتا تھا' عارفہ باجی اسے سائے کی طرح اپنے ساتھ ساتھ رکھنے کی خواہش مند ہوتی تو ادھر مامی کا بھی کوئی کام اس کے بنا ہونا تقریباً ناممکن ہوتا۔ وہ اس گھر کے اہل خانہ کے لیے ایسی ہی ضروری تھی۔ تھوڑی دیر کی بحث و تمحیص کے بعد عارفہ نے اسے کچن میں جانے کی اجازت دے دی۔

اس نے جلدی سے بھگوئے گئے چاول ابلنے کے لیے چولہے پر چڑھائے' ساتھ ہی تیزی سے ہاتھ چلا کر سلاد بنانے لگی۔ ڈوبتے سورج کی نارنجی شعاعیں سیدھی کھڑکی سے کوکنگ رینج پہ پڑ رہی تھیں۔ وہ تیزی سے گرما گرم پھلکے اتار کر خوان میں لپیٹے کمرے میں آئی تو نسیم' حشمت اللہ سے مخاطب تھیں۔

"یہ لڑکی مروہ انتہائی سست اور کام چور ہے' بھوک سے پیٹ میں بل پڑ رہے ہیں مگر یہ اپنے موڈ سے ہی کام نمٹائے گی۔" پل بھر کو اس کے قدم دہلیز پر جم گئے تھے مگر اگلے ہی لمحے وہ سر جھٹک کر اندر داخل ہوگئی۔

کھانا کھانے کے بعد حسب معمول دستر خوان لپیٹ کر چائے چولہے پر چڑھا دی' اسی دوران جلدی سے برتن بھی کھنگال لیے۔ عارفہ کو چائے اس کے کمرے میں دینے کے بعد نسیم اور حشمت اللہ کو سرو کی پھر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

"یہ تم کہاں جارہی ہو؟" نسیم نے حیرانی سے پوچھا۔

"جی اپنے کمرے میں۔" سادگی سے جواب ملا۔

"تو چائے کے برتن کون دھو کر رکھے گا۔" نسیم نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

"اب کیا جھوٹے برتن صبح تک یونہی پڑے رہیں گے؟" انداز ہنوز' وہ خود دبک کر قریبی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

حشمت اللہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بیوی کو دیکھا تھا۔ پھر روز کی طرح نسیم کو آج کی کاروباری مصروفیت سے آگاہ کرنے لگے۔ دونوں کافی دیر تک چسکیاں لیتے باتیں کرتے رہے اس دوران مروہ جمائیوں کی سنچری مکمل کرچکی تھی۔ خدا خدا کرکے چائے ختم ہوئی تو اس نے برتن دھو کر اپنے کمرے میں آنے میں ایک سیکنڈ کا وقت نہیں لیا۔

کتاب کھول کر دیکھی تو نیند کے غلبے کی وجہ سے لفظ گڈمڈ سے نظر آنے لگے تھے۔ آنکھیں مسل کر دیکھا تو کچھ واضح دکھائی دیئے۔ ایف اے میں پلس اے گریڈ

لینے پر ماموں نے اسے کالج میں ایڈمیشن دلوادیا تھا۔

اگرچہ مامی نسیم اس کی مزید پڑھائی کے حق میں نہیں تھیں کہ لڑکیوں بالخصوص یتیم لڑکی کو پڑھائی کے بجائے گھریلوں کاموں میں زیادہ دلچسپی لینی چاہیے کیونکہ اگلے گھر میں یہی چیزیں کام آتی ہیں۔

"تو کیا عارفہ باجی کو گھرداری نہیں سیکھنی چاہیے؟ ایم اے کی ڈگری ہی ان کے اگلے گھر میں کام آئے گی۔" وہ یہ بات صرف دل میں سوچتی تھی زبان پہ لانے کی ہمت نہیں کی' کیونکہ ماموں اس کا ایڈمیشن کالج میں کرا چکے تھے۔ شہر کے بہت بڑے آڑھتی تھے اتنا تو یتیم بھانجی کے لیے کرہی سکتے تھے۔

وہ صبح پہلی ہی اذان پر اٹھتی تھی۔ ماموں اور مامی کا ناشتہ اکٹھے وہ ٹائم پر ہی بنالیتی تھی' کیونکہ ماموں کو سویرے کام پہ نکلنا ہوتا تھا' مگر مسئلہ عارفہ کا تھا جو دن چڑھے اٹھ کر ناشتہ کرنے کی عادی تھی۔ ناشتہ بھی فرمائشی' اگر آج ہاف بوائل انڈا ہے تو لازمی نہیں اگلی صبح بھی وہ ہاف بوائل انڈا ہی لے اس کا پورج لینے کا بھی دل کرسکتا ہے۔ مروہ کو اس سے پوچھ کر ناشتہ بنانا پڑتا تھا۔ دن کی ہانڈی وہ ناشتے سے فراغت پاتے ہی چڑھا دیتی تھی۔ اسی مصروفیت میں اس کے پہلے دو پیریڈز مس ہوجاتے' مسز ہاشمی نے تو سختی سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان کے سبجیکٹ میں مسلسل غیر حاضر جارہی ہے تو ایسے میں اس کی رول نمبر سلپ جاری نہیں کی جائے گی۔ وہ فری پیریڈ میں اپنی دوست مریم سے نوٹس لے کر ان کی اسائنمنٹ تیار کرلیا کرتی۔ وہ بہت زیادہ ذہین تو نہیں البتہ محنتی ضرور تھی۔ حصول تعلیم اس کا اولین شوق تھا۔ جسے پورا کرتے ہوئے اسے صحیح معنوں میں دانتوں تلے پسینہ آجاتا۔

کالج سے واپسی پر سارے گھر کی صفائی کرنا' ماموں جزوقتی تو کیا کل وقتی ملازمہ بھی افورڈ کرسکتے تھے مگر کیا کیا جائے کہ مامی کو ہر کام ہی مروہ کے ہاتھ کا پسند آتا تھا' مروہ کے ہاتھ کے پکے کھانے' مروہ کے ہاتھ کے دھلے برتن' خوب جمی ہوئی استری...... پسند تو عارفہ کو بھی اس کا ہر کام تھا۔ اپنی نگرانی میں ہی اپنی ڈریسنگ ٹیبل ٹھیک کرواتی' بیڈ کی چادر جھڑواتی اور اگر کوئی کام نہ بھی ہوتا تب بھی اسے اپنے پاس ہی روکے رکھتی تھی۔

"دیکھو مروہ! اس لانگ شرٹ اور پاجامے میں' میں کرینہ کپور لگتی ہوں ناں؟" عارفہ کوئی نیا خریدا ہوا جوڑا زیب تن کرکے اس سے دریافت کرتی۔

"جی باجی! آپ بالکل کرینہ کپور لگ رہی ہیں' بہت اسمارٹ اور خوب صورت۔" وہ جھٹ سر ہلا کر سراہتی۔

"اور یہ ایئررنگز دیکھو بالکل ویسے ہیں جیسے ثمینہ ملک نے ایک فیشن شو میں پہنے ہوئے تھے۔" عارفہ بڑے بڑے نگینوں سے دمکتے بالے کانوں سے لگا کر پوچھتی تو ان بالوں سے پھوٹتی شعاعیں عارفہ کے خوب صورت چہرے کو مروہ دیکھتی رہ جاتی۔

مروہ کا یوں بے خود ہوکر دیکھتے پاکر عارفہ کے رگ وپے میں ایک تفاخر بھری سرشاری دوڑ جاتی تھی۔ اس کی سراہتی نظریں' توصیفی الفاظ عارفہ کا بس نہ چلتا کہ ایک لمحے کے لیے بھی اسے اپنے کمرے سے نہ جانے دے مگر کیا کرے کہ نسیم کا بھی تو مروہ کے بغیر گزارہ نہیں تھا۔

اوائل مارچ کی ٹھنڈی میٹھی دھوپ سارے میں پھیلی ہوئی تھی لان میں کھلے نوع بہ نوع پھولوں سے خوب رنگ و بو کا جوبن آیا ہوا تھا۔ عارفہ نہا کے آئی تو تازہ غسل کی ٹھنڈک لیے جسم کو دھوپ کی حدت نے ایک دم سے پرسکون کردیا تھا۔ وہ کرسی کھینچ کر پھولوں کے کنج کے قریب ہی بیٹھ گئی۔

برآمدے میں پونچھا لگاتے ہوئے مروہ کی نظر اوپر اٹھی تو وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ ہاتھ فرش پہ جمے کے جمے رہ گئے۔ عنابی لبوں' گلابی رخساروں اور گہری براؤن آنکھوں کے ساتھ عارفہ پھولوں کے ساتھ بیٹھی ایک پھول ہی تو لگ رہی تھی۔ ایک خوش نما گل جسے قدرت نے نازکی و نکہت سے خوب نوازا تھا۔ لمبے گھنے سیاہ بالوں کے سروں سے پانی کی بوندیں ٹپک کر پشت کو بھگورہی تھیں۔

"میرے پاؤں کافی رف اور میلے میلے سے ہورہے ہیں؟" عارفہ نے اپنے پیروں کا ناقدانہ

جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"ہے ناں مروہ!" ساتھ ہی اس سے تائید چاہی' وہ کب سے مروہ کا خود کو یوں یک ٹک دیکھنا محسوس کررہی تھی' ایسے میں اس کے پیروں پہ اس کا رائے زنی نہ کرنا خوب کھلا تھا۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں؟" ناراضی سے بولتے ہوئے عنابی ہونٹ باہم سکڑ گئے تھے۔

"جی باجی! میں بس آرہی ہوں' یہ کام ذرا نمٹالوں۔" مروہ جلدی سے بولی' جھٹ پٹ پوچھے کا کام مکمل کیا۔ ٹپ میں نیم گرم پانی ڈال کر ذرا سا شیمپو اور لیموں کے چند قطرے ٹپکانے میں اسے چند منٹ ہی لگے تھے۔ سفید نفیس سی چپل سے پاؤں نکال کر نزاکت سے ٹب میں رکھ دیئے۔

"عارفہ باجی کو خوامخواہ وہم ہے ورنہ تو کسی کا چہرہ بھی اتنا بے داغ اور گورا نہیں ہوتا جتنے ان کے پاؤں ہیں۔" وہ نرمی وملائمت سے عارفہ کے گلابی وگداز پاؤں اپنے ہاتھوں سے مسلتے ہوئے سوچنے لگی۔

عارفہ نے ذرا سا نیم دراز ہوتے ہوئے اپنے گورے پاؤں کو مروہ کے سانولے ہاتھ میں دیکھا پھر بھرپور اطمینان سے موبائل پہ ربیعہ سے چیٹنگ کرنے لگی تھی۔

❁ ..... ●❁● ..... ❁

چھٹی والے دن بچوں کا واحد مشغلہ کرکٹ کھیلنا' گیند ہر دو منٹ بعد زوردار دھاڑ کی آواز سے آہنی گیٹ سے آ ٹکراتی تو ساز وسامان سے بھرے گھر میں آواز کونے کونے تک پہنچ جاتی۔ دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولے کی تیاری پکڑتی شیمہ تو اس شور سے سر سے پاؤں تک جھنجھلا اٹھتیں۔ گیٹ کھول کر متعدد بار بچوں کو ڈرایا دھمکایا مگر ادھر چنداں اثر نہ ہوا۔ ہر پانچ منٹ بعد گیند گیٹ سے ٹکرتی اور دیوار کراس کرکے صحن میں گرتی رہی۔ مسلسل بیل بجنے اور گیٹ کھڑکھڑانے کے بعد کوئی نہ کوئی بچہ مسکین سی شکل بنا کر عرض کرتا۔

"آنٹی جی! ہماری بال آپ کے گھر آئی ہے لے لوں؟" مروہ نرمی سے جبکہ شیمہ سنگین نتائج کی دھمکیاں دے کر بال واپس کرتیں۔

"اب اگر دوبارہ گیند آئی یا بیل بجی' کسی نے دروازہ پیٹا تو تمہاری خیر نہیں' میں سونے جارہی ہوں' مجھے چپل گھسیٹنے کی آواز بھی نہ آئے۔" وہ انگلی اٹھا کر تحکمانہ انداز میں اسے تاکید کرتے ہوئے اپنے کمرے میں سونے چل دیں۔

عارفہ' ربیعہ کے ہاں گئی ہوئی تھی' وہ فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے کتاب اٹھا کر برآمدے کی سیڑھیوں پہ آ گئی۔

چند منٹ ہی یکسوئی کے نصیب ہوئے کہ گیند ٹھک سے اس کے سر سے آ ٹکرائی تھی۔ سر میں ایک دم سے شدید درد اٹھا تھا' آنکھوں میں پانی اترنے لگا۔ اس نے گھبرا کر شیمہ کے کمرے کی سمت دیکھا' بیل پھر بج رہی تھی' اندر سے اٹھتی طیش کی لہر سے مغلوب ہو کر اس نے کتاب سائڈ پہ پٹخی اور تن فن کرتی گیٹ تک پہنچی۔ بجلی دروازہ کھینچ کے کھولا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی سامنے ایک نوجوان کھڑا تھا۔ خوش شکل دراز قد اور سراسر اجنبی۔

"محترمہ! ان بچوں کی گیند آپ کے گھر آ گئی ہے۔" شائستہ انداز میں مطلع کیا گیا۔

"جی ہاں' کوئی ایک بار نہیں' بلکہ ہزار بار آ چکی ہے اور میں واپس کرچکی ہوں' لیکن اس بار ہرگز نہیں کروں گی۔" غصے سے بولتے ہوئے اس نے شعلہ بار نگاہوں سے بچوں کو گھورا۔

"دیکھیں اس ٹائم واپس کردیں' نیکسٹ ٹائم ایسا کریں تو آپ بالکل واپس مت کریں۔" اس نے نرمی سے مصالحتی راہ سجھائی تو سارے بچے اثبات میں سر ہلانے لگے۔

"آپ ایسا کریں اس میں سے جو آپ کا بچہ ہے اسے لے جا کر شاپ سے کوئی درجن بھر گیندیں خرید دیں' ورنہ میں بتارہی ہوں' میں گیند تو واپس کروں گی مگر ساتھ میں زوردار پٹائی کرکے۔" وہ سخت لہجے میں دھمکاتے ہوئے بولی تو مقابل کے لبوں پہ بے ساختہ

مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔
صحن سے گیند اٹھا کر خاصے زوردار طریقے سے گلی میں پھینک کر واپس کی اور دھاڑ سے دروازہ بند کردیا۔
"ایں.....؟" اس نے بے حد حیرانی سے یک دم بند ہوجانے والے دروازے کو گھورا۔
کافی مشکل سے مطلوبہ مقام تک پہنچا تو گلی میں کھیلتے بچوں نے بے اختیار گھیر لیا۔
"انکل! اس گھر میں ہماری بال چلی گئی ہے' ینگ آنٹی بہت اچھی ہیں وہ ہماری بال واپس کردیتی ہیں' مگر جو اولڈ دشمن ہے ناں وہ بہت روڈ اور ڈراؤنے طریقے سے بات کرتی ہیں ان سے بال واپس لے دیں پلیز۔" ملتجی معصومانہ انداز تھا' بچوں کا' وہ انکار نہ کرسکا۔
"اوکے بیٹا! مانگ کے دیکھتے ہیں۔" فطری نرم خوئی سے مجبور ہوکر اس نے ناک کردی مگر سامنے کھڑی ہستی سے بات چیت کے بعد اس کا دل چاہا کہ وہ بچوں کی اصلاح کردے کہ روڈ بڑی آنٹی نہیں بلکہ چھوٹی آنٹی ہوں گی' انہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ وہ چونکہ ادھر ذاتی غرض سے نہیں آیا تھا' سو دوبارہ بیل بجانے میں ذرا بھر کا تامل نہ کیا۔
دروازہ بے حد تپے ہوئے انداز میں کھولا گیا مگر سامنے پھر اسی نوجوان کو دیکھ کر چہرے کے ہر نقش پہ حیرانی جم گئی۔
"ابھی تو فضیحتہ نمٹایا ہے پھر دستک دینے کا مقصد؟"
"دیکھیں محترمہ! میرا ان بچوں سے محض راہ گیر کی حد تک ہی تعلق ہے' میں کوئی بطور خاص ان کے لیے آپ کے دروازے تک نہیں آیا تھا۔" وہ یقیناً اس کی الجھن پا گیا تھا' تبھی وضاحت دیتے ہوئے بولا۔ "میں فاران بھائی کا کزن ہوں مجھے انہوں نے آپ کے گھر بھیجا ہے۔"
"کون فاران بھائی؟" مشکوک انداز میں پوچھا گیا۔
"مائی گاڈ! اتنی بے خبری۔" اس نے بے حد حیرانی سے سامنے کھڑی لڑکی کا جائزہ لیا' جس کے دبلے پتلے سراپے پہ عام سا کاٹن کا پھول دار سوٹ تھا۔ دوپٹہ سر سے آگے تک خوب اچھی طرح لپٹا ہوا تھا۔ سانولے ملیح چہرے پہ سجی سیاہ آنکھوں میں صرف اس کے لیے بے اعتباری ہی تھی۔
"یہ حشمت اللہ صاحب کا گھر ہے ناں؟"
"جی وہ میرے ماموں ہیں۔" قدرے فخریہ انداز میں تصدیق کی۔
"تو انہی کی صاحب زادی سے تو فاران بھائی کی نسبت طے پائی گئی ہے پچھلے ہفتے' شاید آپ کو یاد ہو؟" آخر میں لہجہ قدرے طنزیہ ہوچلا گیا تھا۔
"اوہ.....!" وہ ایک دم ڈھیلی پڑ گئی۔
"اوکے ایک منٹ' اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ فاران بھائی کے کزن ہیں۔" چہرے سے شکوک زائل ہوئے مگر لہجہ پاک نہ ہوسکا۔
"دیکھیں محترمہ! میں اپنا آئی ڈی کارڈ دکھا سکتا ہوں' مگر اس پہ صرف میرے مرحوم والد کا نام درج ہے' کسی خاندان' رشتہ داری کا حوالہ نہیں ہے مجھے انہوں نے بھیجا اور میں چلا آیا۔ دیٹس اٹ' لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں مجھے شناختی پوسٹ سے گزرنا پڑے گا۔" وہ سخت جھلائے ہوئے انداز میں بولا' حد ہوگئی بے اعتباری کی' محترمہ نجانے کون سی یقین دہانی چاہ رہی ہیں۔
"آپ اندر آجائیں' میں مامی جی کو اٹھاتی ہوں۔" وہ دروازے سے ایک طرف ہوگئی۔
شمیم کی طرف سے سخت تاکید تھی کہ کسی اجنبی کو اندر گھر میں گھسانے کی غلطی نہیں کرنی۔ ورنہ نتائج کی ذمہ دار وہ خود ہوگی۔ ایک یتیم' بے آسرا اور بے یار و مددگار نوعمر لڑکی کے لیے محسنوں کی ایک ایک بات چاہے وہ سرسری انداز میں کہی گئی ہو' حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ تبھی تو چاہے سیلز گرلز ہوتیں یا بھیک مانگنے والیاں' وہ انہیں دروازے سے ہی لوٹا دیتی۔ ایک روٹی کا سوال یا گھسے پرانے جوڑے کی درخواست' نرم و ہمدرد دل راہ دکھاتا۔
انواع اقسام کے کھانوں سے کچن بھرا ہے' کیا ہے جو ذرا سا کسی بھوکے کی بھوک مٹادے۔ ردی میں بکنے والے پرانے جوتوں میں سے کوئی ایک جوڑا؟ مگر سمجھدار اور مدبر

دماغ سرزنش کرتا۔

یہ پُرآسائش گھر اور اس کے مکین' تم یہاں خود خوف خدا میں پل رہی ہو یہ نیکیاں' ان کے کھاتے میں ہی درج ہوں تو بہتر ہے۔ مگر ہونے والے اکلوتے داماد کے رشتہ دار کو یوں کافی دیر دروازے پہ روک کے رکھنے پر بھی مامی اس کی کھنچائی کرسکتی تھیں۔ سبھی تو بروقت اس سوچ کے آنے پر وہ پردہ سیدھا اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ مامی کو جگا کر سیدھا کچن کی راہ لی۔

عارفہ کو کسی صاحب حیثیت شخص فاران' نے ربیعہ کے گھر پارٹی میں دیکھا تھا۔ خوب صورتی' دلکشی اور نزاکت کو فاران نے پہلی بار یکجا دیکھا تھا اوپر سے پہننے اوڑھنے' چلنے اور بات کرنے کا انداز قاتل' وہ گھائل نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

عارفہ کے لئے آئے ہوئے پروپوزل کی لسٹ میں ایک نمایاں نام' فاران نذیر' بیک وقت کئی کاروبار کا ملک' پرتعیش رہن سہن' جاذب نظر شخصیت' گھر میں صرف ایک بوڑھی مفلوج ماں۔ حشمت و شمیم کو غور کرتے ہی بنی۔

کافی لمبی فہرست تھی۔ لاتعداد امیدوار' دولت' خاندان' شرافت' سارے ہی ایک سے بڑھ کر ایک' فیصلہ مشکل تھا' ان کا غور و خوض کئی ہفتے چلتا جو عارفہ نے خود فاران کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے ان کی مشکل حل نہ کردی ہوتی۔

مروہ گھر میں در آنے والی اس اچانک ہلچل اور مصروفیت سے بخوبی آگاہ تھی مگر فاران کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنے سے محروم رہی تھی' کیونکہ کالج میں یوتھ فیسٹیول کے حوالے سے خوب گہما گہمی شروع ہوچکی تھی۔

عارفہ نئے نئے استوار ہونے والے رشتے سے بے حد خوش تھی۔ چہرہ اب اور بھی روشن اور کھلا کھلا رہنے لگا تھا کہ نظر ٹکنے ہی نہ پاتی تھی۔ خودستائی کے عادی لب اب کسی اور کی مدح میں مصروف رہتے۔

"ربیعہ تو صاف کہتی ہے فاران بالکل آصف رضا میر دکھائی دیتا ہے۔" ازلی فخریہ انداز۔

"آصف رضا میر جیسا؟ نکلی ہوئی توند' سانولی رنگت۔" وہ جی بھر کر حیران ہوتی۔

"اوہو فرلڑکی۔" عارفہ خوب جھنجلائی۔

"وہ کوئی آج کی بات کررہی ہے' وہ تو آصف رضا میر کی جوانی کی بات کررہی ہے' ہینڈسم' ٹال' ڈیسنٹ۔"

چائے تیار ہونے تک وہ ٹرالی لوازمات سے سجاچکی تھی۔ وہ ٹرالی کے ہمراہ اندر داخل ہوئی تو شمیم مہمان کو حشمت اللہ صاحب کی دولت کے متعلق تفصیلی آگاہ کررہی تھیں۔

فلاں جگہ پلاٹ' فلاں جگہ دکانیں' سب عارفہ کے نام' وہ سامنے کارنس پہ سجے شوپیس کو دیکھتے ہوئے بغیر متاثر ہوئے یہ سب سنے جارہا تھا۔

گھٹنوں کے بل بیٹھ کے چائے بنا کر اس نے کپ آگے بڑھایا' جسے ذرا آگے ہوکے تھام لیا گیا۔ شمیم کی باتوں کا رخ ایک دم سے مروہ کی ذات کی طرف مڑ گیا تھا۔

"یتیمی' ماموں ممانی کی فیاضی اور خدا ترسی' تعلیمی اخراجات' اس نے جلدی سے لوازمات سرو کیے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اجو نے بے حد غور سے اس کے چہرے پہ امڈنے والے اضطرابی تاثرات کو دیکھا تھا۔

❁......●❁●......❁

شادی کے بے حد مصروف اور گہما گہمی سے بھرپور دنوں میں' اپنی تمام ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی سے سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ وہ مروہ کو بے حد توجہ اور اشتیاق سے دیکھتا رہا۔ شادی کی تقریبات میں تو اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ کہاں بے حد عام گھریلو حلیے میں بے نیازی سے گھر کے کام نمٹاتی اور اب شہر کے بہترین بوتیک کا لباس زیب تن کیے' مناسب میک اپ اور کھلے ریشمی بالوں میں اس کی نگاہوں کو باندھے ہوئے تھی۔

اجو کا دل بے ساختہ چاہا کہ وہ اسے روک کر بتائے کہ وہ آج ولیمے کے دن مہندی کے دن سے زیادہ پیاری لگ رہی ہے' مگر اس کی سنجیدہ و متین طبیعت کے آگے دل کی ایک نہ چلی۔ وہ بھی تو اس کی طرح بچپن سے یتیمی کا دکھ اپنے کاندھوں پہ اٹھائے پھر رہی تھی۔ اسی کی طرح ماموں کے سایہ شفقت میں پل بڑھ رہی تھی جیسے وہ گزشتہ بیس

برسوں سے پھوپو زینب اور فاران بھائی کی چاہتوں اور عنایتوں سے بلادریغ لطف اٹھا رہا تھا۔

شادی کے ایک مہینے بعد فاران و عارفہ ورلڈ ٹور سے واپس آئے تو انتہائی کاروباری نوعیت کی گفتگو کے دوران فاران نے پوچھا۔

"اجو دادی جان تمہارے فرض سے بھی سبک دوش ہونا چاہتی ہیں۔ اپنی لائف پارٹنر کے بارے میں تمہاری کوئی خاص پسند ہے تو بلاجھجک شیئر کرلو۔" فاران اپنے مخصوص بے تکلفانہ ودوستانہ انداز میں اس سے پوچھ رہے تھے۔ بالکل بڑے بھائیوں کے سے انداز میں۔ شفقت و دوستی ایک ساتھ ان کے لہجے سے چھلک رہی تھی۔

"میں مروہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے بے دھڑک نام لے دیا۔

"کون مروہ؟" فاران چونکے پھر بولے۔

"آئی سی! مروہ وہ عارفہ کی کزن' تو گویا تم مروہ میں انٹرسٹڈ ہو۔" انہوں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔

"اس کی سادگی' احتیاط پسندی اور اپنا کام بے حد ایمان داری سے کرنے کی خوبی نے مجھے بہت اپیل کیا ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔

"چلو ادی جان سے بات کر کے دیکھتے ہیں۔"

❀......●❀●......❀

وہ اجو کو آفس رخصت کرنے کے بعد باقی کام آرام سے نمٹانے لگی۔ معمول کے مطابق عارفہ کی طرف آئی تو کام ہنوز جاری تھے۔ ایک ملازمہ صفائی کررہی تھی تو دوسری کچن میں مصروف عمل تھی۔ بڑے گھر کے ڈھیروں کام......! وہ ادھر ادھر توجہ دیے بغیر سیدھا پھپو زینب کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ حسب عادت وہ کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھ کر مسکرائیں' کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ ٹانگوں پر رکھی گرم چادر درست کرتے ہوئے بولیں۔

"پچھلے کئی دنوں سے اجو دکھائی نہیں دے رہا۔ خیر تو ہے؟"

نظم

وہ جس کی
یاد میں میرا
ہر پل گزرتا ہے
وہ جو لفظ بن کر
میرے قلم سے
کاغذ پر اترتا ہے
وہ جو میرے
اور رب کے بیچ
ملاقات کا سبب بنتا ہے
ہاں وہ......
جو میرے جینے کی وجہ ہے
جو میرے ہونٹوں کی دعا ہے
میں اسے بھول جانے کی
گستاخی کروں بھی
تو کیوں......؟
کہ وہ تو میرا محسن ہے
مجھے مجھ سے چرالیا ہے
تو کیا......
مجھے رب سے ملایا ہے
اس نے......
میرے کچے پکے سپنوں کو
بے نیند سلایا ہے
اس نے......
مجھالنے سیدھے راستوں پر
چلنے سے بچایا ہے
اس نے......
میرے محسن کا احسان ہے یہ
بے مول تھی میں پہلے نازی
انمول بنایا ہے
اس نے......

نمیرہ اسد نازی......

"جی وہ تین چار روز سے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ کوئی بزنس کا معاملہ تھا۔ رات آئے ہیں' آج آپ سے ضرور ملنے آئیں گے۔" صوفے پہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"کافی محنتی اور ذمہ دار بچہ ہے۔ اس کی لگن اور ایمان داری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فاران بھی کبھی اس کے ساتھ کافی زیادتی کر جاتا ہے۔ کتنے ہی کام اس پہ چھوڑ رکھے ہیں۔ جیسے بچہ نہ ہوا کوئی ہرکولیس ہوگیا۔" ان کا لہجہ بھتیجے کی محبت سے معمور تھا۔ وہ مسکرا دی' پھر اٹھ کر ان کی وہیل چیئر کے پیچھے آ گئی نرمی سے ان کے سفید بالوں کی چٹیا کھول کر دھیرے دھیرے کنگھی سے سلجھانے لگی۔ ساتھ ساتھ پھپو کی باتوں کی طرف اپنی توجہ اور دلچسپی برقرار رکھی۔ مفلوج وجود اور تنہائی کی ماری بوڑھی کی دلچسپی کے موضوعات' شادی' کم عمری میں بیوگی کا غم' شریک حیات کی بھرپور رفاقت کی یادیں' اپنا حسن و جمال' وقت کی بے رحمی و ناقدری کا شکوہ' ہر موضوع پہ سیر حاصل گفتگو اور مروہ ایسی سامع کہ مجال ہے جو ذرا برابر اپنی دلچسپی میں کمی آنے دے۔

اپنے ہم درد نے شب زفاف میں ہی اس پہ زینب پھپو کی عزت و مقام کو اس پہ واضح کر دیا تھا۔

ماموں کے گھر میں قسمت نے اس کے ساتھ کوئی روایتی یتیموں والی کہانی نہیں دہرائی' نہ بات بات پہ کھانے کے طعنے نہ جسمانی و ذہنی اذیت' خود اس نے بھی اپنی حیثیت و درجے سے حرف نظر نہ کی۔ ہمیشہ احتیاط کے غلاف میں لپٹی زندگی گزاری' کبھی کھل کر سانس نہ لیا۔ کبھی جی بھر کر نہ ہنسی' بوجھل دل' اداس روح۔ اس کے برعکس اجود کی شخصیت پہ اعتماد کا رنگ سراسر پھپو زینب کی مادرانہ نوازشوں کا ہی نتیجہ تھا۔ کبھی فاران اور اس میں فرق نہ کیا۔ فاران نے تعلیم کی تکمیل کے بعد جو ذمہ داری سونپی تو اس نے بھی انہیں مایوس کرنا گوارا نہ کیا۔

مروہ کو اجود کی نسبت سے اس گھرانے سے بہت محبت اور اپنائیت ملی تھی۔

چوٹی گندھ چکی تھی۔ پھپو اس دوران فردوسی کے شاہنامے پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد اب تفسیر ابن کثیر کا تذکرہ چھیڑ چکی تھیں۔ ان کی ضروریات کے لیے فاران نے ایک کل وقتی ملازمہ ہائر کر رکھی تھی۔ مگر اس ناخواندہ اور ادب سے نابلد عورت سے وہ کیونکر ایسی گفتگو کر پاتیں۔ مروہ کا وجود ان کے لیے ایسے ہی ناگزیر ہوتا جا رہا تھا' جیسے زندہ رہنے کے لیے ہوا' پانی اور خوراک۔

عارفہ ان کی اکلوتی بہو' بے حد سوشل اور مصروف شیڈول رکھنے والی' کبھی ان کے کمرے میں جھانک کر نہ دیکھا' نہ احوال پرسی نہ حاجت روائی' وہ اپنی بہو میں جو خوبیاں دیکھنا چاہتی تھیں وہ ساری کی ساری بدرجہ اتم مروہ میں موجود تھیں۔ ہمدرد' غمگسار' مہربان۔

"ارے مروہ تم آئی ہو تو ذرا ملازموں کا کام بھی چیک کر لو۔" وہ کمرے سے نکلی تو اسی دم عارفہ اوپر والی منزل سے گول زینے پر سج سج کر قدم رکھتی نیچے آ رہی تھی۔ خوب سجی سنوری' بے تحاشا خوشبوؤں میں بسی' قیمتی ملبوس و نفیس گہنے تن پہ آراستہ کیے۔

"جب تک ان کے سر پر کھڑے ہو کر کام نہ کرواؤ حرام خور ڈنڈی مار جاتے ہیں۔ روز اس بدماغ بڑھیا کی بے سروپا باتیں سننے آ جاتی ہو لگے ہاتھوں گھر بھی دیکھ لیا کرو۔" عارفہ بولتے بولتے عین وسط میں لگے قیمتی فانوس کے نیچے آئی تو اس کی سیاہ ساڑھی پہ لگے نگینے اور جیولری سے ایک دم سے شعاعیں پھوٹ نکلیں۔

"جی میں دیکھتی ہوں۔" شعاعیں اس کی نظر کو خیرہ کیے دے رہی تھیں' تبھی تو وہ گداز قالین پہ نظریں جما کر آہستگی سے بولی۔

"میرا آج مسز انصاری کی طرف لنچ ہے۔ تم ادھر ہی کھانا کھا لینا۔" فراخ دلی سے آفر کی۔

"نہیں باجی! میں کھانا پکا کر آئی ہوں' گھر میں ہی کھاؤں گی۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"او کم آن! یہاں کھاؤ یا وہاں' ایک ہی بات ہے۔ اجود فاران کا ایمپلائی ہی ہے' ہماری دی ہوئی تنخواہ سے تم دونوں گزر بسر کر رہے ہو سو ایسا تکلف نہ کیا کرو۔" اسے سر

تاپا استہزائیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے عارفہ رعونت بھرے انداز میں بولی اور آگے بڑھ گئی۔

مروہ کی آنکھوں کے کنارے ایک دم سے گیلے ہونے لگے تھے۔

❀......●❀●......❀

اگلے ہفتے علی الصبح عارفہ کا بلاوا آ گیا۔

"مروہ! رات کو ڈنر ارینج کرنا ہے زبردست سا میری فرینڈز کی چھوٹی سی گیدرنگ ہوگی۔ مینو پاکستانی' چائنیز کانٹی نینٹل سب چلے گا۔ بس تم اپنی زیرِ نگرانی ٹک سے ذائقے اور تناسب کا خیال رکھوانا۔" عارفہ نے بالکل مالکوں والے تحکم سے سارے ہدایات جاری کیں۔

"اور گھر کی صفائی اور سیٹنگ بھی دیکھ لینا۔" عارفہ تیز تیز بولتی پارلر چلی گئی۔

شادی کے بعد عارفہ کا حلقہ احباب کافی وسیع ہو چکا تھا۔ پارٹیز' کلب' شاپنگ' اس کی زندگی بس انہی چیزوں تک محدود نہ تھی کئی سماجی تنظیموں کی روحِ رواں' بے حد معروف' دولت کے ساتھ ساتھ شہرت کے تڑکے نے شخصیت کو وہ چار چاند لگائے کہ ہر ایک اس کے نصیب پر رشک کیے بنا نہ رہ پاتا۔

انہی متاثرین میں مروہ تو سرِفہرست تھی۔ آخر متاثر کیوں نہ ہوتی' بے حد چاہنے والے ماں باپ' جو محض بیٹی کی جنبشِ ابرو پر اس کی خواہش قدموں میں ڈھیر کردیتے' خوب صورتی' اعتماد' چاہنے والے دوست' بہترین تعلیمی ریکارڈ' آگے بھی قسمت کی دیوی مہربان رہی۔ شوہر والہ و شیدا' شہر کے امیر ترین افراد میں سے ایک شاید کچھ لوگوں کے لیے یہ دنیا جنت سے کم نہیں ہوتی اور مروہ کے خیال میں عارفہ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا تھا۔

شام کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہوئی' عارفہ کی سبھی دوست' عارفہ جیسی ہی تھیں' بے حد ماڈرن' تیز طرار' مغربی انداز و اطوار کی شیدا' چست نا کافی ملبوسات' تیز چبھتا میک اپ' مصنوعی بلند قہقہے۔ اس کا دل ان طبقہ اشرافیہ کی خواتین سے ملتے ہوئے خوب گھبرایا۔

"اچھا باجی! میں چلتی ہوں۔" مغرب پڑھ کر وہ دوپٹہ سر پر اچھی طرح اوڑھے عارفہ کے پاس چلی آئی۔

"تو یہ ہے قریب ہی تو تمہارا گھر ہے چلی جانا' کھانا تو سرو کرلو اور کم از کم آج تو ڈھنگ کی ڈریسنگ کرلیتیں۔" عارفہ ناپسندیدگی سے اس کے سراپے کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"معلوم بھی ہے میری سب فرینڈز آج آرہی ہیں' ٹھیک ہے تم فاران کے کزن کی بیوی ہو لیکن پہلا حوالہ تو میری کزن کا ہے۔ میری پوزیشن کا تو خیال رکھا کرو۔" وہ سر جھکائے عارفہ کی لن ترانیاں سنے گئی۔

"عارفہ! یہ کیوٹ سی لڑکی کون ہے؟ میڈ تو کہیں سے نہیں لگتی۔" شیریں لمان نے سرتاپا اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"فاران کے شوروم کے کیئرٹیکر کی وائف ہے۔ یہیں لیفٹ میں اس کا گھر ہے' آجاتی ہے کام کاج دیکھنے۔" عارفہ نے سرسری لہجے میں اس کا ادھورا تعارف کروایا۔ فاران نے شادی کی پہلی سالگرہ پہ اسے ہیروں کا ایک سیٹ گفٹ کیا تھا' یورپ کے اس بزنس ٹرپ میں وہ اس کے ساتھ ساتھ رہی۔ ڈھیروں شاپنگ کی' دوستوں کے لیے گفٹس خریدے' جنہیں تقسیم کرتے' ہیروں کا سیٹ دکھانے اور ٹرپ کا تفصیلی احوال سنانے کے لیے ایک پارٹی تو لازمی تھی۔

خود پسند' خودستائش فطرت کی تسکین کا بہترین علاج۔

❁......●❁●......❁

اپریل کی حدت بھری دوپہر میں نجانے کہاں سے آنا فاناً بادل اکٹھے ہوئے اور برسنا شروع ہوگئے۔

"یار! موسم کا اہتمام تو بنتا ہے۔" اجو کی چٹوری طبیعت مچلی۔

"ہاں! میں ابھی پکوڑے اور سوجی کا حلوہ بناتی ہوں۔" وہ دھیمے سے مسکراتے ہوئے کچن میں چلی آئی۔

جھٹ پٹ برآمدے میں رکھی پلاسٹک ٹیبل پر اس نے کافی سارے لوازمات سجا دیئے' سموسے' پکوڑے' گلگلے' حلوہ وغیرہ بارش تھمی تو سرمئی بدلیوں کی اوٹ سے سورج نے سر نکال لیا۔ ننھی منی بوندوں کا گرنا جاری تھا۔

"پتہ ہے مروہ جب بارش اور دھوپ ایک ساتھ ہو تو کہتے ہیں کہ اس وقت مانگی ہوئی دعا رد نہیں ہوتی۔" وہ پلر سے ٹیک لگائے موسم کی نیرنگی سے لطف لے رہی تھی جب اجو اس کے قریب پیچھے آن ٹھہرا۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولی۔

"پھر کون سی دعا مانگو گی اس وقت؟" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔ مروہ کی ساکت نگاہیں سامنے تین منزلہ فاران پیلس پہ جمی تھیں۔ سفید ماربل کی یہ شاندار عمارت خوب صورت پھولوں اور سبزے سے ڈھکی تھی۔ بالکونی میں کوئی نہ تھا' نہ عارفہ نہ فاران' یقیناً عارفہ اپنی دوستوں کے ہمراہ باہر موسم انجوائے کررہی ہوگی' اور فاران بھائی کی بھی یہی مصروفیت ہوگی۔ اس نے دل میں اندازہ لگایا۔

"تم نے بتایا نہیں' کیا دعا مانگ رہی ہو؟" اجو نے نرمی سے اس کے کندھے کو چھوکر پوچھا۔

"میں یہ دعا کررہی ہوں کہ کاش میرا گھر یہاں سے بہت دور ہو۔ کسی دوسرے ایریے میں' جہاں سے مجھے یہ سفید ماربل والا گھر نظر نہ آئے' مجھے روز اس گھر میں نہ جانا پڑے۔ بس کبھی کبھار...... شاید سال میں ایک دفعہ۔" وہ ہنوز نظریں سامنے جمائے ہوئے بولی۔ اجو حیران نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مروہ! میں سمجھ نہیں پارہا ہوں' تم بڑے گھر کی خواہش میں مبتلا ہو یا فاران بھائی کے گھر کے مقابلے میں تمہیں اپنا یہ چھوٹا سا گھر برا لگ رہا ہے۔" اجو الجھن زدہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"آپ سمجھ نہیں رہے' نہ مجھے بڑے گھر کی چاہ ہے نہ ہی میں کسی حسد و رشک میں مبتلا ہوں' مجھے بس اس کم مائیگی اور بے وقعتی کے احساس سے نکلنا ہے' جو یہاں آکر بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا۔" بے بسی سے بولتے ہوئے اس نے نڈھال انداز میں سر دوبارہ پلر سے ٹکا دیا۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر تیزی سے اس کے رخساروں پہ پھیلتے

جارہے تھے۔

❁......●❁●......❁

پھر وہ اگلے کئی دنوں تک فاران پیلس نہ جاسکی۔ بس ایک دفعہ اجود کے ساتھ جاکر پھوپو زینب سے مل آئی ان کے گلے شکوؤں کے سامنے وہ بس مصروفیت کا بہانہ ہی بنا سکی۔ عجیب سی بیزاری اور بےدلی نے اس کے دل و دماغ کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا' کوئی کام کرنے کو جی چاہتا نہ کسی سے بات کرنے کو۔ ماہی کے ذریعے عارفہ نے اسے بلایا تو اس نے انکار کردیا۔

"ہاں غلام ہوں ناں ان کی جو ایک آواز پہ دوڑی جاؤں۔" وہ کلس کر بولی۔

اگلے دن عارفہ اس کے سیل پہ متواتر کال کرتی رہی' مگر اس نے بالکل اٹینڈ نہ کی۔

"آدھی عمر جی حضوری میں گزار دی' چاہتی ہیں اب اگلی عمر بھی ان کی جوتیاں سیدھی کرتی گزار دوں۔ کوئی گلی میں پڑا پتھر ہوں جس کی کوئی وقعت نہیں' کوئی حیثیت نہیں۔" وہ سرتاپا سلگ رہی تھی' کھول رہی تھی۔

اضطرابی طور پر اس نے موبائل کو سوئچ آف کردیا' الماری کے نچلے خانے میں رکھ کر مڑی تو عارفہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"باجی آپ؟" بےساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

بلاشبہ ڈیڑھ سال میں عارفہ پہلی مرتبہ اس کے گھر آئی تھی۔

"ہاں مجھے تم سے ضروری کام تھا۔ تمہیں یاد ہے ایک بار میں مسز شاہد کے چیئرٹی ڈنر سے واپس آئی تھی تو اس وقت میں نے ڈائمنڈ سیٹ پہنا ہوا تھا' چینج کرنے سے پہلے میں نے جیولری اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ دی تھی' پھر کیس میں تم نے ہی رکھا تھا ناں۔ یاد ہے تمہیں؟" عارفہ بےقراری سے دریافت کررہی تھی۔

"جی میں نے ڈبے میں رکھ کر الماری میں رکھ دیا تھا۔ پھر آپ نے خود آکر لاک لگایا تھا۔" وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی۔

یارب

یارب ان دریاؤں کو صحرا کردے
اس سے پہلے کہ میری آنکھیں پتھر ہوجائیں
انہیں تو آنسوؤں سے بھردے
مانگتی تو میں ہوں تجھ سے بہت کچھ
مگر میری چادر کو میرے پیروں کے برابر کردے
دنیا کی رنگینیوں سے نکال کر میرا دل
اسے تُو اپنی یاد سے بےچین کردے
بسا اپنی محبت کو اس قدر میری روح میں
میری دھڑکنوں کو تیرے نام کی عادت کردے
میری آنکھیں' میرا دل' میری روح' میرا جسم ہے بےنور
اسے تُو اپنے نور سے پُرنور کردے
تجھ سے مانگوں اس قابل تو نہیں ہوں میں
پر جب آؤں تیرے دربار میں آنسوؤں کی بارش میں فقیر کردے
مداوا بن جاؤں ہر دکھی دل کا
میرے ظرف کو اتنا اونچا کردے
آئی ہوں تیری دربار میں فقیروں کی طرح
میرے دامن کو اپنی رحمتوں سے بھردے

صباء کنول.....

"وہ ڈائمنڈ سیٹ مجھے نہیں مل رہا۔" عارفہ سخت پریشانی سے بولی۔

"ہر جگہ دیکھ لیا ہے' مجھے فاران نے اینورسری پہ گفٹ کیا تھا' بہت مہنگا اور میرے لیے ویلیوایبل ہے۔" عارفہ اضطرابی کیفیت میں مسلسل ہاتھ مسل رہی تھی۔ چہرے کی ازلی شادابی آج مفقود تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں' ادھر الماری میں ہی کہیں رکھا ہوگا۔" وہ عارفہ کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں بولی۔ خود عارفہ کے ساتھ اس کے گھر آکر ایک ایک چیز کو جھاڑ کر دیکھا مگر سیٹ نہ ملا۔

کہاں تو تاحیات اس گھر میں نہ قدم رکھنے کا تہیہ کیے

بیٹھی تھی کہاں کزن کی پریشان صورت دیکھ کر ادھر آنے میں منٹ نہ لگایا۔ وہی سادہ و ہمدرد فطرت لوگوں کے ڈھب۔

"آپ نے فاران بھائی سے بات کی؟ شاید انہوں نے کہیں دیکھا ہو۔" اس نے ساری اشیا دوبارہ اپنی جگہ پر سلیقے سے رکھتے ہوئے عارفہ سے پوچھا۔

"ہاں وہ تو اس کی گمشدگی کو ذرا بھی سیریس نہیں لے رہے کہتے ہیں ایسے کئی ڈائمنڈ سیٹ وہ میری جھولی میں ڈھیر کرسکتے ہیں۔" انتہائی پریشانی کی حالت میں بھی عارفہ اترانے سے باز نہ آسکی۔

مروہ جانتی تھی فاران کا روعمل ایسا ہی ہلکا پھلکا ہوگا۔ آخر ذی حیثیت شخصیت کے لیے دوبارہ سے ایک قیمتی سیٹ لینا کون سا دشوار ہے؟ اسے نجانے کیوں محسوس ہوا کہ عارفہ کو کوئی اور پریشانی بھی لاحق ہے ہیروں کے سیٹ کی گمشدگی کے علاوہ۔

❀......●❀❀●......❀

تقریب اپنے جوبن پر تھی۔

دولہا دلہن کو تحائف و مبارک باد دینے کے بعد وہ لوگ ایک ٹیبل پہ آبیٹھے جہاں ذرا کم رش تھا۔ کھانا سرو ہوچکا تھا' باوردی بیرے ادھر سے ادھر گھومتے پھر رہے تھے۔

یہ ایک مشہور بزنس مین سعد یسین کی اکلوتی بیٹی کا ولیمہ تھا۔ سعد یسین کے اجود کے ساتھ بھی ایسے ہی گہرے کاروباری مراسم تھے جیسے فاران کے ساتھ تھے۔ سو چاروں کو شرکت کرنا پڑی۔

ڈریس کے انتخاب میں اجود نے اس کی مدد کی۔ پنک و گولڈن پھول دار سلک کی ساڑھی کے ساتھ گھنے بالوں کا اسٹائلش سا جوڑا بنائے وہ خاصے اعتماد کے ساتھ مرد و خواتین کے جم غفیر کو دیکھ رہی تھی۔ عارفہ کی آب و تاب بھی ہمیشہ والی تھی۔

اجود کسی شناسا کو دیکھ کر اٹھ گیا۔ فاران پہلے ہی کسی دوست کو کمپنی دینے کی غرض سے وہاں سے ہٹ چکے تھے۔ اتنے میں ایک لڑکی ادھر چلی آئی' بے حد اسمارٹ و طرح دار جدید فیشن کے مطابق لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

دھیمی سی مسکراہٹ سرخ لبوں پہ سجائے عین ان کی ٹیبل کے سامنے والی چیئر پر نزاکت سے ٹک گئی تھی۔ عارفہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے جارہی تھی۔ بلاشبہ سو فیصد وہی ڈائمنڈ سیٹ تھا' جو فاران نے اسے گفٹ کیا تھا۔ اسے ہرگز مغالطہ نہیں ہوا تھا' ہو بھی کیسے سکتا تھا' اس سیٹ سے اسے قلبی لگاؤ تھا۔ فاران کا شادی کی پہلی سالگرہ پر دیا جانے والا تحفہ' اس کی بناوٹ اس کے دل و دماغ پر نقش تھی۔ وہ بھلا کیسے دھوکہ کھا سکتی تھی۔ وہ یک دم جھٹکے سے اٹھی اور سیدھا اس لڑکی کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

یوں ایک دم جھٹکے سے اٹھنے پر مروہ نے حیرت سے اسے دیکھا' پھر عارفہ کے سامنے بیٹھی لڑکی پہ نظر پڑی تو نظر وہیں ٹھہر سی گئی تھی۔

"ایکسکیوزمی میں پوچھ سکتی ہوں' یہ جیولری آپ نے کہاں سے لی ہے؟ آئی مین کس کنٹری سے؟ بہت یونیک ڈیزائن لگ رہا ہے؟" متوحش نظروں سے نیکلس کو گھورتے ہوئے عارفہ نے ہیجان زدہ انداز میں پوچھا۔

"یہ نیکلس...." لڑکی نے ذرا سا مسکراتے ہوئے گلے کی زینت بنے ہار پہ نزاکت سے انگلیاں پھیریں پھر سامنے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"یہ مجھے میرے باس نے گفٹ کیا ہے۔ میں حال ہی میں ان کی فرم میں پی اے کی سیٹ پہ اپائنٹ ہوئی ہوں۔ بہت فراخ دل اور ناٹس پرسن ہیں۔" ہاتھوں میں مشروب کا جام لیے ہنستے مسکراتے فاران کو پتھرائی نظروں سے دیکھتے ہوئے عارفہ یک دم کھڑے کھڑے لڑکھڑائی تو مروہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا' پھر سنبھال کر قریبی کرسی پہ بٹھایا۔

عارفہ کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے ایک بے سروسامانی کے احساس نے اسے سرتاپا اپنے حصار میں لے لیا تھا اور عارفہ جس کی ذات ہمیشہ اس کے لیے رشک و حسرت کا محور بنی رہی تھی اب ایسے لگ رہی تھی جیسے بالکل تہی دست!!

❀

بستی بھی، سمندر بھی، بیاباں بھی مرا ہے
آنکھیں بھی مری، خوابِ پریشاں بھی مرا ہے
جو ڈوبتی جاتی ہے وہ کشتی بھی ہے مری
جو ٹوٹتا جاتا ہے وہ پیماں بھی مرا ہے

تبدیلی کا عمل ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا مگر فی زمانہ انسان خیالات کی وجہ سے رشتوں میں جس قدر تیزی سے تبدیلی آ رہی ہے اس نے انسانی اقدار کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ یہ تبدیلی ذہنی طور پر کمزور ہر اس شخص میں آ رہی ہے جو زندگی میں کسی نہ کسی مقام پر دولت، شہرت یا زندگی کے لیے سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انتہائی قریبی اور پیارے رشتے بھی۔

مہاسن خان کی سوچوں کا تانا بانا بریک پر پاؤں رکھنے کی وجہ سے پہیوں میں پیدا ہونے والی چرچراہٹ سے ٹوٹا۔ وہ سنٹرل جیل کی قدیم اور پرشکوہ عمارت کے سامنے تھی۔ مہاسن نے اپنے قدم لوہے کے اس بڑے سے گیٹ کی طرف بڑھائے جس کے پار بادل، ہوا اور سورج کی چمکیلی کرنوں کا داخلہ بھی منع تھا وہاں زنجیروں میں بندھے تقدیر کے مارے قیدی بستے ہیں۔ گیٹ پر کھڑے باوردی سپاہی نے بنا پوچھ گچھ کے مہاسن کے لیے جیل کا دروازہ وا کر دیا اس پر یہ کرم فرمائی اس لیے تھی کہ اس کے تایا جیل سپرنٹنڈنٹ تھے اس لیے وہ آسانی وہاں آ جا سکتی تھی اور اس کے جیل آنے کی وجہ اس کا تھیسس تھا جس کا موضوع تھا "جیل میں قید عورتوں کے مسائل اور ان کی آمد کی وجوہات۔"

جیل کے اندر وہی ماحول تھا جس کے بارے میں سن رکھا تھا، دبنگ اور غصیلی پولیس والیاں مظلوم اور مجرم ہر طرح کی قیدی عورتیں جن کے اپنے شب و روز تھے۔ وہ ایک پولیس والی کے ساتھ بیرکوں کی طرف چل دی، پچھلی مرتبہ جب وہ آئی تھی اس نے چند عورتوں کا انتخاب کیا تھا اور آج وہ ان سے ان کی زندگی اور جرم کی روداد سننے آئی تھی۔

وہ بیرک نمبر تین کی قیدی نمبر سات سو چار کی الم ناک کہانی سن رہی تھی کہ اسے سامنے سے وہ آتی دکھائی دی جسے دیکھ کر مہاسن ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئی۔ وہ سنہری شام سی لڑکی اتنا شفاف حسن کم از کم آج کل تو کم یاب تھا اس نے لیڈی کانسٹیبل سے اس کی بابت دریافت کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا نام ہوش ہے اور وہ ایک قریبی رشتہ سے وابستہ معصوم محبت کی سزا یافتہ ہے اور پھر مہاسن

نے موحل پر مکالمہ لکھا۔ جانے اس میں ایسا کیا تھا کہ تھیسس مکمل ہونے کے بعد بھی اس کے قدم اس تنگ و تاریک کوٹھڑی کی طرف اٹھنے لگے جس میں موحل اپنی سزا کاٹ رہی تھی اتنی کم عمری اور اسیری کا عذاب مہاسن کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کوئی ایسا اسم پڑھے جس سے وہ موحل کو اس مجرمانہ ماحول سے نکال کر اس کے گاؤں کی آزاد فضاؤں میں لے جاسکے اور اس کے لیے اس نے کوشش بھی شروع کردی تھی۔

❁……❁……❁

"السلام علیکم!" مہاسن ایڈووکیٹ ندیم کے آفس میں داخل ہوئی' سلیقے سے سجا ہوا آفس ان کے قرینے اور ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"ارے تم' آج ہم پر یہ کرم فرمائی کس طرح یہ تو وہی بات ہوئی کبھی ہم ان کو کبھی اپنے آفس کو دیکھتے ہیں۔" ندیم نے کھڑے ہوکر مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا (وہ مہاسن کا تایازاد بھی تھا اور منگیتر بھی)

"ندیم مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے' میں پہلے گھر گئی تھی تائی جی نے بتایا کہ آپ ایک خاص کیس کی تیاری میں ابھی تک چیمبر میں ہی ہیں تو اس طرف آ گئی۔" اس نے وضاحت دی۔

"ارے اس کام کے صدقے جس کے سبب آپ نے ہمیں رخ روشن کا دیدار تو کروایا۔" ندیم بیٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ بھی ناں…… آپ کو تو وکیل نہیں شاعر ہونا چاہیے۔ خالی خولی باتیں کرتے رہے گے یا کچھ خاطر مدارت بھی کریں گے۔" مہاسن نے ندیم کی بولتی اور جگمگاتی نگاہوں سے بچتے ہوئے کہا۔

"ارے میں تو بھول ہی گیا' خوشی ہی کچھ ایسی تھی۔" ندیم نے انٹرکم پر کافی اور چیز چکن سینڈوچ کا آرڈر دیا اور پھر مہاسن اس سے موحل کا کیس ڈسکس کرنے لگی۔ کافی پینے اور کیس کے بارے میں تسلی ہوجانے کے بعد مہاسن جانے کے لیے اٹھنے لگی تو ندیم نے پکارا۔

"مہاسن تم نے کہا تھا کہ تمہارا تھیسس مکمل ہوجائے تو میں امی اور ابو کو شادی کی تاریخ کے لیے بھیج دوں۔ اب تمہارا کیا خیال ہے' یار اب اور انتظار نہیں ہوتا۔" ندیم نے جذب سے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"بس ندیم موحل والا کیس حل ہوجائے تو آپ مجھ سے بنا پوچھے بارات لے آئیے گا۔" اس نے شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑالیا۔

"تو جناب! یہ کیس ہماری ملن کی ضمانت ہے پھر تو تم سمجھو میں اپنا تن من دھن اس پر لگادوں گا' پرسوں تیار رہنا ہم آپ کی موحل صاحبہ سے ملنے چلیں گے دیکھیں تو سہی کہ ہماری پیاری سی منگیتر صاحبہ کو کس نے اتنا اسیر کرلیا ہے اور پھر کچھ کاغذات بھی سائن کروانے ہوں گے۔"

❁……❁……❁

وہ گھڑونچی اٹھائے پگڈنڈی پر چلتی گاؤں سے باہر جارہی تھی اس کی دھانی چنری مستی سے لہراتی تو وہ اس کا کونہ تھام کر اسے سرزنش کرتی اور پھر اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ لیتی۔ گندم کی سنہری بالیوں اور دھان کے سبزے کو دیکھتے ہوئے اس کے خیالوں میں ایک ہی عکس جھلملاتا "سالار کا روشن اور سنہری جذبوں سے سجا چہرے کا عکس" وہ نہر سے گھڑونچی بھر کر سر پر رکھ ہی رہی تھی ایک پتھر اس کی کمر پر آ کر لگا۔

"موحل!" کیکر کے درخت کے پیچھے سے ایک ہلکی سی سرگوشی ابھری اس نے پلٹ کر دیکھا' سالار سینے پر بازو لپیٹے' اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"توبہ سالار! تو نے تو مجھے ڈرا ہی دیا۔" وہ بھی اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی وہ اس کے ساتھ ساتھ پگڈنڈی پر چلنے لگا۔

"بس سالار! اب تو جا' ادا سائیں نے دیکھ لیا تو بہت ناراض ہوں گے۔" گاؤں کی حد شروع ہونے سے پہلے موحل نے اسے پلٹ جانے کو کہا۔ وہ اپنے ادا سکندر کے غصے سے بخوبی واقف تھی اور اسے اس سے ڈر بھی لگتا تھا ہر وقت اپنے ساتھ بندوق رکھتا تھا ادا سکندر……!

"ایک تو تیرے ادا سائیں نے تنگ کررکھا ہے اگلی فصل اترنے دے پھر تجھے بیاہ کرلے جاؤں گا پھر دیکھوں گا تیرے ادا سائیں کیا کرلیں گے۔" وہ محبت بھرے سفر کے مختصر ہونے پر غصے سے منہ پھلا کر کہنے لگا اور واپسی کی راہ مڑ گیا اور موتل اپنے راستے پر چل دی۔

موتل اور سکندر دو ہی بہن بھائی تھے باپ کے مرنے کے بعد سکندر باپ کی زمینوں پر کاشت کرتا تھا۔ ماں نے اپنے بھائی کی بیٹی سے سکندر کا رشتہ طے کردیا تھا وہ چونکہ اکلوتی تھی اس لیے وٹہ نہیں مل سکتا تھا۔ موتل کا رشتہ انہوں نے گاؤں کے مولوی کے بیٹے سالار سے کردیا تھا۔ خاندان میں اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا اور پھر یہ رشتے ابا نے اپنی حیاتی میں ہی کردیے تھے۔

ماروی بھرجائی بیاہ کر گھر آ گئی تھی مگر سالار کے ابا نے ابھی سال بھر کی مہلت مانگی تھی' سالار گاؤں کے اسکول میں ماسٹر تھا اور بچوں کو بہت دیانت داری اور لگن سے پڑھاتا تھا۔ سکندر اپنی زمینوں پر کاشت کے علاوہ وڈیرے کے چھوٹے موٹے کام بھی کرتا تھا یعنی وہ وڈیرے کے کام کے بندوں میں شامل تھا اور اس کا مزاج بھی غصیلا اور پھڈے فساد والا تھا۔

"لو بھرجائی! باہر تو ہر چیز دھوپ کی وجہ سے تپ رہی ہے اب پانی دیکھ بھال کر استعمال کرنا۔ میں آئندہ اتنے کاڑھے میں پانی بھرنے نہیں جاؤں گی۔" اس نے گھڑونچی ماروی کو تھماتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں تو تیرے ہی بھتیجے کے لیے پانی چاہیے تھا' ویسے تو اتنا لاڈ کرتی ہے احمد میرا بیٹا ہے احمد میری جان ہے اور ذرا سی گھڑونچی بھر کر لانے میں اتنی باتیں سنا ڈالی۔" بھرجائی ماروی ذرا تنک مزاج تھی سو فوراً پلٹ کر جواب دیا حالانکہ موتل نے یونہی سرسری کہا تھا۔

آج زمینوں پر پانی کا وارا تھا اس لیے سکندر سرشام ہی زمینوں پر چلا گیا تھا آج ہی اس نے اپنی کلہاڑی کی دھار کو بھی تیز کیا تھا اور شام کے ڈھلتے سورج کی چمکیلی کرنوں کی روشنی میں سکندر کے کندھے پر اس کا پھل

اچھی باتیں

❖ کسی کو دکھ دینے والے کبھی خوش نہیں رہتے۔
❖ کسی کی بے بسی پر مت ہنسو یہ وقت تم پر بھی آسکتا ہے۔
❖ کسی کی آنکھ تمہاری وجہ سے نم نہ ہو کیونکہ تمہیں اس کے ہر آنسو کی ایک ایک بوند کا قرض چکانا ہوگا۔
مظلوم اور نمازی کی آہ سے ڈرو کیونکہ آہ کسی کی بھی ہو عرش چیر کے خدا کے پاس جاتی ہے۔
❖ دوسروں کو اس طرح معاف کرو جس طرح خدا تمہیں معاف کرتا ہے۔
عائشہ وہالہ سلیم..... اورنگی ٹاؤن کراچی

چمک رہا تھا۔

آدھی رات کا وقت تھا سکندر تھوڑی دیر پہلے ساری بنی پر ایک چکر کاٹ کر آیا تھا اور چارپائی پر لیٹا ہی تھا کہ ہاری بھاگتا ہوا آیا۔

"سکندر وہ کھوسوں کے بندے دوسری طرف سے پانی توڑ رہے ہیں۔" وہ جلدی سے اٹھا' تکیہ کے نیچے رکھی بندوق اٹھانے کے بجائے اس نے پاس رکھی کلہاڑی اٹھائی۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا' حیات کھوسہ کارروائی کرچکا تھا۔ کنارے سے پانی ٹوٹ چکا تھا یہ دیکھتے ہی سکندر کا خون کھولنے لگا' حیات سے اس کی اکثر منہ ماری ہوتی رہتی تھی اس نے کلہاڑی سے اس کے سر کے پیچھے وار کیا۔ کلہاڑی کا پھل اور حیات کھوسہ کی گردن دونوں خون سے تربتر ہوگئی' وہ پورے قد سے نیچے گرا اور سرخ سرخ خون پانی میں ملنے لگا۔ سارے ہاری ڈر کر بھاگ گئے' سکندر نے اسے سیدھا کر کے دیکھا اس میں زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں تھے وہ گھبرایا ہوا وہاں سے بھاگا اس کا رخ وڈیرے کی حویلی کی طرف تھا۔

موتل چاٹی پر لسی بلو رہی تھی' اماں ابھی ابھی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد آگ جلانے کی کوشش کررہی تھی۔ رات

ہلکی پھوار ہوئی تھی اور صحن میں رکھی لکڑیاں گیلی ہوگئی تھیں اوراب جل کر ہی نہیں دے رہی تھیں۔

"اماں جلدی کردے مجھے، بہت بھوک لگی ہے۔" موتی نے تازہ مکھن کا پیڑا نکالتے ہوئے اماں سے کہا۔ آگ جل چکی تھی اور اب روٹی پکانے لگی تھی۔ موتی اترنے والی پہلی روٹی اماں سے لے کر اور اس پر تھوڑا سا مکھن اور چینی ڈال کر مزے لے لے کر کھانے لگی۔ ماروی بھرجائی نیند سے اٹھے احمد کو بہلا رہی تھی۔

موتی نے ابھی تیسرا چوتھا نوالہ ہی منہ میں ڈالا تھا کہ اوا سکندر گھبرایا ہوا گھر میں داخل ہوا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اس نے جلدی سے دروازے کی کنڈی لگائی اور سیدھا روٹیاں پکاتی اماں کے پاس چلا آیا۔

"اماں غضب ہوگیا' پانی کے وارے پر میری حیات کھوسہ سے منہ ماری ہوئی اور میرے ہاتھوں وہ قتل ہوگیا۔" موتی کے ہاتھ سے روٹی کا نوالہ گرا بھرجائی نے سینے پر دو ہتڑ مارے اور بین کرنے لگی۔

"اماں میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا وہ بس اچانک..... اب پولیس مجھے آ کر لے جائے گی۔ تیرے سکندر کو پھانسی ہوجائے گی اب میں کیا کروں اماں؟" اوا روہانسا ہو رہا تھا اور اماں کی روٹی توے پر پڑی پڑی ہی جل رہی تھی گویا آگ تو اس کے اندر لگی تھی۔

"اماں ایک رستہ ہے جس سے میں بچ سکتا ہوں اگر موتی خود کو تھانے میں پیش کردے تو میں بچ سکتا ہوں۔ موتی پولیس میں جا کر بیان دے دے کہ حیات کھوسہ اسے آتے جاتے تنگ کرتا تھا اور صبح صبح وہ کسی کام سے کھیتوں کی طرف گئی تو اس نے اسے گھیرنے کی کوشش کی اور موتی نے اپنی جان اور عزت کی حفاظت کی خاطر اسے مار ڈالا۔" اماں نے روتی ہوئی موتی کی طرف دیکھا جو حیرت سے منہ کھولے اپنے اوا کی بات سن رہی تھی۔

ماروی بھرجائی نے رونا دھونا بھول کر احمد کو اٹھایا اور موتی کے قدموں میں رکھ دیا۔

"موتی میرا سہاگ' اس گھر کا سہارا بچالے۔ احمد کو یتیم ہونے سے بچالے اب سب تیرے ہاتھ میں ہے' تجھے اللہ سائیں کا واسطہ..... ہمیں بچالے۔"

"یہ تو کیا کہہ رہا ہے سکندر! جوان بہن کو اپنے بدلے میں پیش کرے گا۔" اماں کی کمزوری آواز بھڑکتے الاؤ کے گرد گونجی۔

"اماں! موتی لڑکی ہے سب اس سے رعایت کریں گے اور پھر میں باہر ہوں گا ہم اپنی زمین زیور سب بیچ دیں گے' مقدمہ لڑیں گے اور ثابت کردیں گے کہ اس نے یہ قتل اپنی جان اور عزت کی سلامتی کی خاطر کیا ہے بس زیادہ سے زیادہ سال دو سال کی سزا کاٹ کر موتی گھر آ جائے گی۔"

"مگر سکندر کیا پھر سالار اسے قبول کرے گا؟" موتی ایک کے بعد ایک بات سن رہی تھی' سالار کے نام پر اس کا دل زور سے دھڑکا۔

"ہاں ہاں اماں! ہماری موتی بے گناہ ہے' ہم اسے خود بتائیں گے۔ وہ اچھا لڑکا ہے مان جائے گا اور اگر پھر بھی نہ مانا تو ہماری موتی کو کون سا رشتوں کی کمی ہے۔ میری چاچی آج تک مجھ سے اس کا پوچھتی ہے۔" بھرجائی نے جلدی سے اماں کو مطمئن کیا۔

"چل موتی وقت تھوڑا ہے جلدی ہی پوری طرح سویرا ہوجائے گا ابھی تو صرف میرے ہاریوں کو پتا ہے میں نے وڈیرے سے بات کرلی ہے وہ انہیں سنبھال لے گا۔ تو جلدی سے کلہاڑی لے کر تھانے پہنچ جا۔" موتی نے اپنے اوا سائیں کی طرف دیکھا پھر روتے ہوئے احمد کی طرف دیکھا اور پھر کچھ راضی کچھ ناراضگی سے اماں کی طرف دیکھا۔ اسے لگا جیسے فیصلہ ہوگیا ہو اور پھر برسوں سے یہ ریت چلی آ رہی تھی کہ جوان اور گھبرو بیٹوں کے لیے معصوم اور مجبور بیٹیوں کو قربان کردیا جاتا ہے۔ موتی نے ایک بڑی سی سیاہ چادر میں خود کو لپیٹا اور گھر کی دہلیز پار کرگئی۔

تھانے میں سالار اس سے ملنے آیا تھا اس نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ اپنا بیان بدل دے' اسے عمر قید یا پھانسی ہوجائے گی مگر وہ اپنے فیصلے سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کا اوا اسے بچالے گا اور پھر سالار کی محبت

اسے غلط سوچنے پر مجبور کررہی تھی ورنہ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔
ایک مہینے بعد اسے گاؤں سے سینٹرل جیل حیدرآباد شفٹ کردیا گیا۔ عدالت نے اسے دس سال قید بامشقت کی سزا سنائی تھی۔ سالار نے بڑی بھاگ دوڑ کی مگر وہ مومل کا بیان نہ بدل سکا اور آخری پیشی والے دن اس سے ناراض ہوکر کبھی نہ واپس آنے کے لیے چلا گیا۔
جیل میں ادا سکندر اس سے ایک دن ملنے آیا تھا وہ منہ سے کچھ نہیں بولی تھی مگر اس کی روتی بلکتی آنکھوں کے سوالوں کے جواب میں اس نے کہا تھا۔
"مومل! اگر میں زمین بیچ کر تیرا کیس لڑتا تو ہم کھاتے کہاں سے۔ تُو فکر مت کر دس سال زیادہ عرصہ نہیں ہوتا تُو دیکھنا وقت یوں بیت جائے گا جب تُو باہر آئے گی تو تیرا احمد جوان ہوچکا ہوگا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا تُو اپنے بھائی کی مجبوری سمجھ رہی ہے ناں۔" اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ زندگی کے اس موڑ پر وہ کیا سمجھے اور کیا نہ سمجھے وہ چپ چاپ اپنی بیرک کی طرف چل دی تھی۔

❁.....❁.....❁

ندیم نے مومل کے کیس کو ری اوپن کیا اور پھر این جی اوز اور میڈیا کے تعاون سے کچھ اور مدد ملی اور پھر تیسری پیشی پر ندیم نے ثابت کردیا کہ اس نے یہ قدم اپنی عزت اور جان کے تحفظ کے لیے اٹھایا تھا اس لیے اسے کم سے کم سزا دی جائے (وہ اب بھی یہ بیان پر دینے پر راضی نہیں تھی کہ یہ قتل اس نے نہیں کیا اس طرح اس کا ادا پھنس جاتا) وہ جیل میں اپنی زندگی کے قیمتی پانچ سال گزار چکی تھی اور پھر اعلیٰ عدالت نے اسے باعزت بری کردیا۔ آج اس کی آزادی کا دن تھا اور مہاسن اسے لینے سینٹرل جیل آئی تھی۔
"ادی مجھے خیرپور لے چلو" جیل کے آہنی گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے جو پہلا جملہ اس کے منہ سے نکلا وہ یہی تھا اور پھر میں نے ندیم سے رابطہ کیا اور تھوڑی دیر میں ندیم اور مہاسن دونوں خیرپور کے اس گاؤں کی طرف رواں دواں تھے جہاں مومل رہتی تھی۔ وہ سارے راستے مہاسن سے اپنے گاؤں کی باتیں کرتی رہی وہ بار بار اپنی اماں سے

نظم

اک بار یاد رکھنا اے قوم ہندو
قائم رہے گا لکھ لو میرا یہ پاکستان
تم خود کو جو بھی سمجھو پر یہ خیال رکھنا
جیتو گے تم نہ ہم سے اسلام دین ہے اپنا
جتنی بھی چل لو چالیں جتنی لگا لو طاقت
تم منہ کے بل گرو گے یہ بات یاد رکھنا
رب ساتھ ہے ہمارے تم کرلو جو بھی چاہے
آساں نہیں ہے ہم سے ٹکرا کے پھر سنبھلنا
تاریخ جانتی ہے یہ پہلے بھی ہوچکا ہے
بنا جو امتحان تھا ذرا وہ بھی یاد رکھنا

جویریہ خان..... گوجر خان

ملنے کی خوشی میں رو پڑتی۔ وہ ہاتھ کے اشارے ناپ ناپ کر اندازے کرتی کہ احمد اب کتنا بڑا ہوگیا ہوگا۔ اس کی باتوں میں اچانک ایک ادھورا سا ذکر سالار کا بھی آتا مگر وہ سختی سے یوں ہونٹ بھینچ لیتی۔
پانچ سالوں میں کافی کچھ بدل چکا تھا پگڈنڈی پکی سڑک میں تبدیل ہوچکی تھی' گاؤں میں پکی عمارتوں کا اضافہ ہوچکا تھا اس کا اپنا گھر بھی پکا ہوچکا تھا۔ ندیم نے دروازے سے ذرا دور گاڑی روکی اور خود گاڑی میں ہی بیٹھا رہا۔ مہاسن مومل کے ساتھ نیچے اتری گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے اسے ذرا سا دھکا دیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔
سامنے چولہے پر بھرجائی ماروی روٹیاں پکا رہی تھی' اس نے ادھر اُدھر اماں کو کسی چارپائی پر ڈھونڈا۔ اماں کی چارپائی پر جھولی بندھی ہوئی تھی اور اس میں کوئی بچی سو رہی تھی برآمدے میں ایک سات سالہ بچہ کھیل رہا تھا وہ یقیناً احمد ہی تھا وہ لپک کر گئی اور بچے کو گلے سے لگا کر پیار کرنے لگی بچے نے گھبرا کر رونا شروع کردیا۔ ماروی نے توے سے روٹی اتاری اور اُدھر کو لپکی۔ ماروی مومل کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے حیران رہ گئی اور پھر اس کی پیشانی پر ناگواری کی واضح لکیریں ابھریں۔

"بھر جائی اماں کہاں ہیں؟" وہ ماروی کی طرف لپکی اور اس کے بندھے بازو دیکھ کر وہیں رک گئی۔

"وہ تو تیرے جانے کے دو سال بعد ہی اللہ کو پیاری ہوگئی تھی۔ تیرا ادا پولیس والوں کے پاس گیا تھا مگر انہوں نے تجھے اطلاع ہی نہیں کرنے دی۔" اتنی دیر میں احمد اپنے باپ کو لے کر آیا تھا' ادا سکندر بھی اسے دیکھ کر حیران ہوگیا۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اتنی دیر سے کھڑی میم صاحب اور موتل کو چارپائی بچھا کر دی وہ جو ماں کا غم ادا کے گلے لگ کر بہا دینا چاہتی تھی' سرخ آنکھوں کے ساتھ چارپائی کے کونے پر ٹک گئی۔

"احمد کے ابا! موتل کے لیے کوئی چائے پانی کا بندوبست کرو' شام ڈھل رہی ہے اس نے واپس بھی جانا ہوگا۔" ادا اس سے مہاسن کے بارے میں پوچھ رہا تھا اور وہ بتا رہی تھی کہ کس طرح ان کی کوششوں سے آج وہ وقت سے پہلے اپنے گاؤں اور اپنے گھر میں موجود ہے کہ بھر جائی کی آواز سنائی دی۔ ماروی بھر جائی کی بات سن کر موتل نے بے یقینی سے ادا سکندر کی طرف دیکھا۔

"ادی! میری ایک وہی بھی ہے کل کلاں اس نے جوان بھی ہونا ہے اور پھر تم جیل کاٹ کر آئی ہو اگر تم یہاں رہوگی تو میری لڑکیاں تو میرے در پر ہی بیٹھی بیٹھی بڈھی ہوجائیں گی۔ تم نے اتنا عرصہ باہر گزارا ہے اب تو دنیا کا بھی تم کو پتا چل گیا ہوگا۔ شہر میں کہیں بھی رہ لوگی' کچھ بھی کرلوگی اور یہ میم صاحب ہیں ناں' تم ان کے پاس کام کرلینا اب میں بڑھاپے میں جوان بیٹی کا بوجھ کیسے اٹھا پاؤں گی۔"

ایک بار پھر ادا کی مجبوریوں نے موتل کو یہ دہلیز پار کرنے پر مجبور کردیا' وہ خالی ہاتھ بابل کے آنگن سے ایک بار پھر رخصت ہورہی تھی شاید وہ ڈار سے بچھڑی ایسی کونج تھی جس کا مقدر جدائی اور تنہائی کے گھنے جنگلوں میں اپنوں کی محبت ڈھونڈتے ہوئے مرجانا لکھا تھا۔

مہاسن کو اس سب تماشے کا پہلے ہی علم تھا اسے ندیم نے یہاں آنے سے منع بھی کیا تھا مگر وہ موتل کے منہ سے نکلی پہلی اور آخری خواہش پوری کرنا چاہتی تھی اور پھر وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ موتل کے دل میں بسی آخری غلط فہمی بھی دور ہوجائے اس لیے وہ اس دور دراز گاؤں میں اس کے ساتھ چلی آئی تھی اس نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ رکھے گی اور پھر کوئی مناسب شخص دیکھ کر اس کی شادی کردے گی۔

گاڑی تنگ گلیوں سے تھوڑی دور کھڑی تھی اگلی گلی میں اسکول کی پہلی عمارت دیکھ کر موتل کے قدم ایک لمحے کے لیے رکے مگر اب بہت دیر ہوچکی تھی' کاش وہ پہلے سالار کی بات سمجھ جاتی تو آج یوں تہی دست نہ ہوتی وہ سر جھکائے مہاسن کے پیچھے پیچھے چل دی۔

"موتل......" ایک ہلکی سی سرگوشی نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔ اسکول کی پہلی دیوار کے ساتھ سالار سینے پر ہاتھ باندھے موتل کو دیکھ رہا تھا' اس کی نظروں میں وہی محبت تھی جو کیکر کے درخت کے آس پاس کہیں کھوگئی تھی اس نے آگے بڑھ کر موتل کا ہاتھ تھام لیا۔

واپسی کا سفر بہت خوش کن تھا' موتل مہاسن کے ساتھ ہی جارہی تھی جس دن ندیم نے اس کے گھر بارات لانی تھی اسی دن سالار نے بھی موتل کو لینے آنا تھا۔ ندیم گنگنا رہا تھا' موتل کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر آج یہ آنسو خوشی کے تھے اور مہاسن سوچ رہی تھی کہ سچی محبت ایک تتلی کی مانند ہوتی ہے اگر اس کے پیچھے بھاگو گے تو وہ شاید اڑ کر تم سے دور چلی جائے لیکن اگر تم خاموشی کے ساتھ ایک ہی جگہ پر کھڑے رہو گے تو وہ تمہارے کندھے پر آ کر بیٹھ جائے گی۔ دنیا میں اگر ادا سکندر جیسے خود غرض' بچے اور سگے رشتوں کی توہین کرنے والے لوگ موجود ہیں تو وہیں ندیم اور سالار جیسے بے لوث محبت کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ آج مہاسن بہت مطمئن اور مسرور تھی آج اس نے اپنے مقصد اور محبت دونوں کو پالیا تھا۔

> تمہیں یاد بھی نہ ہوگا جو کہہ کے دل لیا تھا
> میرے بس میں کاش ہوتا جو نا ساتھ بھول جانا
> نہیں تم سے کوئی شکوہ مگر ایک التجا ہے
> جو بنا رہے ہو حالت کبھی آ کے دیکھ جانا

علی الصبح محلہ کی مسجد سے فضل کریم پرچون والے کی اماں، بڑی آپا کے گزر جانے کا اعلان ہوا تو مجھو دور دور تک کھلبلی سی مچ گئی بس کچھ دیر کی بات تھی کہ انسانوں کا ایک ہجوم ان کے گھر کے باہر لگے شامیانوں میں اکٹھا ہوگیا۔ گو کہ گلی محلہ یا علاقہ کے لوگوں سے وہ میل جول کم ہی رکھتی تھیں مگر خیر سے چار بیٹے، چار بیٹیاں بیاہی تھیں۔ ان کے سمدھیانے دور، دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ خود اپنا میکہ و سسرال بھرا پرا تھا سب سے بڑھ کر ہر بیٹے کی علاقہ یا مارکیٹ میں چلتی ہوئی دکان تھی۔ ان دکانوں کی معرفت ان کی شناسائی خاصی طویل تھی جو ایک عرصہ پر پھیلی ہوئی تھی دو چار روز کی بات نہ تھی۔ ان کے شوہر عبدالحق جو بعد ازاں حاجی صاحب کہلائے جانے لگے خود بھی پرچون فروش تھے۔ کسی زمانے میں سعودیہ سدھارے تو ان کے کنبے نے بڑی آپا کے میکے میں پڑاؤ ڈالا جہاں وہ بڑی آپا کہلائی جاتی تھیں۔ بچے بھی یہی کہنے لگے پھر وہ جھٹ "بڑی آپا" بن گئیں۔

اب بھی مجمع میں بڑی آپا کی باتیں تھیں۔

"بے چاری نے مشقت کی، دکھ سکھ جھیلے، سرد و گرم دیکھے پھر جان توڑ دینے والی بیماری کی ایک طویل اذیت، مانو مٹی سنور گئی تھی۔" ان آوازوں میں کچھ آوازیں ایسی بھی تھیں جن میں تاسف ہی نہیں ملامت بھی تھی۔

یہ وہ لوگ تھے جو چوٹ کھائے ہوئے تھے۔
غرور اللہ کی چادر ہے اس سے دوری کا سبب!
کائنات کا سب سے پہلا اور عظیم گناہ غرور ہی ہے۔
جس دل میں رتی بھر بھی غرور ہوگا اللہ اس سے دور ہے۔

عورتوں کا شامیانہ الگ تھا اسی مجمع میں نائی کی بیٹی بھی تھی جس کا سارا گھر بڑی آپا کے گھر کی کسی بھی خوشی غمی پر پیش پیش رہتا۔ آج بھی اس کے بھائیوں نے شامیانے گاڑھے تھے۔ دریاں، چاندنیاں بچھائی تھیں مختلف کاموں کے لیے یہاں وہاں دوڑ لگا رہے تھے۔ اماں کلام پاک کا حساب رکھتیں۔ عورتوں کے بیٹھنے کی

جگہ پروانے بکھیر رہی تھیں۔ بعد ازاں ڈیکوریشن کے سارے برتن دھو کر ہی انہیں سدھارنا تھا۔ شاید اسی لیے پہلی آواز انہیں ہی پڑتی تھی اور وہ سارا گھر "لبیک" کہتا۔ احسان فراموشی تو اللہ کو بھی ناپسند ہے۔ سو وہ ہر پکار پر حاضر رہتے۔

سنا تھا موت سے کچھ عرصہ قبل بڑی آپا کی زبان باہر لٹک گئی تھی۔ فالج کا پہلا اٹیک آدھے دھڑ پر تھا وہ تب بھی بولتے چلنے کے قابل تھیں۔ بڑے اسپتالوں میں علاج چلا پھر اسی اٹیک پر ایک اور اٹیک۔ وہ بالکل ہی بستر سے جا لگیں۔ جیسے زندہ لاش۔ کوما کی حالت، ناک سے غذا دی جاتی تمام اولادوں نے جی جان سے خدمت کی دن رات ایک کردیے۔ بیاہی بیٹیاں صبح و شام فون کھڑکاتیں احوال پرسی کے لیے ذرا جو اونچ نیچ سنتیں دوڑی آتیں ایک بٹی چار قدم پر بیاہی تھی وہ ہر روز آ کر انہیں حوائج ضروریہ سے فارغ کراتی۔ وہ غزالہ تھی۔

بڑی آپا کو نہلا کے کفن دیا گیا۔ پاؤ بھر سونا اترا تھا جو زندگی میں ہی بیٹیوں کے نام کردیا تھا۔ خدمت گزار نیک و پردہ دار بیٹیاں تھیں کسی کو چوڑی، کسی کو چاند بالی، کسی کو گلے کی چین، سارا زیور فضل کریم کی بیوی نگہت کے پاس امانت رکھوایا۔ مجمع میں کھسر پھسر چل رہی تھی ہزار کے لگ بھگ افراد تھے بھرا پرا کنبہ۔ لوگوں کا جم غفیر، ایسے اژدھام کو ایک وقت کی روٹی کھلانا بھی دل گردے کا کام ہے۔ متوسط طبقہ کے لوگ تھے۔ سارے محلہ دار غریب غربا تھے۔ مگر بڑی آپا کا گھرانہ کسی کا احسان لیتا کب تھا ظہر کے نزدیک جنازہ اٹھا پھر دیگوں کی دیگیں اتریں تھے۔ وہ بھی دوڑے آئے لوگوں نے رج کے بڑھیا خوش بودار چاولوں کی مرغ بریانی کھائی۔ جو بچ گئی وہ خوان سے ڈھک کر رات ڈھلنے سے قبل گھر گھر پہنچا دی گئی۔ اسی وقت سوئم کا اعلان ہوگیا۔ آدھی دیگ نائی کے گھرانے کا نصیب بنی تھی۔ بڑی آپا کے بڑے بیٹے فضل کریم نے انہیں بھر کے نوازا تھا۔ نائی کے گھرانے سے سیکڑوں کام بھگتائے، بھائی دیگوں پر بیٹھے تھے ان کا حق بنتا تھا کبھی نائی کی بٹی ایسے لفظوں پر بھاؤ کھاتی، دونوں وہاں نہ پھٹکتی تھی... مگر آج پرسکون تھی... آج وہ لب خاموش تھے جو بھرے مجمع میں اس کا سر جھکا دیتے تھے۔

❀......❀❀......❀

بڑی آپا بھی کسی زمانے میں نائی کی ہی پڑوسن تھیں۔ بچوں کا جم غفیر، میاں کی معمولی پرچون کی دکان، سونا کھانا، سونا پینا اس مہنگائی کے دور میں ایک نہ دو، آٹھ بچے پالنا آسان کام ہے بھلا۔ یہ وہ وقت تھا جب آپا بوریوں کا بچا کچا اناج چھان پھٹک کر الگ کرتیں تو بچوں کے دال دلیے کا آسرا بنتا، پھر جناب عبدالحق کو کسی وسیلے سعودیہ کی ہوا لگ گئی۔ ایک ہی چکر میں گھر بھر گیا۔ حج بھی کرلیا اور حاجی صاحب کہلانے لگے۔ مگر ان دو سالوں میں بڑی آپا نے رو رو کر گھڑے بھر دیے تھے۔ وہ دوبارہ جانے کو پر تولتے رہے مگر جانے کون دیتا۔ ان کا پڑاؤ میکے میں رہا تھا۔ وہاں دنوں میں بیتی گئی۔

حاجی صاحب نے جمع جتھا ٹھکانے لگایا اور اس بار مارکیٹ کے وسط میں دکان کرلی۔ اب بڑی اور پختہ دکان تھی جو رب کے فضل و کرم سے خوب ہی چلنے لگے۔ حاجی صاحب نے نزدیکی علاقہ میں بڑا پلاٹ خرید کر انتہائی شاندار گھر تعمیر کیا۔ کونے کا پلاٹ تھا گھر کے احاطے میں سڑک کے رخ پر کھلتی بڑی سی پرچون کی دکان اب بچے بڑے ہو رہے تھے اس دکان پر بڑے بیٹے فضل الحق کو بٹھا دیا۔ خود بھی دو کمروں کے تنگ گھر سے اٹھ کر اسی دو منزلہ مکان میں چلے آئے۔ مانو اس محلے میں آ کر جیسے دن پھر گئے تھے۔ دکانوں سے دکانیں بنتی چلی گئیں، ہر لڑکے کی الگ دکان، الگ مکان۔ حاجی صاحب نے اپنی زندگی میں ہر بیٹے کے نام ایک دکان، ایک مکان مختص کیا۔ خود اپنا پرانا گھر اور اس سے متصل دکان کرائے پر دے دی اور جانے کیا معاملات طے کیے کہ اب کرایہ دار قبضہ چھوڑنے پر تیار

نہ تھا حاجی صاحب تو گئے سدھار۔ دل کے ایک ہی دورے نے کام تمام کردیا۔ مگر اولاد کے لیے دنیا میں ہی جنت بنادی تھی۔ ہر طرح کا عیش سکون وآرام۔ گلی میں سب سے اونچا اور وسیع گھر ان ہی کا تھا اور سڑک کی سمت کھلتی بڑی ساری دکان شاید اسی لیے ان کا گھرانہ محلہ والوں سے رابطہ واسطہ نہ رکھتا تھا۔ لوگ شناسائی کی آڑ میں اپنا الو سیدھا کرتے ہیں گھوڑا گھاس سے دوستی کرے گا تو کھائے گا کیا۔ لحاظ مروت برتو تو دکانیں نہیں چلتیں، چاروں بیٹے دکانوں پر آنے والوں کو جھڑک کر بھگادیتے۔

"تم نہیں خریدو گے تو کیا ہماری دکان نہیں چلے گی؟" سچ ہی تھا اتنا تو لوگ مہینہ بھر میں کماتے ہیں جتنا وہ ایک وقت میں گولک خالی کرتے تھے۔ چاروں لڑکوں کے پاس اپنی اسکوٹریں تھیں پھر ہائی روف بھی خرید لی مگر بنگلہ نما گھر غریبوں کے محلہ میں تھا۔ یوں نہ تھا کہ بڑی آپا آدم بیزار تھیں۔

محلہ میں سے اگر کبھی جو کوئی بھولے بھٹکے آن ہی پھٹکتا لمبا سارا دسترخوان بچھتا آپا سوالی سی بن جاتیں۔

"بیٹیوں کے لیے کوئی اچھا رشتہ ہو تو نظر میں رکھنا۔" بیٹیاں ساری نیک خصلت، شریف، باپردہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مگر شکل وصورت میں معمولی، سادگی کا پیکر اور زمانہ ایسا کہاں ہے ساری ہی جوان تھیں۔ چاروں بھائی ان پر پردے کی سخت پابندی رکھتے۔ سیمنٹ کی جالیوں تک پر پلستر چڑھوادیا تھا۔ ہر چیز گھر بیٹے میسر تھی۔ کوئی ان کا پلو تک نہ دیکھ پاتا تھا۔ وہ چوری چھپے گھر کی ریخوں سے یہاں وہاں تاکتی پھرتیں گلی بھر کی خبر رکھتیں۔ اوپری منزل سے سڑک کی جانب جھانکتیں تو نیچے دکان پر ہر آئے گئے کی خبر رہتی۔ کبھی جو کسی بھائی کی اسکوٹر کی آواز آجاتی دھڑادھڑ اترتی چلی آتیں...... وہ چاروں بھی دکانوں کی ہر اچھی بری بات گھر میں آکر بتایا کرتے۔

کسی نے قسطوں پر مشین اٹھائی۔ محلہ میں فضل کریم کی اپنی دکان ومکان تھا۔ مگر اس نے ذمہ داری لینے سے صاف انکار کردیا کہ ایک بار پہلے چوٹ کھا چکے تھے کسی کرایہ دار کی ذمہ داری لے لی وہ راتوں رات چلتا بنا۔ ہرجانہ انہیں اپنی جیب سے بھگتنا پڑا۔ مگر یہ تب کی بات تھی جب بڑی آپا نائی کی پڑوسن تھیں اب وہ کسی کو خود کے لائق ہی نہ جانتے تھے۔ یہ محلہ منہ لگانے قابل کب تھا اب وہ گھر کو سخت مقفل اور سب کو پابند رکھتے۔ گھر میں پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ مگر دکانوں پر کیسے قفل پڑتے؟ کئی بار لٹیرے آئے لوٹ کر چلتے بنے۔ کبھی کسی دکان، کبھی کسی بیٹے پر حملہ ہوا ڈکیتی پڑی۔

بڑی آپا پھر بھی شکر مناتیں اولاد کا صدقہ گیا۔ جان بچی سو لاکھوں پائے۔ یوں بھی صدقہ وخیرات دن رات چلتے۔ نائی جیسے کئی گھرانے ان کے لفافوں، راشن پر چلتے تھے۔ جسے نائی کا گھرانہ بھولتا، نہ وہ بھولنے دیتیں۔ شاباش تھی نائی کی بیوی کو، وہ ہر وقت تقریب میں پیش پیش رہتی۔ کچن سنبھالتی دسترخوان اٹھاتی اور ذرا جو سکھ کی سانس لینے چار عورتوں میں آ بیٹھیں اور کوئی ان کی بابت پوچھ بیٹھتا بڑی آپا کھل کر بتاتیں۔

"ہمارے پرانے محلے کے پڑوسی ہیں ان کے میاں نائی تھے۔ ان کے گزرنے کے بعد گھر کا راشن، ہماری دکان سے ہی جاتا ہے۔" یہ وہ احسان تھا جسے بڑی آپا کبھی جتانا نہ بھولتیں ایسے میں اگر جو نائی کی بیٹی موجود ہوتی مانو زمین میں گڑھ کر رہ جاتی۔ اگرچہ ان کے احسانات کی اور بھی فہرست طویل تھی۔ ان کے ابا مرحوم کے کفن دفن کے انتظام سے لے کر بڑی بہن کی شادی کے اخراجات تک مگر یہ وہ کام تھے جو حاجی صاحب مرحوم نے اپنے دست مبارک سے انجام دیے اور دوسرے ہاتھ کو خبر تک نہ ہونے دی۔ مگر وہ گھرانا احسان فراموش نہ تھا گھر میں اب بھی کوئی جھگڑا مسئلہ ہوتا حاجی صاحب کے بڑے بیٹے فضل کو صلح صفائی کے لیے بلایا جاتا۔ دوسری بیٹی کا رشتہ برادری سے ہی آیا تھا۔ بات چیت پکی کرکے رشتہ کی ہامی بھرنے کے لیے بھی فضل

کریم کو ہی بلوایا گیا اس نے وہیں جہیز میں سونے کا سیٹ دینے کا اعلان کردیا۔ خداترسی ہو تو ایسی۔ تائی کا سارا گھرانا کبھی بھول سکتا تھا کہ بیوگی کے بعد ہر سال عید پر بچوں کے جوڑے حاجی صاحب بنواتے رہے ہیں اور اب راشن۔ بڑی آپا بھولنے ہی نہ دیتی تھیں کہ وہ کیسے خداترس تھے۔

ویسی ہی ان کی اولاد نیک خداترس دین دار۔

چاروں لڑکے پانچ وقت ٹوپی لگا کر مسجد سدھارتے گھر کا بچہ بچہ صوم وصلوٰۃ کا پابند۔ دنیا واہ واہ کرتی آج کے دور میں جب لوگوں کے گھروں میں ٹی وی، ٹیپ، کیبل چلتے ہیں۔ بیٹے دکان پر صبح کلام پاک پڑھتے نظر آتے۔ آج بھی حاجی صاحب کی برسی پر کئی کئی کلام پاک بخشوائے جاتے۔ دیگوں کی دیگیں اترتیں۔ اور محلے کے محروم تر سے لوگوں کے لیے ان کے وسیع مکان کے دروازے کھل جاتے الوداعی روزے کو باپ کے نام روزہ افطار کرایا جاتا کہ لوگ عش عش کراٹھتے اور کہتے۔ "اللہ سب کو ایسی نیک اولاد دے۔" مگر یہ وہ لوگ تھے جن کا واسطہ کبھی ان کی سخت کلامی سے نہ پڑا تھا چاروں بیٹوں کی دکانوں پر پرچی چلتی تھی۔ مگر ان کا اصول تھا کہ پچھلا چکاؤ تو اگلا لو اور یہ پرچی بھی ان کی لگتی جن کے ذرائع آمدنی معقول تھے جہاں واپسی میں "عذر" لاحق ہوتے وہ جھڑک دیتے۔

"ہم نے کوئی اللہ واسطے دکان نہیں کھول رکھی ہے۔" لوگ ذلیل ہوتے تو پھر سوال نہ کرتے مگر کئی ایک منہ پر سنا بھی جاتے۔

"ہزاروں کا سودا تم سے خریدیں اور کبھی جو دو چار سو کا وقت پڑ جائے تو کہیں اور جائیں۔"

اسی طرح بہت سے گاہک کٹ گئے مگر وہاں کی تھوڑی تھی نہ گلی محلے کی پروا۔ لوگ برابری کے ہوں تو لین دین بھی بجتا ہے۔ بے چارے غربت کے مارے تر سے لوگ گلی محلے میں کسی کے کوئی مشینری آتی یا کوئی اپنے مکان میں اینٹ بھی لگاتا انہیں اپنی حرص نظر آتی کوئی کہتا کہ حرص کے لیے بھی پیسہ درکار ہے۔ محلے میں جن کی بہن بیٹیاں یا بیویاں نوکری پیشہ تھیں وہ انہیں کم تر جانتے۔

"ہم تو اپنی بہن بیٹیوں کو گھر سے نہیں نکالتے ہماری بہنوں کا کسی نے ناخن تک نہ دیکھا ہوگا۔" ان کے لہجے میں فخر امڈ آتا۔ تو ان کی "پردہ داریوں" کا بھرم رکھنے ہی میں عافیت تھی کہ یہ دبدبہ بھی پیسے کی بدولت تھا کون سر اٹھاتا۔ ان کے افعال نیک مگر زبان بد تھی۔

اللہ اللہ کر کے بڑی آپا کی بڑی بیٹی زرینہ کو رشتہ جڑ ہی گیا۔ جانے کب سے جوڑا جانے والا جہیز سجایا گیا تو لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ مانو بیٹی اور سمدھیانے کا حلق تک بھر دیا۔ وہ عالیشان شادی کہ مدتوں لوگ کئی کھانوں کا چٹخارہ نہ بھولے اور زرینہ کی شادی کے بعد مانو دوسروں کے لیے راستے خود بخود کھل گئے۔ پیسہ چیز ہی ایسی ہے۔ زرینہ کے ساتھ بڑے بیٹے فضل بھی بھگتائے گئے تھے۔ گھر میں بھابی آگئی۔ رشتہ داری بڑھی اور جس شان وشوکت سے زرینہ کو بیاہا تھا اگلی صفیہ کا رشتہ فضل کریم ہی کے سسرال سے آگیا۔ سیاہ فام غزالہ علاقہ کے کونسلر کی بیوی کو بھا گئی اور تو اور موٹی بھدی عذرا کے بھی نصیب جاگ گئے۔ جو دوسروں کے لیے بھی اٹکاؤ تھی غرض ایک کے بعد ایک ساری ٹھکانے لگتی چلی گئیں۔ بڑی آپا درمیان میں بیٹوں کو بھی بھگتاتی گئیں۔ قصداً چھوٹے گھرانوں سے بہوئیں بیاہ کر لائیں اور سونے سے لاد دیا۔ بڑھیا بری عالیشان ولیمہ کہ دنیا واہ واہ کرتی رہ جائے مگر بہوئیں اف نہ کر پائیں۔ یہی معاملہ بیٹیوں کے ساتھ رکھا۔ معیار کی علت پالتیں تو بیٹیاں ہی بٹھائے رکھتیں۔ سو آڑے ٹیڑھے جو رشتے ہاتھ لگتے گئے۔ ایک کے بعد ایک نمٹاتی چلی گئیں۔ بیٹیاں بھی ماں تو کل تھیں جو مل گیا گزارہ کرلیں کھاتے پیتے۔ گھر سے پکی بستیوں میں بھی بیاہی گئیں تو اف نہ کی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوتا ہے۔ بڑی آپا بیٹیوں کو خوب بھرتیں۔ داماد سمدھیانوں

تک کو نوازتیں۔ آنے جانے کے لیے کرائے دیتیں۔ چھٹی جیسے موقوں لا دو دیتیں اور جو منہ دکھائیاں سلامیاں نصیب ہوتیں سونا بنا کر بیٹی کے ناک کان میں ڈال کے بھیجتیں۔ ساسیں پھر ساسیں ہوتی ہیں بیٹوں کی ہوں بیٹیوں کی۔ مات تو کھاتیں چلبلاتیں کہ بڑی آپا بھر بھر کے سمدھیانوں کے منہ بند کرتی ہیں۔ دے دے کے دباتی ہیں۔ وہ بھرتیں نہ تو بھوکی مارتیں۔ کسی داماد کو کاروبار کرا دیا۔ کسی کو مکان دلا دیا موٹی بھدی عذرا کو میاں نکھٹو نصیب ہوا تھا کئی کاروبار ڈبوئے اسے گھر کے ساتھ دکانیں کھلوا دیں عذرا کی دال روٹی چلنے لگی۔ بقیہ کے لیے میکے سے آسرا تھا رب نے اولاد بھی رج کے بخشی تھی۔ وہ ہر دوسرے روز میکے پر سوالی نظر آتی۔ غزالہ کا میاں بد دماغ تھا۔ ایک ہی علاقہ میں رہ کر بھی آنے جانے پر پابندی لگاتا۔ ذرا چوں بھی کرتی تو دروازے پر چھوڑ جاتا۔ بڑی آپا حیلے بہانے کر کے لوٹاتیں۔ وہ اور اکڑ جاتا منہ بھر کے بند کرنا پڑتا۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

بڑی آپا کے گزر جانے کے بعد چاروں بھائیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ دکانیں تو تھیں ہی الگ اب اپنے اپنے گھر بھی الگ بسا لیے۔ اپنے اپنے کنبوں کو سمیٹ کر چلتے بنے یہ والی دکان و مکان فضل کریم ہی کے تصرف میں رہا۔ حاجی صاحب کے پرانے دکان و مکان کا کیس چل رہا تھا۔ جس پر قابض بنگالی قبضہ چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ مگر ہر خوشی غم، عید تہوار پر سارے بھائی یہیں جمع ہوتے۔ فضل کریم کی بیوی اب کنبے کے کنبے بھگتاتی تھیں یہ گھر سب سے بڑھیا اور والدین کی نشانی سب سے بڑے بھائی کا بھگانہ تھا ساری بہنوں کا میکہ۔

اس گھر میں ہر طرح کی سہولت تھی۔ فضل کریم آج بھی محلے سے کوئی شراکت نہ رکھتا تھا۔ بجلی جاتی تو ہیوی جنریٹر سارے گھر میں اجالا کر دیتا اب نچلا حصہ کرایہ پر اٹھا دیا تھا۔ مگر سہولیات بس خود تک رکھتا۔ کبھی جو بجلی کے

لیے کوئی انسپکشن ٹیم آجاتی وہ بھاری بھرکم اداشدہ بل نخوت سے گویا ان کے منہ پردے مارتا۔

"گھسوان کے گھروں میں جو گھوڑے بل نہیں بھر سکتے تو میٹروں میں فنکاریاں دکھاتے ہیں۔"

اس نے میٹھے پانی کے لیے بھی یہاں وہاں سے کئی لائنیں پکڑ رکھی تھیں۔ زمینی بورنگ الگ تھی محلے والے ترستے مگر فضل کے گھر کو کبھی پانی کی تنگی نہ پڑی۔ کبھی جو کوئی غرض لے کر دروازے پر آن ہی بھٹکتا فضل صاف دامن بچالیتا۔

"میں ایک کو دوں گا تو سب کو دینا پڑے گا۔ سب ہی میرے محلے دار ہیں۔" اس کے گھر پر تو مجمع ہی لگ جاتا۔ اب بھی وہ دکان پہ آنے والے قرض داروں کو رج کے سناتا تاکہ دوسرے اس کی ذلت سے سبق سیکھیں اور باز رہیں۔

❀......◉◉......❀

حاجی صاحب کے گھرانے کو کئی بدنظروں کی نظر کھا گئی۔ زرینہ کے میاں کو آنتوں کا کینسر ہوا وہ دنوں میں چٹ پٹ ہوگیا۔ زرینہ تین بچے لے کر میکے کی دہلیز پر آبیٹھی۔ فضل کی دکان پر مکھیاں بھنکنے لگیں۔ علاقہ میں اور دکانیں کھل گئیں۔ جیسے ادریس کی دکان جو نرمی خوش اخلاقی سے بات کرتا گز نہ دیتا تو گز جیسی بات کرلیتا۔ منافع کم رکھتا۔ لوگ دور دور سے وہیں آنے لگے۔ اشیائے صرف پر معمولی کمی، ماہانہ راشن پر کئی سو کی بچت بنتی۔ فضل کریم کی دکان ٹھپ ہونے لگی مگر پروا کسے تھی۔ ان کے اور بھی ذرائع تھے پیسے کی کمی نہ تھی کرایہ داروں کو منٹوں میں چلتا کردیتا۔

"ہم ایسے کرایہ دار نہیں رکھتے ابھی کے ابھی اپنا حساب کرو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

وہ جیسی پابندیاں گھر کی عورتوں پر رکھتا، ویسا ہی چیک کرایہ داروں پر رکھتا۔ ان کی چوں بھی گوارا نہ تھی اور کرایہ دار بھلا کیوں سنتے یا رہتے۔ جلد اگلا اسٹیشن پکڑتے، یہ جا وہ جا بہت کم عرصہ میں لوگ اس کے مکان کے نام پر کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔ فضل کریم سے اگلے عزیز نے اپنا دکان ومکان بیچ باچ جمع پونجی کسی ٹریولنگ ایجنٹ کے جھانسہ میں آ کر ٹھکانے لگادی۔ نتیجتاً وہ روڈ پر تھا۔ اب کیسی دکان اور کاہے کا مکان۔ غزالہ ایک بار پھر میکہ آ کر بیٹھی۔ اس کے میاں نے گلی میں شور مچایا تو فضل نے اسے مارا۔ اس نے گھر جا کر غزالہ کو طلاق نامہ تیار کرکے بھجوادیا۔ بچے چھین لیے۔ یہ سب اس بنگالی کی کارستانی تھی جس نے حاجی صاحب کی دکان ومکان پر قبضہ رکھنے کے لیے گھر بھر پر کالا جادو کرایا تھا کہ لاکھ کا گھر خاک کا ہوگیا۔ یہ گھر بھر کا یقین تھا فضل اب بھی پیشیاں بھگتاتا پھرتا تھا۔ تیسرے نمبر کے ساجد کی دکان پر ایک بار پھر لٹیرے آئے۔ ساجد نے اپنی ازلی بدکلامی کو کام میں لاتے ہوئے ردو کدکی۔ نتیجتاً ایک ہی گولی میں ساجد کا کام تمام ہوگیا۔ علاقہ بھر میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی تھی۔ بہنوں نے چھاتی پیٹ پیٹ کر بین کرڈالے۔

"یا پروردگار یہ کیسا امتحان کیسی آزمائش ہے۔ ہم لٹ گئے برباد ہوگئے اے پروردگار ہمارے بھرے پرے گھر کو اجاڑنے والے خود بھی برباد ہوجائیں۔"

صد شکر کہ بڑی آپا یہ وقت دیکھنے کو نہ تھیں ورنہ جوان بیٹے کی موت پر جیتے جی مر جاتیں۔ صدمہ تو دوسروں کو بھی کم نہ تھا مگر آنسو کیسا ہی قیمتی کیوں نہ ہو خاک میں مل کر خاک ہی ہوجاتا ہے واقعہ جتنا بھی دلخراش سہی لوگ بھول بھال ہی جاتے ہیں۔ ساجد کے لواحقین نے بھی صبر کی سل سینے پر رکھ لی تھی۔

سنا تھا امتحان جتنا سخت ہو، انعام اتنا ہی بڑھیا ملتا ہے۔

اب خدا ہی جانے یہ آزمائش تھی یا سزا......!!

دعائیں اور ان کا حل

حافظ شبیر احمد

مریم نواز...... حافظ آباد

جواب: رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشا ایک مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں جن کے رشتوں کا مسئلہ ہے وہ خود یہ دونوں وظائف کریں، 3 ماہ۔

شازیہ پروین...... مراد شاہ، جھنگ

جواب: سورۃ قریش 111 مرتبہ، بعد نماز عشاء اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف دعا بھی کریں۔ روزانہ۔

مہوش نورین...... ضلع جھنگ

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں رشتہ کے لیے۔

مشکلات دور ہو جائیں اور رشتہ ہو جائے۔

شازیہ اختر...... نور پور

جواب:۔ آیات شفاء روزانہ صبح و شام 7،7 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔

تسنیم بی بی......

جواب: سورۃ مزمل 3 اول و آخر 3 مرتبہ درود شریف، جب گھر میں چینی آئے اس پر دم کر دیا کریں چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

ارسلان......

جواب: سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھا کریں اور دعا بھی کیا کریں۔

شبنم نورین...... آزاد کشمیر

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر درود شریف 11،11 مرتبہ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

بعد نماز عشا سورۃ عبس ایک مرتبہ پڑھ کر دم بھی کریں اور پانی پر بھی دم کر کے پیئے۔

چاند...... گوجرانوالہ

جواب: سورۃ شمس 21 مرتبہ روزانہ پانی پر دم کر کے پلائیں اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

نیت (بری عادتیں چھوڑ دے اور کام پر دھیان دے)

آیات شفا چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پلائیں۔ روزانہ صبح نہار منہ 41 دن تک۔

سونیا کنول سونی...... بوریوالا

روزگار کے لیے:

بعد نماز عشا سورۃ قریش 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔

یا علیم

11 مرتبہ تین باداموں پر دم کر کے روزانہ صبح نہار منہ کھلائیں روزانہ۔

ش...... سمندری

جواب: سورۃ فلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ صبح و شام پڑھ لیا کریں۔

محمد یسین...... ساہیوال

ج:۔ "یا حکم" ہر نماز کے بعد 121 بار پڑھ کر بچے کا تصور کریں کہ وہ ٹھیک اور کہنا ماننے لگا ہے۔

شوہر کو سورۃ طٰحٰہ کی پہلی 5 آیت ہر نماز کے بعد ایک گھونٹ پانی پہ 11 بار پڑھ کر پلائیں۔

نسرین شریفاں بی بی...... حجرہ شاہ مقیم

ج:۔ "یا لطیف یا ودود" 101 مرتبہ روزانہ رات کے وقت تنہائی میں اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف نیت شوہر کے تمام برے کام چھوٹ جانے کی اور ان کے دل میں آپ کی محبت اور گھر کی ذمہ داری پیدا ہو رہی ہے۔ خلوص کے ساتھ یہ وظیفہ کریں اور دعا بھی کریں۔

جب نعمان سو جائے اس کے سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ العصر 21 مرتبہ پڑھیں اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف نیت یہ رکھیں کہ فرمانبردار ہو رہا ہے۔ وظیفہ با آواز پڑھیں۔ اتنی آواز سے کہ لڑکا نیند سے اٹھ نہ جائے۔

فائزہ صدیق......

ج:۔ نیم کے 41'41'41 پتے لے کر پھر سات نلکوں کا پانی لے کر (اتنا ہو کہ تین بار غسل کر سکیں) سب کو مکس کر لیں۔ ایک کلو پانی لے اس میں 41 نیم کے پتے جس پر آخری 3 قل 3 بار پڑھ کر پتوں پر پھونک ماریں اور اتنا سرسوں کا تیل لیں کہ آپ کے پورے جسم پر مالش ہو جائے۔ پانی میں پتے اور تیل ڈال دیں اور پکائیں۔ اتنا پکائیں کہ تیل اور پتے رہ جائیں۔ تیل سے رات کو جسم پر مالش کریں صبح ہی نہا لیں۔ تینوں بار یہی عمل دھرائیں۔ اس کے بعد بعد فجر کی نماز 70 بار سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 74 پڑھیں 3 ماہ تک۔ پڑھنے کے بعد اچھے رشتے کی دعا کریں۔

ثمرین شہزاد......کینیڈا

ج:۔ شہزاد کھلے ہاتھ کے ہیں (میانہ روی اختیار کریں)۔ آپ برکت کے لیے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں برکت کا کہہ کر نکالا کریں روزانہ معمول بنا لیں۔ سورۃ القریش' اذا جاء ہر نماز کے بعد 11'11 بار پڑھا کریں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے مئی ۲۰۱۵ء

نام　　　　والدہ کا نام　　　　گھر کا مکمل پتا

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں

بیاض دل

میمونہ رومان

اروی مختار...... میاں چنوں
منافی اللہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین
تشخیص بجا ہے کہ مجھے عشق ہوا ہے
نسخے میں لکھو ان سے ملاقات زیادہ

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر
مسلسل غم اٹھانے سے یہی بہتر ہے
کنارہ کرلیا جائے کنارہ کرنے والوں سے

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کھنیالیہ
کٹ گئے درخت مگر تعلق کی بات تھی
بیٹھے رہے زمیں پر پرندے تمام رات

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر
کبھی کبھی تو اسیروں کی بے گناہی سے
عدالتوں کے کٹہرے بھی کانپ اٹھتے ہیں

شزا بلوچ...... جھنگ صدر
بھرے بازار سے اکثر خالی ہاتھ ہی لوٹ آتا ہوں ساگر
پہلے پیسے نہیں تھے اب خواہشیں نہیں رہیں

ارم کمال...... فیصل آباد
جذبے کی لو کو میرے جنوں نے چھوا تو ہے
اتنا ہوا وہ خواب میں آ کر ملا تو ہے
وہ دشمنی کے ساتھ سہی دیکھتا تو ہے
ہم مطمئن کہ اس سے کوئی رابطہ تو ہے

رابعہ چوہدری...... فیصل آباد
اس دفعہ تو بارشیں رکتی نہیں ہیں دوستو
ہم نے کیا آنسو چنے کہ سارے موسم ہی رو پڑے

سباس گل...... رحیم یار خان
خاموش تھے تو سب کے منظورِ نظر تھے ہم
بولے تو پھر کسی کو بھی اچھے نہیں لگے

صدف سلیمان...... شورکوٹ شہر
لکھنا تو تھا کہ خوش ہوں تیرے بغیر
آنسو مگر قلم سے پہلے ہی گر گئے

حفصہ بتول...... بہاولپور
بہت سے لوگ تھے مہمان میرے گھر لیکن
وہ جانتا تھا اہتمام کس کے لیے ہے

نیلم شرافت...... جتوئی
سوچ کر میں نے چنی ہے آخری آرام گاہ
میں تھا مٹی اور مجھے مٹی کا گھر اچھا لگا
منزلوں کی بات چھوڑو کس نے پائیں منزلیں
اک سفر اچھا لگا اک ہم سفر اچھا لگا

ماروی یاسمین...... سرگودھا
موسم خوشبو بادِ صبا چاند شفق اور تاروں میں
کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے

رومیہ عباسی...... دیول (مری)
ہم پر ختم تھا محبت کا تماشہ گویا
روح کو روز جسم سے جدا کرتے ہیں
زندگی ہم سے تیرے ناز اٹھائے نہ گئے
سانس لینے کی فقط رسم ادا کرتے ہیں

مدیحہ نورین مہک...... برنالی
حسن اور اتنی فراوانی کے ساتھ
دیکھتا رہتا ہوں حیرانی کے ساتھ

کوثر خالد...... جڑانوالہ
دعوؤں کے ترازو میں تو عظمت نہیں تلتی
فیتے سے تو کردار کو ناپا نہیں جاتا

نورین لطیف...... ٹوبہ ٹیک سنگھ
اے وعدہ فراموش تیری خیر ہو لیکن
اک بات میری مان تو وعدہ نہ کیا کر

ناہید بشیر رانا...... رحمان گڑھ
تم سے ملے مل کر بچھڑے بچھڑ کر پھر ملے
ایسی بھی رہیں دوریاں ایسے بھی فاصلے رہے
تو بھی نہ مل سکا زندگی بھی رائیگاں گئی
تجھ سے تو خیر عشق تھا خود سے بڑے گلے رہے

شگفتہ خان...... بھلوال
دیکھ کب مل پائیں گے بارش بادل میں اور تم
دیکھو کب سنگ جی پائیں گے بارش بادل میں اور تم

طیبہ مریم...... تونسہ شریف

کبھی پتھر سے ٹکرائے تو آئے نہ خراش
کبھی اک بات سے انسان بکھر جاتے ہیں

علمہ شمشاد حسین......کورنگی کراچی

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے میری خاطر
بس وہی اک لمحہ مجھے زندگی سے بھی پیارا لگا

کنزیٰ رحمان......فتح جنگ

ادھورا سا محسوس کرتی ہوں میں خود کو
نہ جانے کون چھوڑ گیا ہے مجھے تعمیر کرتے کرتے

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ

زندگی کھلاڑی ہے زندگی سے کھیلے ہیں
عارضی کھلونوں کے عارضی سے میلے ہیں
سانس سے شروع ہو کر سانس تک چلے ہیں ہم
اور ہجوم میں رہ کر آج تک اکیلے ہیں

نبیلہ ناز......بیگو موڑ

اداس کیوں ہو زمانہ کی بدسلوکی سے
ہمیں تو علم ہے یہ فطرت زمانہ ہے

شمع کوثر عینی گوہر......نامعلوم

جھک گئیں اکثر میری آنکھیں یہ سوچ کر
کیا کیا عنایتیں ہیں میرے رب کی مجھ پر

عائشہ حسین......قلعہ دیدار سنگھ

لہو سے دل، دل چہرے اجالنے کے لیے
میں جی رہا ہوں اندھیروں کو ٹالنے کے لیے
وہ ماہتاب صفت، آئینہ جبیں محسن
گلے ملا بھی تو مطلب نکالنے کے لیے

ہما ایوب......عارف والا

صرف اس شوق میں پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
میں تیرا حسن، تیرے حسن بیاں تک دیکھوں

فریدہ فری یوسف زئی......لاہور

زندگی تیرا بھی احسان کوئی کیوں رہ جائے
تو بھی لے جا اس خاک سے حصہ اپنا

حرا قریشی...... بلال کالونی، ملتان

وہ کہکشاں زادو سیل نکہت ہمارے ہمراہ چل پڑا تھا
کہاں تھا ورنہ ہمیں گوارا، کبھی سمندر کبھی ستارہ
مرے بھٹکنے پہ جانِ محسن یہ طنز کیسا ہے اس جہاں میں
ہوئے ہیں بے سمت و بے کنارا، کبھی سمندر کبھی ستارہ

سویرا فیض اسحاق......میانہ

ملیں گی ہم کو اپنے نصیب کی خوشیاں
بس انتظار ہے کب یہ کمال ہوتا ہے
ہر ایک شخص چلے گا ہماری راہوں پہ
محبتوں میں ہمیں وہ مثال ہونا ہے

سمیرا اشتاق ملک......اسلام آباد

احساس کسی یاد کا تھامے ہوئے آنچل
اس بھیڑ میں مجھ کو کہیں کھونے نہیں دیتا
دیکھے گا کسی اور کے ہمراہ مجھے کیا
وہ شخص تو مجھ کو میرا ہونے نہیں دیتا

سامعہ ملک پرویز......خان پور ہزارہ

محو حیرت ہوں تغیر دل پہ اے مہرباں
جسے بھلا رکھا تھا مدت سے وہ شخص یاد آنے لگا
اس کے خیال سے نکلنے کی سبھی کوششیں رائیگاں گئیں
اس کی سوچ کا بادل میری ذات بے نشان پر چھانے لگا ہے

رضوانہ کرن......کمالیہ

تسکین دل کے واسطے وعدہ تو کیجیے
ہم جانتے ہیں آپ سے آیا نہ جائے گا

عروسہ شہوار رفیع......گجرات

میری بیاض شعر پہ وہ نام لکھ گیا
اک اور خواب اور حسین شام لکھ گیا
دل اس کو ڈھونڈتا ہے اسی کی تلاش ہے
چپکے سے جو اک دعا میرے نام لکھ گیا

تسلیم شہزادی......اسلام پورہ کمالیہ

اعمال سے خالی اس دنیا کو آفات کی دیمک کھا گئی
ہم روز نمازیں چھوڑیں گے تو روز قیامت آئے گی

☺

biazdill@aanchal com pk

ڈش مقابلہ

ضلعت نثار

برتھ ڈے چکن

اجزاء:

سالم مرغ	1 عدد
لہسن ادرک پیسٹ	1 کھانے کا چمچ
دہی	2 کپ
نمک	حسب ذائقہ
ریڈ چلی پیسٹ	3 چائے کے چمچ
لیموں کا رس	1/2 کپ
مکھن	2 کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	4 عدد
آلو	2 عدد (کیوبز کاٹ کر اسٹیم بوائل کر لیں)
مٹر	1/2 کپ (ابلے ہوئے)
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:

مرغ کو دھو کر خوب اچھی طرح خشک کر کے اس پر لہسن ادرک پیسٹ، دہی، نمک، ریڈ چلی پیسٹ، لیموں کا رس اور مکھن لگا کر رات بھر میرینیٹ ہونے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اس کے بعد ایک بڑے پتیلے میں تھوڑا تیل گرم کر کے اس میں مرغ بمعہ میرینیشن ڈال کر اتنا پکائیں کہ گوشت گل جائے۔ اب مرغ کو نکال کر چھلنی میں رکھیں تاکہ پانی خشک ہو جائے اور شیپ خراب نہ ہو۔ کڑاہی میں تیل گرم کر کے اس میں مرغ ڈال کر گولڈن ہونے تک تل لیں۔ اس کے بعد نکال لیں پتیلی میں بچی ہوئی میرینیشن کو تیز آنچ پر پکا کر پانی خشک کر لیں۔ اب اس میں تھوڑا تیل ڈال کر پکائیں۔ اس میں آلو کا جز، مٹر اور ہری مرچیں ڈال کر تل لیں اور چکن کے ساتھ رکھیں۔ مزے دار برتھ ڈے چکن تیار ہے۔ گرم گرم سرو کریں۔

پروین افضل شاہین..... بہاول نگر

کریمی چیز چکن اسٹیک

اجزاء:

چکن اسٹیک	ایک عدد
لہسن پیسٹ	آدھا چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
چائنیز نمک	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
میدہ	حسب ضرورت
مسٹرڈ پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
سرکہ	ایک چائے کا چمچ
مکھن	۵ کھانے کے چمچ
اوریگینو	آدھا چائے کا چمچ
تھائم	آدھا چائے کا چمچ
کریم چیز	۳ کھانے کے چمچ
پنیر کدوکش کر لیں	آدھا کپ
سفید مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
آلو کیوبز کاٹ لیں	ایک عدد اسٹیم بوائل
گاجر لمبے ٹکڑے کاٹ لیں	ایک عدد (اسٹیم بوائل کر لیں)
مٹر ابلے ہوئے	1/4 کپ
تیل	حسب ضرورت
دودھ	1/2 کپ

ترکیب:

چکن اسٹیک کو دھو کر خشک کر کے اس پر لہسن پیسٹ، سویا ساس، چائنیز نمک، نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، مسٹرڈ پیسٹ، سرکہ، اوریگینو اور تھائم لگا کر رات بھر میرینیٹ ہونے کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اس کے بعد نکال کر ایک پلیٹ میں آدھا کپ میدہ ڈال کر اسٹیک کو میدے سے کوٹ کر کے پہلے سے گرم تیل میں درمیانی آنچ پر دونوں سائیڈوں سے براؤن ہونے تک فرائی کر لیں۔ ایک ساس پین میں مکھن گرم کر کے اس میں ۲ کھانے کے چمچ میدہ ڈال کر چمچ چلائیں اور میدے کی رنگت سنہری ہونے پر اس میں دودھ اور کریم چیز ڈال کر گاڑھی ساس تیار

کرلیں۔ نمک، پنیر اور سفید مرچ پاؤڈر شامل کرکے سوس پین کو چولہے سے اتار لیں۔ ایک بیکنگ ڈش میں چکن اسٹیک رکھ کر اس پر تیار کی ہوئی سوس کی تھوڑی مقدار ڈال کر پہلے سے گرم اوون میں اتنی دیر تک بیک کریں کے سوس براؤن ہونے لگے۔ اب اسٹیک کو اوون سے نکال کر سرونگ پلیٹ میں رکھیں اور بقیہ بچی ہوئی سوس ڈالیں۔ ایک کھانے کا چمچہ مکھن گرم کرکے اس میں گاجر آلو اور مٹر فرائی کرکے پلیٹ میں رکھیں اور گرم گرم کریمی چیز چکن اسٹیک سرو کریں۔

طلعت نظامی.....کراچی

لذیذ کسٹرڈ

اشیاء:۔

ونیلا کسٹرڈ	ایک کپ
اسٹرابری کسٹرڈ	ایک کپ
بنانا کسٹرڈ	ایک کپ
مینگو کسٹرڈ	ایک کپ
اسٹرابری جیلی	ایک کپ
بنانا جیلی	ایک کپ
پائن ایپل جیلی	ایک کپ
فریش فروٹ	ایک کپ

(انگور، اسٹرابری، آم، کیلا، سیب)

ترکیب: آم، کیلے اور سیب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں۔ ایک بڑا باؤل (پیالہ) لے کر اس میں ونیلا کسٹرڈ ڈالیں اور پھر پھلوں کے ٹکڑے اس میں ڈال دیں، ساتھ ہی جیلی کے چھوٹے چھوٹے کیوبز ڈال دیں۔ اسی طرح اسٹرابری کسٹرڈ اور فروٹ ڈالیں اب اس میں بنانا کسٹرڈ اور بقیہ فروٹ شامل کردیں اور آخر میں مینگو کسٹرڈ ڈال کر باقی چیزوں سے گارنش کریں۔ فریج میں ٹھنڈا کرلیں اور دعوت میں اپنے مہمانوں کی خاطر مدارت کریں۔ آپ کے مہمان یقیناً آپ کی مہارت پر داد عطا فرمائیں گے۔

صدف ناز انصاری.....ملتان

نو بیک چاکلیٹ اسکوائر

اشیاء:

مکھن	آدھا کپ
کوکو پاؤڈر	دو کھانے کے چمچ
دودھ	ایک کھانے کا چمچ
براؤن شوگر	ایک کپ
انڈے	دو عدد
بسکٹ کا چورا	تین کپ
کوکونٹ	آدھا کپ (کدوکش کیا ہوا)
اخروٹ (چوپ کیا ہوا)	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ

آئسنگ کے لیے:

چاکلیٹ	ایک کپ
مکھن	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:

ایک سوس پین میں مکھن، کوکو پاؤڈر، دودھ، براؤن شوگر اور انڈوں کو آپس میں مکس کرکے ایک منٹ تک ابالیں۔ اب اس میں بسکٹ کا چورا اور کوکونٹ ڈال کر مکس کرلیں۔ اب اسے کیک پین میں ہلکا سا تیل لگا کر ڈالیں۔ اس آمیزے کو فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کرلیں۔

آئسنگ کے لیے۔

ایک سوس پین میں مکھن اور چاکلیٹ کو مکس کریں۔ ہلکی آنچ پر چاکلیٹ پگھلائیں۔ اس کو بسکٹ والی تہہ کے اوپر ڈال کر کور کریں۔ سیٹ ہونے دیں اس کے بعد چوکور ٹکڑے کاٹ لیں تو بیک چاکلیٹ اسکوائر سرو کرنے کے لیے تیار ہیں۔

نزہت جبیں.....کراچی

اسٹرابری آئس کریم

اجزاء

اسٹرابری	ڈیڑھ کپ
فریش کریم	250 ملی لیٹر
چینی	ایک کپ

ریڈ کلر	دو چٹکی
اسٹرابری اَسنس	دو قطرے

ترکیب!

اسٹرابری کو بلینڈر میں ڈال کر پیسٹ بنالیں پھر اس میں چینی ڈال کر بلینڈ کریں۔ کریم ٹھنڈا کر کے پھینٹ کر گاڑھا کر لیں۔ کریم میں اسٹرابری کا مکسچر ڈال کر مکس کر لیں۔ اچھی طرح مکس ہو جائے تو اس میں سرخ رنگ کھانے کا ڈال کر مکس کر لیں۔ ایئر ٹائٹ کے کنٹینر میں مکسچر ڈال کر آٹھ یا چھ گھنٹہ فریج میں جمالیں۔ دو یا تین گھنٹے بعد فریج سے نکال کر پھینٹ لیں اور پھر جمالیں۔ نہایت لذیذ آئس کریم تیار ہو گئی۔

ہالہ سلیم......اورنگی ٹاؤن کراچی

کھویا اسکوائر

اشیاء:

کھویا	ایک پاؤ
چینی	ایک کپ
گھی	ایک کپ
انڈے	پانچ عدد
بادام پستہ	گرائنڈ کر کے 1/2 کپ
دودھ	1/2 کپ
الائچی	تین یا چار عدد

ترکیب!

سب سے پہلے انڈے پھینٹ لیں پھر کھویا چینی اور گھی کو آپس میں اچھی طرح مکس کریں۔ اس کے بعد اس میں بادام پستہ ملالیں پھر پھینٹے ہوئے انڈے اور دودھ کو اس میں ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اس کے اوپر بادام پستہ ڈال کر 180 ڈگری یا No4 پر چالیس سے پچاس منٹ تک بیک کریں۔ تیار ہونے پر کھویا اسکوائر کی لذیذ ڈش مہمانوں کو پیش کریں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سلمٰی......چکوال

بھڑی روٹی

اجزاء:

گندم کا آٹا	6 کپ
ثابت مرچیں	6 عدد
ثابت دھنیا	4 کپ
چنے کی دال	4 کپ
گرم مسالا	حسب ضرورت
نمک	حسب ضرورت
بناسپتی گھی	2 کپ

ترکیب:

آٹا گوندھ لیں چنے کی دال میں تمام مسالے ڈال کر ابال لیں۔ جب دال ابل جائے یعنی گل جائے تو سل پر باریک پیس لیں آٹے کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر بیل لیں۔ ذرا باریک بیلیں۔ اب ایک بیلی ہوئی روٹی پر دال کا مسالا پھیلا دیں اور اس پر دوسری روٹی رکھ کر کناروں سے دبا دیں اور تھوڑا سا بیل لیں۔ گھی لگا کر سیدھے توے پر روٹی پکالیں۔ مزیدار بھڑی روٹی تیار ہے۔ دیسی گھی آم اچار رائتہ وغیرہ کے ساتھ سرو کریں اور مجھے دعائیں دیں۔

عائشہ سلیم......کراچی

کسٹرڈ آئس کریم

اجزاء:

کسٹرڈ (2 فلیور)	ایک ایک چمچ
دودھ	دو کپ یا ایک سے ڈیڑھ پاؤ
بسکٹ	ایک پیکٹ (اچھی طرح چورا بنالیں)
جیلی	ایک پیکٹ
چاکلیٹ	ایک پیکٹ
کریم	آدھا پاؤ

ترکیب:

کسٹرڈ کو نارمل طریقے سے علیحدہ علیحدہ پکالیں۔ فلیور آپ اپنی مرضی سے لے سکتی ہیں۔ چاہے بنانا ہو یا اسٹرابری۔ آئس کریم کپ لے کر اس کی لیئرنگ کریں پہلے ایک فلیور ڈالیں اس کے اوپر بسکٹ کا چورا کریم دوسرا فلیور اور پھر چاکلیٹ لیئر اینڈ جیلی سے گارنش کریں چاہیں تو لیئرنگ

کے دو کوٹ کر سکتی ہیں۔ مزے دار آئس کریم کسٹرڈ تیار ہے۔ عید پر کھلائیں روٹھے کو منائیں آزمائش شرط ہے اور ہمیں بھی تو یاد رکھنا ہے نا۔

ہانیہ خان..... کراچی

فرنچ ٹوسٹ ود کسٹرڈ

اجزاء:۔

بریڈ سلائسز	چار عدد
دودھ	آدھا کپ
ونیلا کسٹرڈ	دو کھانے کے چمچے
چینی	چار کھانے کے چمچے
انڈے	دو عدد
کافی	ایک چائے کا چمچہ
گھی	فرائی کرنے کے لیے
زردے کا رنگ	چوتھائی چائے کا چمچہ

ترکیب:۔

ایک کپ دودھ میں دو کھانے کے چمچے چینی اور کسٹرڈ پاؤڈر ڈال کر پکا لیں۔ آدھا کپ دودھ میں بقیہ چینی، زردے کا رنگ اور انڈے ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ گھی گرم کر کے بریڈ کے سلائس اس بیٹر میں ڈبو کر فرائی کر لیں اور ایک ٹرے میں رکھتے جائیں۔ پھر اس پر تیار شدہ کسٹرڈ ڈال کر کافی چھڑک دیں اور فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کر لیں۔ مزے دار اور منفرد فرنچ ٹوسٹ ود کسٹرڈ بچے بڑے سب شوق سے کھائیں گے۔

جویریہ ضیاء ..ملیر کراچی

کسٹرڈ سویاں

اجزاء:۔

سویاں	ایک پیکٹ
دودھ	ایک لیٹر
چینی	حسب ذائقہ
کشمش (بھیگی ہوئی)	ایک کپ
الائچی	چار یا پانچ عدد
کھوپرا	آدھا کپ (کٹا ہوا)
بادام	دس بارہ عدد

ترکیب:۔

سب سے پہلے درمیانی آنچ پر دودھ ابلنے کے لیے رکھ دیں۔ اب ایک کپ میں دو کھانے کے چمچ کسٹرڈ پاؤڈر ڈال کر پانی ملا کر خوب گاڑھا بنا لیں (بہت زیادہ بھی نہیں) جب دودھ ابلنے لگے تو کسٹرڈ کے آمیزے سمیت الائچی، کشمش، کھوپرا، بادام ڈال کر آٹھ سے دس منٹ پکائیں۔ چمچ مسلسل چلاتی رہیں پھر چولہے سے اتار کر باؤل میں ڈال کر ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں۔ سیویوں کا چورا کر کے ابال لیں۔ ابلی ہوئی سیویوں کو ٹھنڈے پانی سے گزار لیں۔ (چھلنی میں) پھر ٹھنڈے ہوئے کسٹرڈ میں ملا کر کچھ دیر کے لیے فریج میں رکھ دیں، ٹھنڈا ہونے پر مہمانوں کو پیش کریں اور داد وصول کریں۔

اشنہ غفار..... کراچی

فرائی کلیجی

اجزاء:۔

کلیجی	آدھا کلو
لال مرچ	دو چائے کے چمچ
ادرک لہسن	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	دو کھانے کے چمچ
پسا بھنا زیرہ	ایک چائے کا چمچ
قصوری میتھی	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
ہری مرچیں	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کڑاہی میں تیل ڈالیں۔ پھر اس میں کلیجی ادرک، لہسن، نمک، لال مرچ اور زیرہ ڈال کر بھون لیں۔ آخر میں ہرا دھنیا، قصوری میتھی اور ہری مرچیں ڈال کر فرائی کریں۔ تیار ہونے پر کھانے کے لیے پیش کریں۔

مسز ندیم..... کراچی

روبینہ احمد

اپنی جلد کو قدرتی انداز میں نکھاریئے

سردیوں کے موسم میں اکثر خواتین اپنی جلد کو نرم وملائم اور ہونٹوں کو تروتازہ رکھنے کے لیے طرح طرح کے موئسچرائزر، باڈی آئل اور وٹامنز استعمال کرتی ہیں اور اس کے لیے کافی بھاگ دوڑ بھی کرتی ہیں مگر وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ کئی قدرتی موئسچرائزر ان کے اپنے گھر میں موجود ہیں، جن کا استعمال ان کی جلد کے قدرتی تیل کو خشک ہونے سے بچاتا ہے اور یوں جلد موسم سرما میں خشک ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ سرد موسم میں ایک اور کارآمد عمل یہ ہے کہ اپنے جسم کو تھوڑی دیر کے لیے دھوپ میں رکھیں تاکہ یہ دھوپ میں موجود وٹامن ڈی سے مستفید ہوسکے۔ اس کے علاوہ کچھ قدرتی موئسچرائزر کا بھی استعمال کریں جو کہ آسانی سے دستیاب ہیں اور مؤثر بھی ہیں۔

شہد

قدرتی موئسچرائزر میں اس سے اچھی اور کوئی چیز نہیں۔ دو ٹی اسپون شہد لے کر کسی بھی ٹائپ کی جلد پر مساج کیا جائے تو سردیوں کے دوران جلد صحت مند اور نرم رہتی ہے۔ شہد میں اشیا کو نرم کرنے، ان کو شگفتگی بخشنے اور موئسچرائزر کے ساتھ ساتھ اگر جلد میں کوئی ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے تو اس کی یہ مرمت بھی کردیتا ہے۔

ایوکیڈو

اس بدیسی پھل میں غذائیت بخش اجزا بہت زیادہ ہیں۔ یہ وٹامن، معدنیات اور تیل سے لبریز پھل ہے۔ یہ خشک اور گھی سے پاک جلد کے لیے بہترین ماسک کا کام کرتا ہے۔

بادام

ایک اور مشہور اور آزمودہ جلد کا کنڈیشنر...... بادام میں وٹامن ای کی بہت وافر مقدار پائی جاتی ہے اور یہ جلد کی صحت کے لیے بہت کارآمد ہے۔ اس کے علاوہ دھوپ سے سانولی ہوجانے والی جلد کے لیے بھی مفید ہے اور سانولا پن کو دور کرتا ہے۔

پپیتا

اس پھل کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی ہے مگر قدرت نے کئی کارآمد اجزا سے اس کو مالا مال کر رکھا ہے۔ اس میں وٹامن اے بی سی اور ڈی کی بہت زیادہ مقدار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کئی طبی فوائد والے اجزا بھی موجود ہیں۔ اس کا استعمال جلد کی رنگت نکھارتا ہے اور ان کو نئی تازگی بخشتا ہے یہ کیل مہاسوں کے خاتمے کے لیے بہت زبردست ہے۔

دہی

یہ جلد کو صحت عطا کرتا ہے اور اس میں جلد کو صاف کرنے کی طاقت بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد پر دانے وغیرہ جنم نہیں لیتے ہیں اور اس کی موجودگی جلد کو دھوپ سے متاثر ہونے سے محفوظ رکھتی ہے چونکہ یہ ملک پروڈکٹ ہے تو اس میں بلیچنگ کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور یہ جلد کو قدرتی حالت میں برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دہی ایسی جلد کے لیے بہترین ہے جو کمبی نیشن یعنی ملی جلی جلد کہلاتی ہے اور چہرے پر جلد کا کچھ چکنا اور کچھ حصہ خشک ہوجاتا ہے۔

ماسک

ذیل میں ہم آپ کو تین سادہ ماسک بنانے کا طریقہ بتارہے ہیں جو سردیوں میں بہت مفید پایا گیا ہے۔

پپیتا کا ماسک

(ملی جلی جلد کے لیے)

چار عدد کیوب کی شکل میں کٹا ہوا پپیتا (چھیل دیں) دو ٹی اسپون دہی، ایک عدد انڈے کی سفیدی، دو ٹیبل اسپون دلیہ، ان سب کو اچھی طرح مکس کرلیں۔ چہرے کو اچھی طرح صاف کرکے اس ماسک کو لگائیں اور دس

منٹ تک لگا رہنے دیں اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں۔ اس سے آپ کی جلد تنی ہوئی اور پورسلین کی طرح شفاف اور روشن ہوجائے گی اگر جلد پر کہیں دانے وغیرہ ہیں تو اس ماسک کو بطور اسکرب استعمال کرسکتی ہیں۔

ایووکیڈو ماسک

(خشک جلد کے لیے)

آدھے ایووکیڈو کا گودا ایک ٹی اسپون تازہ کریم' دو ٹی اسپون چائنا کلے ان سب کو اچھی طرح مکس کرکے صاف جلد پر لگائیں اور دس منٹ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد ٹھنڈے دودھ سے چہرہ صاف کرنے کے بعد پھر پانی سے بھی چہرہ دھوئیں اور تھپتھپا کر چہرے کو خشک کریں۔ اس سے آپ کی جلد کو بھرپور نمی ملے گی اور موئسچرائزنگ کا عمل جلد کے اندر تک ہوگا۔

شہد کا ماسک

(چکنی جلد کے لیے)

دو ٹی اسپون شہد' چٹکی بھر کافور' دو ٹی اسپون صندل پاؤڈر' ایک ٹی اسپون دہی' سب کو اچھی طرح مکس کرکے صاف چہرے پر لگائیں اور دس منٹ تک لگا رہنے دیں یہ نہ صرف یہ کہ قدرتی انداز میں آپ کی جلد کو شگفتگی عطا کرے گا بلکہ مرجھائی ہوئی جلد کو زندگی بھی دے گا۔

ہونٹوں کی موئسچرائزنگ

سردیوں میں آپ کے ہونٹ آپ کی خصوصی توجہ کے طالب ہوتے ہیں۔ خاص کر اس لیے بھی کہ یہ آپ کے جسم کا وہ حصہ ہوتا ہے جس میں مسام نہیں ہوتے ہیں اسی لیے ان کو دن میں کئی بار موئسچرائز کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے ان کو نمی سے بھرپور رکھنے کے لیے ذیل میں ہام کی ترکیب دی جارہی ہے۔ جس کے زیادہ تر اجزا آپ کے کچن میں موجود ہیں۔

☆ پانچ ملی لیٹر اسپون جوجوبا تیل' پانچ ملی لیٹر اسپون' بادام کا تیل' 20 گرام شہد کے چھتے کا موم' دو ملی لیٹر لیموں کا تیل' دو گرام کوکا بٹر' پانچ گرام شہد۔

کسی برتن میں موم کو 70 سینٹی گریڈ درجہ حرارت پر پگھلائیں مگر خیال رہے کہ اس میں سے دھواں نہ نکلنے لگے۔ موم پگھل جائے تو اس میں کوکا بٹر اور شہد مکس کرلیں اور اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے چھوڑ دیں اس دوران لکڑی کے چمچے سے اسے مسلسل ہلاتی رہیں۔ اب اس میں جوجوبا آئل اور بادام کا تیل ملائیں اور پھر سے ہلائیں جب یہ ٹھنڈا ہوجائے تو اس میں ضروری لیموں کا تیل شامل کرلیں۔ یہ تیل ہونٹوں کی سیاہی کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اسے کسی ہوابند چھوٹے سے جار میں محفوظ کرلیں اور پوری سردی استعمال کریں۔

شکن سے پاک آنکھیں

آنکھیں چہرے کی وہ جگہ ہے جہاں جلد کے خشک ہونے کی سب سے پہلی نشانی باریک لکیروں کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا ہے کہ آپ کی عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آپ کی جلد حساس ہے اور اسے لاڈ و پیار کرنے کی ضرورت ہے۔ شہد' زیتون کا تیل اور بادام کا تیل آدھا آدھا چمچہ لے کر ان کو اچھی طرح مکس کرلیں اور اس کے ذریعے آنکھوں کے آس پاس کی جلد کا مساج کریں۔ مساج کا عمل ہمیشہ نیچے سے اوپر کی طرف ہونا چاہیے یہ عمل کرنے کے دس منٹ کے بعد کاٹن رول پیڈ کے ذریعے ان کی صفائی کریں مگر اس سے قبل کاٹن رول کو ٹھنڈے دودھ میں ضرور بھگولیں اب ایک عدد انڈے کی سفیدی کو پھینٹیں اور آنکھوں کے اردگرد لگائیں اور تب تک لگا رہنے دیں جب تک کہ سفیدی اچھی طرح خشک نہ ہوجائے اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے مطلوبہ جگہ کو صاف کرلیں۔

اب آپ سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے مکمل کانفیڈنس سے لیس ہوتی ہیں' بالکل بھی ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے انجوائے کریں سرد موسم سے بھرپور انداز میں۔

عمارہ انیس ... خانیوال

✿

نیرنگِ خیال

ایمن وقار

اک دعا

ایک برس کے ننھے راجکمار
ہو مبارک تجھے تیرا جنم دن
ہزار برس کا ہو تیرا جیون
شگفتہ و شاداب رہے تیرا گلشن
ہوائیں کریں عطیہ تجھے
بہاروں کا جوبن
قدرت بھی رہے تجھ پر مہربان
سدا رہے سلامت تجھ پر تیرا سائبان
درخشاں و تابندہ رہے تیرے مقدر کا ستارہ
جس سے ہو جائے روشن
زمین و آسمان......

سیدہ علیشاہ...... بہاولپور

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

پھول خوشبو سورج' چاند ستارے
باد صبا' شفق بہار کے رنگ سارے
دیکھو آج خوش ہیں سارے
طائر بھی چہچہا رہے ہیں
بادل بھی گھر کر آ رہے ہیں
سبھی خوشی سے گنگنا رہے ہیں
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو
خوشیاں ہوں رقصاں تیرے چار سو
غم کبھی نہ ترے پاس آئے
تُو جو بھی چاہے وہی تجھے مل جائے
کہہ رہی ہے میرے دل کی دھڑکن
ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

نظم

تیرا ساتھ بادل سا
ہوا کے سنگ اڑتا ہے
پل پل روپ بدلتا ہے
گگن میں اڑتے پنچھی سا
اپنے آپ میں مگن جو رہتا ہے
چھم چھم برستی بارش سا
بن بادل جو برس جائے
تشنگی پھر بھی رہ جائے
سیپ میں چھپے موتی سا
انمول چاند تاروں سا
تیرا ساتھ بادل سا

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

ساتھ

کبھی تسبیح کو دیکھا ہے؟
سبھی دانے الگ ہو کر بھی
ہر دم ساتھ رہتے ہیں
یہی تعلق ہمارا ہے
بظاہر ہیں الگ لیکن
دلوں میں ساتھ رہتے ہیں
سدا اک دوسرے کے نام کی
تسبیح پڑھتے ہیں
اسی کو روح کا بندھن اسی کو چاہ
کہتے ہیں
اسی کو ساتھ کہتے ہیں
عمر کی آخری سرحد اور زندگی کی آخری
سانس تک چلنے والا "سچا ساتھ"

سہاس گل...... رحیم یار خان

آنچل کے لیے

کسی سحر طراز ساحرہ کے جیسے
اپنے حسن میں سموتا
مجھے بارش میں بھگوتا

بند مٹھی میں دھڑکتے
دل میں رہتا
اک مجسمہ رعنائی کی صورت
سخت پتھر کو تراش کے
سفید مورتی میں ڈھالتا
وہ جو ذہن و دل
کے پردوں کو
اک لمحے میں چاک کرے
اس حیا کے پیکر میں لپٹے
حجاب کے نام
رنگین صفحات سے مزین
خوب صورت پیراہن میں مقید
میری شخصیت کو نکھارتے
گلاب بہاروں کے نام
اک صفحہ قرطاس
میرے ڈیئرسٹ آنچل کے نام

مونا شاہ قریشی.....کبیر والہ

غزل

میں تھا اور کٹہرا تھا
لیکن منصف بہرہ تھا
تیرے قرب میں جو بھی گزرا
وہ اک دور سنہرا تھا
اس کے روپ کو تکتے تکتے
چاند افق پہ ٹھہرا تھا
اپنوں نے جو زخم دیا
غیروں سے بھی گہرا تھا
ترے بن جو جیون گزرا
تپتی ریت کا صحرا تھا
کس سے شکوہ کرتے ہم
شہر تو سارا بہرہ تھا
جھوٹ تھا اتنا عام ندیم
سچ کہنے پہ پہرہ تھا

شفیق احمد ندیم.....کراچی

میری جان آنچل

زندگی ایک موسم
موسم میں ایک شام
شام میں ایک یاد
یاد میں ایک آس
آس میں ایک خوشی
خوشی میں اک دعا
دعا میں اک صرف تم
ہمیشہ تم میری جان
میرا پیارا آنچل

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور.....کوٹ سمابہ

غزل

اجلا اجلا سا سماں ہے
تم سے مہکا گلستاں ہے
کچھ سمجھ آتا نہیں ہے
دل میرا جانے کہاں ہے
وہ بھی کترانے لگا ہے
کون جانے درمیاں ہے؟
وہ بھی تھا اک موسم گل
یہ بھی اک دور خزاں ہے
زخم دے کر مسکرانا
یہ بھی دستور جہاں ہے
بجلیاں ہر سو رانا
اور غریب آشیاں ہے

قدیر رانا.....راولپنڈی

نظم (آنچل)

میں وہی شے ہوں جسے دل میں بساتے ہو تم
جس کو پھولوں کے زیوروں سے سجا کر اکثر
ہوٹلوں میں تو کبھی پارک میں بلاتے ہو
جس کو چندا سے کم تو تم مثال دیتے نہیں
جس کو پہلو میں سجا کر فخر بھی کرتے ہو

تمہارے دل میں تو ہوں اور تمہارے گھر میں بھی
تم جسے لفظوں کے جالوں میں جکڑ لیتے ہو
صبح سے شام گئے رابطوں میں رہتے ہو
اپنے یاروں سے بھی اس چاند کو چھپاتے نہیں
کرتے ہو کیا......؟ خیال کرتے نہیں
بہن ہوں گی تمہارے گھر میں بیٹیاں ہوں گی
نہ بھی ہوں تو......ضرور ماں ہوگی
مجھ کو تو ہے عزیز عزتوں کا گہوارہ
سنو! مجھ سے میرا یہ مان مت چھینو
یہ سائبان میرا رب نے جو عطا کیا ہے
یہ سائبان میرا تم خدارا مت چھینو
دفن کردو تم اپنے غلط ارادے دل میں
میں بہن بیٹی ہوں سر پر میرے ہاتھ رکھو
خلوص دل سے اک "آنچل" کا مجھے تحفہ دو
عرشیہ ہاشمی......کوٹلی آزاد کشمیر

غزل

ارادے جن کے آہن ہوں قوی ہوں فیصلے جن کے
وہ طوفاں خیز موجوں سے بھی گھبرایا نہیں کرتے
شرارے آنکھ میں بجلی بھری ہو جن کے پیکر میں
وہ مومن مرد سچ کہنے پر پچھتایا نہیں کرتے
نگاہوں میں شرافت ہو حیا ہو آنکھ میں جن کی
وہ سوئے اور چڑھ جانے پہ کترایا نہیں کرتے
نگاہیں ان کو ڈھونڈیں گی قیامت سے قیامت تک
جو چھپ جاتے ہیں دنیا سے وہ پھر آیا نہیں کرتے
دلوں کو توڑنے والے کہاں آباد ہوتے ہیں
ہمیشہ تشنہ لب رہتے ہیں کچھ پایا نہیں کرتے
غزل کیسے بھلادوں اتنے پیاروں کو جو دل میں
بنا لیتے ہیں گھر اپنا وہ پھر جایا نہیں کرتے
سلمٰی غزل......کراچی

غزل

میں کیسے کیسے یہ امتحانوں میں آ گیا ہوں
میں شہر حیرت کی داستانوں میں آ گیا ہوں
خرد بھی اب تو عجیب حیرت میں مبتلا ہے
میں سوچتا ہوں یہ کن زمانوں میں آ گیا ہوں
میں جانتا ہوں کہ دفن ہونا پڑے گا مجھ کو
میں دشتِ حسرت کے گلستانوں میں آ گیا ہوں
اداس کمرے کی کھڑکیوں پر عجیب جالے
میں آج کیسے آشیانوں میں آ گیا ہوں
جہاں پر ظلمت ہے بربریت ہے اور دھرنے
یہ دیکھو کیسے میں حکمرانوں میں آ گیا ہوں
یہ حق کی خاطر تو بولتے ہی نہیں ہیں واجد
مجھے تو لگتا ہے بے زبانوں میں آ گیا ہوں
واجد چوہان......مظفر گڑھ

غزل

پھول یہ جتنے نیلے پیلے ہیں
سب کے سب پیار کے وسیلے ہیں
بچے گھر اور نوکری کا جواز
بھول جانے کے سارے حیلے ہیں
ان کو زندہ خدارا رہنے دو
زندہ رہنے کے جو وسیلے ہیں
یہ بہاروں کو ساتھ لائیں گے
پھول ہر سو جو پیلے پیلے ہیں
میری دھڑکن کی تال پر اے کنول
جتنے نغمے ہیں سب سریلے ہیں
یاسمین کنول......پسرور

غزل

کڑے سفر کی مسافت بتا کے آیا ہوں
سلگتی یادوں کی شمعیں بجھا کے آیا ہوں
وہ دھوپ چھاؤں کا موسم وہ راہ گزر اس کی
خیال و خواب کی دنیا بھلا کے آیا ہوں
جو نقش ہو نہ سکے ختم لاکھ کوشش سے
کمال یہ ہے کہ پل میں مٹا کے آیا ہوں
نہیں ہے اب کوئی باقی کسک مرے دل میں
ادھورے سپنوں کا جنگل جلا کے آیا ہوں

پہنچ نہ پائے جو منزل پر اپنی ایسے جمال
مچل رہے ہیں جو ارماں چھپا کے آیا ہوں
جمال زیدی...... کراچی

میں اور تم

میرے خیالوں کی بستی میں
تیری یاد کا موسم
میرے ارادوں کی پختگی میں
تیری ذات کا حاصل
میری سوچوں کے محور میں
تیرے نام کی گردش
میرے لہجے کی روانی میں
تیری بات کا ردھم
جیسے ٹھنڈی چاند راتوں میں
چاند ستارہ میں اور تم......
سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

غزل

ہے دل تیرے لئے تیرے بنا الجھا ہوا
ممکن نہیں، ہو عشق میں کوئی سلجھا ہوا
وفا کے قائل لفظ تھے سارے یقین جانو
روندا گیا پیروں تلے، ہر موتی بکھرا ہوا
تعجب زدہ ہیں خطائیں بھی، وفائیں بھی
سسکتا ہے دل یہاں وہاں ہے ٹھہرا ہوا
چاروں اطراف سناٹا ہے، بکھری ہوئی تنہائی
غم میں ڈوبا ایک گوشہ ہے جیسے ہو تڑپا ہوا
عجب عشق کی داستاں ہے عشق معصوم
جو عشق معصوم انعم تو کیوں ہے یہ الجھا ہوا
انعم خان...... KTS ہری پور

نظم

میرے ٹوٹے ہوئے دل کو
سکون دینے کے لیے
اپنے دل کی تشفی جو چاہی
اس نے......

اک کارڈ اور سرخ گلاب
بھیجا اس نے
جس پر لکھا تھا
فقط لفظ "معذرت"
نہ چاہتے ہوئے بھی
میری آنکھوں سے دو
موتی نکلے اور
سرخ گلاب میں سما گئے
کتنا معصوم تھا وہ بھی
اک لفظ "محبت" نہ لکھ سکا
جس سے میرے سب گلے
شکوے دور ہو جاتے
مدیحہ نورین مہک...... برنالی

غزل

سدا الجھے رہے ہیں جو گناہوں میں ثوابوں میں
زمانہ لے گیا سبقت انہی پر انقلابوں میں
چلے جب ذکر ان لوگوں کا منزل پر جو پہنچے ہیں
ہمارا نام بھی شامل ہو ان سب باریوں میں
کتاب زیست تیرے نام کر ڈالی تو باقی کیا
تمہارے نام کر ڈالا ہے خود انتسابوں میں
اگر کچھ بھی نہیں دل میں تو کیسی ہے یہ بے چینی
جھلکتی ہے کہانی کون سی ان اضطرابوں میں
تجھے شوریدہ سر ہو کے بھلا ڈالوں تو کیا حاصل
اجارہ داریاں تو تیری ہی ہیں میرے خوابوں میں
دم رخصت بھلا کیسے نظر آتا کوئی چہرہ
ہر اک ڈوبا ہوا منظر تھا آنکھوں کے سیلابوں میں
ثناء...... صادق آباد

نظم

سنو......
ان سے کہنا
کہ سامنے رہتے ہو
تو بات بھی کر لیا کرو

اتنا قریب رہ کر
خاموش رہنا
کچھ اچھا نہیں ہوتا......!

نجم انجم... کورنگی کراچی

غزل

پھر رہا ہے جہاں لیے جگنو
اب یہاں کس طرح جیے جگنو
میں نے مانگی تھی روشنی کی بھیک
اس نے ہاتھوں پر رکھ دیے جگنو
یہ ضروری نہیں کہ سب دیکھیں
اپنے ہونٹوں کو ہے سیئے جگنو
تیری دنیا میں کردیئے ہم نے
تم نے روشن کہاں کیے جگنو
کتنے مخمور ہوگئے ہیں غزل
شام ہوتے ہی بن پیے جگنو

غزالہ جلیل راؤ......اوکاڑہ

نظم

کبھی کبھی
دل یہ چاہتا ہے
بہتا آنسو بہاؤں میں
مگر......
یہ کیسی بے بسی ہے جو
مجھے رونے نہیں دیتی
کسی کے سامنے مجھ کو
ضبط کھونے نہیں دیتی

دعائے سحر......فیصل آباد

غزل

مسئلہ خدوخال کا بھی نہیں
اور بجز اک خیال کا بھی نہیں
سرخوشی وہ تو خیر تھی ہی نہیں
اب یہ آنسو ملال کا بھی نہیں
ایک تم تھے جو میرا ماضی تھے
ایک میں ہوں جو حال کا بھی نہیں
ٹال دینا جسے نہیں آتا
وہ مرے اک سوال کا بھی نہیں
سحر جو ٹوٹنے ہی والا تھا
وہ کسی کے جمال کا بھی نہیں

عمار اقبال......کراچی

غزل

بدل دیتے ہیں رنگ عاشق مزاج اکثر
دیا کرتے ہیں جاں دے کر زمانے کو خراج اکثر
ہوا کرتا ہے سودا فصل کے پکنے سے پہلے ہی
کسانوں کے گھروں میں کم ہی پڑتا ہے اناج اکثر
نیا ہے دور قائم ہے مگر اپنی روایت پر
دلوں کے درمیاں دیوار بنتا ہے سماج اکثر
نہ جانے کس طرح مضبوط کرتے ہیں ارادوں کو
مگر وہ ٹال دیتے ہیں ہمارا احتجاج اکثر
لٹا دیتا ہے مفلس زندگی تعمیر ملت میں
رکھا جاتا ہے لیکن اہل زر کے سر پہ تاج اکثر
خیالوں میں گزر جاتی ہے یونہی رات طولانی
یونہی فکر و تردد میں گزر جاتا ہے آج اکثر
بدل کر رہ گئے ہیں خدوخال زندگی نیئر
یہی کہتے ہوئے ملتے ہیں ہم سے ہم مزاج اکثر

نیئر رضوی......لیاقت آباد کراچی

کیوں......؟

چاندنی راتوں میں
تنہا بیٹھ کر
چاند کو تکنا اور......
اس میں کسی کا
عکس تراشنا اچھا لگتا ہے

رشک وفا......گجرات

ہما احمد

پیاری دوستوں کے نام

میری دوست سمعیہ، صبیحہ، اسماء رضوان، ثانیہ، روبینہ شاہین، روبینہ رضوان، عابدہ، سب کو ڈھیر سارا سلام۔ یار تم لوگ بہت زیادہ یاد آتی ہو، کالج کے دن بہت یاد آتے ہیں۔ میں ان دنوں کو کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔ صبیحہ رضوان تمہیں بہت مبارک ہو بھلا کس بات کی او یار...... خود ہی سمجھ جاؤ اور تم لوگ بھی یاد کرلیا کرو، اللہ آپ سب لوگوں کو خوش رکھے آمین۔

نورین حنیف.... سرگودھا

جام پور کے دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب؟ آپ کا شکریہ کے آپ سب کو میری اگست کے شمارے کی شاعری پسند آئی۔ الحمد اللہ دسمبر 2014 میں میری شادی ہوچکی ہے سب بہنوں سے گزارش ہے کہ میری آئندہ زندگی کے خوشگوار گزرنے کی دعا کریں۔

شمع نازز وہیب..... کراچی

کالج فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو ربیعہ، آمین، زنیرہ، ثناء .. حیران ہوگئی ہونا اس طرح آنچل میں دیکھ کر؟ یار میں تم سب کو بہت مس کرتی ہو۔ زندگی کے وہ خوب صورت پل جو ہم نے سرسید میں ساتھ بتائے تھے۔ سر احمر کا ہمیں سیون ٹریسٹ کہنا ہائے کتنا مزا آتا تھا نا...... سر ذیشان کہا کرتے تھے تم لوگ جاؤ گی تو سکون ہوجائے گا کالج میں اور یاد ہے کتنے وعدے کیا کرتے تھے کہ رابطے میں رہیں گے لیکن پھر بھی دیکھو کوئی رابطہ نہیں۔ دوسروں سے خبریں ملتی ہیں۔ ایف ایس سی میں ہم چھپ چھپ کے آنچل پڑھتے تھے، میں نے ابھی تک آنچل پڑھنا نہیں چھوڑا اور امید ہے تم لوگوں نے بھی نہیں چھوڑا ہوگا۔ اس لیے آنچل کے ذریعے ہی پیغام دے رہی ہوں کہ مجھ سے رابطہ کرو۔ ثناء تمہیں ارشمان (آسمان کا چاند) بہت بہت مبارک ہو۔ بیٹی کی اماں بن گئی۔ زینی اور حمیرا کو شادی کی بہت مبارک باد۔ حمیرا تم سے تو رابطہ ہے، جلدی سے خالہ بننے کی خوش خبری سناؤ۔ زینی، عثمان بھائی کو کہنا ان کی چھوٹی بہن سلام کہہ رہی تھی، زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

فرح...... بہاولپور

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز کیسے ہیں؟ پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ نازیہ کنول نازی اور نوشین اقبال نوشی سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر میری دوستی قبول ہے تو شکریہ۔ اس کے علاوہ کوئی دوستی کرنا چاہے تو اسے بھی ویلکم۔ آپ کے جواب کی منتظر ہوں، دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

فردوس کنول...... گجرات

میری پرنس کے نام

السلام علیکم! طیبہ جانی کیسی ہو؟ فور کلاس میں میری باربی نے پوزیشن لی ہے، بہت مبارک ہو۔ قرآن پاک آپ نے مکمل پڑھ لیا، ڈبل مبارک قبول کرو، میری دعا ہے اپنے رب سے میری پرنس کو ہر میدان میں کامیاب کرے آمین۔ وہ دن بہت یاد کرتی ہوں جب میری پرنس مجھے کال کرکے آنٹی سے بات کروانا بھول جاتی "آنٹی ناراض ہوتی تھیں۔ مجھے اب میری پرنس کال پر فیڈ ریانگ لانے کو نہیں کہتی۔ گڑیا آپی! آپ کو بھی بہت مبارک ہو، چپکے چپکے منگنی کروالی؟ شعیب بھائی تو بڑے لکی ہیں یار... بیسٹ کپل، اللہ آپ دونوں کو دنیا کی تمام خوشیاں عطا کرے آمین۔ قندیل اینڈ ثانیہ! پلیز تم ناراض نہ ہونا میں نے تمہارا میسج ریڈ کرلیا تھا لیکن سوری میں دوبارہ اکیڈمی جوائن نہیں کرسکتی تھی۔ قندیل اگر تمہاری تسلی میرے کہنے پر ہی ہوتی ہے تو میں اب آنچل کے تھرو تمہیں کہہ رہی ہوں کہ میں نے اول تو مائنڈ کیا ہی نہیں تھا، سیکنڈ میں نے تمہیں معاف کیا۔ مصباح اینڈ خیر النساء! میری دعا ہے تم دونوں بی ایس سی میں ٹاپ کرو۔ ثناء نگہت! تم دونوں کو

بہت مبارک ہو بی ایس سی میں اتنے اچھے نمبر لیے اینڈ میری طرف سے تمہارے کلاس فیلو کو بہت مبارک ہو۔ پیشل عائشہ اریبہ! کیسی ہو؟ ثمرین اینڈ ثانیہ عثمان! تم دونوں کا بہت شکریہ میری تحریر کو ردا میں پسند کیا۔ ملاف سمونا تسکینہ بھول گئی ہو؟ سمونا میرا وعدہ یاد آیا جو میں نے تم سے کیا تھا دیکھو فروری کے ردا میں ہاہاہا۔ آنچل فرینڈز اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

ملالہ یوسف..... خانیوال

آنچل اور تمام فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آل ریڈرز رائٹرز فرینڈز سسٹرز اینڈ براورز سب سے پہلے تو آپ سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اوہو...... جی سوری ڈیئر آنچل ایسے کیوں گھور رہے ہو بندہ بھول بھی جاتا ہے۔ آپ کو وش کرنے میں تاخیر ہوگئی دراصل میں آپ کو پہلی بار وش کررہی ہوں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو..... اب خوش ہو جاؤ آنچل جی اللہ آپ کو مزید سے مزید زیادہ سے زیادہ اور آگے سے آگے بڑھائے۔ تو ایک چمکتا ہوا ستارہ بن کر یونہی راہ ہدایت پر چلنے کی رہنمائی کرتا رہے آمین۔

عروج زمانے میں تجھ کو اتنا ملے
کہ آسماں بھی تیری قسمت پر ناز کرے

آنچل جی آپ ماشاءاللہ سے سینتیس سال کے ہو گئے ہو۔ محترم قارئین کرام! لاسٹ یکم اپریل سے آنچل نے ہمارے ساتھ اپنی زندگی کے نئے سال میں قدم رکھا اور پھر رفتہ رفتہ مختلف مراحل واقعات تجربات اور مشاہدات سے روشناس کرواتا ہوا آج پھر یکم اپریل کو ہم سب کے درمیان کیک کاٹنے کو تیار کھڑا ہے۔ ڈیئر فرینڈز جو ہمارا اچھا سوچتے ہیں ہم اس کا بُرا سوچ کر اپنی نااہلی کا ثبوت آخر کیوں دے دیتے ہیں جو ہمارے پاؤں سے کانٹا نکالے۔ ہم اسی کے راستے کو خاردار جھاڑیوں سے بھر دیتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہمیشہ ہی آنچل نے اچھائی کی ہے ہمیں سیدھے راستے کی طرف لے کر چلنا چاہا ہے ہر پریشانی کو دور کرکے اس کا حل پیش کیا ہے۔ شروع میں چند گرلز سے آنچل شیئر کیا پھر میں نے اپنا پرچہ منگوانا شروع کردیا تھا۔ ان پر بھی میری طرح آنچل یا کسی بھی ڈائجسٹ کو پڑھنے کی مکمل پابندی تھی۔ پلیز آپ سب سمجھ کر مطالعہ کریں اور اگر ایسا نہیں کرسکتے تو مہربانی فرما کر دیگر پرچوں کے ساتھ ساتھ آنچل کی اسٹڈی کرنا بھی چھوڑ دیں۔ قارئین کرام محبت کرنا جرم نہیں لیکن محبت کے اصول سے تجاوز کرنا جرم ہی نہیں ناقابل تلافی گناہ ہے تمام بہنوں سے میری بھی التجا ہے کہ

تمہارے گھر کی چوکھٹ ہی تمہارے سر کی چادر ہے
سنو! اے لڑکیوں نادانیاں اچھی نہیں ہوتیں

اس کے ساتھ ہی اللہ حافظ۔

ثناء احمد..... کراچی

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! امی جان ابو جان اور پیاری آپی کیسے ہیں آپ سب؟ اس کے علاوہ تمام ریڈرز اور رائٹرز کو مابدولت کا پیار بھرا سلام قبول اپریل میں میری سوئٹ آپی کی برتھ ڈے ہے مئی مئی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اس کے علاوہ میرے گندے مندے سوئٹ سے چاند سے بھائی کی برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر اویس مبارک ہو اللہ حافظ۔

سدرہ کنول..... ڈب سندوعہ

فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ سب فٹ فاٹ ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے روبی علی (سید والہ) سالگرہ وش کرنے کا شکریہ۔ میری جان! عائشہ خان آپ کو تحریر کے شائع ہونے پر بہت مبارک باد۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آنسہ شبیر ایس انمول ایس بتول شاہ کہاں ہیں آپ لوگ؟ فصیحہ آصف خان سباس گل غزالہ جلیل راؤ پروین افضل شاہین نادیہ فاطمہ رضوی طیبہ نذیر نوشین اقبال نوشی نگہت غفار نزہت جبیں ضیاء شمیم ناز صدیقی فرح طاہر ثوبیہ کوثر (ملتان) فریحہ شبیر سارہ چوہدری حلیمہ بی بی (منڈے) سمیرا تعبیر دعا ہاشمی انا احب نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور صوفیہ ملک ارم کمال ام ثمامہ

امبرگل (جھنڈو سندھ) ام مریم فائقہ سکندر حیات نبیلہ خان مون شمع مسکان مجم انجم اعوان ثانیہ مغل ثمینہ فیاض (کراچی) صائمہ قریشی (آکسفورڈ) سویرا فلک قرۃ العین خرم ہاشمی نمرہ احمد ہا ملک سیدہ غزل زیدی (اتنا پیارا ناول لکھنے پر بے حد مبارک باد) صائمہ سکندر سومرو اقصیٰ سنیاں زرگر نگہت سیما حیا بخاری نورین شاہد کہاں ہو؟ کائنات عابد سب کو میری طرف سے ڈھیر ساری دعائیں اور پیار۔ باجی ارم (ووکیشنل کالج سرگودھا) 23 مارچ کو آپ کی سالگرہ ہے بہت مبارک ہو اور عظمیٰ بتول 20 اپریل کو تمہارا برتھ ڈے ہے منی منی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے 21 اپریل کو اسما امداد کا برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سوئی! 31 مارچ کو علی بھائی اور 10 اپریل کو عمر بھائی آپ کی سالگرہ ہے میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ 21 مارچ عنبرین شہزادی مائی ڈائمنڈ! سالگرہ بہت مبارک ہو میری جان! اللہ تمہیں اتنی ڈھیر ساری خوشیاں دے کہ تم سے سنبھالی نہ جائیں اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

آمنہ امداد...... سرگودھا

انجانی سی رائٹرز کے نام

السلام علیکم میری پیاری انجانی سی (سینئرز جونیئرز) رائٹر امید ہے آپ سب اچھے سے ہوں گی اور زندگی کو خوب انجوائے کررہی ہوں گی ویسے میں نے آپ سب کو دیکھا تو نہیں ہے پر آپ سب اپنی کہانیوں ناولوں کے ذریعے میری آنکھوں کے سامنے ہیں (اُف مجھے نہیں آتی یہ ناولوں والی باتیں) ہاہاہا۔ اب مطلب کی بات پر آؤں تو اتنا ہی کہوں گی جلدی سے میرا ہاتھ تھام لیں (ارے میں گرنے نہیں لگی بلکہ آپ سب کی شاگردی میں آنا چاہتی ہوں جی اگر میرا ہاتھ نہیں پکڑا تو میں زبردستی پکڑ لوں گی (ہاہاہا) ویسے میں آپ سب رائٹرز کی دیوانی ہوں۔ سچ کہوں مجھے بھی ڈائجسٹ رائٹر بننا ہے (ناں ناں صبا قمر والی نہیں) آپ جیسی والی۔ اُف کیا لکھتی ہیں آپ لوگ دل چاہتا ہے آپ لوگوں کا ایک عدد قلم ایک عدد ٹیلنٹ ایک عدد ہاتھ چرا لوں (برا نہیں ماننا پلیز)۔ عادت سے مجبور ہوں میں ہاہاہا۔ میرے اندر بھی لکھنے کے جراثیم موجود ہیں پلیز مجھے بھی ناول کہانی لکھنا سکھا دیں۔ ملنگ لوگ ہوں دعاؤں کی (ہاہاہا) اب جلدی سے قلم اٹھائیں اور محبت کا جواب محبت سے دیں میں تو آل ریڈی کھڑی ہوں راہوں میں خوش رہیں آباد رہیں آمین۔ رب راکھا۔

عائشہ پرویز...... کراچی

اپنی شہزادیوں کے نام

فریدہ جاوید فری! ہماری دعا ہے اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ شازیہ فاروق احمد! یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں بھول چکی ہوں یا تم سے ناراض ہوں۔ ایسا خیال آئندہ بھی دل میں بھی نہیں لانا ورنہ میں حقیقت میں ناراض ہو جاؤں گی۔ فیضہ بٹ! آج سے تم میری دوست ہو خوش۔ لائبہ مہر! یہ تم میری تعریف کررہی ہو یا کہ میرے جل ککڑ میاں کی...... شزا جان! تم بھی میری بجائے میرے میاں کی تعریف کرنے لگی۔ میں سمجھتی تھی کہ شزا بلوچ صرف میری ہے یہ تو میرے میاں کی آوازیں ریڈیو دی وائس ایشیا پر سن رہی ہیں۔ میں کسی کھاتے میں نہیں میں بھی بہت چالاک ہوں اس ماہ کا آنچل میں نے اپنے میاں کی پہنچ سے دور رکھ دیا ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جینئس گروپ کے نام

السلام علیکم جینئس گروپ! امت مسلمہ اہل پاکستان رائٹرز خواتین اور تمام قارئین...... دل کی گہرائیوں سے خلوص کی چاشنی سے بھرا سلام حاضر ہے۔ میں بی ایف پہلا ممبر ہے ہمارے گروپ کا اور میرے نقش قدم پر چلنے والوں میں بھی اس کا پہلا نمبر ہے اس گروپ کی سربراہ بانی اور سردار مابدولت خود یعنی کہ عروج مغل اور ہمارے تیسرے ممبر ہیں مسٹر ٹی ڈی جن سے میری کھٹ پٹ ہی رہتی ہیں لیکن ان کا شمار بھی ہمارے گروپ میں ہوتا ہے۔ ذاتی لڑائیوں کو گروپ میں نہیں لاتی ہوں ناں اس لیے۔

مسٹر یوڈی ہمارے گروپ کے چوتھے ممبر ہیں اور ہمارے ساتھ سائے کی طرح رہتے ہیں وجہ پیار نہیں باتیں ہیں جو انہوں نے سنی ہوتی ہیں اور آخری اور پانچویں ممبر ہیں ایم ایف جو کہ ہمارے گروپ میں بھانڈا پھوڑ مشہور ہیں لیکن پھر بھی ہمارے ساتھ ہیں' ہمت دیکھیں ان کی حوصلہ دیکھیں ہمارا۔ یہ ہے ہمارا گروپ ان سے مل کر کیسا لگا بتایئے گا ضرور۔ نازیہ کنول نازی جی آپ نے جنوری کے آنچل میں بتایا تھا کہ آپ کا ناول خواتین ڈائجسٹ میں چھپے گا فروری میں لیکن چھپا نہیں۔ دیکھ لیں ہم نے بڑا انتظار کیا' آپ کی فیورٹ رائٹر نمرہ احمد ہے میری بھی۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے اور ہم سب کی پریشانیاں دور کرے۔ وطن عزیز میں امن وامان کا دور دورہ ہو اور خوشحالی کا چرچا ہو آمین ثم آمین۔

عروج عقل..... اللہ داون

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف' قارئین' نازیہ کنول نازی' امید کرتی ہوں آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے فٹ فاٹ ہوں گے سب سے پہلے آنچل کو میری طرف سے سالگرہ بہت بہت زیادہ مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ آنچل یونہی ترقیوں کی منازل طے کرتا رہے آمین۔ آنچل ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے دن بہ دن اس میں مزید خوب صورتی ہی خوب صورتی دیکھنے کو ملتی ہے' آئی لائک آنچل ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ میری بھتیجی نوٹی پرنس عیشال اور عائشہ مائی سسٹر کی سالگرہ 2 فروری تھی آپ دونوں کو لیٹ ہیپی برتھ ڈے اور بیسٹ وشز۔ میری بھابی طیبہ آصف کی 2 مارچ کو تھی رب العزت میری بھابی اور بھائی آصف اقبال کو بہت سی خوشیاں ایک ساتھ دیکھنا نصیب کرے آمین۔ ہیپی برتھ ڈے میری بھابی' بہت زیادہ بے شمار دعائیں آپ کے نام۔ سائرہ نبیل 7 جنوری کو اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت پیاری گڑیا یعنی انابیہ نبیل کی صورت میں بہت پیارا گفٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور گڑیا' بھائی نبیل کو ہمیشہ ایک ساتھ خوش رکھے آمین اور خداوند کریم میرے والدین کو ہمیشہ خوش اور سلامتی والی زندگی دے میرے والدین کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے' آمین ثم آمین۔ آخر میں سب اسٹوڈنٹ کے مارچ میں پیپرز ہو رہے ہیں' اللہ انہیں کامیاب کرے میری سسٹرز لبنیٰ تبسم اور عائشہ کے بھی ہیں' اللہ میری بہنوں کو کامیاب کرے آمین پلیز قارئین آپ بھی دعا کیجیے گا اور رابعہ حسن دوستی کا ہاتھ بڑھا کر اب جانے کہاں غائب ہوگئی ہے' اللہ حافظ۔

عاصمہ اقبال عاصی...... عارف والا

کنجوسوں کے نام

السلام علیکم کیسی ہیں آپ سب؟ تو جی میں نے ماری انٹری آنچل میں۔ اس سے پہلے کسی بھی رسالے میں انٹری نہیں ماری اور نہ کبھی مارنے کا سوچا لیکن اب سوچنا ہی پڑا کہ جب ہر کوئی کسی بھی جگہ سے انٹری مار سکتا ہے تو پھر ہم کیوں نہیں کیونکہ ہم بھی کسی سے کم نہیں اس کا ہم کو ہے یقین۔ ارم ارشاد سویٹ فرینڈ تیری 25 مارچ کو برتھ ڈے ہے سوچا آنچل کے تھرو وش کیا جائے' ہزاروں سال جیو اپنے خرچے پر۔ اپنے کالج کے گروپ کو بہت مس کرتی ہوں اب ایگزام میں ہی ملیں گے۔ کیسی تیاری ہو رہی ہے کنجوی توڑ دو اور کبھی مس کال ہی کرلیا کرو۔ اپنے فائیو اسٹار گروپ کو برتھ ڈے وش کرتی ہوں۔ سوری اب میں تم کنجوسوں کو اتنا بھی خوش نہیں کرسکتی۔ کال کرنا اپنے برتھ ڈے پر وش کروں گی۔ اب میں اپنی پیاری سی سویٹ سی اور کیوٹ سی بھانجیوں کو بہت بہت پیار' پریوں ہمیشہ خوش رہو آنٹیوں کی جان' مشائم' عائزہ' زینی' آیت (اللہ حافظ)

BeChatha...... انایا

پیارے طلال کے نام

جو ہمارے گھر کی رونق اور روشنی تھی ایک طوفان کی نذر ہوگیا' سمجھ میں نہیں آتا کہ چندا تم کو کیسے اور کس طرح مخاطب کروں۔ تمہارے بغیر اس گھر کی روشنی کم ہے تمہاری جدائی نے ہمیں آدھا کردیا۔ تمہاری دادی ماں دل کی مریضہ ہوگئی ہیں تمہاری جدائی میں دادا ابو کھلونوں کے ڈھیر لگا بیٹھے ہیں' میں تمہارے لیے شاپنگ کرتے رک جاتی

ہوں آخر کس کو پہناؤں تمہارے پاپا ڈاکٹر طیب پردیس کاٹ رہے ہیں۔ تم سے کوئی ملنے نہیں دیتا' تم کب ہم سے ملوگے اس دن کا بے چینی اور شدت سے انتظار ہے۔ 10 سال کا عرصہ کم نہیں تمہاری جدائی میں تڑپنے کے لیے' فیملی فنکشن ہو عید تہوار یا کچھ کھانا ہو اسپیشل تو تم یاد آجاتے ہو۔ تمہاری صورت نگاہوں میں گھومتی ہے' تمہیں سوچتے رات گزرتی ہے آخر کب تک تمہاری تصویریں دیکھتے رہیں' تمہاری کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے تو تم کو گفٹ نہیں دے سکتے۔ پلیز چندا ہمیں معاف کرنا غلطی پر نہ ہوتے ہوئے بھی ہم سزا کاٹ رہے ہیں اور تم بھی ہم سے دور ہو۔ شاید دھندلا سے تم کو بھی کچھ یاد ہو ہمارا کیونکہ اپنوں کو کوئی نہیں بھولتا۔ میں یہ سب کس درد سے لکھ رہی ہوں میری کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے ہر بچے میں تمہارا عکس نظر آتا ہے تو پیار کرتی ہوں اس بچے کی پیشانی پر۔ بچوں کو گھر میں کھیلتا دیکھ کر تم کو سوچتی ہوں تم بھی کھیل رہے ہوگے اور کس کے ساتھ؟ میری اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو جلد ملا دے اور سکون دے' ہمیں دعا ہے جہاں رہو خوش اور کامیاب رہو' تمہاری یاد دل میں بسائے تمہاری فیملی۔

ربیعہ اسا ور بٹ..... فیصل آباد

اپنوں کے نام

تمام ریڈرز کو میری طرف سے السلام علیکم! مریم بٹ تمہاری سالگرہ 16 مارچ کو ہے تو میری طرف سے تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' جیو ہزاروں سال۔ تم نے مجھے وش کرنا تھا نا آنچل کے ذریعے لیکن تمہارا خط ہی نہیں آیا سالگرہ مبارک کا ہاہاہا۔ بھائی جان آپ کی سالگرہ 31 مارچ کو ہے تو آپ کو میری طرف سے ڈھیر ساری سالگرہ کی مبارک ہو۔ اس دفعہ میں نے سوچا کہ آپ کو آپ کی سالگرہ آنچل کے ذریعے وش کروں' اللہ سے دعا ہے کہ آپ دونوں کا یہ سال خوشیوں سے بھرا ہو اور آپ دونوں کی زندگیوں میں کبھی کوئی غم نہ آئے' آمین۔ طیبہ مبشر پلیز آنچل کے ذریعے ہو سکے تو مجھ سے رابطہ کرو۔ کومل اور سائرہ مجھے بہت یاد آتی ہو اللہ تم سب کو خوش رکھے آمین۔

آمنہ ریاض..... گجرات

سوئٹ انکل اور کیوٹ آنٹی کے نام

مائی لولی انکل جی 10 مارچ کو آپ کا برتھ ڈے ہے سو مئی مئی پپی پپی برتھ ڈے اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے' صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے آمین۔ آہاں ڈیئر آنٹی جان آپ مجھ معصوم کو ایسے کیوں گھور رہی ہیں' مجھے پتا ہے 23 مارچ کو آپ بھی اس دنیا میں تشریف لائی تھیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کی ہر وش پوری کرے' نصیب اچھے کرے' زندگی میں کبھی آپ کو کوئی غم نہ ملے۔ پھولوں کی طرح مسکراتی رہیں' خیر میرے انکل اور آنٹی چینج ہوگئے ہیں جب سے ان کا کیوٹ سا بیٹا ابوبکر آیا ہے ناں' وہ انکل آنٹی سے میرے حصے کا بھی پیار لیتا ہے' ایک وقت تھا میں اپنے انکل اور آنٹی کی لاڈلی ہوتی تھی' آنٹی پلیز گھوریئے مت' ہمیں یاد ہے ہم نے ہی دعائیں کر کر کے اللہ سے ابوبکر مانگا ہے' اللہ ہمارے بھائی ابوبکر کو بھی لمبی صحت والی زندگی دے آمین آپ کی لاڈلی بھانجی۔

عظمیٰ بٹ..... سمندری

اپنی مانو بلی اور پارو کے نام!

پارو! میں ٹھیک ہوں تم پریشان مت ہونا' تمہاری دعائیں اور پیار مجھے کچھ بھی نہیں ہونے دیتا جب تک یہ میرا لیٹر آئے گا تب تک تمہارا رزلٹ آچکا ہوگا اور مجھے پتا ہے میری پارو ہمیشہ کی طرح ٹاپ کرے گی کیونکہ میری دعائیں جو میری پارو کے ساتھ ہیں ہر لمحہ اور کامیابی ہمیشہ پارو کے قدم چومے گی آمین۔ خدائے لم یزل سے میں نے ہر پل اپنی پارو کے لیے صرف صحت' کامیابی' عزت اور پیار مانگا ہے۔ تم اپنا بہت خیال رکھنا اور ایسے ہی دل لگا کر پڑھنا۔ میں' میرا پیار اور میری دعائیں تمہارے ساتھ تھیں' ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اور میں ہمیشہ تمہیں اپنے آنچل کے ذریعے وش کرتی رہوں گی' تم اداس مت ہونا اور جو جو یہ پڑھ رہا ہے ناں سب کو سلام کہنا' اللہ کی امان

میں دیا اپنی پارو کو۔

تمہاری اپنی اپیا..... بھلوال

پیاری دوستوں کے نام

ہیلو! میری پیاری کھٹی میٹھی چلبلی فرینڈز! اقراء حمیرا فرح شبانہ اور میری سویٹ سمیراؤں مس یو! یار جب ہم اکٹھے تھے کتنا انجوائے کرتے تھے نا۔ یار وہ دن ہماری زندگی کے گولڈن دن تھے مجھے تو بہت یاد آتے ہیں۔ اقراء بدتمیز کہاں غائب رہتی ہو اور سمیرا لیاقت شادی کے بعد تو پیا کی ہو کے رہ گئی ہو۔ فری یار اپنی حالت پر رحم کرو (سمجھ گئی ہونا) حمیرا سوہنیو! تھوڑے ایکشن مارا کرو صدف ساجدہ تم دونوں کی دوستی ہمیشہ قائم رہے۔ اوئے صدف کسی دن ابو جی سے مل کر کہیں نا (کدی ہنس وی لیا کرو)۔ طاہرہ خبردار تم نے مائنڈ کیا تو ہمارے ججو ہیں ہم نے پامیدو ہی کہنا ہے بھی۔ مائے ڈیئر کزن لبنی (ساڈی زندگی اچ خاص تیری تھاں سوچیں ناں تینوں دلوں کڈ ناں) اہو پیاری بہنا گلناز تم کیوں ناراض ہوتی ہو مجھے تمہارا برتھ ڈے یاد ہے 16 اپریل کو ہے نا۔ دل کی گہرائیوں سے سالگرہ مبارک ہو پیارے بھائی طاہر مس یو اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیر ساری کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ طلحہ بدتمیز (کدی پڑھ وی لیاں کرو) سمیرا خالد تم بہت اچھی ہو اپنا خیال رکھا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے نصیب اچھے کرے آمین۔ ارما نمرہ! تمہیں بھی اللہ تعالیٰ امتحانات میں کامیاب کرے اللہ حافظ۔

مہناز اختر..... شاہ نکڈر

سویٹ اینڈ بیسٹ فرینڈ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری سویٹ فرینڈ اور ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ حیران کیوں ہو رہی ہو جناب! میں کوئی اور نہیں تمہاری بیسٹ فرینڈ ہی ہوں سوچا اس دفعہ اپنی پیاری سی فرینڈ کو مختلف انداز سے برتھ ڈے وش کروں یکم اپریل کو تمہاری برتھ ڈے ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر قدم پر کامیابیاں اور خوشیاں عطا کرے اور کوئی غم تمہارے نزدیک نہ آئے آمین۔ ارے ارے امبر! تم کیوں خفا ہو رہی ہو میری فرینڈ میں تم کو بھی برتھ ڈے وش کرتی ہوں ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اور میری دعا ہے کہ تم بھی ہر قدم پر کامیاب ہو اور خوشیاں تمہارا مقدر بنیں آمین اور پلیز اپنی رائے ضرور دینا کیسا لگا وش کرنے کا انداز فی امان اللہ۔

اروی مختار..... میاں چنوں

تمام دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ میں ٹھیک ہوں تمام آنچل فرینڈ کو بہت یاد کرتی ہوں اور دعا یا کمی میں نے آپ کی کمی محسوس کی تھی آپ کی والدہ اور باقی عزیزوں کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ ان کے گناہ معاف کرے اور جنت میں جگہ دے اور آپ سب کو صبر عطا فرمائے آمین اور نجم انجم دوستی قبول ہے اور شمع! تم تو جان ہو میری۔ میری دعا ہے ہمیشہ خوش رہو یاد کرنے کا بہت شکریہ۔ ایک دفعہ تمہارے شہر سے گزری تو تمہیں یاد کیا ایڈریس نہیں تھا نہ کوئی رابطہ ورنہ ضرور آتی۔ بہت دل کرتا ہے ہر ماہ انٹری دوں مگر وہی مصروفیت مگر سب کے خط تبصرے سب پڑھتی ہوں اپنا نام تلاش کرتی ہوں شاید کسی نے یاد کیا ہو مگر تمہارے اور ماہ رخ کے سوا کوئی یاد ہی نہیں کرتا اور باقی سب کیسی ہو؟ ایمن وفا کہاں غائب ہو؟ اور ثوبیہ کوثر ایڈریس پوچھ لیا دوبارہ نام تک نہیں لیا۔ فریحہ شبیر مدیحہ ممدوح نورین شاہد سباس گل سمیرا اشفاق کیسی ہو بھئی اور سماء فاروق شادی مبارک۔ رسالہ پڑھنے میں مہینے لگا دیتی ہو غناں شاہد شاہ زندگی کہاں غائب ہو؟ روبیہ کیسی ہو بھئی تمہارا بھتیجا میرا بھانجا عبدالہادی کیسا ہے؟ پیار کرنا اور مونو حفصہ کو سلام دینا اور آسیہ شادی کے بعد بھول ہی گئی ہو چلو جہاں رہو خوش رہو۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ جلد تمہیں صالح اولاد عطا فرمائے اچھا بھئی اللہ حافظ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔

نورین شفیع..... ملتان

اپنوں کے نام

السلام علیکم! جویریہ تمہیں سالگرہ مبارک ہو شاہین تمہیں بھی سالگرہ مبارک ہو۔ مس منیبہ ہنسی کے گولے آپ کو شادی بہت بہت مبارک ہو خوش رہو ہمیشہ اور باقی تمام اسٹاف کو السلام علیکم۔ ابوبکر کو چی بڑا مزا آتا ہے

تمہیں ایسا کرنے کا ہاہاہا۔ بھائی راشد آپ کو پاکستان میں ویلکم کہتی ہوں اور آپ کو شادی مبارک ہو۔ بھائی وقاص اقراء شادی مبارک ہو۔ آنچل فرینڈز نوشین اقبال طیبہ نذیر شاہ زندگی پرنس افضل شاہین سارہ چوہدری صوبیہ کوثر کو بہت بہت سلام اور شاہ زندگی کیا آپ ایف ایم 95 پر کال کرتی ہو مجھے ضرور بتانا او کے ضرور۔ جیا آپی آپ کہاں گم ہوگئی ہیں اور امان عمیر آپ کو برتھ ڈے مبارک ہو بہت بہت سویٹی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

آنچل فرینڈز اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز اینڈ فیملی (زویا خان بخش) مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ نویلہ آپی شکیلہ آپی مصباح باجو سکینہ ہادیہ نور زندیا نور ابوبکر بھیا عمر فاروق بھیا مما پاپا مجھے آپ سب سے بہت زیادہ پیار ہے ہمیشہ خوش رہیں اور میری بھابھی زینت (ہونے والی) (کوٹ اللہ بخش) آپ کیسی ہو اور بھابی نیلم (ہونے والی) (کنجاہ) آپ کیسی ہیں آپ کی فرینڈز جو آنچل پڑھتی ہیں ان کو بھی میرا سلام۔ آپ سب ہمیشہ خوش رہیں۔ اب آتی ہوں اپنی آنچل فرینڈز کی جانب فوزیہ سلطانہ عظمیٰ شاہین نادیہ یسین عظمیٰ فرید مدیحہ نورین شگفتہ خان فائقہ سکندر حیات اقصیٰ وسنیاں زرگر آنسہ شبیر ایس انمول ایس بتول شاہ شمع مسکان پروین افضل کرن ملک سارہ چوہدری آمنہ غلام نبی شازیہ فاروق احمد مسز نگہت غفار فریدہ جاوید فری فصیحہ آصف خان فہیم ناز صدیقی روبی علی عائشہ خان شیریں گل فریحہ شبیر بشریٰ باجوہ سیدہ جیا عباس شزا بلوچ انا حب خنساء عباس ملالہ اسلم تسلیم شہزادی سباس گل ام مریم راحت وفا نازیہ کنول نازی کشور بلوچ (ننکانہ صاحب) نزہت جبیں ضیاء شاہ زندگی رانی اسلامی ام ثمامہ امبر گل نورین لطیف نورین شاہد دعا ہاشمی ساعمہ ملک پرویز عائشہ نور عاشا صنم ناز ارم کمال سمیرا شریف طور عشناء کوثر اقراء صغیر سیدہ غزل زیدی سمیرا اشتاق ملک آپ سب کے لیے اور جن کے نام رہ گئے ہیں ان سب کے لیے ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کی جائز خواہشات پوری کرے اور زندگی میں سکون عطا فرمائے آمین۔

طیبہ نذیر...... شادیوال، گجرات

فوزیہ ثمر، عائشہ ملالہ اور شمع مسکان کے نام

ڈیئر ڈولز اینڈ نائس قارئین سسٹرز! آپ کی مدح سرائی میری تخلیق تحریر کے فن میں اکثر و بیشتر کئی کیلوریز توانائی کا اضافہ میرے خون میں کردیتی ہیں، کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ مجھے واثق یقین ہے کہ وہ تمام احباب من جو بے لوث محبت اور خلوص کی شیرینی میں لپٹے لفظ میرے حوالے سے لکھتے ہیں۔ میری ترقی کے میدان میں ایک نا ختم ہونے والی سیڑھی فلک کو چھو جانے والی منزل ثابت ہوں گے ان ڈھیر ساری محبتوں اور خلوص کے لیے تہہ دل سے شکریہ کہ شکریہ کے حق دار تو وہ درخت بھی ہوتے ہیں جو گرمیوں میں ہمیں ٹھنڈک، ہوائیں، چھاؤں اور سردیوں میں ٹھنڈی دھوپ عطا کردیتے ہیں بغیر کسی مفاد کے آپ سب بھی میرے لیے انہی اشجار کی طرح قیمتی ہیں۔

حرا قریشی...... بلال کالونی، ملتان

ایک بہت ہی اچھی دوست کے نام

السلام علیکم! جناب کیا حال چال ہیں؟ مارچ میں تمہاری برتھ ڈے سو میں نے سوچا کیوں نا تمہیں کچھ منفرد انداز سے وش کیا جائے۔ سو مئی ٹی پیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ لو ہو تم تو پریشان ہی ہوگئی کہ یہ کون ہے؟ یہ میں ہوں تمہاری دوست! ہاں ہاں تمہاری ہی دوست ہوں ناں اب پہچان بھی لو اچھا تو تمہیں پتا چلا؟ تو جناب میں اقراء ہوں تمہاری اکلوتی دوست، ہوں وی پچھانا کہ نہیں؟ میں...... میں تے کھا سرنوں۔ رب دا کھا۔

اقراء...... نامعلوم

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں
پہلا: "لا الہ الا اللہ"
دوسرا: "محمد رسول اللہ"
دونوں میں بارہ بارہ حروف ہیں۔
دونوں نقطے کے بغیر ہیں۔
پورے کلمے میں چوبیس حروف ہیں جو چوبیس گھنٹے زندگی گزارنے کا مقصد ہیں۔
پہلا حصہ مقصدِ زندگی سکھاتا ہے اور دوسرا حصہ طرز زندگی۔
مقصد زندگی اللہ پاک کی عطا ہے اور طرز زندگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے۔ اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے اس رب کا جس نے ہمیں اتنا خوش نصیب بنایا۔ اللہ پاک ہمیں مایوسی کفر سے بچائے' آمین۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سمبڑیال

محاورے بنام کرکٹ

کیپٹن...... ایک جان ہزار ارمان۔
امپائر...... کر بھلا ہو بھلا۔
کوچ...... مدعی سست گواہ چست۔
غیر ملکی کوچ...... ظاہر رحمان کا باطن شیطان کا۔
آئی سی سی...... چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے۔
ٹیسٹ میچ...... آج کا کام کل پر مت چھوڑیں۔
اوپننگ...... نیک آغاز انجام بخیر۔
جیت کے دعوے...... لڈو کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا۔
رن آؤٹ...... سانپ بھی مرجائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔
اسٹمپڈ آؤٹ...... بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔
کیچ آؤٹ...... کام کو کام سکھاتا ہے۔
ہارنے کے بعد...... ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔

عروسہ شہوار رفیع...... گجرات

حضرت امام احمد حنبلؒ

امام صاحب سے پوچھا گیا "اخلاص کیا ہے؟"
فرمایا "اعمال کی آفتوں سے خلاصی۔"
"توکل کیا ہے؟" فرمایا "اللہ تعالیٰ پر یقین۔"
"رضا کیا ہے؟" جواب دیا "اپنے کام خدا تعالیٰ کے حوالے کردینا۔"
"زہد کیا ہے؟" فرمایا "عوام کا زہد ترک حرام ہے اور خواص کا زہد یہ ہے کہ جائز مال کو بھی اگر وہ واجبی ضرورتوں سے زائد ہے ترک کردیں اور جو چیز بھی یاد الٰہی میں خلل انداز ہوتی ہو اسے ترک کردینا یہ عرفاء کا زہد ہے۔"
"فتوت (جواں مردی) کیا ہے؟" فرمایا "اپنی منتہائے آرزو کو بھی ترک کردینا فتوت ہے۔"
بحوالہ کتاب: دانش کدہ از محمد صدیق خیر آبادی

سائرہ سردار...... فیصل آباد

عورت کا حسن وسنگھار

❖ عورت کے ہاتھ مہندی کے بغیر بھی اچھے لگ سکتے ہیں اگر وہ خانہ داری میں مصروف ہوں۔
❖ آنکھیں بنا کاجل کے بھی اچھی لگ سکتی ہیں اگر ان میں حیا ہو۔
❖ بال بنا اسٹائل کے بھی اچھے لگ سکتے ہیں اگر دوپٹے میں چھپے ہوئے ہوں۔
❖ چہرہ بنا میک اپ کے بھی اچھا لگ سکتا ہے اگر نقاب میں ہو۔
❖ قد بنا ہیل کے بھی لمبا ہوسکتا ہے اگر کردار میں بلندی ہو۔
❖ ایک بزرگ نے فرمایا اگر اس قوم کی عورت آج بھی حیا کی چادر اوڑھ لے تو مسلمان اپنے عروج پر پہنچ سکتے ہیں۔

نورین شفیع.....ملتان

سالگرہ

آج جنم دن تیرے
کچھ لفظ میں لکھنے بیٹھی ہوں
سرمئی شام کے سایوں میں
تیری سالگرہ کے لمحوں میں
وقت شجر کے سائے میں
لوگ بچھڑتے ملتے ہیں
کچھ ذہن سے مٹ جاتے ہیں مگر
کچھ یاد نگر میں رہتے ہیں
بس یہی سمایا سوچوں میں
کیا یاد تمہیں ہم آئیں گے
تیری سالگرہ کے لمحوں میں
تیرے جنم دن پر یہ تحفہ ہے
میری دل و جان سے ایک دعا
جگ میں ملے وہ سب کچھ تمہیں
جو رہتا ہے تیرے سپنوں میں
تیری سالگرہ کے لمحوں میں

انتخاب: پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

کچھ مزاحیات

رضیہ: ''مجھے لگتا ہے کہ میری بے خوابی بڑھتی جارہی ہے۔''

عنبرین: ''کیوں؟ تمہیں یہ احساس کیوں ہوا؟''

رضیہ: ''کل یونیورسٹی میں لیکچر کے دوران دو مرتبہ میری آنکھ کھلی۔''

☆.....☆

ایک خط اس اطلاع کے ساتھ واپس آگیا ''مکتوب الیہ کا انتقال ہوچکا ہے۔'' غلطی سے وہ خط دوبارہ پوسٹ ہوگیا۔ اس بار پوسٹ مین نے لفافے پر لکھ کر بھیجا۔

''یہ صاحب ابھی تک زندہ نہیں ہوئے۔''

☆.....☆

ایک سیاست دان کو الیکشن میں صرف تین ووٹ ملے گنتی کے بعد اعلان ہوا ان کے ساتھ اس وقت ان کی بیگم بھی موجود تھیں۔ جونہی انہیں پتا چلا وہ غصے سے مڑیں اور منہ سے کف اڑاتی ہوئی شوہر سے بولیں۔

''مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ تم نے ضرور ایک شادی اور کررکھی ہے۔''

شبانہ امین راجپوت.....کوٹ رادھا کشن

روٹی

کسی کے پاس کھانے کے لیے روٹی نہیں' کسی کے پاس روٹی کھانے کا ٹائم نہیں۔ کوئی اپنوں کے لیے روٹی چھوڑ دیتا ہے' کوئی روٹی کے لیے اپنوں کو چھوڑ دیتا ہے۔

شادی

پٹھان اپنی ایک دن کی بیٹی کو گود میں لے کر بولا ''اگر تم ایک سال پہلے پیدا ہوتا تو اپنا امی ابو کا شادی بھی دیکھ لیتا۔''

مدیحہ نورین..... برنالی

مختصر.....مختصر

❖ یادیں: اس عمارت کی طرح ہیں جو ایک مرتبہ ویران ہوجائیں تو دوبارہ آباد نہیں ہوتیں۔

❖ زندگی: مانگا ہوا زیور ہے۔ جس کو واپس کرنا اذیت ناک ہے۔

❖ پیار: وہ جذبہ ہے۔ جس کی پاکیزگی پر دنیا قربان کی جاتی ہے۔

❖ تقدیر: ایک دھندلا سا ستارہ ہے جو کبھی افق پر بادلوں میں ڈوب جاتا ہے' تو کبھی اتفاقات زمانہ سے ضوفشاں بن جاتی ہے۔

❖ امید: ایک ٹھنڈی چھاؤں اور سکون بخش وادی ہے جو اپنے پُرسکون دامن میں پناہ دے کر انسان کو مایوسی کے اتھاہ سمندر میں ڈوبنے سے بچاتی ہے۔

❖ احساس: ایک عظیم جذبہ ہے۔ جس کی عظمت و معراج انسانی بلندیوں کو چھوتی ہے۔

❖ چاند: رات کا وہ خاموش مسافر ہے جو خود اندھیروں میں سفر کرتا ہے مگر دوسروں کو روشنی فراہم

کرتا ہے۔

عائشہ پرویز..... کراچی

صبر

جو چیز ہمارے لیے اچھی نہیں وہ اللہ خود نہیں دیتا۔ اللہ تو اچھی سے اچھی چیز دینا چاہتا ہے ہمیں اس چیز کا انتظار کرنا چاہیے اچھے سے اچھے کی امید رکھنا چاہیے اس انتظار کو صبر کہتے ہیں صبر کرنے والے کو اللہ سب کچھ دیتا ہے۔

اُم احمل مریم شاہین..... گجرات

محبت

محبت ایک سے کرو تو وہ ڈرتی ہے
دو سے کرو تو وہ ڈراتی ہے
تین سے کرو تو وہ لڑتی ہے
چار سے کرو تو وہ لڑاتی ہے
پانچ سے کرو تو ہم پانچ کے کردار بن جاتی ہے
چھ سے کرو تو وہ چھکے چھڑاتی ہے
سات سے کرو سات سمندر پار بھی پیچھا نہیں چھوڑتی۔
آٹھ سے کرو تو وہ آٹھوں پہر رُلاتی ہے
نو سے کرو (No, No) نہیں بس Yes ہی کہلواتی ہے۔
دس سے کرو تو دس ضرب دس یعنی سو بار آئینہ دکھاتی ہے
گیارہ سے کرو تو کرکٹ ٹیم کی طرح ہو جاتی ہے
بارہ سے کرو تو بارھویں ترمیم کی طرح اڑ جاتی ہے
تیرہ سے کرو تو اداکارہ میرا کی طرح چالبازیوں پر اتر آتی ہے۔
چودہ سے ہو تو چودہ طبق روشن کر ڈالتی ہے۔
پندرہ سے ہو تو..... تو..... جی..... جی آیا بیگم..... یہ..... آفس ورک..... مکمل کر لوں۔

ارم کمال..... فیصل آباد

میرے پیارے آقا ﷺ کی کچھ عادات

✦ چلتے وقت نگاہیں نیچی رکھتے۔
✦ سلام میں ہمیشہ پہل کرتے۔
✦ مہمان نوازی خود کرتے۔
✦ نفلی عبادت چھپ کر کرتے۔
✦ فرضی عبادت سب کے سامنے کرتے۔
✦ بیمار کی مزاج پُرسی کرتے۔
✦ مسواک کرتے۔
✦ عشاء سے پہلے کبھی نہ سوتے۔
✦ کبھی کھل کر نہ ہنستے صرف مسکراتے۔

عادل مصطفیٰ..... طور جہلم

باتوں سے خوشبو آئے

✦ اداس آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں
✦ ہماری روح کے ساتھ کوئی دشمن نہیں اصل دشمن تو ہمارے ساتھ رہتے ہیں جو غصہ، حسد، لالچ، تکبر اور نفرت ہیں۔
✦ بہت کم لوگ ہماری زندگی میں رحمت بن کر آتے ہیں باقی سب لوگ سبق بن کر آتے ہیں۔
✦ گناہ پر شرمندہ ہونا ندامت اور چھوڑ دینا احساس ہے۔ ندامت سے احساس تک کے سفر کو توبہ کہتے ہیں۔
✦ ہمیشہ احساس وہ انسان کرتا ہے جو خود غرض نہ ہو کیونکہ احساس ہی وہ چیز ہے جو رشتوں کی بنیاد ہوتی ہے۔

شگفتہ خان..... بھلوال

انصاف کا اٹھ جانا

ایک طوطے اور ایک طوطی کا گزر ایک ویرانے سے ہوا وہ دم لینے کے لیے ایک ٹنڈ منڈ درخت کی شاخ پر بیٹھ گئے، طوطے نے اپنی طوطی سے کہا۔
"اس علاقے کی ویرانی دیکھ کر لگتا ہے کہ الوؤں نے یہاں بسیر کیا ہوگا۔" ساتھ والی شاخ پر ایک الو بیٹھا تھا اس نے یہ سن کر اڑان بھری اور ان کے برابر میں آکر بیٹھ گیا۔ علیک سلیک کے بعد الو نے طوطا طوطی کو مخاطب کیا اور کہا۔
"آپ میرے علاقے میں آئے ہیں، میں ممنون

ہوں گا اگر آپ آج رات کا کھانا میرے غریب خانے پر تناول فرمائیں۔" اس جوڑے نے الو کی دعوت قبول کرلی' رات کا کھانا کھانے کے بعد جب وہ صبح جانے لگے تو الو نے طوطی کا ہاتھ پکڑ لیا اور طوطے کو مخاطب کر کے کہا۔

"اسے کہاں لے جارہے ہو؟ یہ میری بیوی ہے۔" یہ سن کر طوطا پریشان ہو گیا اور بولا۔

"یہ تمہاری بیوی کیسے ہوسکتی ہے یہ طوطی ہے تم الو ہو۔ تم زیادتی کررہے ہو؟" اس پر الو ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"ہمیں جھگڑنے کی ضرورت نہیں' عدالتیں کھل گئی ہوں گی' ہم وہاں چلتے ہیں۔ وہ جو فیصلہ کریں گی ہمیں منظور ہوگا۔" طوطے کو مجبوراً اس کے ساتھ جانا پڑا۔

جج نے دونوں کے دلائل بہت تفصیل سے سنے اور آخر میں فیصلہ دیا کہ طوطی طوطے کی نہیں الو کی بیوی ہے یہ سن کر طوطا روتا ہوا ایک طرف کو چل دیا۔

ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ الو نے اسے آواز دی۔

"تنہا کہاں جارہے ہو؟ اپنی بیوی تو لیتے جاؤ۔" طوطے نے روتے ہوئے کہا۔

"یہ میری بیوی کہاں ہے عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ اب تمہاری بیوی ہے۔" اس پر الو نے شفقت سے طوطے کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پیار سے کہا۔

"یہ میری بیوی نہیں تمہاری بیوی ہے میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ "بستیاں الوؤں کی وجہ سے ویران نہیں ہوا کرتیں بلکہ اس وقت ویران ہوتی ہیں جب وہاں سے انصاف اٹھ جاتا ہے۔"

نجم انجم..... کراچی

اچھی باتیں

○ اپنے آپ کو بدل دو قسمت خود بخود بدل جائے گی۔

○ انسان مکان بدلتا ہے' لباس بدلتا ہے' تعلقات بدلتا ہے پھر بھی دکھی ہے کیونکہ وہ اپنا رویہ نہیں بدلتا۔

○ رشتوں کی خوب صورتی ایک دوسرے کی بات برداشت کرنے میں ہے' بے عیب انسان تلاش کرو گے تو اکیلے رہ جاؤ گے۔

○ زندگی تب بہتر ہوتی ہے جب آپ خوش ہوتے ہیں لیکن زندگی تب بہترین ہوتی ہے جب آپ کی وجہ سے کوئی دوسرا خوش ہوتا ہے۔

○ انسان کی دو ہی کمزوریاں ہیں بنا سوچے عمل کرنا اور سوچتے رہنا عمل نہ کرنا۔

○ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا چاہتے ہو تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھو۔

صدف سلیمان..... شورکوٹ شہر

بے حیا

○ جو قوم بے حیا ہوتی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ جلدی آجاتی ہے۔

○ کافر کی مہلت لمبی ہوتی ہے' بے حیا کی مہلت مختصر ہوتی ہے۔

○ کافر کی پکڑ اتنی شدید نہیں ہوتی جتنی بے حیا کی پکڑ شدید ہوتی ہے۔

○ روزانہ اللہ کا نظام پکار پکار کے اعلان کرتا ہے کہ مغرب ڈوبنے کی جگہ ہے ابھرنے کی نہیں..... مغرب اندھیروں کی جگہ ہے روشنیوں کی نہیں۔

نادیہ گل نادی سیال..... مخدوم پور

ادبی معلومات

✖ اردو کی پہلی ناول نگار خاتون رشیدہ انساء بیگم تھی۔

✖ اردو کے پہلے جاسوسی ناول نگار ظفر عمر تھے۔

✖ دنیا کی پہلی کتاب 1457ء میں شائع ہوئی تھی۔

✖ دور جدید میں غزل کا امام حسرت موہانی کو کہتے ہیں۔

✖ جاسوسی کہانیوں کی ملکہ اگاتھا کرسٹی تھی۔

✖ اردو ڈرامے کا شیکسپیئر آغا حشر کاشمیری کو کہا جاتا ہے۔

✖ اردو کی سب سے پہلی تنقیدی کتاب مقدمہ شعر وشاعری تھی۔

ماروی یاسمین..... سرگودھا

روزی دینے والا

کہتے ہیں کہ حاتم ایک مرتبہ سفر پر جانے لگے تو اپنی بیوی سے فرمایا "میں چار مہینے تک باہر رہوں گا' تمہارے واسطے کس قدر خرچ مہیا کر جاؤں۔"

انہوں نے جواب دیا "جس قدر آپ کو میری زندگی منظور ہے۔"

حاتم نے جواب دیا "تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں نہیں۔"

بیوی نے جواب دیا "تو میری روزی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں۔" پس حاتم چلے گئے تو ایک بڑھیا نے ان کی بیوی سے پوچھا۔

"حاتم آپ کے واسطے کتنی روزی چھوڑ گئے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا "حضرت خود بھی تو روزی کھانے والے تھے جو کھانے والا تھا' وہ چلا گیا جو دینے والا ہے وہ یہیں ہے۔" (سبحان اللہ)

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

امید

میتھ ہمیں یہ نہیں سکھاتی کہ خوشیوں کو جمع کس طرح کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی یہ سکھاتی ہے کہ غموں اور دکھوں کو نفی کس طرح کرنا ہے

مگر یہ ہمیں ایک امید ضرور دیتی ہے کہ ہر مسئلے کا ایک حل ضرور ہے۔

فریحہ شبیر..... شاہ نکڈر

اللہ

اللہ..... ایک مٹھاس بھرا لفظ جس میں کائنات کی ساری شیرینی سماجاتی ہے۔

اللہ..... وہ نام جو دل کو اطمینان' آنکھوں کو نور' ذہن کو تسکین' زبان کو مٹھاس' کانوں کو سرور اور سارے اعضاء کو نئی جلا بخشتا ہے۔

اللہ..... وہ ہے کہ تم اسے فرش پر یاد کرو وہ تمہیں عرش پر یاد کرے گا۔

اللہ..... میرا اور ساری کائنات کا خالق۔

اللہ..... میرا اور سارے موجودات کا مالک۔

اللہ..... میرا اور ساری مخلوق کا رازق۔

اللہ..... زمین و آسمان کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا۔

اللہ..... ایسا نام جس میں نور ہی نور چمکتا ہے۔

اللہ..... جس کی تعریف کرنے لگیں تو سمندروں کی سیاہی اور درختوں کی قلمیں ختم ہوجائیں مگر اللہ تعالیٰ کی صفات ختم نہ ہوں۔

ناہید شبیر رانا..... رحمان گڑھ

دعا..... قوم کے بچوں کے نام

غموں کی دھوپ کا سایہ پڑے نہ تم پر کبھی
تمہارے دل میں ہر اک سمت پھول کھل جائیں
خدا کرے کہ تمہیں زندگی کی سب خوشیاں
رہ حیات میں مانگے بغیر مل جائیں

شاعر: بشیر حسین

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

اچھی بات

- بہت سے لوگ جنہیں ہم اچھا سمجھتے ہیں وہ اچھے نہیں ہوتے اور بہت سے لوگ جنہیں ہم برا سمجھتے ہیں وہ برے نہیں ہوتے۔
- بعض اوقات جو ہم آنکھوں دیکھتے ہیں وہ بات بھی سچی نہیں ہوتی' ہر بات ہر الزام لگانے سے پہلے خوب تحقیق کرلیں اور کبھی کسی کی بات مان کر کسی کو دکھ نہ دیں۔

پاکیزہ ایمان..... کہروڑ پکا

رکوع اور جدید سائنس

رکوع کے متعلق سر جینز کا کہنا ہے کہ رکوع سے کمر کے درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم ہوگیا ہو' بہت جلد صحت یاب ہوجاتے ہیں۔

رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف خون کے بہاؤ کی وجہ سے دماغ و نگاہ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

عظمیٰ ایوب..... عارف والا

افسانچہ

تُو جو زندگی میں آیا' میری زندگی میں سکون' رونق اور جینے کا مزہ آ گیا۔ تُو نے مجھے دنیا کی اونچ نیچ سمجھائی جب میں تنہا تھی۔

تُو نے مجھے اپنی آغوش میں چھپایا جیسے رات کے آغوش میں ستارے جیسے پھول کی آغوش میں خوشبو۔

جب تُو میرے پاس ہوتا ہے میری دنیا مکمل ہو جاتی ہے مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

کبھی آخرت کے بارے میں معلومات' کبھی بیوٹی ٹپس' کبھی پیغام' کبھی کام کی باتیں بتاتے ہو' کبھی ہنساتے ہو۔

صرف اتنا کہنا ہے

تیرے دم سے میری زندگی حسین تر ہے

اے میرے پیارے آنچل!

فرحت اشرف گھمن...... سید والا

چہرے کا نقاب واجب یا مستحب؟

ہم لوگ اکثر بحث کرتے ہیں کہ نقاب واجب ہے یا مستحب؟ لیکن میں سوچتی ہوں کہ کل کو قیامت کے روز جب ہم ایک ایک نیکی کی تلاش میں ہوں گے تب ہم شاید رو رو کر کہیں گے کہ آخر کیا فرق پڑتا تھا کہ حجاب واجب تھا یا مستحب۔ یہ تھا تو ایک نیک عمل اور ثواب تو ہم نے کیوں نہیں کیا؟ میں نہیں جانتی حجاب واجب ہے یا مستحب۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ یہ نیکی ہے' اسے کریں اور ضرور کریں اور اسے پھیلائیں۔

ایک بات اور آپ حجاب کے جس بھی درجے پر ہوں صرف اسکارف لیں یا عبایا بھی استعمال کریں یا ساتھ میں نقاب بھی کریں جو بھی کریں اس پر قائم ہو جائیں۔ اس سے نیچے نہ جائیں اور پھر اس کے لیے لڑنا پڑے تو لڑیں' مرنا پڑے تو مریں مگر اس سے سمجھوتا کبھی نہ کریں مجھے نہیں معلوم نقاب واجب ہے یا مستحب۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر مجھے بھی پسند ہونا چاہیے۔

جنت کے پتے' نمرہ احمد

مریم اشرف...... ماڑی بھنڈراں

رات کے وقت سورج

یورپ کے ملک ناروے کے انتہائی شمالی علاقے میں 13 مئی اور 12 جولائی کے درمیان سورج غروب نہیں ہوتا چنانچہ یہاں آدھی رات کو بھی سورج دیکھا جا سکتا ہے۔

میرا اشتیاق ملک...... اسلام آباد

تبسم

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جمائی شیطان کی طرف سے اور چھینک رحمٰن کی طرف سے۔"

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

کاش

کاش مل جائیں مجھے بھی کہیں لوگ ایسے

جو نہ اپنوں کا نہ غیروں کا بُرا سوچتے ہیں

میری اس شہر میں تہذیب رہائش ہے جہاں

لوگ سجدے میں بھی اوروں کا بُرا سوچتے ہیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ابتدا ہے اس رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے جو خالق ارض وسماں ہے۔ اپریل کا شمارہ سال گرہ نمبر پیش خدمت ہے۔ آپ کی تجاویز وآراء کو سامنے رکھتے ہوئے اس شمارہ کو آپ کی کاوشوں سے آراستہ کیا ہے۔ امید ہے مارچ کے شمارے کی طرح یہ شمارہ بھی آپ کے ادبی ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ ہماری جانب سے آپ سب کو آنچل کی سال گرہ مبارک ہو۔ اپنی تعریف وتنقید سے یونہی آنچل کو سجاتے رہیں۔ آیئے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب:۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس ..... مانسہرہ

سال گرہ آنچل

بارش کی رم جھم
قطرہ قطرہ.......
بوند بوند.......
سورج کی چمکتی کرنیں
چاند کی بکھیرتی روشنی
ستاروں کی دلکشی اور.......
زبان سے ادا کیے گئے محبت کے جملے
کہہ رہے ہیں
دل کی گہرائیوں سے اور بے پناہ محبتوں سے
آنچل کو سال گرہ مبارک ہو

آنچل کے (۳۷) سال مکمل ہونے پر بہت بہت مبارک باد۔ آنچل کی ساری ٹیم قابل ستائش ہے کیونکہ آنچل کی سب سے بڑی خوبی جو اسے سب میں نمایاں کرتی ہے وہ اس کا بروقت مارکیٹ میں آجانا ہے۔ یہ اسٹاف کی انتھک محنت اور لگن ہے کہ حالات بگڑ بھی جائیں تو آنچل کی اشاعت پر کم ہی اثر پڑتا ہے۔ آنچل کے لیے کچھ لکھنا چاہتی ہوں لیکن سوچ رہی ہوں کیا لکھیں آنچل کی تعریف کے لیے الفاظ کم پڑ رہے ہیں۔ کن لفظوں میں اسے سراہیں کیونکہ آنچل ہماری توقعات سے بڑھ کر ترقی کی منازل طے کررہا ہے۔ آنچل کے ذریعے پیاری پیاری رائٹرز کی اچھی اچھی کہانیاں پڑھنے کو ملیں' کچھ رائٹرز پیا دیس سدھار گئیں اور کچھ خالق حقیقی سے جاملیں۔ آنچل میں شائع ہونے والی تمام کہانیاں ہی سبق آموز ہوتی ہیں اور کچھ تحریریں انسان کے دل پر یوں نقوش ہوجاتی ہیں کہ انسان ان کی رہنمائی میں آگہی کے باب طے کرتا چلا جاتا ہے۔ آنچل کی نمایاں کامیابی کا سہرا آنچل اسٹاف کو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو اسی طرح مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور آنچل اسی کروفر اور خوب صورتی سے ادب کی دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پہنچے آمین۔

ہے دعا سدا چمکے تیرے مقدر کا ستارا
خدا کرے تیرے عروج کو زوال نہ آئے

آنچل اسٹاف اور قارئین کے لیے بہت سارا پیار اور ڈھیر ساری دعائیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر گل! آنچل کی تعریف پر مبنی آپ کے گرانقدر الفاظ وجذبات ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہیں رب ذوالجلال آپ کو جزائے خیر اعطا فرمائے آمین۔

عائشہ حسین..... قلعہ دیدار سنگھ۔ السلام علیکم! کمال ہے کوئی اتنا بھی عقل کا اندھا ہوسکتا ہے جتنی انا ہے

ناگن شہوار سیانی ہوگئی ہے اچھا لگا (کیا خیال ہے؟) "موم کی محبت" نو کمنٹس۔ "آپ اپنے دام میں" کافی افسانوی ناولٹ تھا خیر افسانوں کی دنیا میں...... آگے آپ خود سمجھ لیں۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل جی بتایئے گا مجھے دیکھ تو نہیں لیا آپ نے جو رائیل کا کردار لکھا؟ (ہاہاہا)۔ "محبت ایسا نغمہ ہے" اس پر تبصرہ اگلے ماہ کے لیے ادھار رکھیے۔ "تمنائے دل" نائس اسٹوری عافین کا مطلب کیا ہے؟ کوئی بتادے۔ "خدا عشق عبادت" میں عباس علی شاہ عام مردوں سے زیادہ حساس لگا مگر اچھا لگا۔ اُف عمار کو بھی تو ٹھکانے لگا ئیں پیا! "سوچے کا پھول" اچھی کاوش ہے اور "ہیں کواکب کچھ" ثمینہ اسکول میں ہی بیٹھ کر لکھا تھا آپ نے افسانہ بہت مزے کا تھا۔ عائشہ کے اشعار زبردست تھے۔ ماریہ سحر نے بھی اچھا شعر منتخب کیا۔ یادگار لمحے میں عائشہ نور کے "آج کل" بالکل سچ لگے۔ بچہ پکی ہو عائشہ نور یا نام کا اثر ہے اور حمیرا ملک سیانی ہو جائیں مفروضوں کے سہارے عمر نہیں کٹتی۔ یہ ہوا تو وہ ہوگا...... وغیرہ وغیرہ۔ خیر اچھا لگا۔ "بس جو تم" تبصرے بھی تمام پڑھے مگر جو سب سے زبردست ہے وہ تو اب چھپے گا (ہی ہی ہی) اب آپ مجھے ٹھینگا مت دکھایئے گا بڑی امیدیں وابستہ ہیں او کے اللہ حافظ۔

☆ڈیئر عائشہ! شگفتہ و دلچسپ انداز میں لکھا آپ کا تبصرہ پسند آیا۔

نورین شفیع ...... ملتان۔ السلام علیکم شہلا آپی اینڈ ڈیئر پیاری پیاری کزنو! کیسی ہو سب؟ اللہ کرے ٹھیک اور خوش باش ہوں آمین۔ میں بھی اللہ کے کرم سے بالکل ٹھیک ہوں تقریباً سال بعد انٹری دے رہی ہوں وجہ 5 جنوری 2014ء کو شادی ہوئی شادی کے بعد مصروفیات بڑھ گئیں ذمہ داریاں سر پر پڑ گئیں مگر آنچل کو پھر بھی کہیں چھوڑ۔ پہلے جو آنچل ایک دو دن میں چٹ ہو جاتا تھا وہ ہفتے بھر میں ختم ہونے لگا پھر 12 ستمبر کو پیارے سے شہزادے کی مما بن گئی پھر اور مصروفیت۔ بیٹے کا نام ازعان ہے میرا بیٹا بہت سمجھدار ہے میرے سوا کسی کے پاس چپ ہوتا ہی نہیں۔ میری ساس کہتی ہیں جاؤ بیٹے کو پکڑ کر بیٹھ جاؤ چلو جی کمرے میں بیٹے کو گود میں لیا رسالہ ہاتھ میں لیا اور کام شروع اب وہی آنچل دو تین دن میں ختم ہو ہی جاتا ہے۔ سب سے پہلے "کروں سجدہ ایک خدا کو" سیدہ غزل آپی اتنا پیارا لکھا دل کیا کاش آپ میرے پاس ہوتیں آپ کے ہاتھ چوم لیتی مجھے اس کہانی کے ڈائیلاگ بہت پیارے لگے خصوصاً اس وقت جب اذان پیدا ہوتا ہے جب دانیال اپنے بیٹے کو کہتا ہے میں نے تمہارا نام اذان رکھا ہے اس کے بعد کی ساری لائنیں اتنی پیاری لگیں کہ حد نہیں۔ اللہ آپ کو اور زیادہ علم عطا فرمائے آمین اور مریم آپی! آپ نے اتنا زبردست ناول لکھا کبھی بھولنے والا نہیں۔ دل کیا آپ کو گلے لگاؤں چٹاچٹ منہ چوم لوں مگر ہائے افسوس حسرت ہی رہی۔ تصور میں سب کر لیا یہ کیا آپ نے کہا کہ میرے کیریئر کا اختتام ہے اس جملے کے بعد دل ڈوب گیا پلیز ہمارے ساتھ اتنا ظلم نہ کریں آپ اتنا اچھا لکھتی ہیں پلیز پلیز ایسا نہ کریں۔ میری دعا ہے اللہ آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں سکھ اور سکون دے۔ سمیرا آپی پلیز کہانی کو تیزی سے آگے بڑھائیں جب یہ کہانی شروع ہوئی تھی میری شادی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اب شادی بھی ہوگئی ہے ایک بیٹا بھی ہو گیا ہے کہانی وہیں گھوم رہی ہے پلیز شہوار اور انا کے ساتھ خصوصاً رابعہ کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے۔ بس اب وِنید اور انا کی بھی شادی کروا دیں رابعہ اور عباس کو ایک کر کے تابندہ بوا کے راز کھول دیں مزید صبر نہیں ہوتا۔ پلیز عفت آپی! کہاں گم ہیں آجائیں میں آپ کو یاد کر رہی ہوں جلدی سے کوئی اچھا سا ناول لکھیں۔ باقی سب کو سلام اور دعا میں اللہ حافظ۔

☆ڈیئر نورین! شادی اور شہزادے کی ماں کا اعزاز پانے کے لیے ڈھیر ساری مبارک باد سدا خوش اور سہاگن رہو آمین۔

ارم کمال ...... فیصل آباد۔ پیاری شہلا جی سدا خوشیوں کے ہنڈولوں میں جھولا جھولیں آمین۔ آنچل کے تمام اسٹاف کو درجہ بدرجہ سلام۔ ہر مہینے آنچل کے آنے سے پہلے اتنی خوشی ہوتی ہے گویا قارون کا خزانہ ملنے والا ہو جیسے ہی مارچ کا شمارہ ملا رگ و پے میں سکون کی لہریں سرایت کر گئیں۔ ماڈل کا نیچرل انداز دل کو بھا رہا تھا۔ در جواب آں میں مجھے غائب کر کے اچھا نہیں کیا خیر کوئی بات نہیں۔ دانش کدہ ہم انسانوں کے لیے جراثیم کش دوا کا کام کرتا ہے۔ ہمارا آنچل میں طوبیٰ صدیقی کی معصوم باتیں مزا دے گئیں ماریہ چوہدری نے بھی متاثر کیا۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" میں شرمین تم عارض کو بری یاد سمجھ کے بھلا دو اور یولی کو اپنی ہمراہی بخش دو زیبا اور صفدر کے فاصلے اب بچہ ہی مٹائے گا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں جہاں مصطفیٰ اور شہوار کی طرف سے دل شاد ہوا وہیں پر ان کی فکر سے رات بھر نیند نہیں آئی۔ "محبت ایسا نغمہ ہے" اقراء صغیر احمد کی بے مثال تحریر بھی بقیہ حصے کا انتظار شروع کر دیا ہے۔ "آپ اپنے دام میں" احتشام نے زبردست ڈرامہ کر کے بازی مار لی ویسے بھی محبت اور جنگ میں سب چلتا ہے۔ "شب گزیدہ سحر" نے دل لہولہو کر دیا۔ "چمن خسرو کا" فرہاد نے اپنی طرف سے محبت کی بے مثال قربانی دی لیکن وہ حقیقت میں شیریں کے دل کی بربادی بن گئی۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" اچھائی اور برائی کی جنگ جو رائیل لڑنے چلی ہے دیکھیں

کون جیتتا ہے؟'' ''ہیں کواکب کچھ'' نے مزاح کے عنصر کے ساتھ ساتھ نام نہاد اونچے اسٹینڈرڈ والے اسکولوں کا پول کھول دیا۔ ''نقرئی پیالہ'' بیوی کے پیار کی آخری نشانی بھی ظالم زمانے نے چھین لی۔ بیاض دل میں ام حسنٰ' فشاء یوسف' عائشہ صدیقہ اور عترہ یونس چوہدری کے اشعار اے ون رہے۔ ڈش مقابلہ میں ساری ترکیبیں پڑھ کر منہ میں پانی آ گیا مگر بنا ایک بھی نہ سکی کیونکہ گیس کی لوڈشیڈنگ سے معمول کی ہنڈیا پکانا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ نیرنگ خیال میں ماریہ کنول ماہی' فریدہ جاوید فری' نیئر رضوی' نورین لطیف اور سیدہ فرزین حبیب کی غزلیں نظروں سے ہوتی ہوئی دل میں سما گئیں۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے مزے کے پیغامات پڑھ کر دل خوش ہوا۔ شیزا بلوچ آپ کے سلام کا بہت بہت شکریہ۔ یادگار لمحے میں عائشہ پرویز' روبی علی' رابعہ چوہدری اور عالیہ مریم نواز کے مراسلات حاصل مطالعہ ٹھہرے۔ آئینہ میں سب کے کھٹے میٹھے تبصرے پڑھے۔ شبانہ امین راجپوت کا تبصرہ پہلے نمبر پر رہا' شبینہ مغل آپ کو میرے مراسلات اور پروین افضل شاہین آپ کو میرے اشعار پسند آئے' جزاک اللہ۔ ہم سے پوچھیے میں جاذبہ ضیافت عباسی' سحرش بٹ' خدیجہ نور اور پروین افضل شاہین کے سوالات نے سماں باندھ دیا۔ کام کی باتیں بہت ہی مفید اور کارآمد ہیں' کافی ساری معلومات ان سے ملی' الغرض مارچ کا شمارہ چودھویں کے چاند کی مانند اپنی کرنوں سے ہمارے قلب کو منور کر گیا' اچھا جی رب راکھا۔

ثمینہ بٹ...... لاہور۔ شہلا جی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! سب سے پہلے تو آپ کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ آپ نے میری تحریر ''ہیں کواکب کچھ'' کو مارچ کے شمارے میں جگہ دی بہت شکریہ۔ یقین مانئے ڈھیروں ڈھیر خون بڑھ گیا میرا ایک خواب جو پورا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ مارچ کا شمارہ حسب معمول بہترین اور شاندار رہا 21 فروری کو ملا اور اپنے ساتھ میرے لیے بہت اچھی خبر لایا' یعنی میری کہانی بھی شائع ہوئی خوشی تو ہونی ہی تھا' جزاک اللہ۔ افسانے سب ہی اعلیٰ تھے مگر سب سے اچھا صباجاوید کا ''شب گزیدہ سحر'' رہا بہت خوب صورت حساس اور دل کو چھوتی ہوئی کہانی۔ سیدہ بریجیس رباب کا ''موتیے کا پھول'' بہت اچھی کاوش تھی نوعمر لڑکیوں کے لیے بہت سبق آموز تحریر۔ سحرش فاطمہ کی ''ہمدردی وبال جان'' ہلکی پھلکی کہانی مگر اپنے اندر بہت گہرا سبق لیے ہوئے تھی۔ واقعی سب دکھائی جانے والی چیزیں حقیقت پر مبنی نہیں ہوتیں۔ کچھ تو ایسا ہوتا ہے جس کی پردہ داری ضروری ہو جاتی ہے۔ شمشاد اختر کا ''نقرئی پیالہ'' غریب کے خواب اور ادھوری خواہشوں کی تلخ اور سچی تصویر جو دل دکھا گئی۔ تمثیلہ زاہد کا ''اپنا گھر'' واقعی عورت کو اینٹ پتھر گارے سے بنے مکان کو گھر بناتے بناتے واقعوں تلے پسینہ آ جاتا ہے مگر وقت آخر تک اسے یقین ہی نہیں ہو پاتا کہ یہ گھر اس کا ہے بھی کہ نہیں' ویری ویل ڈن تمثیلہ! جزاک اللہ۔ کوثر ناز کی ''کئی گرہیں'' اچھی کاوش تھی۔ دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا۔ ''محبت دل کا سجدہ'' سباس گل کا ناولٹ اعلیٰ' سپر' بہترین۔ سباس گل ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لکھ رہی ہیں' جزاک اللہ۔ سلمیٰ غزل کی ''آپ اپنے دام میں'' ویری ویل ڈن' ماشاء اللہ بہت خوب۔ باقی تمام رائٹرز نے بھی بہت اچھا لکھا' اللہ رب العزت سب کے قلم کو اور زیادہ روانی عطا فرمائے اور زیادہ خوب صورتی اور طاقت بخشے آمین ثم آمین۔ فی امان اللہ۔

☆ ثمینہ اب آپ کو اور بہت سخت محنت کے ساتھ لکھنے کی کوشش کرنی ہوگی آپ اپنا افسانہ پڑھنے جو آپ نے لکھا اور جو چھپا اس میں دیکھیں مدیرہ نے کہاں کہاں کیا تبدیلی اور کس انداز میں کی ہے۔

سامعہ ملک پرویز...... خان پور' ہزارہ۔ قابل لائق تحسین آنچل اسٹاف قابل عزت قارئین کرام اور مائی آل پاکستان السلام علیکم! آتے ہیں آنچل پر چمک کرتے چمکتے دمکتے مستقل اور سلسلہ وار ستاروں کی جانب تو جناب سب سے پہلے حمد و نعت اور دانش کدہ سے فیض یاب ہوئے پھر سلسلہ وار ناول کی جانب بڑھے' سمیرا آپی پلیز اب شہوار کے تجسس اور ہمارے صبر کو اور مت آزمائیں۔ ''موم کی محبت'' میں شرمین کا کردار محبت کے معاملے میں ہار ہارنا کامی اُف دل توڑ کے رکھ دیا۔ سباس گل اور اقراء صغیر کے ناول ابھی زیر مطالعہ نہیں آئے ان پر تبصرہ بعد میں ہوگا۔ نادیہ فاطمہ رضوی اور ہما علی کے ناول بھی اچھے رہے اس بار افسانوں کی بھرمار رہی' سب کے سب سبق آموز اور دلچسپی کے بے شمار عناصر بدرجہ اتم موجود تھے اور افسانہ رائٹرز کے نام دیکھتے ہوئے میں سوچ رہی ہوں' کاش میں بھی لکھ سکوں آہ...... ہزاروں خواہشیں ایسی (ہاہا)۔ مستقل سلسلوں میں بیاض دل میں ام حسنٰ' فیہ جٹ' علیزے ارشد' مدیحہ نورین نورین لطیف کے اشعار دل کو بھا گئے۔ نیرنگ خیال میں عمران فائق' ماریہ کنول ماہی' چندا چوہدری' سمیرا غزل صدیقی' حمیرا قریشی' حمیرا نوشین' نیئر رضوی' فصیحہ آصف خان' خالد ایاز' شمع مسکان اور سیدہ فرزین کا کلام زبردست رہا۔ یادگار لمحے میں سب کے مراسلات بہت اچھے تھے۔ اسلامی ذخیرہ معلومات نے معلومات کا نیا اور انوکھا جہاں وا کیا۔ خدیجۃ الکبریٰ کے ٹوٹکے پسند آئے لیکن مجھے خدیجہ ہی چاہیے اس پر آزماؤں گی۔ آئینہ میں سب کے تبصرے جاندار تھے شبانہ امین

اور ارم کمال کے تفصیلی تبصرے اچھے لگے۔ ارم کمال آپ نے میرے مراسلات پسند کیے از حد شکریہ ٹی ڈیئر۔ سمیرا اشتاق ملک آ فنر آ لونگ ٹائم انٹری ماری کہاں تھیں آپ؟ اچھا لگا آپ کا آنا' کھٹے میٹھے سوال و جواب کا سلسلہ بھی اپنی مثال آپ رہا۔ حنا احمد کام کی باتوں کے سنگ حاضر تھیں کافی اچھی اور مفید معلومات دینے کا شکریہ۔ اب مجھے اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ جہاں رہیں خوش رہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی عظیم سعادت سے سرفراز فرمائے آمین اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ساحرہ! آپ کا جامع تبصرہ پسند آیا۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! آنچل مجھے 23 کو مل گیا تھا ٹائٹل بس سو سو تھا سب سے پہلے ہم نے آ نئی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنی اتنی زیادہ کہانیاں دیکھ کر ہم تو بے حد خوش ہو گئے تھے سب سے پہلے حمد و نعت سے مستفید ہوئے پھر دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل بہت اچھی اچھی باتیں بتا رہے تھے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کر بہت اچھا لگا' نازیہ کنول جی کی آخری پیش بہت اچھی لگی۔ سلسلے وار ناولز کی طرف بڑھے تو راحت وفا نے روک لیا۔ صفدر کتنا پتھر دل ہے اور زیبا کتنی صابر ہے' ایسے لگتا ہے جیسے صفدر نے آنکھیں اور کان بند کیے ہوئے ہیں' بوبی کا پاگل پن دیکھ کر تو ایسا ہی لگتا ہے کہ وہ شرمین کو خوش رکھے گا۔ شرمین کو چاہیے بوبی کو اپنا لے (اور صبیح احمد کی اسٹوری کا دی اینڈ کردیں) عارض کو سزا ملنی چاہیے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' شہوار اور مصطفیٰ میں سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے بہت اچھا لگا اسٹوری پڑھ کر ولید نے اچھا کیا ہے انا کو چھوڑ کے تنگ ہی نہیں ہے کوئی بات لیکن یہ کیا کاشف نے انا کو اغوا کر لیا ہے یہ نہ ہو کہ کاشف انا کو کوئی نقصان پہنچائے۔ ہاں ایسا نقصان ضرور پہنچائے جس سے انا ولید کو ٹھیک سمجھ سکے۔ ناولٹ' مکمل ناول' افسانے سب بے حد زبردست تھے میرے پاس الفاظ نہیں اس دفعہ کا آنچل اتنی زیادہ کہانیاں سے بھرا پڑا ہے بہت مزا آیا سب بہنوں نے لاجواب لکھا ہے۔ بیاض دل میں نشاء یوسف' ثمن گیلانی' ایمن صدیقی' فرحان علی' عائشہ صدیقہ' عشرہ یونس' شگفتہ خان' عائشہ نور عاشا' مدیحہ نورین۔ ڈش مقابلہ میں عریشہ رائس بہت اچھے لگے بیوٹی گائیڈ میں فائزہ اسلم آپ نے بہت اچھا لکھا۔ نیرنگ خیال میں عمران فائق' ماریہ کنول' حمیرا نوشین' شمع مسکان' نورین لطیف' سیدہ فرزین حبیب' چندا چوہدری' عنایت اللہ عنایت' آپ سب نے بہت اچھا لکھا۔ بلکہ پورے کا پورا نیرنگ خیال بہت زبردست (لیکن میں شامل نہیں تھی) افسوس۔ یادگار لمحے میں مجا امین ساجد' عائشہ نور عاشا' جازبہ ضیافت' عائشہ پرویز' روبی علی' عالمہ مریم نواز سب نے اچھا لکھا لیکن خدیجۃ الکبریٰ قسم سے آپ نے تو قہقہے لگانے پر مجبور کر دیا۔ آئینہ میں جھانکا تو ہمیں شبانہ امین راجپوت' ارم کمال' شمیمہ' مشغل عشرہ یونس' اقرا ملیاقت' لائبہ مہر' مونا شاہ قریشی ان سب کا تبصرہ بہت پسند آیا۔ کام کی باتیں میں ماہ رخ بتول بڑی کام کی باتیں بتائیں آپ نے آنچل کے درمیان میں شیریں گل (ثمن) آپ کا ہی تعارف تھا بہت زبردست تھا آپ کی ساری عادتیں میرے ساتھ میچ ہیں آپ کی طرح میٹھا میں بھی بہت کھاتی ہوں آخر میں آنچل کی سالگرہ سب کو بہت بہت مبارک ہو میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اللہ حافظ۔

☆ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ السلام علیکم! خیریت موجود آنچل کو سالگرہ مبارک ہو آنچل کا سرورق ہمیشہ جاذب نظر ہی ہوتا ہے' ناولز اور افسانوں میں'' آپ اپنے دام میں' اپنا گھر' محبت دل کا سجدہ' محبت ایسا نغمہ ہے' تمنائے دل' شب گزیدہ سحر' کئی گرہیں' حرف زندگی'' پسند آئے۔ سیدہ جیا عباس' حمیرا نوشین' مدیحہ نورین مہک کے اشعار' فریدہ جاوید فری' فصیحہ آصف خان' شمع مسکان کی غزلیں۔ فائزہ بھٹی' شمزا بلوچ' شازیہ فاروق کے پیغامات' ارم کمال' رشک وفا' فریحہ شبیر کے سوالات پسند آئے۔ شازیہ فاروق آپ کو ہر سلسلے میں دیکھتی ہوں تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ ایم ایس آپ کو میرے سوالات پسند آئے ہیں' بہت شکریہ۔ ارم کمال! کیا آپ کے میاں بھی میرے میاں جیسے جل ککڑ تو نہیں ہیں نا؟ شازیہ فاروق! یہ اچانک چپکے سے نکاح بھی کر لیا' واہ جی واہ ڈھیروں مبارک باد قبول فرمائیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ بینا عالیہ! آپ کی امی کی وفات کا پڑھ کر بہت ہی دکھ ہوا ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو جنت میں جگہ دے اور آپ کو لواحقین کو صبر جمیل آمین۔

☆ بری بات اگر میاں جی نے پڑھ لیا تو......

کے ایم نور المثال...... کھڈیاں خاص۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے دل جان کو معطر کرتے ہوئے دانش کدہ پر پہنچے وہاں سے علم و ہدایت کے موتی چن کر سیدھے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھا معلوم ہوا شہوار کی ذات ابھی بری الذمہ نہیں ہوئی۔ ''مہر کی محبت'' اچھی نہیں لگی لیکن ہمیں تو ایسی بری بھی نہیں لگتی (ہاہا)۔ چلو کوئی بات نہیں ہم بھی کبھی آنچل کے درخشاں ستارے ثابت ہوں گے (ہاہا)۔ ''تمنائے دل'' بھی اچھی تحریر تھی لیکن سبق آموز نہیں لگی۔ ''خدا عشق عبادت'' لفظ لفظ موتی خوب صورت لفظوں کی مالا بنی

ہوئی بہت ہی اچھی تحریر تھی۔ کبھی ہمیں بھی ایسا لکھنا آ جائے۔ ”کچی گرہیں“ کوثر ناز خوش آمدید۔ ”محبت ایسا نغمہ ہے“ اگلی قسط آ ئندہ ماہ دیکھ کر حلق سے لے کر معدہ تک کڑوا ہو گیا۔ ”شب گزیدہ سحر“ پڑھ کر پلکیں واقعی ہی نم ہو گئیں۔ ”تقریب پیالہ“ موضوع منفرد لگا ”محبت دل کا سجدہ“ سباس جی! اتنا ڈرا اس ہی کافی ہے۔ یادگار لمحے بہت خوب صورت لگے کیونکہ اس میں ہم شامل تھے اچھا جی رب راکھا۔

مہوش فاطمہ...... جہلم۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گے مارچ کے شمارے میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی جلدی سے اپنی دوست سحرش غزل کو بتایا۔ ہم سے پوچھئے میں شمائلہ کاشف کے چٹ پٹے سوال جواب پڑھ کے بڑا مزا آتا ہے اس دفعہ تو میری بہن کا نام بھی (سحرش بٹ) آیا ہوا تھا وہ بھی بہت خوش ہوئی اپنے سوالوں کے جواب ملنے پر۔ سلسلے وار ناول کی بات کی جائے تو سمیرا جی آپ زیادہ لکھا کریں لگتا ہے آپ کھیل کھیل رہی ہیں۔ راحت آپی اگر زیبا کا مجرم عارض ہے تو اسے اس کے دوست کی نظروں میں گراتی ہیں یا نہیں پتا نہیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر مہوش فاطمہ! خوش آمدید۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! آپ اور آنچل کی پوری ٹیم اور رائٹرز ریڈرز سب کو میری طرف سے آنچل کی سال گرہ بہت بہت مبارک ہو۔ چلیں اب اسی خوشی میں کیک کھلائیں ہاہاہا۔ اب آتی ہوں تبصرہ کی طرف مارچ کا شمارہ اس بار اخبار والے کو غصے میں کہا تو جلدی مل گیا۔ گرمیوں کی آمد آمد ہے برائے مہربانی ٹائٹل پر چمکیلے بھڑکیلے کپڑے اور زیورات نہ ہوں کیونکہ گرمی کا احساس بڑھنے لگے گا۔ سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں اس کے بعد حمد و نعت اور شیطان کی حقیقتوں سے فیض یاب ہوئے پھر چھلانگ لگائی ”موم کی محبت“ راحت جی کسی گریٹ ہو کہانی سپر سے بھی اوپر جا رہی ہے لیکن شرمین کو بولی سے ہی ملا دیں کیونکہ عارض زہر لگتا ہے میرا دل کرتا ہے بوری میں ڈال دوں اور زیبا صفدر کو زیادہ نہیں لڑوائیں مجھے رونا آتا ہے جی۔ اس کے بعد سباس گل کی کہانی ”محبت دل کا سجدہ ہے“ بہت بہت زیادہ ہی اچھی لگی۔ اس میں ایک سبق بھی چھپا نظر آیا جیتی رہو بہن ایسا لکھتی رہو (مجھے اپنی شاگردی میں لے لو (ہاہاہا)۔ پھر ”ٹوٹا ہوا تارا“ پڑھا شکر ہے تابندہ آنٹی نے کال تو کی اپنی بچی کو ورنہ مجھے معذرت کے ساتھ پہلی بار تنقید کرنا پڑتا۔ مصطفی شہوار اپنی جگہ ایک دم پرفیکٹ جا رہے ہیں لیکن انا اور کاشفہ پر بہت غصہ آ رہا ہے مجھے بے چارہ ولید۔ نیرنگ خیال تو سب ہی اچھی لگی۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنے نام کچھ پیغامات ملے اچھا لگا۔ ہم سے پوچھئے اس دفعہ بھی اچھا تھا بہت مزہ آیا۔ بیاض اور یادگار لمحے آنچل کی جان ہیں آئینہ تو اس مہینے میں نے دیکھا ہی نہیں کیسی لگتی ہوں آج کل ہاہاہا۔ کام کی باتیں پڑھنے سے بہت ہی کام کی باتیں یاد آ جاتی ہیں اس لیے صفحہ جلدی سے پلٹ دیتی ہوں۔ بیوٹی گائیڈ میں کچھ بھی سمجھ نہیں آتا کیونکہ میں آل ریڈی بہت خوب صورت ہوں (بڑی ری خوش فہمی ہاہاہا)۔ ڈش مقابلہ اُف...... رس ملائی سے آگے کچھ دکھائی ہی نہیں دیا۔ تمام افسانے اور چاروں تعارف بہت اچھے تھے چلیں جی رسالہ ختم اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر عائشہ! اگر پرچہ میں صفحات کی کمی بیشی ہو تو آپ نے جس دکاندار یا ہاکر سے پرچہ لیا ہو ان سے پرچہ تبدیل کر لیا کریں۔

سعدیہ کنول...... ستیانہ۔ السلام علیکم! آپی امید ہے کہ آپ ایمان و صحت کی بہترین حالت میں ہوں گی اب آتے ہیں رسالے کی طرف۔ مجھے جس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ اپنا خط شائع دیکھ کر ہوئی مجھے یقین ہی نہیں آ رہا تھا بار بار پڑھا پھر یقین آیا۔ تعارف بھی سبھی اچھے لگے اور ناول میں ”تمنائے دل“ میں رامیہ کی کہانی پڑھ کر بہت دکھ ہوا کبھی کبھی خونی رشتے بھی کتنے ظالم ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ باقی رسالہ ابھی پڑھنا ہے اللہ حافظ۔

سدرہ کشف...... خیرپور، ٹامیوالی۔ آنچل ڈائجسٹ کو تمام پڑھنے والوں اس میں لکھ کر اس کی رونق بڑھانے والوں اور تمام اہل اسٹاف کو سدرہ کشف کا پیار بھرا سلام قبول ہو۔ پہلی مرتبہ آئینہ میں خود کو دیکھنے کی جسارت کر ہی ڈالی ہے آنچل میرا موسٹ فیورٹ ڈائجسٹ ہے آنچل کے تمام سلسلے ہی زبردست اور شاندار ہیں خاص طور پر سلسلے وار تو بہت ہی پسند ہیں۔ میری موسٹ فیورٹ رائٹرز نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور اور عشنا کوثر ہیں باقی رائٹرز بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ نازیہ آپی پلیز جلدی سے کوئی اچھا سا ناول لے کر منظر عام پر آئیں کیوں کہ آپ کے قلم سے نکلا ہر لفظ دل میں اتر جاتا ہے دعا ہے کہ آنچل اسی طرح ہر طرف اپنی خوش بو مہکاتا رہے اور اسی طرح چمکتا دمکتا رہے آمین۔

☆ سدرہ خوش آمدید۔

اروی مختار...... میاں چنوں۔ السلام علیکم! بات ہو جائے آنچل کی تو میں 10th کلاس سے آنچل کی خاموش

قاری ہوں اور آنچل میں لکھنے کی خواہش کافی عرصے سے دل کے کسی گوشے میں محفوظ تھی لیکن "مجھے ہے حکم اذاں" نے قلم اٹھانے پر مجبور کردیا ڈیل ڈن ام مریم جی! بہت زبردست تحریر تھی اور آنچل میں تمام اسٹوریز بہت اچھی ہوتی ہیں اللہ حافظ۔

☆ اروی خوش آمدید۔

شہزادی شاہانہ...... نواب شاہ، سندھ۔ السلام علیکم! شہلا جی کیسی ہیں آپ دعا اور امید ہے تمام اسٹاف، ریڈرز اور رائٹرز خوش وخرم ہوں گے پہلی بار شرکت کی وجہ سے کافی گھبراہٹ کا شکار ہوں۔ مارچ کا شمارہ 22 فروری کو مل گیا تھا، سرورق پسند آیا ساری تحریریں ہمیشہ کی طرح ہٹ تھیں مگر قلم اٹھانے پر مجبور "چمن خسرو کا" نے کیا۔ ہم شاعر لوگ اس طرح کی تحریر بہت ہی دل سے پڑھتے ہیں اور جی بھر کر روتے ہیں۔ زینب مغل جی آپ کو اتنا اچھا لکھنے پر بہت مبارک باد۔ اب آتے ہیں "خدا عشق عبادت" کی طرف بینا عالیہ جی یہ تو ہمیں اپنا ہی عکس نظر آیا۔ ہم بھی تو یونہی پاگل ہیں محبت میں رابی کی دیوانگی نے بہت جگہ اپنا آپ دکھایا اینڈ پسند نہیں آیا۔ عمار کے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا اگر مومنہ اسے مل جاتی۔ عباس اور رابعل تک کہانی سپر تھی اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

☆ شہزادی خوش آمدید۔

ثوبیہ بلال صبح...... ظاہر پیر۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اب آتے ہیں مارچ کے آنچل کی طرف سب سے پہلے اپنی نظم دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اس کے علاوہ آنچل کے تمام سلسلے شاندار رہے۔ سلسلے وار "ٹوٹا ہوا تارا" میں ابھی تک کہانی خاص آگے نہیں بڑھی۔ "موم کی محبت" شروع میں اچھی تھی زیبا کا تعلق عارض سے ہوگا۔ سیاس گل کا نام پڑھ کر اچھا لگا نوک تو پرانا ہے باہر سے آنے والی لڑکی مذہبی ہوتی ہے خیر آگے دیکھتے ہیں نیا رنگ کیا ہے ابھی باقی کہانیاں نہیں پڑھیں اور افسانے میں پڑھتی نہیں نظمیں اور شاعری اچھی تھی اور باقی سلسلے بھی عمدہ تھے۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ اجازت اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ثوبیہ! خوش آمدید۔

مدیحہ نورین مہک...... بورفالی۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں؟ امید ہے آپ اور تمام پڑھنے والے بھی ٹھیک ہوں گے اور آنچل ماشاء اللہ بہت بیسٹ جارہا ہے نازیہ آپی مجھے اپنی شاگردی میں لے لیں آپ بہت نائس لکھتی ہیں۔ شاہین برتھ ڈے مبارک ہو نزا کو ماسی اور امان عمیر سو بی تمہیں بھی دعاؤں میں یاد رکھے گا۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان۔ السلام علیکم! شہلا آپی سب سے پہلے میری طرف سے آپ کو تمام رائٹرز اور قاری بہنوں کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ بات ہوجائے آنچل کی تو اس بار بے انتہا انتظار کے بعد 28 کو ملا تو جلدی سے در جواب آں میں جھانکا ارے یہ کیا؟ قیصر آپا نے تو ہمیں جواب ہی نہیں دیا تو وہاں سے سیدھا یادگار لمحے کی طرف آئے یہ کیا یہاں پر بھی ہمیں شامل نہیں کیا۔ اچھا جی باقی جو بھی شامل تھی سب نے اچھا لکھا پھر وہاں سے اچھی اچھی باتوں سے فیض یاب ہوئے اور سیدھے "دوستوں کے پیغام" کی طرف آئے یہ کیا؟ ہمارا خط تو منظر سے بھی غائب تھا پھر بھی دوستوں کے پیغام پڑھے اور اچانک ہی چونک اٹھے شمزا بلوچ نے ہمیں بھی سلام بھیجا شکریہ شمزا خوش کردیا سلام کا جواب دیا اور فوراً آئینہ دیکھنے چلی آئی کہ شمزا نے جو خوشی دی ہے اس کی چمک ہمارے چہرے پر ہے یا نہیں مگر یہ کیا؟ ارے یہ تو ہم ہی تھے جو بڑے مان سے آئینے میں تھے آئینہ دیکھ کر وہاں موجود بھی سے ملاقات کی اور شمزا سے دعا لیتے ہوئے فوراً اپنے فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف آئے۔ مصطفیٰ بھائی اور شہوار کو خوش دیکھ کر ہماری خوشی دگنی ہوگئی۔ ایاز کی گرفتاری کا جشن منایا پھر اچانک ہی خبر ملی ہماری معصوم انا اس ظالم کاخیہ کی قید میں...... اونو پلیز سمیرا آپی! اسے جلدی ہی کاخیہ کی قید سے چھڑا لیں باقی سبھی سلسلے اچھے تھے لیکن مریم آپی اور نازی آپی کی کمی بہت محسوس ہوئی لیکن نازی آپی آپ نے بہنوں کی عدالت میں میرے سوال شامل نہیں کیے۔ اب پلیز اور انتظار نہ کروائیں اور جلدی سے اپنے نئے ناول کے ساتھ انٹری دیں۔ باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے آخر میں اپنے ڈیرہ والیوں سے یہ کہنا چاہوں گی کہ یار آپ بھی نیند سے جاگو اور آنچل میں جلدی سے انٹری دو اللہ حافظ۔

تنزیلہ افضل...... گاؤں بکنان والا۔ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ! میں ای میل کے ذریعے "کروں سجدہ ایک خدا کو" کی رائٹر کو منتخب کرنا چاہتی ہوں صرف یہی کہنا چاہوں گی کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ نازیہ کنول نازی کو اتنی زبردست تحریروں پر مبارک باد دینا چاہتی ہوں اور رائٹرز سے درخواست ہے کہ رومانس پڑھ رہا تھا ہو لارکس کیوں کہ آنچل کو ہر عمر کے لوگ پڑھتے ہیں۔

نازیہ کنول اگر آپ کچھ ناول بغداد اور ڈھاکا کی تاریخی پس منظر کو بھی سامنے رکھ کے لکھیں تو کیا ہی بات ہے۔ دعاؤں کے ساتھ اجازت دیں اللہ حافظ۔

ثناء...... صادق آباد۔ السلام علیکم! یوں تو کئی ماہ وسال گزر گئے آنچل کی ہمراہی میں مگر کبھی خط نہ لکھا اس لیے اب تک خاموش قاریوں کی فہرست میں شامل تھی اس بار چپ کا قفل توڑتے ہوئے کچھ لکھنے کی ٹھانی آنچل کا معیار بہت اچھا ہوتا جارہا ہے تمام سلسلے لاجواب ہیں۔ مارچ کا شمارہ 21 تاریخ کو ملا سرورق دلکش اور اچھا تھا' کہانیوں میں سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھی۔ سیچور انداز میں لکھی گئی یہ تحریر مجھے بہت پسند ہے باقی تحاریر بھی بہت اچھی ہوتی ہیں نازیہ جی کا ناول جلد منظر عام پر لائیں۔

☆ ڈیئر ثناء! خوش آمدید اب خاموش نارہیں گا۔

رضوانہ هاشم...... شجاع آباد۔ السلام علیکم! کیسی ہو شہلا آپی میری طرف سے پوری آنچل ٹیم کو آنچل کی سال گرہ مبارک ہو۔ مجھے آنچل بہت پسند ہے اس میں تمام خوبیاں موجود ہیں جو کسی اور رسالے میں نہیں ہیں اور آنچل کے تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتے ہیں۔ مجھے سمیرا آپی کا ناول بہت پسند ہے اُم مریم نے بہت زبردست ناول لکھا تھا' میری طرف سے آپ کو بہت مبارک ہو اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر رضوانہ! خوش آمدید۔

وثیقه زهره...... سمندری۔ السلام علیکم! آپی جی کیا حال چال ہیں؟ سب بہنوں کو پیار بھرا اسلام آنچل 27 تاریخ کو مل گیا سب سے پہلے بہنوں کی عدالت پڑھا' نازیہ کنول نازی کے جواب بہت خوب صورتی سے دیئے گئے تھے۔ نازی آپی آپ کا جواب دینے کا انداز بہت اچھا لگتا ہے "ٹوٹا ہوا تارا" شہوار اور مصطفیٰ کے درمیان اب کوئی نہ آئے تو اچھا ہے سمیرا آپی اب دریہ کو واپس بھیج دیں' بہت بُری لگتی ہے یانا نے کاشف کے ساتھ جا کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ "موم کی محبت" عارض پر بہت غصہ آتا ہے کم از کم شرمین سے بات تو کرلیتا' مسیح احمد سے ملنے کے بعد خود ہی فیصلہ کرلیا' آپی شرمین کی شادی بوبی سے کروادیں' محبت ایسا نغمہ ہے دوسرا حصہ پڑھنے کے بعد تبصرہ کریں گے۔ "تمنائے دل" اور "خدا عشق عبادت ہے" پسند آئے ناولٹ دونوں بیسٹ تھے۔ غزلیں نظمیں اور یادگار لمحے بہت اچھے لگتے ہیں ڈش مقابلہ رس ملائی پسند آئی کیونکہ مجھے میٹھا بہت پسند ہے۔

میزاب...... قصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں؟ میں آٹھ سال سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن کبھی آپ سب سے آدھی ملاقات نہیں کی۔ جی تو اب آتے ہیں اپنے پیارے آنچل کی طرف' ٹائٹل کیوٹ تھا اور اس کے بعد نازی آپی کی عدالت وہ بھی اچھی تھی نازی آپی تو تخت پر چڑھ کر بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ عام طور پر عدالت میں جواب دینے والا کٹہرے میں کھڑا ہوتا ہے پھر بھی اچھا لگا۔ "موم کی محبت" راحت وفا بھی اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ایک بات کہوں اس ناول کو جلد سے جلد ختم کردیں اور کوئی اور پیارا سا ناول لکھیں اور "ٹوٹا ہوا تارا" میرا فیورٹ ناول' سمیرا شریف طور بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ' تھینک یو آنچل کو یہ ناول دے کر اسے اتنا خاص بنانے کے لیے لیکن شہوار اور تابندہ کے ماضی سے جلد پردہ اٹھایئے۔ مکمل ناول تینوں اچھے تھے اور افسانوں میں "شب گزیدہ سحر" پڑھ کر بے اختیار رونا آگیا ایک ماں کی بے بسی دیکھ کر جی چاہتا ہے ایسے پیارے پھولوں کو نوچنے والوں کو اگر میرے بس میں ہو تو ایسی سزائیں دوں کہ وہ روز مریں اور روز جئیں۔ سیدہ ہریجس رباب کا "سوچے کا پھول" پڑھ کر بہت ہی اچھا لگا۔ خاص طور پر نوری کا فاطمہ کو سمجھانے کا انداز واقعی کسی کو اتنے اچھے انداز میں سمجھایا جائے تو بھٹک ہی نہیں سکتا لیکن اگر کوئی سمجھنا چاہے تو۔ باقی سارے افسانے بھی خوب صورت تھے۔ دوست کا پیغام ہر دفعہ پڑھنے بیٹھ جاتی ہوں کہ کوئی میرے نام بھی پیغام آیا ہے پھر خود ہی مسکرا دیتی ہوں کہ مجھے کس نے یاد کرنا ہے آئینے میں بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بول رہے تھے اچھا لگا۔ پاکستان کی خوش حالی اور امن کے لیے دعا کرتے رہیں اللہ تعالیٰ میرے وطن کو پرسکون اور پرامن بنائے آمین ثم آمین' فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر میزاب! خوش آمدید۔

اب اس دعا کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے رخصت کہ رب ذوالجلال ہم سب کو اپنی رحمتوں کے آنچل تلے رکھے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

نادیہ یسین......ساہیوال

س: کل کبوتر کے ذریعے آپ کا پیغام ملا کہ یاد فرمایا' ہم بھاگے بھاگے آئے' خیریت؟

ج: اچھا تو یہ زمین آپ کے بھاگنے سے ہل رہی تھی' میں سمجھی زلزلہ آ گیا۔

س: آپی کو اگر نائی پہن لے تو کیسا لگے گا؟

ج: کبھی اپنے ان کو پہنا کر دیکھ لو پتا چل جائے گا۔

س: ارے بہن میرے بیٹے کا کیا پوچھتی ہو بیوی کے اشاروں پر چلتا ہے ہاں داماد...... وہ تو بہت اچھا ہے' ساری تنخواہ میری بیٹی کے ہاتھ پر رکھتا ہے' کیا کہیں گی آپ؟

ج: ابھی یہ وقت بہت دور ہے' جب مجھ پر آئے گا تب بتاؤں گی' ابھی تو میں اشاروں پر چلانے والوں میں سے ہوں۔

س: شادی ایسا لڈو موتی چور کا جو کھائے پچھتائے جو نہ کھائے وہ بھی.... آپی نہ کھانے والے کا تو سمجھ میں آتا ہے پچھتانا' یہ کھانے والا کاہے کو پچھتائے؟

ج: اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے دوبارہ کھانے کے لیے۔

س: آپی شادی شدہ کنوارے کو اور کنوارہ شادی شدہ کو حسرت سے کیوں دیکھتا ہے؟

ج: دونوں ایک دوسرے کے لیے خوش قسمت ہوتے ہیں اس لیے۔

س: آپی خوش رہیں' مجھے بھی دعا دیں نا سنا ہے بزرگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

ج: آپ نے تو خود کو بزرگ کہہ دیا' اب میں کیا دعا دوں۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

س: ہر سال گرہ پر میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین جوکر بن کر ہی کیوں آتے ہیں؟

ج: جوکر تو وہ شروع سے ہیں' سال گرہ پر تو وہ انسان بننے کی کوشش کرتے ہوں گے۔

س: وہ مجھے بات بات پر آنکھیں دکھاتے ہیں' میں انہیں کیا دکھاؤں کہ ان کے ہوش گم ہو جائیں؟

ج: اپنی بچپن............کی تصویر بس پھر سارے ہی ہوش اڑ جانے ہیں۔

س: کہتے ہیں کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اگر کسی کو شوگر ہو تو یہ پھل کیسے کھائے؟

ج: یہ پھل شوگر والوں کے لیے ہی ہے۔

مدیحہ نورین مہک......برنالی

س: آداب آپی! کیسی ہیں؟

ج: ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت' حسین' اسمارٹ اور اور......بس کبھی غرور نہیں کیا اب تم جل مت جانا۔

س: دلہن کیوں نہیں دلہا کے گھر دلہا کو بیاہ کر جاتی؟

ج: کچھ شرم و حیا بھی ہوتی ہے لڑکی۔

س: گندم کی کٹائی کرتے ہوئے بیر کھائیں تو آپ یاد کیوں آتی ہیں؟

ج: گندم کی کٹائی یا آپ کی پٹائی ہوتے ہوئے سچ بتانا؟

س: آج کل آپ چپ چپ کیوں ہیں؟

ج: تم جو کائیں کائیں کیے جا رہی ہو۔

س: دلہا شادی پر لہنگا کیوں نہیں پہنتا؟

ج: تم انہیں اپنا لہنگا پہنا کے یہ شوق بھی پورا کر لینا۔

س: میں نے ایک مچھر بھیجا تھا آپ کی طرف آپ کو ملا؟

ج: ملا تھا آپ سے بچھڑ کر بہت اداس تھا۔

س: دل سچا ہوتا ہے یا دماغ؟

ج: میں اگر دماغ کہوں گی تو تمہیں برا تو نہیں لگے گا کیونکہ یہ تمہارے پاس تو ہے ہی نہیں۔

فضہ جت......132 جنوبی

س: شمی اپیا! کیا آپ مجھے بیٹھنے کے لیے نہیں کہیں گی؟
ج: جگہ کم ہے کھڑی رہو باری آنے پر بیٹھ جانا۔
س: کیسا لگا آپ کو میرا آنا؟
ج: کسی سرکاری چھٹی کی طرح جو چھٹی کے دن ہی ملے۔
س: اُف اللہ شمی جانو آپ تو......؟
ج: بہت پیاری ہوناں 'کبھی غرور نہیں کیا۔
س: اپیا اللہ آپ کو قلبی سکون عطا کرے اور میرے لیے بھی دعا۔
ج: اللہ آپ کو ایک اچھا سا دلہا عطا فرمائے آمین۔

لاریب عندلیب... خیر پور ٹامیوالی

س: ہمارا خیال ہے آپ کا اچھا حال ہے؟ ہماری کیا مجال ہے تیرا کیا خیال ہے محبت وبال ہے؟
ج: حال بھی اچھا ہے خیال بھی اچھا ہے آپ کی یہ مجال کہ یہاں قدم رکھا ہے۔
س: آپ کو ہمارا آنا کیسا لگا؟
ج: قابلِ برداشت۔
س: ارے آپ تو ناراض ہی ہوگئیں؟
ج: شکر تمہیں اندازہ تو ہوا۔
س: اچھا اس شعر کا جواب دیں پھر میں چلتی ہوں

نہ بھادوں ہے نہ اب ساون ہمارا
کسی کی یاد ہے مسکن ہمارا

ج: اس شعر کا جواب اتنا ہے کہ شعر و شاعری مت کرو۔

فرحت اشرف گمن......سیدوالا

س: کیسی میزبان ہو بیٹھنے کا بھی نہیں کہا؟
ج: کیسی مہمان ہو زبردستی گھس آئی ہو' جیسا مہمان ......
س: میرے فیانسی اتنے مغرور کیوں ہیں؟
ج: تمہارا جو ہے' مغرور تو ہوگا ورنہ بے چارے کو کوئی گھانس بھی نہیں ڈالتا تھا۔
س: میرے فیانسی نے مجھے کبھی گفٹ کیوں نہیں دیا؟
ج: پہلے ہی اس پر ادھار بہت ہے' مزید گفٹ دے کر تو دیوالیہ نکل جائے گا۔
س: بڑے منگنی کے بعد تو پردہ کروا دیتے ہیں فیانسی سے' شادی کے بعد کیوں نہیں کرواتے؟
ج: فیانسی سے میاں جی تک کا سفر وہ بے چارہ جل جل کر جو کاٹتا ہے۔

مشائم عازن... بستی چھ

س: شائمہ آپی ہم پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کررہے ہیں' کیسا لگ رہا ہے؟
ج: جو لگ رہا ہے وہ تمہیں بتا نہیں سکتے اب۔
س: سردیوں کے آنے سے پہلے گرمیوں کو کیوں جانا پڑتا ہے؟
ج: کیونکہ ان کو بھی سردیوں کی چھٹیاں چاہیے ہوتی ہیں۔
س: میرے بی اے کے پیپر ہیں کوئی اچھی سی دعا دیں؟
ج: اللہ آپ کو کامیابی کے ساتھ عقل بھی عطا کرے' سب بولو آمین۔
س: آپی! ہوں' ہوں.....ہوں......؟
ج: چلو ڈاکٹر سے جاکر انجکشن لگواؤ تاکہ تمہاری کھانسی ٹھیک ہوسکے۔
س: آپی میری پیاری سی بھانجی کو سالگرہ وش کردیں؟
ج: اللہ اسے ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے آمین۔

شیریں گل......گمن

س: پیاری شموآپی! آپ کو میٹھا میٹھا لگ رہا ہے نام سے مل کر؟
ج: ہاں اتنا میٹھا لگ رہا ہے کہ حلق تک کڑوا ہوگیا ہے۔
س: آپ کے خیال میں مجھے بڑا ہوکر پائلٹ نہیں بننا چاہیے کیا؟

ج: جی ہاں ضرور وہ بھی جس کے آگے گدھا لگا ہو۔
س: آج کل بہت اداس ہیں ان کے......
ج: آپ اپنے ان کے کا سوچیں دوسروں کے ان پر غور مت کریں۔
س: میری دوست مجھے ہر وقت رلاتی ہے میں کیا کروں آپی؟
ج: جھوٹ بولنا اور اس کی چیزیں کھانا چھوڑ دو۔
س: آپی یقیناً آپ کا دل چاہ رہا ہوگا مجھے روک لینے کو؟
ج: ایمان سے بالکل بھی نہیں بلکہ سوچ رہی ہوں کہ تم کتنے پیسے لوگی جانے کے۔
س: آپ کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لائی ہوں شوموآپی!
ج: کتنا مکھن لگاتی ہو لیکن پھر بھی مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔
س: آپ کس کو ووٹ کریں گی میل کو یا فی میل کو؟
ج: تم جیسے بیل کو خوش۔
س: آپی اجازت چاہتی ہوں دل تو نہیں چاہ رہا مگر......؟
ج: ضرور جاؤ میں نہیں روکوں گی لو یہ کرایہ بھی رکھ لو۔

کے ایم نور الشال......کھڈیاں خاص

س: آپی! لوگ کہتے ہیں تم کام کے وقت گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوتی ہو اب آپ ہی بتائیے بھلا گدھے کے سر پر بھی کوئی سینگ ہوتے ہیں؟
ج: ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تمہارے سر پر نظر بھی نہیں آ رہے۔
س: آپی کام کا نہ کاج کا بھلا اس محاورے کو لازمی ایجاد ہونا تھا؟
ج: اگر نہیں ہوتا تو آپ کی امی آپ کو دشمن اناج کا کیسے کہتیں۔
س: آپی کیا آپ بہت زیادہ تخی نہیں ہوگئی ہیں کہ مفت میں ہمیں شوہر اور ساس عنایت فرمادیں؟
ج: تمہیں سزا دینے کے لیے بھی تجویز مناسب تھی۔

شبانہ امین راجپوت......کوٹ رادھا کشن

س: آپی چار سو بیس کا کیا مطلب ہے؟
ج: جو کچھ تم کر کے اپنا مطلب نکالتی ہو اس کا وہی مطلب ہے۔
س: آپی میں نے سنا ہے آپ چھپکلی کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو جاتی ہیں؟
ج: نہیں تو...... دیکھ لو تمہیں دیکھ کر ویسے ہی بیٹھی ہوں۔
س: آپی! ایس کے کا کیا مطلب ہے؟
ج: مطلبی انسان بس اپنے مطلب کی ہی بات کرنا تم۔
س: آپی دو اور دو چار نو دو گیارہ اور ایک اور ایک بھی گیارہ بھلا یہ کیا؟
ج: اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی ہو جاؤ نو دو گیارہ۔
س: آپی جی آنچل کی سالگرہ کے موقع پر آپ آنچل فیملی کو کیا پیغام دے رہی ہیں؟
ج: سدا آنچل کے سائے تلے خوشیاں بانٹو۔

حرا قریشی......بلال کالونی ملتان

س: ڈیئر آپیا! بہترین تخلیق کا پیکر کب وجود میں آتا ہے؟
ج: ماں کی ممتا کا پیکر نور نظر کیونکہ بھی رب کی بہترین تخلیق ہے۔
س: ایک بات بتائیں یہ لڑکیاں بچھو کا کروچ اور چھپکلی جیسی مخلوق سے اتنا ڈرتی کیوں ہیں؟
ج: جو اپنے شوہر سے نہیں ڈرتی وہ سب ان سے ڈرتی ہیں۔

نجم انجم......کراچی

س: آپی اگر آپ کا ٹکراؤ کسی دن نجم انجم سے ہو جائے تو کیا کریں گی؟
ج: سچ کہتی ہوں لاحول پڑھوں گی۔
س: کیا آپ کو علم نہیں کہ پلکوں کی ذرا سی جنبش سے

ہم سے پوچھیے میں آگ لگاسکتی ہوں؟

ج: آگ لگا کر کیا ہاتھ سیکھو گی' اتنی بھی سردی نہیں ہو رہی۔

س: آپی! نمک دانی میں نمک' صابن دانی میں صابن' سرمہ دانی میں سرمہ' چائے دانی میں چائے پھر مچھر دانی میں انسان کیوں ہوتا ہے؟

ج: باقی چیزوں میں وہ آ نہیں سکتا لیکن تم نے وہاں بھی گھسنے کی ضرور کوشش کی ہوگی۔

کنزیٰ رحمان...... فتح جنگ

س: آپ سے ملی تو یوں لگا......؟

ج: تمہیں جو بھی لگا' ہمیں بہت فضول لگا۔

س: آپی جی میری فرینڈ کی برتھ ڈے ہے' اسے کوئی مہنگا سا گفٹ چاہیے آپ ہی بتائیں کیا دوں اسے؟

ج: منہ دھونے کا صابن' اس بہانے بے چاری منہ ہی دھولے گی اور آئندہ گفٹ سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھولے گی۔

س: آپی جی اجازت دیں' اچھی سی دعا کے ساتھ' اللہ حافظ۔

ج: ہمیشہ مسکراتی رہو...... آمین۔

شازیہ نصیر احمد...... نور پور

س: آپی! آنسو دینے والا اچھا ہوتا ہے یا آنسو صاف کرنے والا؟

ج: مینا کماری...... تمہیں اداس ٹیبل بننے کا اب نیا شوق چڑھ گیا ہے۔

س: آپی! بچوں کی رونے کی آواز سن کر بھابیاں مجھے کیوں گھورتی ہیں؟

ج: تم بچوں کے چاکلیٹ جو کھا جاتی ہو۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: آپی! ایک مہینہ بعد آئی ہوں کیا آپ نے مجھے مس کیا؟

ج: ہنسنگ گرل! ہم نے تمہیں ہرگز مس نہیں کیا۔

س: ارے ہاں یاد آیا آنچل کی سال گرہ آئی ہے آپ کو مبارک ہو اور ساتھ میں آپ کا پسندیدہ پھول موتیا بھی ہے قبول کریں؟

ج: آنچل کی سال گرہ آپ کو بھی مبارک ہو' آپ کا پھول توڑا کیا لے اڑا۔

س: آپی آپ مجھے اتنی اچھی کیوں لگنے لگی ہیں' آخر کسی بیوٹی کریم کا کمال ہے ناں...... ہی ہی ہی؟

ج: نہیں یہ تمہارے چشمے کا کمال ہے' جس کی بنا پر اب تمہیں صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔

س: آپی میرا دل کرتا ہے صرف آپ ہی کے متعلق باتیں کروں' یہ خوش بو' بادل اور یہ ہوا آپ سے کچھ کہنا چاہ رہے ہیں' ذرا سنیں؟

ج: یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کل موسم خوش گوار ہے۔

س: لوٹ رہی ہوں' پھر سے آنے کے لیے...... آپ کی مسکراہٹ پھر سے پانے کے لیے' اللہ حافظ۔

ج: دیکھ کر جاؤ' یہ نہ ہو کہ بارش میں پھسل جاؤ۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

س: کیا اچاری بیف چلی کھا کر آتی ہیں جو اتنے تیکھے اور دانتوں کو کھٹے کردینے والے جواب دیتی ہیں؟

ج: تو ہمارے جوابات پڑھتے ہوئے اپنی بتیسی نکال دیا کرو نا۔

س: میرے لہجے کی نرمی چرائے گیا' بتائیے کون؟

ج: تمہارا جوس نوش کرنے والا تمہارا......

س: زندگی میں میری کامیابی کا راز یہ ہے کہ میں......؟

ج: اپنی ماں کی دعاؤں کے زیر اثر ہوں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

س: کبھی کبھی انسان کے پاس صرف سوچیں ہی کیوں رہ جاتی ہیں؟

ج: شکر کرو کچھ رہ جاتا ہے ورنہ اس مہنگائی میں تو کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

س: جب انسان دوسروں میں عیب تلاش کرتا ہے تو اس کا دھیان اپنی طرف کیوں نہیں جاتا ہے؟

ج: اپنی طرف جائے گا تو پھر دوسرے عیب تلاش کریں گے اس لیے پہلے ہم کیوں نہیں۔

س: آپی جی! آپ میری مما سے بولیں کہ وہ پریشان نہ ہا کریں میری وہ یہ بات نہیں مانتی؟

ج: تم ان کی بات مان لو اور پریشان مت کیا کرو وہ پریشان نہیں ہوں گی۔

تسلیم شہزادی...... کمالیہ اسلام پورہ

س: آپی میری آمد کیسی لگی آپ کو؟

ج: چپ ایسی باتیں سب کے سامنے نہیں پوچھتے۔

س: وہ آ گیا جس کا انتظار تھا...... بھلا کون؟

ج: آنچل اور بھلا کون......

س: آپی امتحان سر پر ہیں اور آتا جاتا کچھ نہیں' کیا کروں؟

ج: تم نے کیا کرنا ہے' اب جو کرنا ہے ایگزیمز نے کرنا ہے۔

س: میں آپ کے لیے گلاب لائی ہوں' لیجیے اور بتایئے کیسا لگا؟

ج: کاغذ کا لگا' جھوٹ تو میں بولتی نہیں۔

سلمیٰ شاہ...... گجرات

س: شمی آپی دشمنوں نے خبر دی آپ نے ہمیں اپنے دل سے نکال باہر کیا؟

ج: تم تو ہمارے دل میں باہر سے کنڈی لگا کر آئی تھیں پھر ہم کیسے نکال سکتے ہیں۔

س: شمی آپی خواب میں دیکھا آپ میرے گھر آئی ہیں اس کی تعبیر بھلا کیا ہوگی؟

ج: وہی صبح ہوگی وہی شام ہوگی، زندگی تمہاری یونہی ہمارے بغیر تمام ہوگی۔

حالہ سلیم...... کراچی

س: شمائل آپی کیسی ہیں آپ؟ میں نے بہت عرصے کے بعد انٹری دی۔ کیا خوش آمدید نہیں کہیں گی آپ۔

ج: پہلے مرغا بن کر کھڑی ہو جاؤ اور لیٹ آنے کی وجہ بتاؤ خوش آمدید۔

س: عورت شادی سے پہلے محبوبہ ہوتی ہے تو شادی کے بعد...... پلیز اب سر درد نہ کہنا کیونکہ یہ بات پرانی ہوگئی ہے۔

ج: صرف بیوی ہوتی ہے وہ بھی اپنی۔

س: ارے آپ کا رنگ پہلے سے کالا ہوگیا ہے، یہ دھوپ کی تمازت کا اثر ہے یا چیری بلاسم کا؟ (مذاق کا برا نہ منانا)

ج: آپ کی نظر کی خرابی کا۔

س: ڈیئر آپی، محبت کیا چیز ہوتی ہے؟

ج: چنی منی اپنا سبق یاد کرو محبت پر غور کرنا چھوڑ دو نہیں تو وہ آئی اماں کی جوتی......

زاہدہ زمان...... چوک سرور شہید

س: شمی آپی کیسی ہیں آپ؟

ج: الحمدللہ بخیر ہیں۔

س: اس مرتبہ سردیاں اتنی لیٹ کیوں ہیں کہیں آپ نے تو نہیں روک رکھا انہیں؟

ج: سردیاں اس بار دھرنے میں مصروف ہیں۔

س: آپی جب میں ان کو دیکھتی ہوں تو میرا دل زور زور سے دھڑکتا ہے بھلا کن کو؟

ج: اپنی گلی کے...... آگے تم سمجھدار ہو۔

س: آپی وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں ان کو اس جیسی لگتی ہوں بھلا کس جیسی؟

ج: بھوتنی جیسی۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

سدرہ پیر محل سے لکھتی ہیں کہ پہلے میں نے خط کے ساتھ پیسے بھیجے تھے لیکن میرے پیسے ایسے ہی ضائع ہوئے مجھے دوا ملی ہی نہیں پتا نہیں آپ کے پاس میرا خط پہنچے گا یا نہیں پلیز میری دوا جلدی بھیج دیں۔

محترمہ آپ نے خط کے ساتھ جو پیسے بھیجے ہیں وہ آپ کی سخت غلطی ہے۔ ہم بار بار یہ لکھتے رہے ہیں کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں۔ منی آرڈر کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ڈاکخانے سے منی آرڈر فارم حاصل کریں اس فارم کو مکمل بھریں اور فارم کے ساتھ رقم ڈاکخانے میں جمع کرائیں یہ رقم لازمی ہمیں مل جائے گی۔ لفافے میں رکھی ہوئی رقم کوئی بھی نکال لیتا ہے یا لفافہ ہی ہم تک نہیں پہنچتا 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

فرزانہ عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کا مسئلہ یہ ہے کہ سر میں سفید چھالے نما دانے ہیں بہت علاج کرایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، پہلے دانے ختم ہوجاتے ہیں اسی جگہ پر نئے دانے نکل آتے ہیں۔ میری بیٹی کی عمر 3 سال ہے۔ اس کا قد عام بچوں سے چھوٹا ہے اس کے لیے بھی مہربانی کرکے کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ بیٹی کو MEZERIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 3 وقت روزانہ پلائیں۔ قد کے سلسلے میں ابھی فکر نہ کریں 14,15 سال کی عمر میں ضرورت پڑنے پر دوا استعمال کی جاسکتی ہے جو تقریباً ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔

ایس آر۔ ایس لکھتے ہیں کہ ازدواجی تعلق قائم کرنے میں ناکام رہتا ہوں میرا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ SELENIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نامعلوم مقام سے خاتون لکھتی ہیں کہ میری عمر 45 سال ہے 10 سال سے ماہانہ اخراج بند ہے اس کے علاوہ میں چیما فیلا 30 اور بریسٹ بیوٹی استعمال کررہی ہوں کیا اس سے مجھے فائدہ ہوگا اور دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے۔ اس کی عمر 65 سال ہے ان کے کندھوں میں اور کمر، کولہے کی ہڈی میں شدید درد رہتا ہے اور کبھی کبھی درد اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ نہ اپنی کمر سیدھی کرسکتی ہیں اور نہ ہی پاؤں نیچے رکھ سکتی ہیں۔ برائے مہربانی ان کے لیے کوئی اچھی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ کزن کو RUSTOX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں۔ آپ کی عمر سن یاس کو پہنچ چکی ہے اس عمر میں قدرتی طور پر ماہانہ اخراج بند ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اب اس کا کوئی علاج نہیں ہے چیما فیلا اور بریسٹ بیوٹی کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ بہتری ہوگی آئندہ خط لکھتے وقت نام اور مقام ضرور لکھا کریں۔

فصیح الدین شورکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں جسمانی طور پر کمزور ہوں اور 16 سے زیادہ کا نہیں لگتا میرے گال پچکے ہوئے ہیں اور میری ہڈیاں نکلی ہوئی ہیں۔ میں صحت مند نہیں ہوں اور میرا وزن بھی کم ہے میرے دوست میرے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں جبکہ میں کبھی بھی کسی بھی قسم کی غلط سرگرمی میں مبتلا نہیں رہا اور میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر کالے تل ہیں اسکا علاج بتادیں۔

محترم آپ FIVE PHOS-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور THUJA (Q) کو روزانہ تلوں پر لگائیں ان شاء اللہ آپ کے دونوں مسائل حل ہوجائیں گے۔

A.R.M لاہور سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع

کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ دونوں STAPHISGARIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بری عادت سے پرہیز کریں۔

ثمینہ ذوالفقار اوکاڑہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ بالوں کا ہے میرے بال بہت کمزور بدصورت اور کم ہیں میں چاہتی ہوں کہ میرے بال خوب صورت گھنے اور لمبے ہوجائیں۔

محترمہ آپ HAIR GROWER کے لیے 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ تین چار بوتل کے استعمال سے آپ کے بال لمبے گھنے مضبوط اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

مسز عبدالحلیم جاتری کینہ سے لکھتی ہیں کہ میری بھانجیاں ہیں ان چہرے پر براؤن تل ہیں آنکھوں اور ناک کے قریب زیادہ ہیں یہ ان کی فیملی میں سب کے چہروں پر ہیں یعنی یہ خاندانی ہیں کیا یہ ختم ہوسکتے ہیں؟ اور میری بڑی بھانجی جس کی عمر 20 سال ہے اس کی ماہواری ٹھیک نہیں آتی کبھی ایک ماہ اور کبھی دو ماہ بعد ان کی دوا تجویز کردیں بڑی مہربانی ہوگی اور ڈاکٹر صاحب مجھے لیکوریاں ہے اس کی بھی دوا بتادیں اور ہماری شادی کو 8 سال ہوگئے ہیں ہمارے ہاں اولاد نہیں ہے کیا مردانہ بانجھ پن کا علاج ہے ہومیو پیتھی میں ہم نے ہر قسم کا علاج کرالیا ہے صرف ہومیو پیتھی کا علاج نہیں کرایا میں بہت امید سے آپ کو خط لکھ رہی ہوں پلیز ہمارے مسائل کا حل بتادیں۔

محترمہ آپ بڑی بھانجی کو SENECIO-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں اور آپ خود BORAX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ خاندانی تلوں کا کوئی علاج نہیں ہے شوہر کی میڈیکل ٹیسٹ رپورٹ ارسال کریں تبھی کچھ بتایا جاسکتا ہے۔

اقرا شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ پر باریک دانے نکلتے ہیں آپ نے جو دوائی لکھی تھی اس کے استعمال سے ختم ہوکر پھر نکل آتے ہیں ایک ماہ سے اوپر ہوگیا ہے دوائی استعمال کرتے ہوئے کتنے دنوں تک اور استعمال کروں کہ دانے مکمل ختم ہوجائیں میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ منہ کے مسامات کھول گئے ہیں اس کے لیے کوئی اچھی دوائی بتادیں کہ جلد کے مسامات بند ہوجائیں اور منہ پر وائٹ ہیڈز بھی بہت ہیں۔

محترمہ آپ NATRUM SULPH-6X کی 4، 4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور GRAPHITES-200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

تحسیم اختر لیہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح موٹے بال ہیں جو بہت بدنما لگتے ہیں انہیں نکالنا پڑتا ہے ہر ہفتے اور میرے منہ پر چھائیاں ہیں جن کو دور کرنے کے لیے بیوٹی کریمز استعمال کرتی ہوں برائے مہربانی میرے مسئلوں کا بھی کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQIF (Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا دو تین بوتل کے استعمال سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے براہ راست خطوط کے جواب دینا ممکن ہے۔ جوابی لفافہ بھیج کر ضائع نہ کریں۔

حرمین فاطمہ لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوائیں تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ JODUM -1000 کے 5

قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر 15 دن میں ایک بار پیا کریں اور آنکھوں کے لیے CINIRARIA آئی ڈراپس روزانہ رات سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں۔

انعم زرین چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے پیٹ بہت بڑھ گیا ہے اس کے علاوہ میرے چہرے پر فالتو بال ہیں جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں سر کے بال بھی تیزی سے گر رہے ہیں۔

محترمہ آپ APIS-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں الفروڈائٹ اور ہیئر گرودر آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے آپ کے چہرے کے بال ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے اور ہیئر گرودر کے استعمال سے سر کے بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

محمد اسلم راجپوت ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرے سر سے بال بالکل ختم ہوگئے ہیں اور ہماری خاندانی ہے۔ مگر میری عمر ابھی صرف 25 سال ہے۔

محترم آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گرودر آپ کے گھر پہنچ جائے گا تین چار بوتل کے استعمال سے آپ کے سر پر قدرتی گھنے بال پیدا ہوں گے۔

حذیفہ سبزواری جھنگ صدر سے لکھتے ہیں کہ میرا مادہ حیات بہت پتلا ہے۔ بہت جلدی اخراج ہوجاتا ہے۔ جبکہ میری عمر صرف 18 سال ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ERNGIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

پروین اقبال ہری پور ہزارہ سے لکھتی ہیں کہ میں اپنے بچوں کا مسئلہ لکھ رہی ہوں میری بڑی بیٹی فرسٹ ایئر کی طالبہ ہے اس کا گیس کا مسئلہ ہے ہر وقت گیس خارج ہوتی رہتی ہے۔ نماز کے لیے وضو بنائے تو نماز پڑھے تو پھر وضو کرنا پڑتا ہے اسی طرح دو، دو تین تین بار وضو کرنا پڑتا ہے اپنی بیٹی کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اس کے چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے سرخ ہوتے ہیں دانے ختم ہوجائیں تو داغ رہ جاتے ہیں۔ میرا سب سے چھوٹا بیٹا جس کی عمر تقریباً 6 سال ہے اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کی نظر کمزور ہے اور میرا بیٹا کمزور بہت ہے۔ حالانکہ وہ کھاتا پیتا ہے خوراک میں اسے انڈے، مرغی، گوشت، قیمہ، نیڈو، دودھ وغیرہ دیتی ہوں مگر صحت نہیں بنتی برائے مہربانی آپ میرے دونوں بچوں کے لیے کوئی اچھی دوا تجویز فرمائیں میں آپ کی احسان مند رہوں گی۔

محترمہ آپ بیٹی کو NUXVOMICA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں اور GRAPHITES-200 کے 5 قطرے ہر آٹھویں دن دیا کریں اور بیٹے کو ALFALFA(Q) کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں CINIRARIA آئی ڈراپس آنکھوں میں ڈالا کریں۔

آئی ایس راجپوت گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ بہت بڑھا ہوا ہے۔ سارا جسم پھول رہا ہے۔ میں پہلے بہت اسمارٹ تھی مگر اب کولہے، پیٹ، ٹانگیں وغیرہ ایک سال کے اندر موٹے ہوگئے ہیں۔ میرا ماہانہ اخراج صرف تین دن ہوتا ہے اور میری امی جان کے دانت کو ماخورہ لگا تھا دوا وغیرہ لی تھی مگر اب سارے دانت پیلے ہو رہے ہیں اور دو دانتوں کو جڑ سے کالا سوراخ سا ہوگیا ہے۔ پلیز مہربانی فرما کر اچھی سی دوا بتا دیں اور دوسرا مسئلہ امی جی کے کان سے پیپ کا ہے۔ کان سے پیپ بہتی ہے اور آواز پہلے تو ٹھیک سنائی دیتی تھی مگر اب کم سنائی دیتا ہے اور ڈاکٹر صاحب

میرے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے مجھے کم سنائی دیتا ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY QS کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اپنی امی کو MERC SOL-6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیا کریں اور کان سے پیپ کو ختم کرنے کے لیے TELLORIUM-30 کے 5 قطرے تین وقت روزانہ دیا کریں۔

ماہ جبیں کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کی شکایت بہت رہتی ہے مہربانی فرما کر کوئی اچھی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سدرہ منصور لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 17 سال ہے نسوانی حسن کی بہت کمی ہے برابر کی دوست مذاق بناتی ہیں مجھے بہت شرمندگی ہوتی ہے۔ اس کا بھی کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SABAL SERRULTTA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

نور الدین پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرے جسم پر خشک خارش ہوتی ہے کسی قسم کے کوئی دانے نہیں نکلتے میں ہر وقت بے چین رہتا ہوں کئی ڈاکٹروں سے علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

محترم آپ DOLICHUS-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شکیل احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ میں بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوں حکیم، ڈاکٹر ہومیو پیتھک سب سے مایوس ہوچکا ہوں کیا میرا بھی کوئی علاج ہے مجھے بھی صحت مل سکتی ہے۔

محترم آپ صبح 10 تا 1 بجے یا شام 6 تا 9 بجے کلینک پر تشریف لائیں معائنے کے بعد آپ کا علاج شروع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

نازیہ حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ آپ کے کلینک پر آنا چاہتی ہوں کیا آپ کے پاس لیڈی ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے۔

محترمہ آپ میرے کلینک پر تشریف لاسکتی ہیں میرے کلینک پر لیڈی ڈاکٹر سیدہ حسن بانو صبح 10 تا 1 بجے موجود ہوتی ہیں اور شام کے ٹائم ڈاکٹر شازیہ ارم شام 6 تا 9 بجے موجود ہوتی ہیں۔

ثروت کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ CALCIUM CARB- 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

آپ کی شخصیت

آئیے ہم آپ کو اپنی شخصیت پہچاننے کا ایک طریقہ بتاتے ہیں یہ مضمون صرف زبانی کلامی بات نہیں ہے بلکہ ایک ریسرچ ہے جو کہ ایک نفسیات دان نے کی۔ میکس ایک انگریز نفسیات دان تھا اس نے اپنے طالب علموں اور مریضوں کی مدد سے رنگوں اور مزاجوں میں ہم آہنگی پر بیس سال تک اسٹڈی کی اور اپنی عمر کے آخری حصے میں اسے ایک جائزے کی شکل میں پیش کیا۔

اس ریسرچ کی منفرد بات یہ ہے کہ یہ صرف ایک پسندیدہ رنگ اور اس کے مطابق آپ کی شخصیت کے بارے میں نہیں بتاتا ہے بلکہ آپ سے آپ کے تمام پسندیدہ رنگ پوچھے جاتے ہیں یہ تو عام بات ہے کہ ہر شخص کو کچھ رنگ زیادہ اور کچھ کم پسند ہوتے ہیں۔ اس طرح سے آپ بھی ایسا کیجیے کہ اپنے پسندیدہ رنگوں کو ایک ترتیب سے لکھ لیجیے یعنی پہلے نمبر پر سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ' دوسرے نمبر پر اس سے کم' تیسرے نمبر پر اس سے بھی کم یہاں تک کہ آخری رنگ تک پہنچ جائیں گے۔

مندرجہ ذیل میں ہم آپ کو آٹھ رنگ دے رہے ہیں سب سے پہلے ان میں سے اپنے پسندیدہ رنگ چن لیجیے اور پھر تمام دیے گئے رنگوں کو اپنی پسندیدگی کے اعتبار سے ترتیب وار نمبر دے لیجیے۔ رنگ یہ ہیں۔

نیلا' سرمئی' سبز' جامنی' سرخ' سیاہ' پیلا' براؤن یا رسٹ (زنگ آلود)

اب اپنے نمبروں کے حساب سے سب سے زیادہ پسندیدہ رنگ کے بارے میں معلومات سب سے پہلے پڑھیے اور باقی اسی طرح سے ترتیب کے ساتھ' ہمیں یقین ہے آپ اسے بہت دلچسپ پائیں گی۔

سرخ

سرخ رنگ جذباتیت اور طاقت ظاہر کرتا ہے اگر یہ آپ کی پہلی پسند ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ فوراً فیصلہ کرتے ہیں صنف مخالف کے لیے کشش رکھتے ہیں اور ہر بات میں جیت آپ کا مقصد اور خواہش ہے آپ ایک اچھے لیڈر ہیں آپ زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارنا چاہتے ہیں آپ کو اپنی زندگی پر قابو ضرور ہے مگر کبھی نازک وقت آنے پر آپ اس کے غلام بھی بن سکتے ہیں۔

اگر سرخ رنگ آخر کے نمبروں میں آیا ہے' آپ کی پسند کے اعتبار سے تو آپ صنف مخالف سے دوستی کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہیں۔ یہ ذہنی اور جسمانی تھکان کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔

اگر سرخ رنگ ساتویں یا آٹھویں نمبر پر ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی زندہ رہنے کی خواہش مر چکی ہے اور عملی طور پر جذباتی تعلقات کے حوالے بھی آپ کو بے مزہ کر دیتے ہیں یا اس خواہش کو اتنا دبایا ہے کہ جذبات ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔

پیلا

خوشی اور اطمینان کو ظاہر کرتا ہے۔

دوسری' تیسری اور چوتھی پوزیشن میں پیلا رنگ ایک اچھی سوچ کو ظاہر کرتا ہے آپ ہمیشہ مستقبل کے بارے میں پرامید رہتے ہیں۔ زندگی آپ کے لیے آسان ہے اور مشکلات آپ کی نظر میں اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔ کسی بوجھ کے بغیر آپ ایک پرسکون زندگی گزارتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ سست ہیں۔ آپ بہت زیادہ محنت کے عادی ہیں۔

پیلا رنگ اگر پہلے خانے میں ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کا ایک مقصد حیات ہے اور آپ دوسروں کو سکون دے کر خوش ہوتے ہیں اس کے جواب میں جب آپ کو عزت اور ستائش ملتی ہے تو آپ کا دل اور بڑھ جاتا ہے مگر آپ اپنے کام سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے اگر ہوں تب بھی اور آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔

اگر پیلا رنگ آخری خانوں میں آ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ بہت ناامید ہو چکے ہیں دنیا سے بھی اور خدا سے بھی۔ اب آپ تنہائی اور مایوسی میں گھرے ہوئے ہیں اکثر اوقات لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں۔

سبز

سبز رنگ مستقل مزاجی اور جمود کو ظاہر کرتا ہے پہلے نمبر پر سبز رنگ کا مطلب ہے آپ خود غرض دھونس جمانے والے ہیں۔ زندگی میں مہنگی چیزیں جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیشہ اونچی چھلانگ مارتے ہیں آپ اپنی زندگی کامیابی سے گزارتے ہیں۔ لوگ آپ پر رشک کرتے ہیں' مغرور اور جھگڑالو ہیں مگر

رسک لینے سے ڈرتے ہیں۔

آخر کے خانوں میں سبز رنگ کا مطلب ہے آپ کی انا کو ٹھیس پہنچی ہے اور محنت کا صلہ نہ ملنے کا آپ کو افسوس ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں۔ کڑوے لہجے اور طنزیہ انداز میں بات کرتے ہیں اور ہٹ دھرم ہوگئے ہیں۔

کاسنی

سرخ اور نیلے کا ملاپ' کاسنی رنگ پرسکون انداز زندگی اور ملے جلے کی عادت کے بیچ جنگ کا اظہار ہے حکم چلانے اور حکم ماننے کی جنگ۔

ابتدائی نمبروں میں کاسنی رنگ ظاہر کرتا ہے کہ آپ پراسرار زندگی کے مالک ہیں۔ آپ کے تعلقات بھی پراسرار ہوتے ہیں خوابوں کی دنیا میں رہنے کے عادی' اکثر بڑے لوگ کاسنی رنگ پسند کرتے ہیں جو دنیا کو برے ہوکر بھی پریوں کا دیس سمجھتے ہیں اور ابھی تک اپنے خواب سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ ہم جنس پرست افراد اکثر اپنی جذباتی ناآسودگی کا اظہار کاسنی رنگ پسند کرکے کرتے ہیں۔

کاسنی رنگ آخری نمبروں میں ہو تو اس کا مطلب ہے کہ پسند کرنے والا بہت سمجھدار شخص ہے اور اپنے خوابوں کی دنیا سے باہر نکل آیا ہے اور اب دنیا کے مسائل سے نمٹ سکتا ہے۔

براؤن

جسمانی صحت مندی کا اظہار کرتا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ آپ اپنی صحت کے بارے میں کتنا جانتے ہیں۔

چوتھے اور پانچویں خانے میں براؤن کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی صحت اور جسم کے بارے میں زیادہ بے پرواہیں۔ جو لوگ شروع کے خانوں میں اسے جگہ دیں وہ اپنی صحت کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

اگر براؤن آپ کا پسندیدہ ترین رنگ ہے تو پھر آپ بہت زیادہ بے چین طبیعت کے مالک اور تنہا ہیں۔ براؤن رنگ آٹھویں نمبر پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنی صحت سے دلچسپی نہیں رہی نہ ہی آپ کو اپنے گھر اور فیملی سے کوئی دلچسپی ہے۔

سرمئی

سرمئی درمیانہ رنگ ہے پانی کا رنگ ہے جو دو مختلف خیالات کے بیچ کی چیز کو ظاہر کرتا ہے۔ پہلے نمبر میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذمہ داری سے گھبراتے ہیں اور اپنے آپ کو دنیا سے دور رکھنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کے جذبات مجروح نہ ہوسکیں آپ کو کوئی بھی کام گروپ میں کرنے سے نفرت ہے اور اکثر آپ کسی چیز کو کرنے کے بجائے دیکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

آٹھویں نمبر پر سرمئی رنگ کا مطلب ہے کہ آپ ہلا گلہ پسند کرتے ہیں ہر ایک سے گھل مل کر رہنا چاہتے ہیں ایسے لوگ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

نیلا

نیلا رنگ سکون اور نیکی کو ظاہر کرتا ہے اس کو پسند کرنے والے حساس ہوتے ہیں اور جلد ہی دکھی ہوجاتے ہیں۔ آپ کبھی بھی نہیں گھبراتے اور جس طرح سے آپ کی زندگی گزر رہی ہے آپ اس سے مطمئن ہیں۔ آپ مشکلات سے عاری اور صاف ستھری زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور اس کی کوئی بھی قیمت چکانے کو تیار ہیں۔ آپ کو ایک مستقل ساتھی چاہیے جو بھگڑالو نہ ہو۔

آخری نمبروں پر نیلا رنگ آپ میں اطمینان کی کمی ظاہر کرتا ہے۔ آپ تعلقات قائم کرنے سے ڈرتے ہیں آپ تمام ذمہ داریوں سے پریشان ہیں مگر اس کے باوجود آپ یہ سب برداشت کرتے ہیں نہ جاب چھوڑیں گے' نہ فیملی سے الگ ہوں گے مگر اپنے آپ کو تکلیف دیتے رہیں گے۔

سیاہ

سیاہ رنگ سب رنگوں کا ملاپ ہے اس کا مطلب ہے "نہیں"

پہلے نمبر پر یہ بہت کم ہوتا ہے مگر جب بھی ہوا ایسے انسان کو ظاہر کرتا ہے جو قدرت کے نظام اور فیصلوں سے انکار کرتا ہے۔

دوسرے نمبر پر سیاہ رنگ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ عام طور پر ساتویں یا آٹھویں نمبر پر سیاہ رنگ بتاتا ہے کہ آپ کو اپنی قسمت پر یقین ہے اور آپ نے اپنی تقدیر خود اپنے عمل سے بنائی ہے آپ میں انصاف کی قوت ہے۔

اگر پہلے نمبر پر سیاہ اور دوسرے پر پیلا ہو تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ تبدیلی لاکے رہیں گے' جس چیز میں بھی چاہیں۔

لیہا رضوان...... کراچی